فیوض الرحمٰن

اردو ترجمہ

روح البیان

پارہ اول، دوئم

تالیف

الامام العالم الفاضل خاتمة المفسرین

حضرت العلامہ الشیخ محمد اسماعیل حقی رحمة اللہ علیہ

مترجم

عمدة المفسرین، استاذالعلماء حضرت علامہ

مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

سعادت اہتمام

صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ جامع مسجد سیرانی، سیرانی روڈ بہاولپور پاکستان

Mob. 0300-6843281

marfat.com

Marfat.com

تعارف مترجم

از:۔ الحاج چودھری مشتاق محمد خان۔۹ ہربھجن داس سٹریٹ، بیرون موری گیٹ۔لاہور

خدا کے فضل وکرم سے آج بھی بہت سے علماء اور مشائخ تبلیغ اسلام میں سرگرم ہیں۔بعض نے تو اپنے روز وشب محض اسی مقصد کے لئے وقت کر رکھے ہیں کہ ان کا مقصد حیات صرف اور صرف اسلام کی تبلیغ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس بیان کرنا ہے۔وہ نور رسالت سے شمع اسلام کے نور میں اضافہ فرما رہے ہیں۔انہی بزرگوں میں عالم ربانی، متکلم لاثانی، کشاف الحقائق، مبین الدقائق، صاحب تصانیف کثیرہ، فیض ملت، حضرت، علامہ، الحاج، الحافظ

ابوالصالح مفتی **محمد فیض احمد اویسی** مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

کی ذات بابرکات کا شمار ہوتا ہے۔

ولادت باسعادت:۔

علم وعرفان کا یہ پیکر، فاضل نبیل، عالم جلیل ۱۳۵۱ھ/1932ء میں حامد آباد ضلع رحیم یار خاں کے مقام پر پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔

حلیہ مبارک:۔

یہ مرد درویش نہایت ہی سادہ، موزوں قامت، اکہرا جسم، موٹی پرکیف آنکھیں، سر پر سفید رنگ کی دستار، سفید تہبند، ٹخنوں تک نیچا کرتہ، دیسی جوتہ، سفید وسیاہ ریش بزرگی کی علامت، طبیعت میں انکسار وتواضع، سرتاپا ایثار ومحبت، درس وتدریس مشغلہ اور تصنیف وتالیف اوڑھنا بچھونا ہے۔مسلک اہل سنت کا داعی وعلمبردار ہے۔

تعلیم:۔

جب آپ چار پانچ سال کے ہوئے تو آپ کے والد محترم نے خود قرآن مجید ناظرہ کرایا۔یوں آپ کی ابتدائی تعلیم گھر سے شروع ہوئی۔ابتدائی تربیت کے بعد ۱۹۴۳ء میں والد ماجد کی ہدایت اور خواہش کے مطابق حافظ جان محمد صاحب قریہ کنلاں کے پاس حفظ قرآن پاک کے لئے حاضری دی۔ڈیڑھ سال کے عرصہ میں آٹھ پارے حفظ کر لئے۔اس کے بعد حضرت مولانا حافظ سراج احمد صاحب اور حافظ غلام یسین صاحب سے مکمل قرآن کریم حفظ

marfat.com
Marfat.com

اردو ترجمہ "فیوض الرحمٰن" کر کے حضرت علامہ اویسی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے دین اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔اس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گوہوں کہ ان کی خدمت دین متین کے لئے عمر دراز عطا فرمائے۔ ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار

خدا تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین

اولا امجاد:۔

بفضلہ تعالیٰ علامہ اویسی صاحب کے چار صاحبزادے ہیں اور الحمدللہ تعالیٰ چاروں خدمت دین متین میں گوناگوں مصروف ہیں۔

۱۔علامہ حافظ محمد صالح اویسی ،مفتی جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور،خطیب جامع مسجد

۲۔علامہ حافظ محمد عطاءالرسول اویسی،مدرس جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور،مدیر اعلیٰ فیض عالم،خطیب جامع مسجد

۳۔علامہ حافظ محمد فیاض احمد اویسی،مدرس جامعہ اویسیہ بہاولپور،ایڈیٹر ماہنامہ فیض عالم،خطیب جامع مسجد

۴۔علامہ حافظ ریاض احمد اویسی، ناظم جامعہ اویسیہ بہاولپور،خطیب جامع مسجد

اور ایک صاحبزادی صاحبہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب کو اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مشتاق محمد خان

لاہور

marfat.com

Marfat.com

روح البیان اور اس کا مصنف مرحوم

مصنف روح البیان جناب اسماعیل حقی قدس سرہٗ العزیز ایک عارف کامل اور علامہ دوراں اور یگانہ زمان تھے جن کے عرفان اور فضل وکمال کا اعتراف مخالفین کو بھی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی معروف تصنیف '' اکسیر فی اصول تفسیر '' صفحہ ۸۲ میں لکھا کہ: روح البیان فی تفسیر القرآن للشیخ العارف الکامل الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ---۔ یعنی یہ تفسیر آپ نے اپنے شیخ عارف کامل حضرت عثمان قدس سرہٗ کے حکم سے قسطنطنیہ میں لکھی۔ خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی پارہ اول کے مقدمہ میں لکھا۔

تفسیر روح البیان کا تعارف:۔

مولوی بھوپالی ''روح البیان'' کے تعارف میں لکھتا ہے کہ وھو فی ستۃ مجلدات لم یذکرہ فی کشف الظنون وقد طبع فی ھذا الزمان بمصر القاھرہ یحتوی علی معارف وحقائق علی لسان التصوف یعنی وہ چھ جلدوں میں ہے اسے کشف الظنون (جو تصانیف پر مشتمل ہے) میں نہیں لایا گیا یہ تفسیر معارف (معرفۃ کی جمع) اور حقائق (حقیقۃ کی جمع) کو حاوی ہے اور تصوف کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔

صدیق حسن بھوپالی کا تعارف:۔

۱۔ مخالفین کا یہی محقق خود اپنے لیے یوں لکھتا ہے:۔ الامام العلامہ البحر الفھامہ البرکۃ الشاملہ لمن ھو فی الھند و القھامہ الخ
(حاشیہ وہابی مذہب)

۲۔ مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے لکھا:۔ دقتِ نظر، وسعتِ مطالعہ، زہد وتقوی کے لحاظ سے ان کا مقام یقیناً اونچا ہے اور فہم قرآن میں ان کا ذہن بے حد صاف ہے بہت اکابر قدماء سے بھی ان کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔
(حیات النبی، صفحہ ۴۶، ۴۷)

۳۔ مولوی اشرف سندھو نے لکھا ہے کہ:۔ نواب صدیق حسن خان اہلحدیث مسلک کے علمبردار ہیں اور وسیع النظر محقق ہیں۔
(تاریخ التقلید، صفحہ ۱۴۹)

۴۔ نواب صدیق حسن بھوپالی ''مجدد'' تھے۔
(اہلحدیث امرتسر ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۸)

marfat.ocm
Marfat.com

کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تو پھر مرکز کو مضبوط کرنے والوں کو کب اچھی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اسی لیے مخالفین اہل سنت اور احناف اور اصفیاء کو اپنی تحریر و تقریر میں ہدف تنقید بناتے ہیں۔

یقین کیجئے!

عوام اہل سنت کو یقین ہونا چاہیے کہ تفسیر روح البیان نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے۔ اصول تفسیر کے عین مطابق ہے۔ اس کے مفصل دلائل تو فقیر نے " الفیضان " میں لکھے ہیں یہاں بھی چند ایک ملاحظہ ہوں۔

شرائط تفسیر:۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے قرآن مجید کی تفسیر کے لیے پندرہ علوم وفنون میں مہارت تامہ کی شرط لگائی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ان پندرہ علوم وفنون میں سے کسی ایک میں بھی ناقص ہو اسے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا حق نہیں۔ (اتقان) وہ پندرہ علوم یہ ہیں۔

۱۔ لغت عربیہ ۲۔ علم النحو ۳۔ علم الصرف ۴۔ علم الاشتقاق ۵۔ علم المعانی

۶۔ علم البیان ۷۔ علم البدیع ۸۔ علم القرأت ۹۔ قواعد شرعیہ ۱۰۔ اصول فقہ

۱۱۔ علم اسباب النزول ۱۲۔ علم ناسخ ومنسوخ ۱۳۔ فقہ ۱۴۔ علم الحدیث ۱۵۔ علم الموہبہ

بعض دیگر مفسرین نے پچیس علوم کی شرط لگائی ہے۔ ان کی تفصیل فقیر نے اپنی کتاب ''احسن البیان'' حصہ اول میں لکھ دی ہے۔

افسوس! کہ آج کل بعض حضرات معمولی عربی گرائمر جاننے والے اور دو چار اردو کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں تفسیر قرآن کی کوئی قدر نہیں رہی بلکہ معاملہ الٹا ہو گیا کہ تحقیقی تفاسیر کو ضعیف اور غیر تحقیقی کو قوی سمجھا جا رہا ہے۔ مثلاً عوام کے سامنے "تفسیر ابن کثیر" کا پرچار کیا جاتا ہے اور اس کا اردو ترجمہ ہاتھوں ہاتھ لوگوں تک پہنچایا جا رہا ہے اور ''تفہیم القرآن'' کے مقابلے میں تمام سابقہ تفاسیر کو ہیچ ثابت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ "تفسیر ابن کثیر" ابن تیمیہ کے مقلد اور خارجی مذہب کے پیروکار کی لکھی ہوئی ہے جس میں ہزاروں بلکہ بے شمار غلط عقائد کو درج کر کے خارجیت کا درس دیا گیا ہے اور ''تفہیم القرآن'' کے مصنف کا تو سب کو پتا ہے کہ وہ ماڈرن دین کا داعی تھا یعنی وہ اسلام کا رخ مدینہ منورہ کی بجائے انگلینڈ اور امریکہ کی طرف پھیرنا چاہتا تھا فلہٰذا عوام خود سوچ لیں کہ ایسی تفاسیر کے مطالعہ سے انہیں کیا حاصل ہو گا!

ایسے ہی سابقہ تفاسیر میں " تفسیر کبیر" بلند پایہ سہی مگر شرائط مذکورہ سے یکسر خالی۔ اسی لیے علماء

Marfat.com

آغاز تصنیف روح البیان:۔

اس دفتر کا آغاز ۲۲ شعبان ۱۱۰۲ھ میں ہوا۔ پہلے دفتر کی طرح اس کا آغاز شہر بروسہ میں ہوا جب کہ اسی شہر کی طرف ہجرت کر کے مقیم ہو گیا تھا۔ خدا کرے یہ شہر ارواح قدسیہ والے حضرات کا مرکز بنا رہے۔

اے الہ العالمین ! جس طرح تو نے مجھے اس کے دفتر کے اتمام کی توفیق بخشی ہے اپنے فضل و کرم سے اس کے بقایا حصص کی تکمیل بھی توفیق عطا فرما اور میری اس تحریر کو قیامت کے دن میرے چہرے کی سفیدی کا سبب بنا جیسے تیرے اولیاء کرام کے چہرے نورانی ہوں میرا بھی چہرہ نورانی ہو اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو دھو ڈال اور میں بھی صبح و شام تا دم زیست تجھ سے دعائیں مانگتا رہوں گا اور اس میں مجھے ناامیدی بھی نہیں۔ فلک الحمد فی الاولی والاخری علی عنایتک الکبری واخر دعواھم ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

سبب تالیف ''فیوض الرحمٰن'' ترجمہ تفسیر ہذا:۔

ناکارہ و آوارہ الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ فقیر نے زمانہ طالبعلمی میں اپنے اکابر اہل سنت سے تفسیر روح البیان کا غلغلہ سنا۔ مخالفین اہل سنت نے اسے ضعیف اور غیر معتبر گردانا۔ تحصیل علوم و تکمیل فنون کے بعد ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء میں اپنے گاؤں حامد آباد ضلع رحیم یار خاں میں تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ انہی دنوں تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ عوام میں تاثر پیدا کر دیا گیا کہ یہ زمانہ قدیم کی معتبر تفسیر ہے۔ حالانکہ ابن کثیر ابن تیمیہ کا شاگرد اور اس کے مذہب و مسلک کی خاطر سردھڑ کی بازی لگانے والا ہے۔ اس نے تفسیر ابن کثیر میں اہل سنت کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ یہ تفسیر اہلسنت وجماعت کے عقائد کے بھی خلاف ہے اور مسلک حنفیت کے بھی۔

فقیر قلیل البضاعۃ وعدیم الفرصت کو اتنی جرأت کہاں کہ تفسیر جیسے اہم و مشکل ترین فن کو اپنائے۔ لیکن فضل ایزدی پر امید رکھ کر روح البیان کے ترجمہ کا آغاز کیا۔ یہ تفسیر بحمدہٖ تعالیٰ اصول و ضوابط اور قوانین تفسیر کے عین مطابق ہے اور مخالفین حضرات اسے محض اس لئے غیر معتبر و ضعیف گردانتے ہیں کہ صاحب روح البیان نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیائے کرام میں سے سیدنا ابن العربی اور حضرت مولانا روم قدس سرھما کا مسلک پیش کیا ہے۔ بعینہٖ یہی ہمارا مدعا ہے اور مخالفین کے لئے موت اور سم قاتل۔

تفسیر ابن کثیر نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ اس کا مطالعہ عقائد و مسائل احناف کے لئے مضر بھی ہے اور روح البیان کا مطالعہ عقائد اہلسنت و مسائل احناف کو جلا بخشے گا اور حضرت مولانا روم اور عارف باللہ سیدنا ابن

marfat.com
Marfat.com

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکل اٰیة ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر آیت کے لیے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کے لئے ایک حد یعنی حکم شرعی ہوتا ہے اور ہر حکم شرعی کے لیے ایک اطلاع پانے کی جگہ ہوتی ہے۔ (کتاب اللہ میں سے)

ابن النقیب بیان کرتے ہیں ظہر آیات سے وہ معانی ہیں جو اہل علم ظاہری اور قواعد شریعت کے ذریعہ جانتے ہوں اور بطن سے مراد وہ اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ارباب حقائق (اور عارفین) کو مطلع فرماتا ہے اور لکل حرف حد کے معنی یہ ہیں کہ ہر حرف کے معانی اور حقائق کا ایک منتہی ہوتا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے۔ یہی وہ اسرار و حقائق ہیں جن کے بارہ میں فرمایا گیا ہے:

ھو الذی لاتنقضی عجائبه قرآن اللہ کا وہ کلام ہے کہ اس کے عجائب ولطائف کبھی ختم نہ ہوں گے۔

تو مدلول قرآنی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تفاسیر سے مقررہ متعین ہے جس میں ادنیٰ تغیر اور ردوبدل کا امکان نہیں۔ اس مدلول قطعی اور طے شدہ مفہوم (جس پر تمام احکام شریعت کا دارومدار ہے) کے بعد باطنی اسرار و نکات اور معارف کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کتاب "لطائف المنن" میں بیان فرماتے ہیں کہ کلام اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفسیر وتشریح میں حضرات صوفیہ اور عارفین کے بیان کردہ نکات اور اس قسم کے غرائب بیان کرنا کلام اللہ کو اس کے ظاہر مفہوم سے متغیر کرنا نہیں ہے۔ اس لیے کہ آیت کا ظاہری مفہوم تو وہی مراد ہوتا ہے جس پر آیت ناطق ہے اور وہ قواعد عربیہ اور اصول شریعت سے سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ غرائب محض رموز واشارات اور باطنی تفہیم ہوتے ہیں جو غیبی طور پر اللہ کی طرف سے ارباب باطن پر القا کئے جاتے ہیں۔[1]

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ آیت اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً کی تفسیر وتشریح فرمانے کے بعد آخر میں اسی نوع کے عارفانہ نکتہ بیان کرتے ہیں:۔

ولعله سبحانه وتعالی اراد من الایت الاخیرة مع مادل علیه الظاهر وسیق الکلام فیه اشارة الی تفصیل خلق الانسان وما افاض علیه من المعانی والصفات علی طریقة

[1] ۔ بحوالہ مفتاح السعادۃ جلد اول صفحہ ۳۲۲

marfat.com
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ اہل معرفت فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ طالبینِ تقرب کا وسیلہ اور خائفین کی مضبوط رسّی اور مجربین کی مسرت گاہ اور ہالکین کا مرجع اور محبین کی فرصت ہے۔ یعنی خالقِ کائنات کے فرمان (جو کہ سورہ نحل میں ہے)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (کہ جب تم قرآن پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو) کی تعمیل ہے۔

مسئلہ: تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ اعوذ باللہ شریف قرآن پاک کی تلاوت سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

سوال: نحویوں کا قانون ہے کہ جزا شرط کے بعد ہوتی ہے اور (آیت میں) فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ جزا ہے تو چاہیے تعوذ قرآن کی تلاوت کے بعد ہو۔

جواب: آیت اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ کا معنی اذا اردت القرأة ہے۔ یعنی تم تلاوت کا ارادہ کرو تو پھر اعوذ باللہ پڑھو۔ (گویا آیت مؤول ہے) اور یہ تاویل عام مشہور ہے۔ اس تاویل کو حقیقیہ عرفیہ کا قائم مقام کہتے ہیں۔

ف: مختار قول جمہور کا ہے وہ یہ کہ اعوذ باللہ شریف کے الفاظ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہیں کیونکہ باعتبار روایت کے یہی الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

اقرانیه جبریل عن القلم عن اللوح المحفوظ ۔ یعنی مجھے جبریل علیہ السلام نے قلم اور لوحِ محفوظ سے اسی طرح نقل کر کے سنایا ہے۔

اگرچہ باعتبار روایت اور مامور بہ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ کے مطابق استعیذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہے۔

شانِ نزول سب سے پہلے جو چیز جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے لئے لائے وہ یہی تعوذ اور بسم اللہ شریف اور آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے۔

حل لغات: اعوذ بمعنی التجا، یعنی پناہ چاہتا ہوں یا بمعنی استجیر یعنی امان چاہتا ہوں۔ یا بمعنی استعین یعنی امداد چاہتا ہوں۔ یا بمعنی استغیث یعنی فریاد چاہتا ہوں۔ عَوْذٌ عِيَاذٌ لَوْ ذٌ و لِيَاذٌ اور صَوْمٌ و صِيَامٌ کی طرح مصدر ہے۔

ف: تعوذ پڑھنے والے کا قول اعوذ باللّٰہ الخ ایک قسم کی خبر ہے جو دراصل وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کر رہا ہے۔ گویا کہہ رہا ہے: اَعِذْنِيْ يَا رَبِّ اے میرے رب! مجھے پناہ دے دے۔

اور انشاء سے خبر کی طرف عدول کرنے میں تفاؤل بالوقوع (یعنی اچھی فال کے واقع ہونے) کا فائدہ حاصل ہوا۔ گویا پناہ مانگنا واقع ہو گیا اور یہ اسی کی خبر دے رہا ہے۔

نکتہ: تفسیر کبیر میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس بندے کے مابین ایک وعدہ ہے۔ جس کو اللہ نے وَاَوْفُوْا

marfat.com
Marfat.com

ثابت ہوا اور جنات کے وجود کا سوائے فلسفیوں کی چھوٹی سی جماعت کے بعض جاہل افراد یا بعض اطباء وامثالہا (یعنی ان جیسے اور) کے اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

حکایت:۔محی السنۃ امام غزالی قدس سرہٗ (آپ ثقلین (جن وانس) کے مفتی اعظم تھے) نے ایک دن جنات سے دنیا کے کارناموں کے متعلق پوچھا انہوں نے عرض کی کہ زمخشری ایک کتاب تفسیر لکھ رہا ہے۔جواب تک نصف حصہ تحریر کر چکا ہے۔آپ نے فرمایا وہی تحریر کردہ کتاب (تفسیر) لے آئے آپ نے اس کو نقل کر کے واپس کر دیا۔ایک روز زمخشری کو امام غزالی قدس سرہٗ کے حضور میں حاضری کا شرف ملا تو آپ نے وہی تفسیر زمخشری کو دکھلائی۔زمخشری دیکھ کر متعجب ہوا اور عرض کی کہ اگر کہوں کہ یہ وہی تفسیر ہے تو پھر یہاں کیسے آئی! اگر کہوں کسی دوسرے کی ہے تو بھی عقل نہیں مانتی کیونکہ اس کے الفاظ ومعانی اور وضع وترتیب بعینہٖ میری کتاب جیسی ہے تو دو مصنفوں کا ایک ہی طرح کے الفاظ ومعانی، وضع وترتیب پر غائبانہ متفق ہو جانا محال ہے۔امام غزالی نے فرمایا کہ یہ کتاب تیری تفسیر کی نقل ہے۔ہم کو جنات کے ذریعہ پہنچی ہے۔زمخشری قبل ازیں جنات کے وجود کے قائل نہیں تھے۔اس حیرت انگیز کرشمہ کو دیکھ کر اسی وقت جنات کے وجود کے قائل ہو گئے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جنات کو علم غیب حاصل ہے۔مولا عزوجل بھی فرماتے ہیں: تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ یعنی جب سلیمان علیہ السلام زمین پر آئے جنوں کی حقیقت کھل گئی۔(یعنی وہ غیب نہیں جانتے) اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

ف: پھر ان کی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک (جو جنات کو مجردات نہیں مانتے یہ ہے) جنات ہوائی اجسام ہیں۔بعض کہتے ہیں۔یہ ناری اجسام ہیں۔یہ مختلف شکلوں میں متشکل ہونے پر قادر ہیں۔مثلاً، بچھو، کتے، اونٹ، گائے، بکری، گھوڑے، خچر، گدھے اور انسان کی شکل اختیار کرنا بھی ان کے اختیار میں ہے۔ان میں عقل بھی ہے اور فہم بھی اور بہت بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں۔جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں تیار کرتے تھے اور وہ لوگ جو ان کے مجردات کے قائل ہیں تو وہ ان کی دو اقسام مانتے ہیں۔

i۔ارضیہ سفلیہ ii۔عالیہ

ارضیہ سفلیہ:۔یہ اس لئے کہ مجردات یعنی وہ مجردات جو نہ متحیز ہیں اور کسی متحیز میں حلول کرنے والے ہیں۔

عالیہ:۔ان میں بعض وہ عالی ہیں جو اجسام کی تدبیر سے مقدس ہیں اور وہ ملائکہ مقربین ہیں جنہیں مشائین حضرات عقول سے تعبیر کرتے ہیں اور اشراقین صاحبان ان کا انوار عالیہ قاہرہ نام رکھتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو

Marfat.com

ہے۔ جب تک وہ واپس نہیں ہوتا میں اس مرض میں مبتلا رہتا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تو ان کو علم و دعا سے کیوں روکتا ہے؟ عرض کی: اس لئے کہ ان کی دعا سے اندھا اور بہرا ہو جاتا ہوں۔ مجھے اس وقت شفا ہوتی ہے۔ جب وہ فراغت پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو قرآن پڑھنے سے کیوں روکتا ہے؟ عرض کی: قرأت سے میں قلعی کی طرح (آگ میں) پگھلتا رہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ان کو جہاد سے کیوں روکتا ہے جب کہ وہ جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ عرض کی: جب وہ جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو اس وقت میرے قدموں میں زنجیر ڈالے جاتے ہیں یہاں تک کہ واپس نہ لوٹیں، اسی طرح جب وہ حج کو جاتے ہیں تو ان کی واپسی تک میرے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر ڈالے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ صدقہ کا ارادہ کرتے ہیں تو میرے سر پر کلہاڑے چلتے ہیں جو مجھے ایسے کاٹتے ہیں جیسے لکڑیوں کو کاٹا جاتا ہے۔

روحانی نسخہ: ۱۔ شیطان بنی آدم کی طبعیتوں پر کھانے پینے کی وجہ سے مسلط کیا گیا۔ جب بنی آدم کھانے پینے کو خیر باد کہہ دے تو پیٹ اور فرج کی شہوت کی بیخ کنی ہوگی۔ بعد ازاں شیطان کی مداخلت (یعنی گمراہ کرنا) بھی نہ۔

۲۔ نفس کی اصلاح کا سبب یہی پانچ نمازیں ہیں کہ کیونکہ ان کی فرضیت بھی اصلاح نفس کے لئے ہے، اس لئے کہ نماز میں تین طرح کی عاجزی ہے۔

i۔ بہت بڑے بادشاہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ ii۔ رکوع کر کے عاجزی ظاہر کرنا۔

iii۔ سجدہ کر کے اظہار عجز کرنا اور نفس بھی خشوع و خضوع اور عاجزی سے اصلاح پذیر ہوتا ہے۔

حکایت: ۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں: ۔ کہ جب سیدنا نوح علی نبینا علیہ السلام کشتی سے (بعد از طوفان) باہر تو ابلیس ملعون حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے بدبخت! یہ بتا کہ بنی آدم کے کون سے عادات تجھے اور تیرے لشکر کو گمراہ اور ہلاک کرنے میں معاونت کرتے ہیں؟ ابلیس ملعون نے جواب دیا کہ جب ہم بنی آدم کو کنجوس، بخیل، بدخواہ، سرکش اور جلد باز پاتے ہیں تو ہم گٹھڑی کی طرح اسے جھپٹ لیتے ہیں جب کسی انسان میں یہ تمام مذکورہ عادات جمع ہوتی ہیں تو ہم اس کا شیطان مرید (سرکش) نام رکھتے ہیں۔

اعجوبہ: ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابلیس ملعون کے سامنے ہر روز دنیا پیش ہوتی ہے۔ پھر یہ کم بخت اعلان کرتا ہوا کہتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو مجھ سے وہ چیز خریدے جس میں اس کا نقصان اور پریشانی ہو۔ تو دنیا دار لوگ یہ منادی سن کر کہتے ہیں کہ اس کے خریدار ہم ہیں۔ شیطان انہیں سمجھاتا ہوا کہتا ہے: بھائیو! اتنی جلدی نہ کرو، ذرا سوچ لو، یہ تو بڑی عیب دار تجارت ہے۔ دنیا دار کہتے ہیں کوئی بات نہیں ہم اسے ضرور خریدیں گے۔ شیطان کہتا ہے اس کا ثمن نہ درہم ہیں نہ دنانیر بلکہ اس کا ثمن تمہارا وہ نیک نصیبہ ہے جو تمہیں بہشت سے عطا ہوگا۔ میں تم

marfat.com

Marfat.com

"دہر کو گالی مت دو، کیونکہ دہر تو اللہ تعالیٰ ہے"

سوال :۔ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی ابتدا میں جمیع حروف میں سے بأ کو اختیار فرمایا، نہ الف سے بلکہ بسم اللہ شریف میں ہے تو الف کو حذف کر کے بأ کو اس کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔

جواب :۔ اس میں دس حکمتیں ہیں۔

☆......الف میں بلندی، تکبر، تطاول اور بأ میں عجز، تواضع، انکساری ہے۔ پس بمطابق قاعدہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ بالف سے رتبہ میں بڑھ گئی۔

☆......بأ الصاق کے لئے آتی ہے (جس کا معنی ملنا، ملانا ہے) بخلاف اکثر حروف، بالخصوص الف کے کہ وہ حرف قطع سے ہیں (جس کا معنی جدائی ہے)

☆......بأ ہمیشہ مسکور پڑھی جاتی ہے جب کہ اس کے ظاہر و باطن میں عجز و انکسار پایا گیا ہے۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عندیت یعنی قرب کا درجہ نصیب ہوا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان قلوب کے قریب ہوں جو میری خاطر ہمیشہ عجز و انکساری میں رہتے ہیں۔

☆......بأ میں بظاہر عجز و انکسار، مگر بہ باطن اس میں بلندی درجات وعلو ہمت ہے اور یہ صفات صدیقین کے ہیں۔ یہ صفات الف میں نہیں ہیں۔ بلندی درجہ تو یہ کہ اس میں نقطہ ہے اور الف میں نہیں اور بلندی ہمت یہ کہ اس کو بہت سے نقطے پیش کیے گئے تو اس نے سوائے ایک کے باقی کو قبول نہیں فرمایا تا کہ اس کا حال اس عاشق صادق جیسا ہو جائے جو صرف ایک محبوب کی طلب رکھتا ہے۔

☆......بأ میں قربت حق کی طلب صادق ہے کیونکہ جب اسے نقطہ ملا تو کو اپنے قدموں میں پھینک دیا اور نقطہ ملنے سے نازاں بھی نہیں ہوئی۔ جیم اور یا میں یہ بات نہیں اس لیے ان کے نقطے ان کے نیچے نہیں بلکہ باعتبار وضع حروف کے وسط میں ہیں۔ ان کو دوسرے حروف سے ملانے سے ان کے نقطے نیچے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس وقت نقطوں کا نیچے ہونا اس لیے ہے کہ جیم کو خأ سے اور یأ کو تأ سے مشابہت نہ ہو جائے بخلاف بأ کے کہ اس کا نقطہ ہمیشہ اس کے نیچے ہوتا ہے خواہ وہ تنہا ہو یا کسی دوسرے حرف سے ملی ہوئی ہو۔

☆......الف حرف علت ہے بخلاف بأ کے۔

☆......بأ باعتبارِ معنی حرف تام اور متبوع ہے اگرچہ باعتبارِ ظاہر کے تابع ہو کر آئی ہے (یعنی حروف کی وضع کے وقت الف کے بعد میں واقع ہوئی ہے اور معنی کے لحاظ سے الف بأ کے تابع ہوا کرتا ہے بخلاف بأ کے کہ وہ الف کے تابع ہو کر نہیں آئی اور جو چیز معنوی اعتبار سے متبوع ہو وہ اقوی ہوتی ہے)

marfat.com
Marfat.com

ف: حضرت فرماتے ہیں کہ رحمت صفات الٰہیہ کی ایک صفت ہے اور رحمت ایک حقیقت ہے لیکن دو قسم پر ہے۔

i۔ذاتی ii۔صفاتی

اور اسمائے ذاتی وصفاتی کا تقاضا بھی یہی ہے (کہ رحمت دو قسم ہو) پھر ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں، عام وخاص۔اس اعتبار سے رحمت چار قسم ہوئی۔پھر ان کے کئی انواع ہیں جن کا مجموعہ ایک سو تک پہنچتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ان میں سے صرف ایک رحمت تمام اہل دنیا کو عطا فرمائی اور ننانوے آخرت میں اپنے بندوں پر رحم فرمانے کے لئے مخفی رکھی ہیں۔

ف: رحمت عام وخاص ذاتی وہ ہیں کہ جن کا ذکر بسم اللہ شریف کے لفظ رحمٰن ورحیم سے ہوا ہے۔ان میں سے رحمت رحمانیہ عام ہے اس لئے کہ وہ تمام اشیاء کو علماً وعیناً شامل ہوتی ہے اور رحمت رحیمیہ خاص ہے۔کیونکہ یہ اس رحمت عامہ کی تفصیل ہے جو ہر ایک عین کی تعیین (جو استعداد خاص کے ساتھ فیض اقدس کے حصول کے لئے ہوتی ہے) کی موجب ہے اور رحمت عام وخاص صفاتیہ وہ ہے جو فاتحہ شریف کے رحمٰن ورحیم میں ہے۔ان میں رحمت رحمانیہ عام ہے کیونکہ یہ ان فیوضات (رحمت عامہ ذاتیہ سے وجود عام علمی پر ہوئے) پر مرتب ہے اور دوسری رحمت خاصہ ہے اور اس کی تخصیص اس استعداد اصلی کے مطابق ہے جو ہر ایک عین میں پائی جاتی ہے اور یہ دونوں رحمتیں (صفاتیہ جو فاتحہ کے رحمٰن ورحیم میں ہیں) رحمت ذاتیہ عامہ وخاصہ ہیں۔

فضائل بسم اللہ شریف ☆......بعض روایات سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تین ہزار اسماء ہیں۔ایک ہزار کو سوائے ملائکہ کے کوئی نہیں جانتا اور ایک ہزار سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی کو معلوم نہیں اور تین سو توارۃ میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں رکھا ہے۔پس ان تین ہزار اسماء کا معنی ان تین اسماء اللہ، رحمٰن اور رحیم میں ہے۔جس نے ان تینوں کو جانا یا ان کو پڑھا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام اسماء کے ساتھ یاد کیا۔

☆......حدیث شریف میں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب مجھے معراج ہوئی تو تمام بہشتیں میرے پیش کی گئیں تو ان میں میں نے چار نہریں دیکھیں۔

i۔پانی کی ii۔دودھ کی iii۔شراب کی iv۔شہد کی

میں نے جبرائیل سے نہروں کے متعلق پوچھا کہ یہ نہریں کہاں سے آتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں؟ جبرائیل نے کہا: حضور! جاتی تو حوض کوثر میں ہیں اور یہ مجھے معلوم نہیں کہ آتی کہاں سے ہیں، آپ اپنے رب سے پوچھئے، وہ آپ کو بتائے گا یا دکھادے گا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے التجا کی۔

Marfat.com

لیے کہ جس نے ان سات آیات کو پڑھا اس پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند ہو گئے۔ یہ سبع کے وجوہ تھے۔ مثانی اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ نماز میں دو بار پڑھی جاتی ہے یا مثانی سے مراد یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں حقیقۃً یا حکماً دوسری سورت ہوتی ہے یا اس لیے کہ اس کا نزول دو بار ہوا، پہلی بار مکہ معظمہ میں، دوسری بار مدینہ طیبہ میں۔

☆......اس کا نام سورۃ الصلوٰۃ ☆......سورۃ الشفاء ☆......الشافیہ ☆......اساس القرآن

☆......الکافیہ ☆......الوافیہ ☆......سورۃ الحمد ☆......سورۃ السوال ☆......سورۃ الشکر

☆......سورۃ الدعا بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں اس سورت میں پائی جاتی ہیں۔

☆......اس کو سورۃ الکنز بھی کہتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔[1]

تفسیر عالمانہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ میں لام عہد کی ہے۔ یعنی الحمد بمعنی حمد کامل اور کامل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی یا وہ جو انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے نکلی، یا وہ جو اولیاء ایزد تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ یا لام عموم استغراق کے لئے ہے۔ اب الحمد بمعنی جمیع محامد واثنیہ محمود (اصلی) اور ممدوح مأول اور معبود حق کے لئے، خواہ حامد عینی ہوں یا عرضی، فرشتوں سے ہوں یا آدمیوں سے یا ان کے غیر سے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ۔**

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ مخلوق میں کوئی ایسی شے نہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کرتی ہو۔

تفسیر صوفیانہ صوفیہ کے نزدیک حمد محمود کے کمال ظاہر کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کمال اس کے صفات و افعال اور اس کے آثار ہیں۔ شیخ داؤد قیصری فرماتے ہیں کہ حمد تین قسم ہے۔

۱۔قولی ۲۔فعلی ۳۔حالی

حمد قولی :. زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا، جیسا کہ اس نے اپنی حمد انبیاء علیہم السلام سے کرائی ہے۔

حمد فعلی :. وہ ہے جو اعمال بدنیہ سے ادا کی جائے، خواہ عبادات خیرات سے۔ جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس بارگاہ تک پہنچنا مقصود ہو کیونکہ جیسے انسان کو حمد کا زبان سے ادا کرنا لازم ہے اسی طرح ہر عضو کے

[1] اس سورت کے باقی نام فقیر کی کتاب "احسن التقریر" میں ہیں ۱۲ اویسی

marfat.com

Marfat.com

آخری عقبہ ہے کہ جن کا عبور سالک کے لئے نہایت ضروری ہے تا کہ اپنے حصول مقاصد پر فتح مند ہو۔ سب سے پہلا وہ امر کہ جس کے سبب سے بندہ راہ سلوک پر چلنے کے لیے متحرک ہوتا ہے۔ الہام سماویہ و توفیق خاص الہیہ ہے (چنانچہ) اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کہ جس وقت بندے کے دل میں نور داخل ہوتا ہے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کا پہلا وار غرور سے کنارہ کشی، دوسرا دار خلود کی طرف رجوع، تیسرا موت کے نزول سے پہلے تیار رہنا۔ پس جب کہ بندے کے دل میں پہلے یہ بات کھٹکے کہ بے شک میرا ایک منعم ہے جس نے مجھے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں اور پھر وہ مجھ سے ان نعمتوں کا شکرانہ اور خدمت طلب کرے گا، میں ان سے غفلت کروں تو شاید وہ نعمتیں چھین کر مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ اس کا یہ کیا تھوڑا احسان ہے کہ اپنے پیغمبران عظام کو معجزات دے کر ہماری طرف بھیجا اور ان کے ذریعہ ہمیں خبر دی کہ ہمارا رب ایک ہے جو عالم اس بات پر قادر ہے کہ مطیع کو ثواب دے اور مجرم کو سزا۔ نیکی کا حکم دینے والا بھی وہی ہے اور برائی سے روکنے والا بھی وہی۔ انہی خیالات سے بندہ کے دل میں مقام خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے خلاصی کی کوئی راہ نہیں بجز اس کے کہ اپنے صانع کی صنعت کو دیکھ کر اس کے وجود پر استدلال نہ ہو۔

اوصاف مذکورہ کی وجہ سے بندہ کو اپنے رب کے وجود کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی کو عقبہ علم و معرفت کہتے ہیں یہی وہ پہلا عقبہ ہے جو سلوک کو راہ طے کرتے وقت درپیش ہوتا ہے اور اسی کی بدولت علم کے حصول کی بصیرت اور علماء آخرت سے سوال کرنا نصیب ہوتا ہے۔

جب اسے اپنے رب کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے تو عبادت کے لئے معرفت اسے برانگیختہ کرتی ہے لیکن وہ عبادت کے طریقہ سے لاعلم ہوتا ہے۔ پھر فرائض شرعی ظاہری (جو اس پر لازم ہیں) سیکھتا ہے۔ جب علم معرفت کی فرائض سے تکمیل کی تو عبادت کے لیے تیار ہوتا ہے مگر اپنی بدکرداریوں سے شرمسار ہوتا ہے (جیسا کہ عام طور پر لوگوں کی حالت ہے) دل میں کہتا ہے کہ میں اطاعت کے کب لائق ہوں جب کہ مجھ سے بار بار گناہ ہوئے اور جرائم میں سرتاپا ملوث ہوں۔ اسی سے اسے خیال آتا ہے کہ کیوں نہ ہو اب تمام برائیوں سے تائب ہو جاؤں تا کہ گناہوں کی قید سے چھوٹ جاؤں اور اپنی برائیوں سے پاک وصاف ہو کر عبادت کے لائق

marfat.com
Marfat.com

سالک کی راہ میں در پیش ہوتا ہے اور سالک اس کے ورد کی کثرت سے عقبہ ہذا کو طے کرتا ہے۔ جب اس عقبہ سے فارغ ہوتا ہے تو اپنے مطلوب ومقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر بقیہ عمر اسی نعمت میں بسر کرتا ہے۔ اس کا ظاہری جسم دنیا میں ہوتا ہے لیکن اس کا دل آخرت میں معلق رہتا ہے اور ہر روز پیک اجل کا انتظار کرتا ہے اور دنیا سے متنفر رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا شوق اس کو ملاء اعلیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اب رب العالمین کا قاصد آ کر اسے رب تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت دے کر کہتا ہے: مژدہ باد (اے سالک!) تیرا رب تجھ سے ناراض نہیں۔ اسی حال میں ملائکہ اس سے بہت خوش حالت میں ملاقات کرتے ہیں۔ باقی لوگ بھی اس دنیا فانی کر چھوڑ کر بارگاہ ایزدی میں اور جنت کے باغات میں جاگزیں ہوتے ہیں اور یہ سالک اپنے نفس فقیر کو کریم کی نعمتوں اور بہت بڑے ملک میں پاتا ہے۔

شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

عروسی بود نوبت ماتمت — گرت نیک روزی بود خاتمت

ترجمہ:۔ وہ تیرے لیے موج بہار ہوگی جب کہ تیرا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ اپنے وقت وصال فرما رہے تھے:

ز دنیا می رود خسرو بزیر لب ہمی گوید — دلم بگرفت از غربت تمنائے وطن دارم

ترجمہ:۔ بوقت نزع حضرت امیر خسرو آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ دنیا سے جی گھبرا گیا ہے۔ اب دل کو وطن کی تمنا ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ربط: حمد کو اسم ذاتی کے بالمقابل لانے میں جب اس طرف تنبیہ فرمائی کہ جمیع محامد کا بالذات مستحق میں ہوں۔ تو اس کے بعد اسمائے صفاتیہ لائے۔ تاکہ دونوں استحقاق کا یکجا اجتماع ہو جائے اور وہ یعنی رب العالمین اس بات کی برہان ہے کہ جمیع محامد ذاتی وصفاتی اور دنیوی واخروی کا وہی مستحق ہے۔ رب بمعنی تربیت واصلاح، عالمین کے حق میں یہ ہے کہ ان کی تربیت کی غذا اور ان کے وجود کو باقی رکھنے کے تمام اسباب تیار فرماتا ہے۔ انسان کی تربیت یہ ہے کہ اس کے ظاہر (نفس) کو نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور اس کے باطن (دل) کو اپنی رحمت سے مزین کرتا ہے۔ عابدین کے نفوس کو احکام شریعت سے اور مشتاقین کے قلوب کو آداب طریقت سے، اسرار محبین کو انوار حقیقت سے روشن اور منور کرتا ہے۔ کبھی انسان کی تربیت اس کے نیک اعمال

marfat.com
Marfat.com

ہوتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ دوہم جنس چیزوں کو ایک مقام پر دوبار ذکر کرنا خلاف قاعدہ ہوتا ہے (اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں)

☆...... بندگان الٰہی کے لیے مستحسن ہے کہ اسے بار بار یاد کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے ذکر کے ساتھ بھی محبت ہو۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ۔ (جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بہت زیادہ کرتا ہے)

☆...... جب بندہ نے (فاتحہ کی تلاوت کے وقت) کہا رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو گویا کسی نے پوچھا کہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کون ہے؟ بتایا گیا کہ وہ رحمٰن ہے جو اپنے بندوں کو دنیا میں روزی دیتا ہے اور رحیم ہے جو ان کی قیامت میں مغفرت فرمائے گا۔ یہی نکتہ لفظ رحیم کے بعد مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے بیان میں ہے۔ یعنی اس کی ربوبیت رحمانیہ یعنی دنیا میں روزی دینے کی وجہ سے ہے یا رحیمیت یعنی آخرت میں مغفرت فرمانے کی وجہ سے۔

☆...... قاعدہ ہے کہ حمد سے رحمت نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ سب سے پہلے حمد کرنے والے سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ جب پیدا ہوئے تو انہیں چھینک آئی۔ اس پر انہوں نے کہا الحمد للہ ۔ ملائکہ نے انہیں جواب میں کہا: یَرْحَمُکَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَکَ (تیرے اوپر رحم فرمائے اسی لیے اللہ نے آپ پیدا فرمایا) اسی لیے خداوند قدوس نے اپنے بندوں کو حمد سکھائی کہ میری رحمت کا حصول میری حمد سے ہوگا۔

☆...... تکرار تعلیل کے لئے ہے۔ کیونکہ الحمد شریف کو ان اوصاف پر مرتب کرنا ان اوصاف کے ماخذ کی علیت کی علامت ہے۔ مثلاً رحمانیت اور رحیمیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ باری تعالیٰ احسان کرنے میں مختار بالذات ہے کسی سبب کا محتاج نہیں۔

رحمٰن اور رحیم میں فرق:۔ رحمٰن ورحیم میں فرق یہ ہے کہ لفظ رحمٰن باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی دوسرے پر اس کا اطلاق جائز نہیں) یا یہ کہ اس سے رحمت عالم مراد ہوتی ہے (دنیا و آخرت میں) یا یہ کہ اس بہت بڑی نعمتیں مراد ہوتی ہیں۔ پس بہ بنائے وجہ اول رحمٰن وہ صفت ہوگی کہ اس جیسی جنس کا صدور بندگان سے محال ہے اور رحیم وہ صفت ہے کہ اس جیسی جنس کا صدور بندگان سے کچھ نہ کچھ ممکن ہے۔ جیسا کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ذیل دلالت کرتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

☆......وہ حضرات جو صرف روحانی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں لیکن جسمانی نعمتوں سے دور رہتے ہیں۔ جیسے ارواح مجردہ۔

☆......اس کے برعکس یعنی صرف جسمانی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور روحانی نعمتوں سے محروم۔

☆......اور جامعین بین الامرین یعنی روحانی اور جسمانی دونوں نعمتوں سے پردامن ہوتے ہیں۔

اسی طرح اہل جنت کی بھی کئی اقسام ہیں:

☆......روحانی اعتبار سے علوم سے منافع یافتہ سعادت مند حضرات، یعنی وہ نہ صرف ظاہری صورتوں سے نفع پانے والے ہیں۔ بلکہ روحانی طور پر بھی مزین ہوتے ہیں کیونکہ ان حضرات نے جنت کے لیے وہ اعمال نہیں کمائے جو صرف ظاہری نعمتوں کا فائدہ پہنچائیں بلکہ انہوں نے باطنی نعمتوں کے لیے بھی کچھ کیا، اگرچہ یہ لوگ بہ نسبت دیگر حضرات کے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

☆......مذکورہ حضرات کے برعکس، جیسے وہ زاہد و عابد جو لاعلم ہیں، کیونکہ ان کی ارواح روحانی نعمتوں سے کم نفع پانے والی ہیں۔ کیونکہ ان کو حضرات علیہ الٰہیہ کے ساتھ کوئی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ عمل کرتے وقت ان کے ارادے میں سوائے عمل کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا، بلکہ اسی عمل کو اپنی غرض و غایت سمجھتے ہیں اسی لیے یہ لوگ موعودہ امور کی رغبت میں اور جن چیزوں سے ڈرایا گیا ہے۔ ان کی رہبت میں رہتے ہیں۔

☆......جامعین حضرات یعنی وہ مقدس گروہ جو روحانی جسمانی نعمتوں کے جامع ہیں۔ وہ علم و عمل کی لذتوں پر فائز المرام ہیں۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور ان کے کامل وارث یعنی اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والغفران۔

مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

ہر کبوتر می پرد در مذہبے   ویں کبوتر جانبے بے جانبے

ترجمہ:۔ ہر کبوتر اپنی راہ چلتا ہے لیکن یہ کبوتر ایسی جانب اڑتا ہے جس کی کوئی جانب اور طرف نہیں۔

تفسیر عالمانہ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ عرب میں یوم اس وقت کو کہتے ہیں کو مابین طلوع شمس تا غروب واقع ہو اور شریعت میں طلوع فجر یعنی صبح صادق اور غروب شمس کے مابین کا نام ہے اور یہاں مطلق مراد وقت ہے کیونکہ قیامت میں شمس نہیں ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ وہ قیامت میں مالک ہے اور مالک کی یوم کی

marfat.com
Marfat.com

ستارہ چمک پڑے اور اس کے جبل نفس کی طرف سے جب مشرق قلب سے شمس ایمان نورانی کا طلوع ہو جائے تو وہ رب کے نور تک پہنچا۔ پھر اس پر یوم الدین کے کشف واضح ہو جاتے ہیں۔ پس اس کے وقت کا ورد وَاَصْبَحْنَا اَصْبَحَ الْمُلْکُ (ہم اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) پر ہو جاتا ہے۔ پھر عین الیقین بلکہ حق الیقین سے اس بات کا اسے مکاشفہ ہو جاتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ملک حقیقی نہیں اور مالک یوم الدین کے سوا کوئی مالک حقیقی نہیں جب اسے نورانی تجلی نصیب ہوئی اور مالک کے آمنے سامنے ہو کر مخاطب ہوا تو بالمشافہ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے مبارک الفاظ سے مناجات کرنے لگ جاتا ہے۔

شتات:۔ قانون ہے کہ شہنشاہ کی مخالفت جہان کی بربادی اور مخلوق کی تباہی کا باعث ہے۔ پس شاہوں کے شہنشاہ کی مخالفت کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ مریم میں خود فرماتا ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں)

۲۔ اطاعت بہت مصالح کا موجب ہے جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں فرماتا ہے۔ نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (ہم تمہیں رزق عطا فرماتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ سے نصیب ہوتا ہے) رعیت پر لازم ہے کہ اپنے بادشاہ کی فرمانبردار رہے اور بادشاہ پر واجب ہے کہ شاہوں کے شاہ کی اطاعت میں سرگرم رہے تا کہ تمام عالم کے نظام کا نیک انجام ہو۔

۳۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا تمام ملک عدل و انصاف کے ساتھ ہے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ:** وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (ہم قیامت میں عدل و انصاف کا ترازو رکھیں گے۔ پس کسی پر ذرہ برابر بھی عذاب نہ ہوگا) پس بادشاہ مجازی اگر منصف مزاج ہو تو اس کی شاہی کے تمام انتظامات اچھے رہتے ہیں۔ چنانچہ جانوروں کے تھنوں میں دودھ بکثرت ہو جاتا ہے اور کھیت بکثرت سرسبز ہو جاتے ہیں۔ اگر بادشاہ ظالم ہو تو اس کی شاہی میں سراسر نقصان ہوتا ہے اور بھلائی دنیا سے اٹھ جاتی ہے۔

حکایت در موجب توبہ نوشیرواں:۔ نوشیرواں اپنے لشکر سے دور ہو کر ایک باغ میں پہنچا۔ وہاں ایک لڑکا بیٹھا تھا اس سے ایک انار مانگا۔ لڑکے نے انار پیش کیا۔ نوشیرواں نے انار کو توڑا تو اس میں بہت پانی تھا اور میٹھا بھی خوب تھا۔ اسے پینے سے اس کی پیاس بجھ گئی۔ متعجب ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ وہ یہ باغ اس سے ضرور چھینے گا۔ دوسری بار لڑکے سے انار مانگا [illegible]

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں نہ کہ تیرے غیر کو۔ عبادۃ" نہایت درجہ کے خضوع وزاری کو کہتے ہیں (قانون) حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہر جگہ عبادت سے توحید اور تسبیح سے نماز اور قنوت سے طاعت مراد ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ پڑھیے اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور اس سے مراد یہ ہو کہ تجھی سے تمنا اور امید رکھتے ہیں نہ کہ تیرے غیر سے۔

مسئلہ :۔ نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْنُ میں جو ضمیر مستتر ہے اس سے قاری اور اس کے ساتھ رہنے والے ملائکہ اور حاضرین نماز باجماعت مراد ہیں یا وہی اور تمام اہل توحید مراد ہیں۔

نکتہ :۔ اپنی عبادت میں اس توحید کو عبادت اور اپنی حاجت میں ان کی حاجت کو داخل کر رہا ہے تا کہ ان کے صدقے اور ان کی برکت سے اس کی عبادت قبول ہو جائے اور اس کی حاجت پوری ہو جائے۔

مسئلہ :۔ اسی نکتہ کی بنا پر نماز کو باجماعت پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

سیدی حضور شیخ الاکبر قدس سرہ اپنی کتاب "العظمة" میں فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنے نفس کو نَفْعَلُ کے نون سے تعبیر کرتا ہے تو یہ نون عظمت کا نہیں ہوتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو ضمیر مفرد سے بیان کرتا ہے تو یہ بندہ کے قلب پر سلطان پر توحید کے غلبہ اور تحقیق کی وجہ سے ہے کہ یہ اس کی کلیت میں ایسا سرایت کر چکا ہے کہ اس کے بولنے سے وہ لفظ ظاہر ہو رہا ہے جو کہ اس کے عقیدہ وعلم ومشاہدہ ومعائنہ میں ہے۔

مسئلہ :۔ نَعْبُدُ کا نون جمع کا ہے کیونکہ بندہ اگرچہ فراوانی الطیفہ اور واحدانی فی الحقیقت ہے مگر دراصل بحیثیت اپنے لطیفہ اور ترکیب وشکل وقالب کے غیر وحدانی وفراوانی ہے۔

مسئلہ :۔ انسان کا کوئی جز ایسا نہیں کہ جس میں حق تعالیٰ کی حقیقت ربانیہ کا ظہور نہ ہو اور ان اجزاء کی لیاقت کے مطابق ان پر عبادت مقرر فرمائی اور یہ اجزاء اگرچہ مدبرہ ہیں مگر ان کے لئے مخصوص تکلیف (جو کہ ان کے ذاتی اعتبارات کے لئے مناسب ہے) مختص ہے اسی جمعیت کو دیکھ کر بندہ عرض کرتا ہے۔

وَلَکَ نُصَلِّی وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَاِیَّاکَ نَعْبُدُ

marfat.com
Marfat.com

ف:۔ مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

یا نبی السلام علیک   انما الفوز و الفلاح لدیک

گر نہ رفتم طریق سنت تو   ہستم از عاصیاں اُمت تو

ماندہ ام زیرِ بار عصیان پست   رفتم از پائے گر نہ گیری دست

ترجمہ:۔ اے نبی پاک! آپ پر سلام ہو۔ فلاح و بہبود آپ کے پاس ہے اگر میں آپ کی سنت پر عمل نہ کروں تو گنہگار ہوجاؤں۔ گناہوں کے بوجھ سے میں نہایت کمزور ہوگیا ہوں۔ اگر آپ دستگیری نہ فرمائیں تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

مراتب عباد اللہ:۔ متوجہین الی اللہ کے مراتب کے بیان میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس سے اس کا ارادہ غیر حق کا ہو تو وہ ابھی تک حُر ہے بندہ نہیں اور اگر کسی خاص امر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس ارادہ پر نیکی کرتا ہے کہ یہ اچھا امر ہے یا مامور بہ سمجھ کر اس لیے کر رہا ہے کہ اس کا اسے حکم دیا گیا ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ اپنے آمر کے ہاں حضوری کے حصول کی غرض پر تو وہ مرد ہے اگر اس سے زائد مرتبہ حاصل کیا یعنی امر کی ادائیگی کے وقت غیر حق کا ارادہ نہیں کرتا تو یہ کامل فی الرجولیت ہے۔ اگر مذکورہ بالا امور کے ساتھ ساتھ اپنے فعل میں حضور مع الحق ایسا رکھتا ہو کہ نفس کو بالکل ترک کر کے بعین حق، حق کا مشاہدہ کرتا ہو بایں حیثیت کہ مشہود کی اضافت اسی طرح فعل اور اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہو نہ کہ اپنے نفس کی جانب، تو یہ عبد مخلص ہے اور اس کی عبادت خالص ہے اگر اس میں مذکورہ بالا امور کا غلبہ بھی اور ماقبل کے احکام بھی اس میں پائے جاتے ہوں تو یہ مقام فہی یسمع کا ہے (مگر وہ نہ تو ان مذکورہ اشیاء کی کسی شے سے مقید ہے نہ ان کے مجموعہ سے) جس میں ہر مرتبہ و نسبت میں سریان حکم مشہود واحدی کی شمولیت بھی ہے نہ یہ کہ کسی متعین امر میں ثابت ہے۔ بلکہ اپنی فراخی اور اپنے علم صحیح سے (جس سے وہ موصوف ہوا) اور جس سے وہ ہر وقت و ہر حال میں جدا ہوا ہے (نہ غفلت و حجاب سے) ہر وصف و حکم کو قبول کرنے کی وجہ سے ثابت ہے تو یہ کامل فی العبودیت و الخلافۃ و الاحاطۃ و الاطلاق ہے۔

(کذا فی تفسیر الفاتحہ للصدر القونوی قدس سرہٗ)

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں (اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی تفسیر میں) مرقوم ہے کہ بندہ کے غیبت سے خطاب کی طرف رجوع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مالک و مملوک کے مابین سوائے مملوک کے نفس

marfat.com
Marfat.com

اور طلب مصالح کی توفیق بخش۔

سوال:۔ عبادت کو استعانت پر مقدم کیوں لائے؟

جواب:۔ ۱۔ تاکہ آیات کے رؤس موافق رہیں۔

۲۔ اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ طلب کے لئے تقدیم وسیلہ سے اجابت جلد تر ممکن ہوتی ہے۔

ف:۔ جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہا گیا تو اس سے تکبر و تعجب پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے ازالہ کے لئے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ بولا گیا تاکہ تکبر و تعجب بالکل مٹ جائیں۔

نکتہ:۔ اس آیت میں افتخار و افتقار کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔ فخر تو اس طرح کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ پڑھنے سے بندہ کو خیال گزرے گا کہ میں عبد بھی ہوں عابد بھی اور افتقار یوں کہ اقرار کرنا پڑا کہ یہ عبادت مجھے اللہ تعالیٰ کی امداد توفیق سے نصیب ہوئی۔

مسئلہ:۔ اس آیت سے اہل سنت کے مذہب کی تائید ہو گئی کہ فعل کا کسب بندہ سے ہے اور اس کی توفیق اللہ جل جلالہٗ سے ہے جیسا کہ کسب بندہ سے اور فعل کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ سے ہے اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے جبریہ کا رد بھی ہے جو کہ بندہ سے کسی فعل کے صدور کے قائل نہیں ہیں اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں معتزلہ کا رد بھی ہے کہ وہ توفیق و خلق من اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ پس حق عبادت و استعانت کا یہ ہے کہ سوائے اس مالکِ لم یزل کی بارگاہ کے کسی کے آگے نہ سر جھکائے نہ کسی کو مستقل مستعان سمجھے۔

حکایت:۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو سبب پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ جب میں نے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھا تو مجھے ڈر ہوا کہ میں اس وقت کیا جواب دوں گا جب مجھے کہا جائے گا کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھتا تھا تو پھر اطباء و سلاطین کے دروازہ کو کیوں کھٹکھٹایا تھا!

حکایت و فائدہ:۔ استعانت کو مخصوص باللہ کرنے میں حضرت سیدنا خلیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی اقتداء ہے جبکہ وہ نمرود لعین کی قید میں تھے تو اس وقت ان کی خدمت میں سیدنا جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر کہنے لگے

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اگرچہ مکانات سے ارفع واعلیٰ ہے مگر چونکہ بندہ کو قطع مسافات ومس آفات اور تکالیف کا نشانہ بننا لازم ہوگا تا کہ وصال وموافات سے نوازا جائے (اور یہ چیزیں دین کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں بنا بریں اس کا نام صراط ہوا) باوجود ہدایت یافتہ ہونے کے پھر ہدایت کی طلب کرنے میں کئی نکتے ہیں:

نکات:۔ ا۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس راہِ راست کی معرفت ضروری ہے جو اعمال شہوانیہ وغضبانیہ اور انفاقِ مال کے مابین افراط وتفریط سے پاک ہو اور مطلوب بھی یہی ہے کہ راہِ راست کی ہدایت نصیب ہو۔

۲۔اگرچہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت دلیل سے ثابت ہوگی مگر وہاں دلائل بھی ہوں گے۔تو پھر اِھْدِنَا کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اے اللہ! ہمیں وہ عرفان نصیب فرما جس کی وجہ سے ہر شے میں عین تیری ذات وصفات اور افعال کی معرفت کے دلائل کے جلوے نظر آئیں۔

۳۔اِھْدِنَا کا معنیٰ بموجب قولہ تعالیٰ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ماسوا اللہ سے اعراض کی طلب ہے اگرچہ اس کا اپنا نفس کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے کی طلب میں اگرچہ بحکمِ ایزدی اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہو جیسے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم یا خود ذبح کے لئے تیار ہو جانا پڑے جیسا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے یا اپنے آپ کو دریا میں پھینکنا پڑے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کیا باوجود اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے تکالیف کا نشانہ بننا پڑے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا امر بالمعروف ونھی عن المنکر میں قتل یا ٹکڑے ٹکڑے ہونا پڑے تو صبر سے کام لے جیسا کہ حضرت یحییٰ وحضرت زکریا علیہما السلام نے کیا۔

ف:۔ یہ مقام بڑا خطرناک ہے۔اس صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں آسانی ہے بہ نسبت اس کے کہ اگر فرماتے صراط الذین قتلوا وضربوا ،اور اس میں بحیثیت انعام کے انبیاء واولیاء علیہم السلام کے مقام کی طرف ترغیب ہے۔

استقامت کے فضائل:۔ استقامت اور پھر اس پر ثابت قدم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ھود اور اس کی ہم شکل سورتوں نے بوڑھا کیا۔کیونکہ اس میں فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ کا حکم ہے۔وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے قوائے ظاہریہ وباطنیہ سے تین چیزوں پر مشتمل ہے:۔

marfat.com
Marfat.com

ہدایت عامہ: یعنی عام حیوانات کو حصول منافع اور ترک نقصانات کی ہدایت کرنا۔ والیہ اشارہ قولہ تعالیٰ:
الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی اللہ نے ہر شئے کو صورت عطا کر کے ہدایت دی اور فرمایا
وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ہم نے دو راستے بتائے۔

ہدایت خاصہ: یعنی مومنوں کو جنت کی راہ دکھلانا۔ والیہ اشارہ قولہ تعالیٰ: یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ
اللہ انہیں ان کے ایمان کی ہدایت دیتا ہے۔

ہدایت اخص: درحقیقت ہدایت اسی کا نام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی ذات کی رہبری کرنا۔ چنانچہ یہ آیات اس معنیٰ کی طرف اشارہ فرماتی ہیں۔

۱۔ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی فرمایا بیشک ہدایت صرف اللہ ہی کی ہے۔

۲۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہی مجھے ہدایت دے گا۔

۳۔ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۴۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی

یعنی آپ اپنے صحرائے وجود میں محوِ خیال تھے تو ہم نے آپ کو اپنے وجود سے طلب فرمایا اور آپ کو اپنے فضل و لطف میں پایا اور اپنے جذبات عنایت و نورِ ہدایت سے آپ کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہوں۔ اب جو آپ کی تابعداری کریں گے اور آپ کی رضا کے طالب ہوں گے تو ان کو بشری وجود کی تاریکیوں سے نکال کر وجودِ روحانی کے نور تک پہنچادوں گا اور ان کو راہِ راست کی ہدایت بھی دوں گا۔ کماقال تعالیٰ:
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

صراط مستقیم: وہ دین قویم ہے کہ جس کی شہادت قرآن پاک میں درج ہے یعنی سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق مبارک۔ کما قال تعالیٰ: وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ بیشک آپ عظیم خلق والے ہیں

ف: صراط مستقیم سے مراد بہشت کی راہ ہے جو کہ اصحاب یمین کے لئے ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:
وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ اور اللہ دار السلام کی دعوت دیتا ہے۔

ف: صراط مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کا سلوک جو کہ سابقین مقربین کے لئے ہے کما قال تعالیٰ: اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ

marfat.com
Marfat.com

ف: نعمتیں ظاہری ہیں یا باطنی۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کو مع کتابوں کے بھیجنا اور ان کی دعوت کو قبول کرنے کی توفیق بخشنا اور اتباع سنت واجتناب بدعت اور پھر نفس کو اوامر ونواہی کا پابند کردینا اور صدق پر ثابت قدمی عنایت فرمانا اور عبودیت کا لزوم عطا فرمانا وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ ارواح پر ابتدائے فطرت میں اپنے نور کے قطرات برسائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت میں پیدا فرما کر پھر ان پر اپنے نور کے قطرات برسائے۔ جس شخص پر اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت یافتہ ہوگیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوگیا۔ گویا صراط اللہ کی راہ کھلنا اس نور سے ہے اور پہلی بارش وہی قطرات ہیں جس کی وجہ سے مؤمنین برسانے والے کے مشاہدات سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور ہمیشہ اور ہمیشہ اس ابرِ رحمت کے منتظر ہو کر بارگاہِ لم یزل میں عرض کرتے ہیں: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی ہمیں ان لوگوں کی راہ پر چلا کہ جن پر تو نے اپنے الطاف خاص کے دروازے کھولے، جس کی بدولت تیری امداد سے تجھی کو پایا اور انہوں نے تجھے پالیا ان الطاف کے واسطے جو تو نے انہیں عنایت کیے۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ)

تشریح حدیث شریف: ۔شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہ اس حدیث کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ وجود محض کے مقابلہ میں عدم (جو وجود کی نقیض ہے) سمجھا جاتا ہے کیونکہ لامحالہ عدم کے لئے تعین متعین ہے اور عدم کے لئے ظلمت ہے جیسا کہ وجود کے لئے نور ہے۔ اس لیے ممکن کو ظلمت سے موصوف کیا جاتا ہے کیونکہ ممکن وجود سے نور پا کر ظاہر ہوتا ہے پس ظلمت ممکن عدم کی ایک وجہ سے ہے جو اسے متصل ہے اور ہر وہ کمی جو ممکن کو لاحق ہوتی ہے (اور اس کی سے ممکن موصوف بھی ہوتا رہتا ہے) یہ اس نسبت عدمیہ کے احکام سے ہے۔ اسی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مذکورہ میں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ ۔۔۔۔ الخ، و الخلق فی ظلمة.. الخ (جس کا ترجمہ اوپر گزرا) اشارہ ہے اور اس حدیث شریف میں خلق بمعنی تقدیر ہے کیونکہ ایجاد سے سابق ہے اور رش النور سے ممکنات پر وجود کا پہنچنا مراد ہے۔

تفسیر عالمانہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ یہ الَّذِيْنَ سے بدل ہے معنی یہ ہے کہ منعم علیہم وہ لوگ ہیں جو غضب اور گمراہی سے بچ گئے۔ کلمہ غَيْرِ کے تین معنی ہیں:

Marfat.com

i۔ موصل راجع کو متعین کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب و شہود ذاتی کی طلب۔

ii۔ موصل الی المطلوب کی راہ کی پہچان، مثلاً شریعتِ کاملہ پر ثابت قدم رہنا۔

iii۔ وہ سبب جو مقصود حاصل کرادے، مثلاً مرشد کریم کا دامن پکڑنا۔

iv۔ اپنے مقصود کی تحصیل پر مدد دینے والی چیزوں کا التزام رکھنا، جیسے ذکر و فکر وغیرہ۔

v۔ مقصود سے روکنے والی چیزوں کی معرفت پھر اس کو دفع کرنے کی تجاویز کی پہچان، جب یہ پانچ چیزیں حاصل ہو جائیں گی تو حیرت خود بخود ہٹ جائے گی۔ اور اکابر کی حیرت سب کی سب محمود ہے اس میں گمان بھی نہ لانا کہ ان کی حیرت کا سبب قصور فی الادراک ہے اور کمال جلاو استجلاء سے نقص مانع ہے بلکہ یہ ایک ایسی حیرت ہے کہ جس کا حکم بعد کمال تحقیق بالمعروف والشہود اور ہر راز کے وجود کے معائنہ اور احدیت کے وجود پر اطلاع تام کے ہوگا

ف: تفسیر نجمیہ میں ہے کہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو وہ نور مسطورہ بالا نہ مل سکا تو خواہش نفسانی کے جنگل میں گم ہو کر طمع و تقلید کی ظلمتوں میں جا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہود کی طرح غضب فرمایا اور طرد و تبعید کے ساتھ ملعون بھی ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ شرع قویم کی طرف ہدایت نہ پاسکے اور صراطِ مستقیم سے بھی ہٹ گئے یعنی مرتبہء انسانیت (جسے فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس میں انسان کو پیدا کیا گیا ہے) سے دور ہو کر بندر و خنزیر سے مسخ ہو گئے صورتاً بھی اور معناً بھی۔ یا جس وقت راہ راست سے بھٹک کر سدِ بشریت میں پڑے تو الطاف ربوبیت کو بھلا دیا۔ اور راہِ توحید سے چُوکے تو شیطان نے ان کے شرک کرانے پر تسلط پالیا جیسے نصاریٰ نے اپنی خواہشات اور دنیا کو معبود سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کہتے تھے ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا تو اللہ تعالیٰ نے بھی بے توجہی فرمائی۔ یہ تقریر بموافق حال اوّل کے ہے۔ اس میں ایک وجہ اور بھی ہے اور اس وجہ میں عارض المآل معتبر ہے وہ وجہ یہ ہے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ۔۔۔۔ الخ سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جس کو حضو کی غیبت اور سرور کے بعد محنت اور نور کے بعد ظلمت نصیب ہوئی (نعوذ باللہ من الحور بعد الکور)

تفسیر عالمانہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ یعنی ان لوگوں کی راہ نہ دکھا جنہوں نے فسق و فجور کے غلبہ سے سرور کو سرور کی تبدیلی کی وجہ سے گمراہ ہوئے اس میں تیسری وجہ اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ (صراط

Marfat.com

معانی میں اس کے کل کلمات ستائیس (۲۷) اور کل حروف ایک سو بیالیس (۱۴۲) بیان فرمائے ہیں۔

فضائل فاتحہ:۔ (۱) جب اس سورہ کو حضرت جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کی خدمت میں لائے تو ان کے ساتھ اس وقت سات ہزار فرشتے تھے۔

(۲) مروی ہے کہ شام سے ایک قافلہ ابوجہل کے لئے بہت سامال لیکر آیا یہ قافلہ سات گروہ پر مشتمل تھا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اس قافلہ کو دیکھ رہے تھے اس وقت اکثر صحابہ غریب تھے اس منظر کو دیکھ کر صحابہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احساس فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کو نازل کیا اور فرمایا اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ یعنی ابوجہل کے ہر قافلہ کے عوض آپ کو فاتحہ عطا فرمائی پس باوجود آپ کے اس بڑی عطیہ کے ابوجہل آپ کے عطیہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تو آپ بھی اس کی دنیائے کمینہ کو نظر انداز فرمایئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرزو جو کہ صرف صحابہ کے لئے تھی نہ کہ اپنے لیے تو ارشاد فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! غم نہ کھایئے اس سورت کی برکت اور نفع مال کے نفع سے بہت زاید ہے پس آپ اپنے صحابہ کے لئے اپنے بازو بچھا دیجئے کیونکہ آپ کا تواضع کرنا ان کے لیے ان کی آرزو پوری ہو جانے سے بہت مرغوب ہے۔

(۳) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر یہ سورت تورات میں ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کو قوم یہودیت کی طرف میل نہ کرتی اور گر انجیل میں ہوتی تو عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نصرانی نہ ہوتی اور گر زبور میں ہوتی تو داؤد علیہ السلام کی قوم کو مسخ نہ ہوتا۔ پس جس نے اسے پڑھا اللہ تعالیٰ اسے اتنا دے گا کہ گویا اس نے سارا قرآن پاک پڑھا ہے اور گویا اس نے تمام مؤمنین مرد وعورت پر صدقہ (خیرات) کیا ہے۔

(۴) اس کے حروف معجمہ بائیس (۲۲) ہیں اور حضور علیہ السلام کے بعد آغاز وحی بھی بائیس سال تھے۔

(۵) اس میں سات حروف نہیں، ثا ثبور کی، جیم جحیم کی، خا خوف کی، زا زقوم کی، شین شقاوت کی، ظا ظلمت کی، فا فراق کی، پس جو شخص اس سورۃ کو صحیح اعتقاد اور پوری تعظیم سے پڑھے گا تو وہ ان اشیاء مذکورہ سے پرامن رہے گا

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجنے کا پختہ ارادہ فرمالیتا ہے مگر جب اس قوم کے بچے مدرسہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھتے ہیں

Marfat.com

تفسیر عالمانہ سورہ بقرہ مدینہ ہے اس کی ۲۸۶ آیتیں ہیں۔ اہل تفاسیر فرماتے ہیں کہ سب سے لمبی سورت بقرہ اور سب سے چھوٹی سورہ کوثر ہے اور سب سے لمبی آیت آیہ مداینۃ یعنی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ (آل عمران ۲۸۲) اور سب سے چھوٹی آیت وَالضُّحٰی اور وَالْفَجْرِ ہے اور سب سے لمبا کلمہ فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ہے۔

سوال:۔ سورہ بقرہ سب سورتوں سے لمبی کیوں ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:۔ وہ یہ ہے کہ اس میں احکام کو تفصیل وار اور مثالیں دے کر اور دلائل قائم کر کے ذکر فرمایا ہے اور دوسری سورتوں میں یہ طرز نہیں ہے۔ اسی لئے اس کا نام فسطاط القرآن بھی ہے۔

ف:۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ اس میں ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی اور ایک ہزار حکمتیں اور ایک ہزار خبریں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی عظمِ فقاہت سے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حفظ کرنے میں آٹھ سال صرف فرمائے (کذافی اسئلۃ الحکم)

حکایت:۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کہہ بیٹھا کہ اس سورہ کریمہ کے فوائد ونفائس سے دس ہزار مسائل اخذ کیے جاسکتے ہیں اس بات کو بعض حاسدین اہل بغی (سرکشوں) نے بہت بعید سمجھا۔ جب میں نے قرآن کی تفسیر (کبیر) کی تصنیف کا ارادہ کیا تو پہلے اس کا مقصد لکھا تاکہ یہ مقدمہ تنبیہ کی طرح ہوجائے اس بات پر کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ امر ممکن الحصول اور قریب الوصول ہے۔

سوال:۔ سورتوں کو لمبا، درمیانہ، چھوٹا کیوں مقرر کیا گیا؟

جواب:۔ تاکہ تنبیہ ہو کہ معجزہ کے لئے سورہ کا لمبا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ سورہ کوثر جس میں صرف تین آیتیں ہیں ایسے ہی معجزہ ہے جیسے سورہ بقرہ۔

ف:۔ سورتوں کو مقرر کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تعلیم میں آسانی اور اطفال کو تدریجاً بڑی سورت پڑھانے میں سہولت ہوجائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو بندوں پر فرمایا اور اس میں ترغیب بھی ہے اور توسیع فضلیت بھی۔ نماز میں بھی اور دیگر اعمال میں بھی۔ مثلاً سورہ اخلاص کو ایک بار پڑھنے سے قرآن پاک کی تہائی کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جس نے یہ راز سمجھا وہ سورتوں کے مقرر کرنے کے بھید سے آشنا ہو گیا۔

Marfat.com

۱۔قیام: کما قال اللہ تعالیٰ قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ (فرمانبردار ہو کر اللہ کے لئے قیام کرو)

۲۔رکوع:۔ کماقال اللہ تعالی وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ (رکوع والوں کے ساتھ رکوع کرو)

۳۔سجود:۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ (سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ)

پس الف سے (جو الم میں ہے) قیام کی طرف اشارہ ہے اور لام سے رکوع کی طرف اور میم میں سجدہ کی طرف یعنی جس نے سورۃ فاتحہ (جو کہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا ہے جو کہ مومنین کی معراج ہے) پڑھی تو اللہ تعالیٰ اسے وہ راہ ہدایت عنائت فرمائے گا جو بندہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ میں طلب کر رہا ہے۔

مسئلہ :۔ تلاوت کا اجر جیسے محکم سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی متشابہ سے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی جو کہ دس نیکیوں کے برابر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف پس الٓمّٓ پڑھنے سے تین نیکیاں (جو کہ تیس کے برابر ہوں گی) عطا ہوں گی۔

تفسیر عالمانہ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ یہ اشارہ جو ذٰلِكَ سے فرمایا گیا ہے اشارہ بعید ہے حالانکہ یہ کتاب بعید نہیں تو یہ اس لئے ہے کہ یہ کتاب (قرآن) چونکہ موعود تھی اور اس کا کتب سابقہ میں وعدہ کیا گیا تھا۔اس لیے اس لحاظ سے اسے بعید قرار دے کر فرمایا گیا (کہ وہ کتاب، جس کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا گیا تھا)

حدیث شریف: خدا تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تو وہ ایک ہزار سورۃ پر اور ہر سورت ایک ہزار آیت پر مشتمل تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: الٰہی! اس کتاب کو کون پڑھ سکے گا اور کون اسے زبانی یاد کر سکے گا؟ خدا تعالیٰ نے جواب دیا: اے موسیٰ! میں اس سے بھی زیادہ ضخیم کتاب نازل فرماؤں گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: کس پر؟ فرمایا؟ خاتم النبیین پر۔موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: الٰہی! ان کی امت اسے کیسے پڑھ سکے گی جب ان کی عمریں بہت تھوڑی ہوں گی۔خدا تعالیٰ نے فرمایا: میں ان پر وہ کتاب ایسی آسان کردوں گا کہ ان کے چھوٹے بچے بھی اسے پڑھ سکیں گے۔موسیٰ علیہ

marfat.com
Marfat.com

بہرہ ہے اور شہد شہد ہی ہے اگرچہ صفراوی مزاج اس کے ذائقہ سے محروم ہے اور مشک مشک ہی ہے اگرچہ مزکوم کی ناک اس کی خوشبو سے بے نصیب ہے بہت بڑی خرابی ہے اس بدبخت کے لیے کہ اس کے سامنے بحر ذخار بھی موجود ہے مگر وہ ابھی پیاسا ہے اور ماہ بدر اپنی پوری روشنی میں چمک رہا ہے مگر وہ ابھی اندھیرے میں ہے اور پاک کرنے والا بھی حاضر ہے مگر وہ تاہنوز خباثت سے پاک نہیں ہوسکا۔ باغات پر رونق بھی سامنے ہیں مگر وہ ابھی سوکھا ہے بلکہ بڑی حسرت تو اس بدنصیب کے لئے ہے جو فسق و فجور سے پاک نہیں ہوسکا حالانکہ قرآن جیسا آمر وناہی اور رغبت و رہبت کے فرق بتانے والا (کہ جس کے وعدے متواتر اور اس کی وعیدیں متظاہر ہیں) اس کے گھر کا مہمان ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ

المتقی، افتعال کے باب کا اسم فاعل وقایۃ سے مشتق ہے (وقایۃ بمعنی بہت زیادہ بچاؤ) مفسر بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اتقاء" سے ماخوذ ہے اور اتقاء دراصل حاجز بین الشیئین کا نام ہے۔ اسی محاورے کو لے کر اہل عرب بولتے ہیں۔

اتقی بترسہ یعنی فلاں شخص نے اپنی ڈھال کو اپنے (اور جس کا وہ ارادہ کر رہا ہے) کے مابین حاجز بیادیا۔

حدیث شریف:۔ میں ہے: کنا اذا احمر الناس اتقنا برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جب جنگ اپنی شوخی میں آجاتی تو ہم خدا کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمنوں کے مابین حاجز ہوجاتے ہیں۔ پس گویا متقی اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے نواہی سے اجتناب کو اپنے اور عذاب الٰہی کے مابین حاجز بناتا ہے۔ عرف شرع میں تقوی ہر اس چیز سے پوری طرح بچاؤ کو کہتے ہیں جو آخرت میں نقصان پہنچائے اس کے تین درجے ہیں۔

۱۔ کفر سے بری ہو کر ہمیشہ والے عذاب سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور ان تقوی کا کلمہ لازم کردیا۔

۲۔ جو علم یا ترک عمل گناہ میں ڈالیا گرچہ صغائر ہوں (عند البعض) سے کنارہ کشی کرنا۔ یہی تعریف شرع میں متعارف ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اس معنی کی مراد لی گئی ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا اگر بستی والے ایمان لائیں اور خدا سے ڈریں۔

marfat.com

Marfat.com

تک کہ ضروریات دین (جن کے متعلق معلوم ہو چکا ہو کہ یہ ہمارے سچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ضروریات سے ہیں) جیسے توحید و رسالت اور قیامت کے بعد اٹھنا اور اس کی جزا وغیرہ کی تصدیق نہ کی جائے۔

ف : پھر اس میں اختلاف ہے کہ کیا اتنا کافی ہے یا اس میں اقرار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پہلا مسلک شیخ ابوالحسن اشعری اور ان کے تابعین کا ہے اور دوسرا مذہب (سیدنا) امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہی حق ہے۔ کیونکہ امام صاحب نے ان دونوں کو ایمان کے دو اجزا قرار دیا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اقرار ایسا رکن کہ عذر کے وقت ساقط ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ اکراہ کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔

ف: جمہور محدثین اور معتزلہ و خوارج کا خیال ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے۔

تصدیق بالجنان (دل سے) **اقرار" باللسان** (زبان سے) **عمل بالارکان** (اعضاء سے)

پس جس کے اعتقاد میں خلل ہے وہ منافق ہے اور جس کے اقرار میں نقص ہے وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں کمی ہے وہ ہمارے نزدیک بالاتفاق فاسق ہے مگر خوارج کے نزدیک کافر ہے اور معتزلہ کے نزدیک خارج از ایمان ہے مگر درجہ تک تا ہنوز نہیں پہنچا۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ غیب مصدر ہے مگر توسعاً بمعنی غائب ہے۔ جیسے اہل عرب زائر کو "زَوْر" کہتے ہیں اور عرف میں غیب وہ ہے جو حس اور عقل سے ایسا پوشیدہ ہو کہ ان دونوں کے ادراک میں ابتداءً بطریق البداہۃ نہ آسکے۔

یہ دو قسم ہے: پہلا وہ کہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ وعندہ مفاتح الغیب میں یہی غیب مراد ہے۔

دوسرا وہ کہ جس پر دلیل قائم کی جا سکے۔ جیسے صانع اور اس کے صفات اور نبوات اور اس کے متعلقات جیسے احکام و شرائع اور یوم آخرت جیسے بعث و نشور حساب و جزا اور آیت میں بھی یہی غیب مراد ہے۔

قانون :۔ لفظ با (بالغیب میں) مفعول کے قائم مقام ہے اگر غائب کو اپنے حال پر چھوڑ کر بمعنی غیبۃ (مصدر) کیا جائے تو باء کا متعلق محذوف ہو کر فاعل سے حال واقع ہوگا۔ گویا اصل عبارت یوں ہے۔

یومنون بالغیب متلبسین بالغیبۃ ایمان لاتے ہیں غیب کے ساتھ الحالیکہ وہ غیب سے متلبس ہیں۔

یا یوں ہے: **یومنون غائبین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر مشاھدین لما فیہ من شواھد النبوۃ**

اسی معنی پر روایت ذیل دلالت کرتی ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

ف: غیب[1] دو قسم ہے ایک وہ جو تجھ سے غائب ہے دوسرا وہ جسے تو غائب ہے۔ پس وہ غائب جو تجھ سے غائب ہے وہ عالم ارواح ہے کہ تو اس کے ہاں حاضر تھا جب کہ تو اس عالم میں روح کے ساتھ تھا اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ میں ایک ذرہ کی طرح تیرا وجود تھا اور اس وقت حق کے خطاب سن رہا تھا اور آثار ربوبیت کا مطالعہ فرما رہا تھا اور فرشتگان کا مشہود بھی ہوتا تھا اور ارواح انبیاء اور اولیاء وغیرہم سے بھی تعارف ہوتے رہے۔ جب تو عالم جسمانیت سے متعلق ہوا اور جب تو حواس خمسہ کے ساتھ یعنی محسوسات جو کہ عالم اجسام سے ہے کو دیکھنے لگا تو پھر وہ غیب تجھ سے غائب ہو گیا اور وہ دوسرا غیب کہ جس سے تو غائب ہے وہ غیب الغیب ہے یعنی بارگاہ لم یزل کا حضور کہ تو اپنے وجود کے اعتبار سے اس سے غائب ہے مگر وہ اپنے وجود کے اعتبار سے تجھ سے غائب نہیں وہ تیرے ساتھ ہے جہاں بھی تو ہے تو اس سے بعید ہے مگر وہ تیرے ہر وقت قریب ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دوست نزدیک تر از من بمنست   دین عجب تر من از وے دورم

چہ کنم باکہ تو اں گفت کہ او   در کنار من و من مہجورم

ترجمہ: میرا دوست میری ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہ بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ میں اس سے دور ہوں میں کیا کروں کس سے بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ میری بغل میں ہے اور میں اس سے جدا ہوں

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ بمعنی الدعا ہے۔ جیسے آیت وَصَلِّ عَلَيْهِمْ میں صلوۃ بمعنی دعا ہے اور بمعنی ثنا بھی آیا ہے کہ میں اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ بمعنی ثنا ہے اور بمعنی قرأۃ بھی جیسا کہ وَلَا تَجْهَرْ

---

[1]- جو شئے ہمیں نظر نہ آئے وہ ہمارے لیے غیب ہے مثلاً فرشتے، یہ ہمیں نظر نہیں آتے یہ ہمارے لیے غیب ہیں۔ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو ان فرشتوں کے لیے بھی غیب ہے اور وہ ذات پاک خداوند کریم جل شانہ کی ہے گویا خدا تعالیٰ غیب در غیب ہے اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اس غیب در غیب کو بھی دیکھ لیا۔ پھر غور فرمائیے کہ جس مبارک آنکھ نے غیب در غیب کو بھی دیکھ لیا ہو اس پیاری آنکھ سے اور کون سی چیز غائب رہ سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔   اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود   (اویسی غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

وجوہ لوگ بھی چند قسم ہوئے۔

ا۔ سرے سے نماز کے منکرین۔ ان سب کا سردار ابوجہل ہے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ان کا انجام بھی بیان فرمایا ہے: مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ

تا وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۲۔ اس کی حقانیت کے قائل تو ہیں مگر ادا نہیں کرتے یہ اہل کتاب ہیں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ خلف سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر فرمایا: اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ پھر

ان کے انجام کے متعلق فرمایا: فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا عنقریب دوزخ میں داخل ہوگئے۔

ف: لفظ غی متعلق کہا گیا ہے کہ دوزخ کا ایک ایسا طبقہ ہے جو تمام طبقات سے زیادہ سخت ہے جس سے لوگ دن میں کئی بار فریادی ہوتے ہیں بعد ازیں فرمایا: اِلَّا مَنْ تَابَ یعنی یہودیت ونصرانیت سے توبہ کرنے اور فرمایا: وَاٰمَنَ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی نماز کا پابند ہو جائے تو پھر اس طبقہ سے بچ جائے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ بعض وہ ہیں کہ بعض نمازیں ادا کرتے ہیں اور بعض قاصر اور کامل ترین ہوتے ہیں۔ یہ لوگ منافق ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور ان کا انجام وَیْلٌ ہے اور وَیْلٌ جہنم میں ہے کہ اگر اس میں تمام دنیا کے پہاڑ ڈالے جائیں تو اس کی گرمی سے پگھل جائیں گے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ جس نے نماز کو چھوڑے رکھا، یہاں تک کہ اس کا وقت چلا گیا تو اس کو جہنم میں ایک حقب تک رکھا جائے گا اور حقب اسی سال کا ہے اور سال تین سو ساٹھ دن کا اور اس کا ہر ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار سال جیسا ہے۔

مسئلہ: نماز کو وقت سے بے وقت کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے اور کبیرہ گناہوں سے سب سے چھوٹے کے متعلق کہا گیا ہے، کہ گویا اس نے اپنی ماں کے ساتھ ستر بار زنا کیا۔ (کذا فی روضۃ العلماء)

۴۔ وہ حضرات ہیں جو اس کی فرضیت کے قائل ہیں اور پورے وقت میں شرائط کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ ان

marfat.com
Marfat.com

افضل الطاعات اور ادائیگی کے لحاظ سے احسن الھیات ہے پس افضل عبادت کو اس افضل وقت (کہ جس میں بندہ کو اپنے رب کا وصال اور اس کا قرب حاصل ہوا) فرض کیا گیا۔

نکات: ۱۔ نماز کی فرضیت میں ایک حکمت یہ ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے جا کر ملک سمٰوت کے ذرہ ذرہ کی سیر فرمائی اور اس کے مکینوں یعنی ملائکہ کی عبادات کا بھی معائنہ فرمایا تو ان کی کثرت عبادت پر آپ کو رشک ہوا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے ملائکہ کی عبادت کا عرض کیا اللہ تعالیٰ نے بمطابق معروض تمام ملائکہ کی عبادات کا مجموعہ صلوۃ خمسہ میں جمع فرمادیا۔ بایں طور کہ وہ فرشتے بعض قیام میں تھے اور بعض رکوع میں اور بعض سجدہ میں اور بعض تسبیح کہہ رہے تھے وغیرہ وغیرہ پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام ملائکہ کی عبادات کے اجر و ثواب صلوۃ خمسہ کی ادائیگی پر عطا فرمادیے۔

۲۔ نماز دو یا تین، چار رکعت اس لیے فرض ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج بعض ملائکہ کو دیکھا بعض دو پروں والے تھے بعض تین والے بعض چار والے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہیئات کو انوارِ صلوات میں متشکل فرمادیا۔ بایں طور کہ جب اعمال کے ملائکہ ارواح عبادات کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو یہ عبادات نورانی شکلوں میں متمثل ہوتی ہیں چنانچہ اس کے متعلق احادیث میں وارد ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے پروں کو تین مراتب میں منقسم فرمایا اور نمازی کو بھی انہی تین قسموں کے پر عطا ہوئے کہ وہ ان سے ملائکہ کے موافق ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرے تاکہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کریں۔

۳۔ نماز کو پانچ اوقات میں اس لیے فرض کیا گیا کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے امت کے لیے تخفیف کی عرض کی اور واپسی کا عزم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انھن خمس صلوت کل یوم و لیلۃ بکل صلوۃ عشر حسنات فتلک خمسون صلوۃ یعنی اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے اس لحاظ سے ان کی پچاس نمازیں ہوئیں۔

ف: ہم سے پہلی امتوں پر پچاس نمازیں فرض تھیں پس شب معراج امت پر تخفیف فرما کر پانچ مقرر کر دیں مگر اپنے فضل و کرم سے ثواب پچاس کا عنایت فرمائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

گناہوں کے کیچڑ اور قلب کو صفات ذمیمہ، حیوانیہ اور سبعیہ، شیطانیہ کے کیچڑ سے صاف کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی اپنے ثیاب کو پاک کرو۔ تفاسیر میں ثیاب بمعنی قلب بھی آیا ہے اور منہ دھونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے ارادہ کے منہ کو ظلمتِ حبِ دنیا کی گرد وغبار سے پاک رکھا جائے کیونکہ حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

صوفیہ کی نماز:۔ نماز کی شرائط سے ایک شرط استقبال قبلہ بھی ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرب مناجات کے لیے طلب حق کے ماسوا سے اعراض اور حضرتِ ربوبیت کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور رفع الیدین میں اس طرف اشارہ ہے کہ ارادوں کے ہاتھ دنیا وآخرت کی طلب سے دور ہوں اور تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو۔ کیونکہ وہ کریم مومن کے دل میں باعتبار طلب ومحبت تعظیم کے سب سے بڑا ہے اور تکبیر کے ساتھ نیت کی۔ مقارنت میں اس طرف اشارہ ہے کہ طلب میں نیت ہو پس بندہ کو چاہیے کہ اس سے سوائے ا[illegible] ہ کی ذات کے کسی اور کی طلب نہ کرے۔ کیونکہ جس نے اس کے غیر کو طلب کیا تو گویا اس نے اسی کو اپنا بڑا اور [illegible]م مطلوب سمجھا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو۔ بنا بریں اس کی حقیقۃً نماز جائز نہ ہوگی۔ جیسا کہ بظاہر اس کی نماز سوائے تکبیر تحریمہ کے جائز نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص (بجائے اللہ اکبر کے) **الدینا اکبر یا العقبی اکبر** کہے تو اس کی نماز جائز نہیں جب تک کہ اللہ اکبر نہ کہے۔ اسی طرح حقیقۃً بھی (نماز صحیح نہ ہوگی) جب تک کہ نماز میں اس کی ذات کو مقصود نہ سمجھے اور سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ اور سینے پر رکھنے میں اشارہ ہے کہ بندے اپنے مالک کے سامنے یونہی پیش ہوتے ہیں اور (سینہ پر ہاتھ رکھنے سے) قلب کو ماسوا اللہ کی محبت سے محفوظ کرنا ہے اور انی وجھت وجھی للذی سے شروع کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حق کی طرف توجہ اور غیر سے اعراض ہونا چاہئے اور اس میں فاتحہ کے وجوب اور قرأۃ کی فرضیت اور ان کے سوا نماز کے عدم جواز میں بندے کی حقیقت تعرض (جو کہ نفحات الطاف ربوبیت کی طلب میں ہوتا ہے) کی طرف اشارہ ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس کو باری تعالیٰ کی حمد وثنا وشکر اور طلب ہدایت سے طلب کیا جائے اور یہ ہدایت دراصل وہ جذبات الٰہیہ ہیں کہ جس کا ایک جذبہ ثقلین کے عمل کے برابر ہے اور بندے کا تقرب نصف نماز میں ہے جو کہ بندہ اور مالک لم یزل کے مابین نصف ونصف تقسیم کی گئی ہے اور قیام ورکوع وسجود میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کا رجوع عالم ارواح اور مسکن غیب کی طرف ہے اس

marfat.com
Marfat.com

ساتھ مجھے اور اسے چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور فرمایا: إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ صیغہ جمع کے ساتھ۔ بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا۔ اور فرمایا: كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ وغیرہ تم پر روزے فرض ہوئے اور طریقہ غیب بھی کئی بار فرمایا۔ کما قال: ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وغیرہ وغیرہ (کذافی تفسیر التیسیر) وہ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

میرے شیخ قدس سرہٗ کی تقریر اس کے متعلق یوں ہے کہ واحد کا صیغہ باعتبار ذات کے ہے اور جمع کا باعتبار اسماء وصفات کے اور کثرت اسماء وصفات وحدۃ ذات کے منافی نہیں کیونکہ مآل ہر ایک کا ایک ہی ہے۔ انفاق وانفاد ایک ہی شئے ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ انفاد میں تمام مال خرچ کرنا مراد ہوتا ہے اور انفاق میں ایسا نہیں ہوتا اور یہاں انفاق سے نیک راہ میں خرچ کرنا مقصود ہے فرض ہو یا صدقہ یا نفل اور جس نے صرف زکوٰۃ مراد لی ہے تو اس نے خیرات کی بہترین نوع اور ان کے اصل کا ذکر کر کے باقیوں کو ترک کر دیا اور زکوٰۃ مراد لینا موزوں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع عطا کردہ معادن مراد ہیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس علم سے کچھ ظاہر نہ کیا جائے اس خزانہ کی طرح ہے کہ جس سے کچھ خرچ نہ کیا جائے اور جن حضرات نے اس آیت کی تفسیر[1] **ومما خصصنا هم به من انوار المعرفة يفيضون** سے کی ہے وہ بھی تعمیم کے قائل ہیں۔ مگر زیادہ مناسب یہ ہے کہ انفاق سے مراد زکوٰۃ ہے لیکن ہر شئے کی زکوٰۃ اس کی جنس سے ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دار کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اس میں ایک مہمان خانہ بھی تیار کیا جائے۔

(کذافی الرسالة القشيريه)

تمکین اقوال: ۔ ☆...... اہل شرع کا انفاق اموال کی حیثیت سے ہوتا ہے لیکن جاہل اہل حقیقت کا جان سے مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

آں درم دادن سخی را لائق است ۔۔۔ جاں سپردن خود سخائے عاشق است

ترجمہ: عوام کی سخاوت پیسے خرچ کرنا اور عاشق کی سخاوت جان جانجاناں کو پیش کرنا ہے۔

---

[1] وہ جنہیں ہم نے انوار معرفت سے مخصوص کیا وہ فیض پہنچاتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

احوال گنج قاروں کایام داد بر باد　　　　باغنچہ باز گوید تا زر نہاں ندارد

ترجمہ :۔ قاروں کے خزانے کے حالات سخاوت کے زمانے کی طرح برباد ہیں باغیچے سے کہو کہ وہ اپنا دفینہ پوشیدہ نہ رکھے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا معنی یہ ہے کہ وہ وجود کے اوصاف (جو کہ ہم نے عطا کئے ہیں) اس نماز (جو کہ بندہ اور اس کے مولیٰ کے مابین منقسم ہے) کے حق نصف میں خرچ کرتے ہیں۔ جب کار دشوار ہونے لگتا ہے اور تعرض منتہا کو پہنچتا ہے تو عنایت ازلیہ نفحات الطاف کے ساتھ بندہ کو مدرک ہوتی ہے اور اسے درجات قرب کی ہدایت دی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج کے خطابات سے جذبہ حق حاصل ہوا۔ ایسے ہی بندہ کو وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کے خطابات سے جذبہ حق نصیب ہوتا ہے۔

صوفیہ کی تشہد وفراغت از صلوۃ :۔ سجدہ کے بعد تشہد پڑھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ حجابات انانیت سے نجات پاکر جذبات ربانیہ کی بدولت شہود جمال حق میں پہنچ رہا ہے اور اس میں الفاظ (مخصوصہ) پڑھنے میں یہ طریقہ سکھایا جارہا ہے کہ بادشاہوں کی بارگاہ میں تحائف ثناء اور اظہار طلب دیدار کے ساتھ حاضری دینی چاہئے اور دائیں بائیں سلام پھیرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دارین پر سلام ہو اور ہر اس داعی جاہل پر بھی جو بندہ کو دائیں جانب سے نعیم جنت کی طرف اور بائیں جانب سے لذات وشہوات کی طرف بلاتا ہے اور بندہ مقام اجابات ومناجات اور درجات قربات کا ہے اور وہ اس وقت بحر کرامات میں مستغرق ہوتا ہے بلکہ (یوں کہئے کہ) جذبات الٰہیہ کی قید میں مقید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

مسئلہ :۔ اس وقت اہل شرع تو نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں مگر اہل حق دائمی صلوۃ میں ابھی داخل ہورہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ　　اور وہ نمازوں پر مداومت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

کے مطابق عبادت بجالانے والے ہیں۔ بالتفصیل ایمان لانا فرض کفایہ ہے کیونکہ اس کی تفصیل پر ایمان لانے کا وجوب تمام لوگوں پر خرچ اور معاش میں خلل پڑنے کا موجب ہے۔

ف : تیسیر میں فرمایا ہے کہ تمام کتب پر ایمان لانا باوجود یہ کہ ان کے احکامات ایک دوسرے کے مخالف ہیں دو قسم ہے۔

۱۔ اس بات کی تصدیق کرنا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

۲۔ اوران پر ایمان لانا کہ جن کے احکام منسوخ نہیں ہوئے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ آخر (جو کہ اول کا مقابل ہے) کی تانیث ہے اور معدودات کا وہ اسم ہے جو کسی کا لاحق ہو، اور یہ دراصل دار (محذوف) کی صفت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور یہ ان صفات سے ہے جن پر اسمیت غالب ہوتی ہے اور ایسے ہی لفظ الدنیا اور اخر (بفتح الخا) وہ جو اول کے قریب ہے یعنی دوسرا۔

ف : دنیا کو دنیا اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ باعتبار آخرت کے قریب ہے اور آخرت کو اسی لیے آخرت کہتے ہیں کہ وہ مؤخر ہے اور دنیا کے بعد ہے۔

هُمْ يُوْقِنُوْنَ الایقان بمعنی نظر واستدلال سے شک اور شبہ کی نفی کر کے کسی شئے کے علم میں پختگی حاصل کر لینا اسی لیے اللہ تعالیٰ کے علم کو یقین سے موسوم نہیں کیا جاتا اور نہ ہی علوم بدیہہ کو اب **هُمْ يُوْقِنُوْنَ** کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ ایسا یقین رکھتے ہیں کہ ان میں وہ اوہام وشکوک نہیں جو اہل کتاب میں پائے جاتے ہیں جو کہ منجملہ ان کے یہ شکوک بھی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بہشت میں یہود ونصاریٰ کے سوا اور کوئی نہیں داخل ہوگا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں نار جہنم مس نہیں کرے گی مگر چند روز، اور ان کا اس بات کا اختلاف کہ کیا بہشت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں کی طرح ہیں یا وہ دیگر نعمتیں ہیں اور کیا یہ نعمتیں دائمی ہیں یا چند روزہ ان میں سے ایک گروہ تو اس بات کا قائل تھا کہ بہشت میں کھانے اور پینے اور نکاح کی اشیاء کی لذتیں دنیوی لذتوں جیسی ہوں گی اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ یوں ہوگا کہ دنیا میں ان اشیاء کی محتاجی جسم کے تزاید اور تناسل وتوالد کی بنا پر ہے اور چونکہ اہل جنت ان باتوں سے مستغنی ہوں گے بنابریں صرف وہ نسیم ورواح عقبہ اور سماع لذیذ وسرور کی لذتیں پائیں گے

marfat.com
Marfat.com

لما وصل الى الطور لاقتباس النار لاهله ﴿ نودي ياموسى انى انا ربك ﴾ فتجلى الربوبية اولا ثم قيل ﴿ فاخلع نعليك ﴾ وهما الطبيعة والنفس امر بتركهما ثم قيل ﴿ وانا اخترتك فستمع لما يوحى انى انا الله لا اله الا انا فاعبدنى ﴾ فتجلى الالوهية ثم بعدها تجلى الذات وامر بارشاد فرعون فترك اهله هنــاك ولم يلتفت وجاء الى فرعون وكان دخوله بمصر فى نصف الليل فدق باب فرعون بعصاه امتثالا لامر الله تعالى قيل انه شابت لحية فرعون فى ذلك الوقت بمهابة دقه فقال أكنت وليدا مربى عنــدنا قال موسى نعم ولذلك دعوتك قبــل الكل لســبق حقك على رعاية له فأرادوا قتله فألقى عصاه فصارت ثعبانا مبينا فبينا عزم على ابتلاعهم فاستأمنوا فأعطاهم الامان وكان يريد أن يؤمن ولكنه منعه هامان فبعد دعوة فرعون جاء الى اهله فوجدها قدوضعت الحمل فاحاطتها ذئاب من اطرافها لمحافظتها فلم يقدر ان يمر من هنا مار فانظر الى قدرة الله تعالى ــ روى ــ ان الامام الاعظم والهمام الاقدم رحمه الله لم يشتغل بالدعوة الى مذهبه الا بالاشارة النبوية فى المنام بعدما قصد الانزواء فهذا اعدل دليل الى وصوله الى الحقيقة وكان يقوم كل الليل وسمع رحمه الله هاتفا فى الكعبة ان يا أبا حنيفة اخلصت خدمتى واحسنت معرفتى فقد غفرت لك ولمن تبعك الى قيام الساعة كذا فى عين العلم للشيخ محمد البلخى رحمه الله * وعن بعض العارفين قبلة البشر الكعبــة وقبلة اهل السماء البيت المعمور وقبلة الكروبيين الكرسى وقبلة حملة العرش العرش ومطلوب الكل وجه الله سبحانه وتعالى ﴿ وقالوا ﴾ نزلت لما قالت اليهود عزير ابن الله والنصارى المسيح ابن الله ومشركوا العرب الملائكة بنات الله فضمير قالوا راجع الى الفرق الثلاث المذكورة سابقا اما اليهود والنصارى فقد ذكروا صريحــا واما المشركون فقد ذكروا بقوله تعالى ﴿ كذلك قال الذين لايعلمون مثل قولهم ﴾ اى قال اليهود والنصارى وما شــاركهم فيما قالوا من الذين لايعلمون ﴿ اتخــذ الله ولدا ﴾ الاتخــاذ اما بمعنى الصنع والعمل فلايتعدى الا الى واحد واما بمعنى التصيير والمفعول الاول محذوف اى صير بعض مخلوقاته ولدا وادعى انه ولده لانه ولده حقيقة وكما يستحيل عليه تعــالى ان يلد حقيقــة كذا يستحيل عليــه التبنى واتخــاذ الولد فنزه الله تعــالى نفســه عما قالوا فى حقه فقــال ﴿ سبحانه ﴾ تنزيهه والاصل سبحه سبحانا على انه مصــدر بمعنى التسبيح وهو التنزيه اى منزه عن الســبب المقتضى للولد وهو الاحتياج الى من يعينه فى حياته و يقوم مقامه بعد مماته وعما يقتضيه الولد وهو التشبيه فان الولد لايكون الا من جنس والده فكيف يكون للحق سبحانه ولد وهو لايشبهه شئ : قال فى المثنوى

لم يلد لم يولد اســت او از قدم * نى پدر دارد نه فرزند و نه عم

﴿ بل له ما فى السموات والارض ﴾ رد لما قالوه واستدلال على فساده فان الاضراب عن قول المبطلين معنــاه الرد والانكار * وفى الوسيط بل اى ليس الامر كما زعموا والمعنى انه خالق ما فى الســموات والارض جميعا الذى يدخل فيه الملائكة وعزير والمسيح دخولا اوليا فكان المســتفاد من الدليل امتناع ان يكون شئ ما مما فى السموات والارض ولدا ســواء كان ذلك ما زعموا انه ولده ام لا ﴿ كل ﴾ اى كل ما فيهما كائنا ما كان من اولى العلم وغيرهم ﴿ له ﴾

در اوائل دفتر سوم در بيان دعوت كردن نوح عليه السلام پسررا وسر كشيدن او كه بر سر كوه معروف وچاره كنم و منت نو نكشم

اى لله سبحانه وتعالى ﴿ قانتون ﴾ منقادون لايمتنع شئ منهم على مشيئته وتكوينه وكل ما كان بهذه الصفة لم يجانس مكونه الواجب لذاته فلايكون له ولد لانه من حق الولد ان يجانس والده وانما عبر عن جميع الموجودات اولا بمايعبر به عن غير ذوى العلم وعبر عنه آخر بما يختص بالعقلاء وهو لفظ قانتون تحقيرا لشأن العقلاء الذين جعلوه ولدا لله سبحانه ﴿ بديع السموات والارض ﴾ اى هو مبدعهما على ان البديع بمعنى المبدع وهو الذى يبدع الاشياء اى يحدثها او ينشئها على غير مثال سبق والابداع اختراع الشئ لاعن شئ دفعة اى من غير مادة ومدة وسمى صاحب الهوى مبتدعا لما لم يسبقه احد من ارباب الشرع فى انشاء مثل مافعله اوالمعنى بديع سمواته وارضه فعلى الاول من ابدع والاضافة معنوية وعلى الثانى من بدع اذا كان على شكل فائق وحسن رائق والاضافة لفظية وهو حجة اخرى لابطال مقالتهم الشنعاء تقريرها ان الوالد عنصر الولد المنفعل بانفصال مادته عنه والله تعالى مبدع الاشياء كلها على الاطلاق منزه عن الانفعال فلايكون والدا ومن قدر على خلق السموات والارض من غير شئ كيف لايقدر على خلق عيسى من غير اب ﴿ واذا قضى امرا ﴾ اى اراد شيأ واصل القضاء الاحكام اطلق على ارادة الآلهية المتعلقة بوجود الشئ لايجابها اياه البتة ﴿ فانما يقول له كن فيكون ﴾ اى يحصل فى الوجود سريعا من غير توقف ولااباء كلاهما من كان التامة اى احدث فيحدث * واعلم ان اهل السنة لايرون تعلق وجود الاشياء بهذا الامر وهو كن بل وجودها متعلق بخلقه وايجاده وتكوينه وهو صفة ازلية وهذا الكلام عبارة عن سرعة حصول المخلوق بايجاده وكمال قدرته على ذلك لكن لايتعلق علم احد بكيفية تعلق القدرة بالمعدومات فيجب الامساك عن بحثها وكذا عن بحث كيفية وجود البارى وكيفية العذاب بعد الموت وامثالها فانها من الغوامض * ثم اعلم ان السبب فى هذه الضلالة وهى نسبة الولد الى الله والقول بانه اتخذ ولدا ان ارباب الشرائع المتقدمة كانوا يطلقون على البارى تعالى اسم الاب وعلى الكبير منهم اسم الاله حتى قالوا ان الاب هو الرب الاصغر وان الله تعالى هو الاب الاكبر وكانوا يريدون بذلك انه تعالى هو السبب الاول فى وجود الانسان وان الاب هو السبب الاخير فى وجوده فان الاب هو معبود الابن من وجه اى مخدومه ثم ظنت الجهلة منهم ان المراد به معنى الولادة الطبيعية فاعتقدوا ذلك تقليدا ولذلك كفر قائله ومنع منه مطلقا اى سواء قصد به معنى السببية او معنى الولادة الطبيعية حسما لمادة الفساد واتخاذ الحبيب او الخليل جائز من الله تعالى لان المحبة تقع على غير جوهر المحب * قالوا اوحى الله تعالى الى عيسى عليه السلام ولدتك وانت نبى فخفف النصارى التشديد الذى فى ولدتك لانه من التوليد وصحفوا بعض اعجام النبى بتقديم الباء على النون فقالوا ولدتك وانت بنى تعالى الله عما يقول الظالمون وقال تعالى يا احبارى ويا ابناء رسلى فغيره اليهود وقالوا يا احبائى ويا ابنائى فكذبهم الله بقوله ﴿ وقالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله واحباؤه قل فلم يعذبكم بذنوبكم ﴾ فالله سبحانه منزه عن الحدود والجهات ومتعال عن الازواج والبنين والبنات ليس كمثله شئ فى الارض ولا فى السموات قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى (كذبنى ابن آدم) اى نسبنى الى الكذب

(ولم يكن له ذلك) اى لم يكن التكذيب لائقا به بل كان خطأ (وشتمنى ولم يكن له ذلك فاما تكذيبه اياى فزعم ان لااقدر ان اعيده كما كان واما شتمه اياى فقوله لى ولد فسبحانى ان اتخذ صاحبة اوولدا) وانما كان هذا شتما لان التولد هوانفصال الجزء عن الكل بحيث ينمو وهذا انما يكون فى المركب وكل مركب محتاج * فان قلت قولهم اتخذ الله تكذيب ايضا لانه تعالى اخبرانه لاولد له وقولهم لن يعيدنا شتم ايضا لانه نسبة له الى العجز فلم خص احدهما بالشتم والآخر بالتكذيب * قلت نفى الاعادة نفى صفة كمال واتخاذ الولد اثبات صفة نقصان له والشتم افحش من التكذيب والكذب على الله فوق الكذب على النبى عليه السلام وفى الحديث (ان كذبا على ليس ككذب على احد) يعنى الكذب على النبى اعظم انواع الكذب سوى الكذب على الله لان الكذب على النبى يؤدى الى هدم قواعد الاسلام وافساد الشريعة والاحكام (من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار) فعلى المؤمن ان يجتنب عن الزيغ والضلال واشنع الفعال واسوأ المقال وان يداوم على التوحيد فى الاسحار والآصال الى ان لايبقى للشرك الخفى ايضا مجال وفى الحديث (لويعلم الامير ماله فى ذكر الله لترك امارته ولويعلم التاجر ماله فى ذكر الله لترك تجارته ولو ان ثواب تسبيحة قسم على اهل الارض لاصاب كل واحد منهم عشرة اضعاف الدنيا) وفى الحديث (للمؤمن حصون ثلاثة ذكر الله وقراءة القرآن والمسجد) والمراد بالمسجد مصلاه سواء كان فى بيته اوفى الخارج ولابد من الصدق والاخلاص حتى يظهر اثر التوحيد فى الملك والملكوت : قال فى المثنوى

هست تسبيحت بخار آب وكل * مرغ جنت شد زنفخ صدق دل

اللهم اوصلنا الى اليقين وهيئ لنا مقاما من مقامات التمكين آمين ﴿ وقال الذين لايعلمون ﴾ اى مشركوا العرب الجاهلون حقيقة اواهل الكتاب المتجاهلون ونفى عنهم العلم لعدم انتفاعهم بعلمهم لان المقصود هو العمل ﴿ لولا يكلمنا الله ﴾ لولا هنا للتحضيض وحروف التحضيض اذا دخلت على المضى كان معناها التوبيخ واللوم على ترك الفعل بمعنى لم لم يفعله ومعناها فى المضارع تحضيض الفاعل على الفعل والطلب له فى المضارع بمعنى الامر والمعنى هلا يكلمنا الله عيانا بانك رسوله كما يكلم الملائكة بلاواسطة او يرسل الينا ملكا ويكلمنا بواسطة ذلك الملك انك رسوله كما كلم الانبياء عليهم الصلاة والسلام على هذا الوجه وهذا القول من الجهلة استكبار يعنون به نحن عظماء كالملائكة والنبيين فلم اختصوا به دوننا ﴿ او ﴾ للتخيير ﴿ تأتينا آية ﴾ حجة تدل على صدقك وهذا جحود منهم لان يكون ما آتاهم من القرآن وسائر المعجزات آيات والجحود هو الانكار مع العلم والعجب انهم عظموا انفسهم وهى احقر الاشياء واستهانوا بآيات الله وهى اعظمها ﴿ كذلك قال الذين من قبلهم ﴾ من الامم الماضية ﴿ مثل قولهم ﴾ فقال اليهود لموسى عليه السلام ارنا الله جهرة ولن نصبر على طعام واحد ونحوه وقال النصارى لعيسى عليه السلام هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء ونحوه وقوله كذلك قال مع قوله مثل قولهم على تشبيهين تشبيه المقول بالمقول فى المؤدى والمحصول وتشبيه القول بالقول فى الصدور بلاروية بل بمجرد التشهى واتباع الهوى

در دفتر يكم در بيان قصة هلاك كردن باد قوم هود عليه السلام

والاقتراح على سبيل التعنت والعناد لا على سبيل الارشاد وقصد الجدوى والكاف فى كذلك منصوب المحل على انه مفعول قال وقوله مثل قولهم مفعول مطلق اى قال كفار الامم الماضية مثل ذلك القول الذى قالوه قولا مثل قولهم فبماذكر فظهر ان احد التشبيهين لايغنى عن الآخر ﴿ تشابهت قلوبهم ﴾ اى تماثلت قلوب هؤلاء ومن قبلهم فى العمى والقسوة والعناد وهو استئناف على وجه تعليل تشابه مقالتهم بمقالة من قبلهم فان الالسنة ترجمان القلوب والقلب ان استحكم فيه الكفر والقسوة والعمى والسفه والعناد لايجرى على اللسان الامابنئ عن التعلل والتباعد عن الايمان كما قيل

مرد پنهان بود بزير زبان * چون بكويد سخن بداندش
خوب كويد لبيب كويندش * زشت كويد سفيه خواندش

﴿ قد بينا الآيات ﴾ اى نزلناها بينة بان جعلناها كذلك فى انفسها كما فى قولهم سبحان من صغر البعوض وكبر الفيل لا انا بيناها بعد ان لم تكن بينة ﴿ لقوم يوقنون ﴾ اى يطلبون اليقين واليقين ابلغ العلم واوكده بان يكون جازما اى غير محتمل للنقيض وثابتا اى غير زائل بالتشكيك بعد ان يكون مطابقا للواقع فالايقان هنا مجاز عن طلب اليقين على طريق ذكر المسبب وارادة السبب ولابعد فى نصب الدلائل لطلاب اليقين ليحصلوه بها وانما حمل على المجاز لان الموقن بالمعنى المذكور لايحتاج الى نصب الدلائل وبيان الآيات فبيان الآيات له طلب لتحصيل الحاصل ﴿ انا ارسلناك ﴾ حال كونك ملتبسا ﴿ بالحق ﴾ مؤيدا به والمراد الحجج والآيات وسميت به لتأديتها الى الحق ﴿ بشيرا ﴾ حال كونك مبشرا لمن اتبعك بما لاعين رأت ولااذن سمعت ولاخطر على قلب احد ﴿ ونذيرا ﴾ اى منذرا ومخوفا لمن كفر بك وعصاك والمعنى ان شأنك بعد اظهار صدقك فى دعوى الرسالة بالدلائل والمعجزات ليس الا الدعوة والابلاغ بالتبشير والانذار لا أن تجبرهم على القبول والايمان فلا عليك ان أصروا على الكفر والعناد فان الاحوال اوصاف لذى الحال والاوصاف مقيدة للموصوف ﴿ ولاتسئل عن اصحاب الجحيم ﴾ مالهم لم يؤمنوا بعد ان بلغت والجحيم المكان الشديد الحر وقرئ ولاتسأل بفتح التاء وجزم اللام على انه نهى لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن السؤال عن حال ابويه على ماروى انه عليه السلام قال (ليت شعرى مافعل ابواى) اى مافعل بهما والى أى حال انتهى امرهما فنزلت * واعلم ان السلف اختلفوا فى ان ابوى النبى صلى الله عليه وسلم هل ماتا على الكفر اولا ذهب الى الثانى جماعة متمسكين بالادلة على طهارة نسبه عليه الصلاة والسلام من دنس الشرك وشين الكفر وعبادة قريش صنما وان كانت مشهورة بين الناس لكن الصواب خلافه لقول ابراهيم عليه السلام (واجنبنى وبنى ان نعبد الاصنام) وقوله تعالى فى حق ابراهيم (وجعلها كلمة باقية فى عقبه) وذهب الى الاول جمع منهم صاحب التيسير حيث قال ولما امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بتبشير المؤمنين وانذار الكافرين كان يذكر عقوبات الكفار فقام رجل فقال يارسول الله اين والدى فقال فى النار فحزن الرجل فقال عليه السلام (ان والديك ووالدى ووالدى ابراهيم فى النار) فنزل قوله تعالى (ولاتسئل عن اصحاب الجحيم)

فلم يسألوه شيأ بعدذلك وهو كقوله (لاتسألوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم) وذهب نفر من هذا الجمع بنجاتهما من النار منهم الامام القرطبي حيث قال في التذكرة ان عائشة رضي الله عنها قالت حج بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة الوداع فمر على عقبة الحجون وهو باك حزين مغتم فبكيت لبكاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم انه ظفر فنزل فقال (ياحميراء استمسكي) اى زمام الناقة فاستندت الى جنب البعير فمكث عني طويلا ثم انه عاد الى وهو فرح متبسم فقلت له بأبي انت وامي يارسول الله نزلت من عندي وانت باك حزين مغتم فبكيت لبكائك يارسول الله ثم انك عدت الى وانت فرح متبسم فعما ذا يارسول الله فقال (ذهبت لقبر آمنة امي فسألت الله ربي ان يحييها فاحياها فآمنت) وروى ان الله احيى له اباه وامه وعمه اباطالب وجده عبد المطلب قال الحافظ شمس الدين الدمشقي

حبا الله النبي مزيد فضل * على فضل وكان به رؤفا
فاحيي امه وكذا اباه * لايمان به فضلا لطيفا
فسلم فالقديم به قدير * وان كان الحديث به ضعيفا

وفي الاشباه والنظائر من مات على الكفر ابيح لعنه الا والدى رسول الله صلى الله عليه وسلم لثبوت ان الله تعالى احياهما له حتى آمنا كذا في مناقب الكردري * وذكر ان النبي عليه السلام بكى يوما بكاء شديدا عند قبر ابويه وغرس شجرة يابسة وقال (ان اخضرت فهو علامة امكان ايمانهما) فاخضرت ثم خرجا من قبرهما ببركة دعاء النبي صلى الله عليه وسلم واسلما ثم ارتحلا * قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده افندي قدس سره ومما يدل على ذلك ان اسم ابيه كان عبد الله والله من الاعلام المختصة بذاته تعالى لم يسم به صنم في الجاهلية فان اسم بعض اصنامهم اللات وبعضها العزى انتهى كلامه وليس احياهما وايمانهما به ممتنعا عقلا ولا شرعا وقد ورد في الكتاب احياء قتيل بني اسرائيل واخباره بقاتله وكان عيسى عليه السلام يحيي الموتى وكذلك نبينا عليه السلام احيى الله على يديه جماعة من الموتى واذا ثبت هذا فما يمتنع من ايمانهما بعد احيائهما زيادة في كرامته وفضيلته وماروى من انه عليه السلام زار قبر امه فبكى وابكى من حوله فقال (استأذنت في ان استغفر لها فلم يؤذن لي واستأذنت في ان ازور قبرها فاذن لي فزوروا القبور فانها تذكركم الموت) فهو متقدم على احيائهما لانه كان في حجة الوداع ولم يزل عليه السلام راقيا في المقامات السنية صاعدا في الدركات العلية صاعدا في الدرجات العلية الى ان قبض الله روحه الطاهرة فمن الجائز ان تكون هذه درجة حصلت له عليه السلام بعد ان لم تكن * فان قلت الايمان لايقبل عند المعاينة فكيف بعد الاعادة * قلت الايمان عند المعاينة ايمان يأس فلا يقبل بخلاف الايمان بعد الاعادة وقد دل على هذا (ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه) وورد ان اصحاب الكهف يبعثون في آخر الزمان ويحجون ويكونون من هذه الامة تشريفا لهم بذلك وورد مرفوعا (اصحاب الكهف اعوان المهدي فقد اعتد بما يفعله اصحاب الكهف بعد احيائهم من الموت) ولا بدع ان يكون الله تعالى كتب لابوي النبي عمرا ثم قبضهما قبل استيفائه ثم اعادهما لاستيفائه تلك اللحظة الباقية وآمنا فيها فيعتد به وتكون تلك البقية بالمدة الفاصلة بينهما لاستدراك الايمان من جملة ما اكرم الله تعالى به نبيه صلى الله

عليه وسلم كما ان تأخير اصحاب الكهف هذه المدة من جملة ما اكرموا به ليجوزوا شرف الدخول فى هذه الامة * وذهب خاتمة الحفاظ والمحدثين الامام السخاوى فى هذه المسئلة الى التوقف حيث قال فى المقاصد الحسنة بعد ما اورد الشعر المذكور للحافظ الدمشقى وقد كتبت فيه جزأ والذى اراه الكف عن التعرض لهذا اثباتا ونفيا انتهى * وسئل القاضى ابو بكر ابن العربى احد الائمة المالكية عن رجل قال ان آباء النبى عليه السلام فى النار فأجاب بانه ملعون لان الله تعالى يقول ﴿ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والآخرة﴾ وفى الحديث (لاتؤذوا الاحياء بسبب الاموات) وسئل الامام الرستغفى عن قول بعض الناس ان آدم عليه السلام لما بدت منه تلك الزلة اسود منه جميع جسده فلما اهبط الى الارض امر بالصيام والصلاة فصام وصلى فابيض جسده أيصح هذا القول قال لايجوز فى الجملة القول فى الانبياء عليهم السلام بشئ يؤدى الى العيب والنقصان فيهم وقد امرنا بحفظ اللسان عنهم لان مرتبتهم ارفع وهم على الله اكرم وقد قال عليه السلام (اذا ذكرت اصحابى فأمسكوا) فلما امرنا ان لا نذكر الصحابة رضى الله عنهم بشئ يرجع الى العيب والنقص فلأن نمسك ونكف عن الانبياء اولى واحق فحق المسلم ان يمسك لسانه عما يخل بشرف نسب نبينا عليه السلام ليست من الاعتقاديات فلاحظ للقلب منها واما اللسان فحقه ان يصان عما يتبادر منه النقصان خصوصا الى وهم العامة لانهم لايقدرون على دفعه وتداركه فهذا هو البيان الشافى فى هذا الباب بطرقه المختلفة التقطته من الكتب النفيسة وقرنت كل نظير الى مثله والحمد لله تعالى وحده ﴿ ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم ﴾ اقناط له عليه السلام من طمعه فى اسلامهم حيث علق رضاهم عنه بما لاسبيل اليه ومايستحيل وجوده واذا لم يرضوا عنه فكيف يتبعون ملته اى دينه اى لن ترضى عنك اليهود الا بالتهود والصلاة الى قبلتهم وهى المغرب ولا النصارى الا بالتنصر والصلاة الى قبلتهم وهى المشرق ووحد الملة لان الكفر ملة واحدة وهذه حكاية لمقالتهم بان قالوا لن نرضى عنك حتى تتبع ملتنا وادعوا بتلك المقالة ان ملتهم هى الهدى لاماسواها فامره الله تعالى بقوله ﴿ قل ﴾ ان يرد عليهم بطريق قصر القلب ويقول ﴿ ان هدى الله ﴾ الذى هو الاسلام ﴿ هو الهدى ﴾ الى الحق لاماتدعون اليه من الملة الزائغة فانها هوى كما يعرب عنه قوله تعالى ﴿ ولئن اتبعت اهواءهم ﴾ اى آراءهم الزائغة الصادرة عنهم بقضية شهوات انفسهم وهى التى عبر عنها فيما قبل بملتهم اذهى التى ينتمون اليها * واما ماشرعه الله من الشريعة على لسان الانبياء عليهم السلام وهو المعنى الحقيقى للملة فقد غيروها تغييرا والاهواء جمع هوى وهو رأى عن شهوة داع الى الضلال وسمى بذلك لانه يهوى بصاحبه فى الدنيا الى كل واهية وفى الآخرة الى الهاوية وانما قال اهواءهم بلفظ الجمع ولم يقل هواهم تنبيها على ان لكل واحد هوى غير هوى الآخر ثم هوى كل واحد منهم لايتناهى فلذلك اخبر انه لايرضى الكل الا باتباع اهواء الكل * واعلم ان الطريقة المشروعة تسمى ملة باعتبار ان الانبياء الذين اظهروها قداملوها وكتبوها لامتهم كما انها تسمى دينا باعتبار طاعة العباد لمن سنها وانقيادهم لحكمه وتسمى ايضا شريعة باعتبار كونها موردا للمتعطشين الى زلال ثوابه ورحمته والخطاب فى قوله ولئن اتبعت متوجه الى النبى

عليه السلام فى الحقيقة * وقيل من انه تعالى حكم بعصمة الانبياء وعلم منهم انهم لا يعصون له ولا يخالفون امره ولا يرتكبون ما نهى عنه فكانت عصمتهم واجبة فلا وجه لتحذيرهم عن اتباع هوى الكفرة فوجب ان يكون التحذير متوجها الى الامة لا الى انفسهم * والجواب عنه ان التكليف والتحذير انما يعتمد على كون المكلف به محتملا ومتصورا فى ذاته من حيث تحقق ما يتوقف عليه وجوده من الآلات والقوى والامتناع الحاصل من حكمه تعالى بعصمتهم وعلمه بها امتناع بالغير وهو لا ينافى الامكان الذاتى هو شرط التكليف والتحذير ﴿ بعد الذى جاءك من العلم ﴾ اى القرآن الموحى اليك وهو حال من ضمير جاءك ﴿ مالك من الله ﴾ اى من جهته العزيزة وهو جواب لئن ﴿ من ولى ﴾ اى قريب ينفعك من الولى وهو القرب ﴿ ولا نصير ﴾ يدفع عنك عقابه والفرق بين الولى والنصير العموم والخصوص من وجه لان الولى قد يضعف عن النصرة والنصير قد يكون اجنبيا عن المنصور كما يكون من اقرباء المنصور وهو مادة اجتماعهما وقوله من ولى مرفوع على الابتداء ولك خبره ومن صلة وقوله من الله منصوب المحل على انه حال لانه لما كان متقدما على قوله من ولى امتنع ان يكون صفة له ونظيره قوله لعزة موحشا طلل قديم ولما ذكر قبائح المتعنتين الطالبين للرياسة من اليهود والنصارى اتبع ذلك بمدح من ترك طريق التعنت وحب الرياسة منهم وطلب مرضاة الله وحسن ثواب الآخرة وآثره على الحظوظ العاجلة الفانية فقال تعالى ﴿ الذين آتيناهم الكتاب ﴾ يريد مؤمنى اهل الكتاب كعبد الله بن سلام واصحابه من الذين اسلموا من اليهود وانما خصهم بذكر الايتاء لانهم هم الذين عملوا به فخصوا به والكتاب التوراة ﴿ يتلونه حق تلاوته ﴾ بمراعاة لفظه عن التحريف وبالتدبر فى معانيه والعمل بما فيه وهو حال مقدرة من الضمير المنصوب فى آتيناهم او من الكتاب لانهم لم يكونوا تالين له وقت الاتيان * وقوله حق تلاوته نعت لمصدر محذوف دل عليه الفعل المذكور اى يتلونه تلاوة حق تلاوته واختار الكواشى كونه منصوبا على المصدرية على تقدير تلاوة حقا فان نعت المصدر اذا قدم عليه واضيف اليه نصب نصب المصادر نحو ضربت اشد الضرب بنصب اشد على المصدرية ﴿ اولئك ﴾ الموصوفون بايتاء الكتاب وتلاوته كما هو حقه وهو مبتدأ ثان خبره قوله تعالى ﴿ يؤمنون به ﴾ اى بكتابهم دون المحرفين فان بناء الفعل على المبتدأ وان كان اسما ظاهرا يفيد الحصر مثل الله يستهزئ بهم ﴿ ومن يكفر به ﴾ اى بالكتاب سواء كان كفره بنفس التحريف او بغيره كالكفر بالكتاب الذى يصدقه ﴿ فاولئك هم الخاسرون ﴾ اى الهالكون المغبونون حيث اشتروا الكفر بالايمان ﴿ يا بنى اسرائيل اذكروا نعمتى التى انعمت عليكم ﴾ ومن جملتها التوراة وذكر النعمة انما يكون بشكرها وشكرها الايمان بجميع ما فيها ومن جملته نعت النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ضرورة الايمان بها الايمان به صلى الله عليه وسلم ﴿ و ﴾ اذكروا ﴿ انى فضلتكم على العالمين ﴾ اى عالمى زمنكم ﴿ واتقوا ﴾ ان لم تؤمنوا ﴿ يوما ﴾ اى عذاب يوم وهو يوم القيامة ﴿ لا تجزى ﴾ تقول جزى عنى هذا الامر يجزى كما تقول قضى عنى يقضى وزنا ومعنى اى لا تقضى فى ذلك اليوم ﴿ نفس ﴾ من

النفوس ﴿ عن نفس ﴾ اخرى ﴿ شيأ ﴾ من الحقوق التى لزمتها اى لاتقضى نفس ليس عليها شئ من الحقوق التى وجبت على نفس اخرى اى لا تؤخذ نفس بذنب اخرى ولاتدفع عنها شيأ واما اذا كان عليها شئ فانها تجزى وتقضى بغير اختيارها بمالها من حسناتها ماعليها من الحقوق كما جاء فى حديث ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (من كانت له مظلمة لاخيه من عرض اوغيره فليستحلل منه اليوم قبل ان لايكون دينار ولادرهم ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيآت صاحبه فحمل عليه) ﴿ ولايقبل منها ﴾ اى من النفس الاولى ﴿ عدل ﴾ اى فداء وهو بفتح العين الفدية وهى مايماثل الشئ قيمة وان لم يكن من جنسه والعدل بالكسر مايساوى الشئ فى الوزن والجرم من جنسه والمعنى لايؤخذ منها فدية تنجو بها من النار ولاتجد ذلك لتفتدى به وسميت الفدية عدلا لانها تعادل مايقصد انقاذه وتخليصه يقال فداه اذا اعطى فداءه فانقذ ﴿ ولا تنفعها شفاعة ﴾ ان شفعت للنفس الثانية ﴿ ولاهم ينصرون ﴾ اى يمنعون من عذاب الله تعالى * واعلم ان المستوجب للعذاب يخلص منه فى الدنيا باحد اربعة امور اما بان ينصره ناصر قوى فيخلصه ويدفع العذاب عنه قهرا او بان يفديه اى بان يعطى احد اشياء غير ما عليه من الحق وذلك الشئ هو الفدية وهو الفداء فانقذه به فالله تعالى بين هول يوم القيامة بان نفى ان يدفع العذاب احد عن احد بشئ من هذه الوجوه المحتملة فى الدنيا قال السعدى قدس سره

قيامت كه نيكان باعلى رسند * ز قعر ثرى بر ثريا رسند
ترا خود بماند سر ازننك پيش * كه كردت برآيد عملهاى خويش
برادر ز كار بدان شرم دار * كه در روى نيكان شوى شرمسار
دران روز كز فعل پرسند وقول * اولوا العزم را تن بلرزد زهول
بجايى كه دهشت خورد انبيا * تو عذر كنه را چه دارى بيا

* ثم اعلم ان الله تعالى بدأ قصة بنى اسرائيل بهاتين الآيتين فى الآية الاولى تذكير النعمة وفى الاخرى تخويف العقوبة وبهما ختم القصة مبالغة فى النصح وايذانا بان المقصود من القصة ذلك ودل قوله تعالى (ولئن اتبعت اهواءهم) على قبح الصحبة باهل الهوى والبدع والاتباع لهم فى اقوالهم وافعالهم وفى الحديث (من اتبع قوما على اعمالهم حشر فى زمرتهم) اى فى جماعتهم (وحوسب يوم القيامة بحسابهم وان لم يعمل باعمالهم) وربما يكون للانسان شركة اى فى اثم القتل والزنى وغيرها اذا رضى به من عامل واشتد حرصه على فعله وفى الحديث (من حضر معصية فكرهها فكأنما غاب عنها ومن غاب عنها فرضيها كان كمن حضرها) وحضور مجلس المعصية اذا كان لحاجة اولاتفاق جريانها بين يديه ولايمكن دفعها فغير ممنوع واما الحضور قصدا فممنوع * ومن سنة السلف الصالحين الانقطاع عن مجالس اهل اللغو واللهو والمجانبة عن اتباع اهل الهوى والبدع * وروى ان ابن المبارك رؤى فى المنام فقيل له مافعل ربك بك فقال عاتبنى وأوقفنى ثلاثين سنة بسبب انى نظرت باللطف يوما الى مبتدع

فقال انك لم تعاد عدوى فى الدين فكيف حال القاعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين والمتمسك بسنة سيد المرسلين عند فساد الخلق واختلاف المذاهب والملل كان له اجر مائة شهيد وفى الحديث (سيأتى على الناس زمان تخلق فيه سنتى وتجدد فيه البدعة فمن اتبع سنتى يومئذ صار غريبا و بقى وحيدا ومن اتبع بدع الناس وجد خمسين صاحبا اواكثر) وللصحبة تأثير عظيم كما قيل

عدوى البليد الى الجليد سريعة * والجمر يوضع فى الرماد فيخمد

قال الحافظ

نخست موعظهٔ پيرمجلس اين حرفست * كه از مصاحب ناجنس احتراز كنيد

﴿ واذابتلى ابراهيم ﴾ قال القرطبى فى تفسيره تفسيره بالسريانية فيما ذكره الماوردى وبالعربية فيما حكى ابن عطية اب رحيم * قال السهيلى وكثيرا مايقع الاتفاق بين السريانى والعربى اوتقارب به فى اللفظ ألا ترى ان ابراهيم تفسيره اب رحيم لرحمته بالاطفال ولذلك جعل هو وسارة زوجته كافلين لاطفال المؤمنين الذين يموتون صغارا الى يوم القيامة * وقال فى تذكرة الموتى كان اسمه ابرم فزيد فى اسمه هاء والهاء فى السريانية التفخيم والتعظيم ﴿ ربه ﴾ الضمير لابراهيم وقدم المفعول لفظا وان كان مؤخرا رتبة ووجه التقديم الاهتمام فان الذهن يتشوق و يطلب معرفة المبتلى اى واذكر وقت اختبارى ابراهيم والمقصود من ذكر الوقت ذكر ماوقع فيه من الحوادث لان الوقت مشتمل عليها فاذا استحضر كانت حاضرة بتفاصيلها كأنها مشاهدة عيانا * والابتلاء فى الاصل الاختبار اى تطلب الخبر بحال المختبر بتعريضه لامر يشق عليه غالبا فعله اوتركه وذلك انما يتصور حقيقة ممن لاوقوف له على عواقب الامور * واما من العليم الخبير فلايكون الا مجازا عن تمكينه للعبد من اختيار احد الامرين مايريد الله تعالى ومايشتهيه العبد كأنه يمتحنه بمايكون منه حتى يجازيه على حسب ذلك كما علم الكفر من ابليس ولم يلعنه بعلمه مالم يختبره بمايستوجب اللعنة به ﴿ بكلمات ﴾ جمع كلمة وهى اللفظ الموضوع لمعنى مفرد فيكون الكلمات عبارة عن الالفاظ المنظومة لكنها قد تطلق على المعانى التى تحتها لما بين الدال والمدلول من التضايف والمتضايفان متكافئان فى الوجود التعقلى كما فى قوله تعالى ﴿ وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا ﴾ اى قضية وحكمة وقوله ﴿ قل لوكان البحر مدادا لكلمات ربى ﴾ اى للمعانى التى تبرز بالكلمات ﴿ فأتمهن ﴾ اى قام بهن حق القيام واداهن احسن التأدية من غير تفريط وتوان ولذا قيل لم يبتل احد بهذا الدين فاقامه كله الا ابراهيم فكتب الله له البراءة فقال ﴿ وابراهيم الذى وفى ﴾ * وفسرت الكلمات بوجوه ذكرت فى التفاسير * ومنها العشر التى هى من السنة كما قال ابن عباس رضى الله عنهما هى عشر خصال كانت فرضا فى شرعه وهى سنة فى شرعنا * خمس منها فى الرأس وهى المضمضة والاستنشاق وفرق الرأس وقص الشارب والسواك * وخمس فى البدن وهى الختان وحلق العانة ونتف الابط وتقليم الاظفار والاستنجاء بالماء اى غسل مكان الغائط والبول بالماء ۞ ولنذكر منها بعض مايحتاج الى البيان فنقول فرق شعر الرأس تفريقه وتقسيمه

الى لصفين وكان المشركون يفرقون اشعار رؤسهم واهل الكتاب يسدلون اى يرسلون شعورهم على الجبين و يتخذونها كالقصة وهى شعر الناصية وكان النبى عليه الصلاة والسلام يحب موافقة اهل الكتاب فيما لم ينزل فيه حكم لاحتمال ان يعملوا بما ذكر فى كتابهم ثم نزل جبريل فامره بالفرق * واعلم ان اكثر حال النبى عليه الصلاة والسلام كان الارسال وحلق الرأس منه معدود ولكن الامام الغزالى كره الارسال فى زماننا لانه صار شعار العلوية فاذا لم يكن علويا كان تلبيسا * وذكر فى جنايات الذخيرة امساك الجعد فى الغلام حرام لانهم انما يمسكون الجعد فى الغلام للاطماع الفاسدة * وذكر ان شخصا احضر ولده بمجلس ابى بكر رضى الله تعالى عنه وقد حلق بعض الشعر من رأسه وابقى البعض فامر ابو بكر رضى الله تعالى عنه بقتله فتاب واستغفر فعفا عنه * قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده افندى قدس سره ليس هذا امرا بقتله فى الحقيقة بل بيان ان من فعله يستحق القتل ومثله انه ذكر فى مجلس ابى يوسف ان النبى عليه السلام كان يحب القرع فقال رجل انا لااحبه فافتى ابو يوسف بقتله فتاب ورجع فعفا عنه ❀ واما قص الشارب فهو قطعه بالمقص اى المقراض وكان عليه السلام يقص شاربه كل جمعة قبل أن يخرج الى صلاة الجمعة * قال النووى المختار فيه ان يقص حتى يبدو طرف الشفة و يكون مثل الحاجب * وفى الاحياء ولا بأس بترك سباليه وهما طرفا الشارب فعل ذلك عمر رضى الله تعالى عنه وغيره لان ذلك لايستر الفم ولايبقى فيه غمر الطعام * وتوفير الشارب كتوفير الاظافير مندوب للمجاهد فى دار الحرب وان كان قطعهما من الفطرة وذلك ليكون اهيب فى عين العدو والسنة تقصير الشارب فحلقه بدعة كحلق اللحية * وفى الحديث (جزوا لشوارب واعفوا اللحى) الجز القص والقطع والاعفاء التوفير والترك على حالها وحلق اللحية قبيح بل مثلة وحرام وكما ان حلق شعر الرأس فى حق المرأة مثلة منهى عنها وتشبه بالرجال و تفويت للزينة كذلك حلق اللحية مثلة فى حق الرجال وتشبه بالنساء منهى عنه وتفويت للزينة * قال الفقهاء اللحية فى وقتها جمال وفى حلقها تفويته على الكمال ومن تسبيح الملائكة سبحان من زين الرجال باللحى وزين النساء بالذوائب * وفى الكشاف فى مقام مدح الرجال عند قوله تعالى ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ وهم اصحاب اللحى والعمائم * قال فى نصاب الاحتساب ومن الاكساب التى يحتسب على اربابها حلق لحى الرجال ورأس النساء تشبها بالرجال ولا بأس بأخذ الزائد على القبضة من اللحية لانه عليه السلام كان يأخذ من لحيته طولا وعرضا اذا زاد على قدر القبضة فان الطول المفرط يشوه الخلقة ويطلق ألسنة المغتابين بالنسبة اليه فلا بأس بالاحتراز عنه على هذه النية ويكره نتف الشيب كما يفعله البعض فى زماننا كرها للشيب وارادة للشباب : قال الحافظ

سواد نامهٔ موى سياه چون طى شد * بياض كم نشود كر صد انتخاب رود

يسود اعلاها ويبيض اصلها * ولاخير فى الاعلى اذا فسد الاصل

❀ واما الختان فهو قطع الجلدة الزائدة من الذكر وجمهور العلماء على ان ذلك من

(مؤكدات)

مؤكدات السنن ومن فطرة الاسلام التي لايسع تركها في الرجال الا ان يولد الصبي مختونا وقد ولد الانبياء كلهم مختونين مسرورين اي مقطوعي السرة كرامة لهم الا ابراهيم خليل الله فانه ختن نفسه ببلدة قدوم بالتخفيف والتشديد وهو ابن مائة وعشرين او ثمانين ليستن بسنته بعده واختلفوا في الختان قيل لايختن حتى يبلغ لانه للطهارة ولاطهارة عليه حتى يبلغ وقيل اذا بلغ عشرا وقيل تسعا وقيل فيمابين سبع سنين الى عشر * قال الحدادي المستحب في وقت الختان من اليوم السابع من ولادته الى عشر سنين ويكره الترك الى وقت البلوغ وتوقف ابو حنيفة في وقته * واستحب العلماء في الرجل الكبير يسلم ان يختتن وان بلغ ثمانين * وعن الحسن انه كان يرخص للشيخ الذي يسلم ان لايختتن ولايرى به بأسا ولايرد شهادته وذبيحته وحجه وصلاته * قال ابن عبد البر وعامة اهل العلم على هذا نهي واما تقليم الاظفار فهو قصها والقلامة بالضم ما يزال منها وندب قص الاظفار لانه ربما يجنب ولايصل الماء الى البشرة من اجل الوسخ ولايزال جنبا ومن اجنب فبقي موضع ابرة من جسده بعد الغسل غير مغسول فهو جنب على حاله حتى يعم الغسل جسده كله وفي الحديث (من قلم اظفاره يوم الجمعة اعاذه الله تعالى من البلايا الى الجمعة الاخرى وزيادة ثلاثة ايام) وفي الحديث الآخر (من اراد ان يأمن من الفقر وشكاية العين فليقلم اظفاره يوم الخميس بعد العصر) قال في المقاصد الحسنة قص الاظفار لم يثبت في كيفيته ولا في تعيين يوم له عن النبي عليه السلام شئ وما يعزى من النظم في ذلك لعلي رضي الله تعالى عنه وهو

تقليمك الاظفار فيه سنة وادب * يمينها خوابس يسارها اوخسب

فباطل عنه وقال في محل آخر حديث (من قص اظفاره مخالفا لم ير في عينيه رمدا) هو في كلام غير واحد من الائمة ولم اجده لكن كان الحافظ الشريف الدمياطي يأثر ذلك عن بعض مشايخه ونص الامام احمد على استحبابه انتهى كلامه * وذكر الامام النووي ان المستحب منه ان يبدأ باليدين قبل الرجلين فيبتدئ بمسبحة يده اليمنى ثم الوسطى ثم البنصر ثم الخنصر ثم الابهام ثم يعود الى اليسرى فيبدأ بخنصرها ثم ببنصرها الى آخرها ثم يعود الى الرجل اليمنى فيبدأ بخنصرها ويختم بخنصر الرجل اليسرى وهكذا قرره الامام في الاحياء وفي الحديث (نقوا براجمكم) وهي مفاصل الاصابع والعقد التي على ظهرها يجتمع فيها الوسخ واحدها برجمة بضم الباء والجيم وسكون الراء بينهما وهو ظهر عقدة كل مفصل فظهر العقدة يسمى برجمة ومابين العقدتين يسمى راجبة وجمعها رواجب وذلك مما يلي ظهرها وهو قصبة الاصابع فلكل اصبع برجمتان وثلاث رواجب الا الابهام فان له برجمة وراجبتين فامر بالتنقية لئلا يدرن فيبقى فيه الجنابة ويحول الدرن بين الماء والبشرة كذا في تفسير القرطبي * وعن مجاهد قال ابطأ جبرائيل عليه السلام على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال له النبي عليه السلام (ماحبسك ياجبريل) قال وكيف آتيكم وانتم لاتقصرون اظفاركم ولاتأخذون من شواربكم ولاتنقون براجمكم ولاتستاكون ثم (قرأ وماننتزل الابامر ربك) قال كأنه قيل فماذا قال له ربه حين اتم الكلمات فقيل ﴿ قال اني جاعلك للناس ﴾ اي لاجل الناس ﴿ اماما ﴾ يأتمون بك في هذه الخصال ويقتدي بك الصالحون فهو نبي في عصره ومقتدى لكافة الناس الى قيام الساعة وقد

انجز الله وعده فقال لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم ﴿ ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم ﴾ ونحو ذلك فلذلك اجتمعت اهل الاديان كلهم على تعظيمه وجميع امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يقولون فى آخر صلاتهم اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد قيل فى سببه انا لما قلنا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد قيل لنا ان ابراهيم هو الذى طلب من الله تعالى ان يرسل اليكم مثل هذا الرسول الذى هو رحمة للعالمين حيث قال ﴿ ربنا وابعث فيهم رسولا منهم ﴾ فما هديتكم فحينئذ نقول كما صليت على ابراهيم الخ ثم نلاحظ ان هذه الخيرات كلها من الله تعالى فنقول شكرا لاحسانه ربنا انك حميد مجيد * وفى الخبر ان ابراهيم عليه السلام رأى فى المنام جنة عريضة مكتوب على اشجارها لا اله الا الله محمد رسول الله فسأل جبريل عنها فاخبره بالقصة فقال يارب اجر على لسان امة محمد ذكرى فاستجاب الله دعاءه وضمه فى الصلاة مع محمد صلى الله عليه وسلم قال كأنه قيل فماذا قال ابراهيم عليه السلام عنده فقيل ﴿ قال ومن ذريتى ﴾ عطف على الكاف فى جاعلك ومن تبعيضية متعلقة بجاعل اى وجاعل بعض ذريتى اماما يقتدى به اى اجعل لكنه راعى الادب بالاحتراز عن صورة الامر وتخصيص البعض بذلك لبداهة استحالة امامة الكل وان كانوا على الحق والذرية نسل الرجل وقد تطلق على الآباء والابناء من الذكور والاناث والصغار والكبار ومنه قوله تعالى ﴿ وآية لهم انا حملنا ذريتهم ﴾ اراد آباءهم الذين حملوا فى السفينة وتقع الذرية على الواحد كما فى قوله تعالى ﴿ رب هب لى من لدنك ذرية طيبة ﴾ يعنى ولدا صالحا ﴿ قال ﴾ الله استئناف ايضا ﴿ لاينال ﴾ لايصيب ﴿ عهدى الظالمين ﴾ يعنى ان اولادك منهم مسلمون وكافرون فلا تصل الامامة والاستخلاف بالنبوة الذى عهدت اليك من كان ظالما من اولادك وغيرهم وانما ينال عهدى من كان بريئا من الظلم لان الامام انما هو لمنع الظلم فكيف يجوز ان يكون ظالما وان جاز فقد جاء المثل السائر «من استرعى الذئب الغنم ظلم» * قال المعتزلة وفيه دليل على ان الفاسق لايصلح للامامة ولايقدم للصلاة قلنا الظالم اريد به الكافر والصبر على طاعة الامام الجائر اولى من الخروج عليه لان فى منازعته والخروج عليه استبدال الأمن بالخوف واراقة الدماء واطلاق ايدى السفهاء وشن الغارات على المسلمين والفساد فى الارض * وفى الآية دليل على عصمة الانبياء عليهم الصلاة والسلام من الكبائر قبل البعثة وبعدها * قال ابن الشيخ فى حواشيه فيه بحث لان مدلول الآية ان الظالم مادام ظالما لاتناله الامامة لا ان من كان ظالما فى وقت ما من الاوقات ثم تاب منه لاينال الامامة والفرق بينهما ان الظلم الحالى يخل بالمقصود من نصب الامام وهو اخلاء وجه الارض من الظلم والفساد وحماية اموال الناس واعراضهم من تعرض الظلمة المفسدين بخلاف الظلم القديم الذى تاب عنه الظالم فانه ليس بمخل للمقصود فان التائب من الذنب كمن لا ذنب له * قال حضرة الشيخ افتاده افندى قدس سره لاتعطى الولاية لولد الزنى قال واشكر الله تعالى على ان جعلنى اول ولد ولدته امى فانه ابعد من ان يصدر الفاظ الكفر من احد ابوى * قال المولى الهدائى قدس سره قلت والفقير ايضا كذلك * وقال السخاوى فى المقاصد الحسنة حديث (لايدخل الجنة ولد زنية) ان صح فمعناه اذا عمل بمثل عمل ابويه واتفقوا على انه لايحمل

على ظاهره وقيل فى تأويله ايضا ان المراد به من يواظب الزنى كما يقال للشهود بنوا الصحف وللشجعان بنوا الحرب ولاولاد المسلمين بنوا الاسلام انتهى كلامه * ثم فى الآية اشارة الى ان من اراد ان يبلغ درجة الاخيار ليقتدى به فليلازم التعب وجهد النفس فى طاعة الله تعالى : قال السعدى

چو يوسف كسى درصلاح وتميز * بسى ساله بايد كه كردد عزيز

﴿ واذجعلنا البيت ﴾ اى واذكر يا محمد وقت تصييرنا الكعبة المعظمة ﴿ مثابة ﴾ كائنة ﴿ للناس ﴾ اى مباءة ومرجعا للحجاج والمعتمرين يتفرقون عنه ثم يثوبون اليه اى يرجع اليه اعيان الذين يزورونه بأن يحجوه مرة بعد اخرى اويرجع امثالهم واشباههم فى كونهم وفدالله وزواربيته فانهم لما كانوا اشباها للزائرين اولا كان ماوقع منهم من الزيادة ابتداء بمنزلة عود الاولين فتعريف النـاس للعهد الذهنى ﴿ وامنا ﴾ موضع امن فان المشركين كانوا لايتعرضون لسكان الحرم ويقولون البيت بيت الله وسكانه اهل الله بمعنى اهل بيته وكان الرجل يرى قاتل ابيه فى الحرم فلايتعرض له ويتعرضون لمن حوله وهذا شئ توارثوه من دين اسماعيل عليه السلام فبقوا عليه الى ايام النبى عليه السلام اويأمن حاجه من عذاب الآخرة من حيث ان الحج يجب ما قبله اى يقطع ويمحو ماوجب قبله من حقوق الله تعالى الغير المالية مثل كفارة اليمين واماحقوق العبـاد فلا يجبها الحج كذا فى حواشى ابن الشيخ ولكن روى ان الله تعـالى استجـاب دعاء النبى صلى الله عليه وسلم ليلة المزدلفة فى الدماء والمظالم كذا فى الكافى وتفسير الفـاتحة للفنارى وغيرهما ﴿ واتخذوا ﴾ اى وقلنـا اتخذوا على ارادة القول لئلايلزم عطف الانشاء على الاخبار ﴿ من مقام ابراهيم مصلى ﴾ اى موضع الصلاة ومن للتبعيض ومقام ابراهيم الحجر الذى فيه اثر قدميه اوالموضع الذى كان فيه حين قام عليه ودعا الناس الى الحج اوحين رفع بناء البيت والذى يسمى اليوم مقـام ابراهيم هو موضع ذلك الحجر ـ روى ـ انه لما اتى ابراهيم باسماعيل وهاجر ووضعهما بمكة واتت على ذلك مدة ونزلهـا الجرهميون وتزوج اسماعيل منهم امرأة وماتت هاجر استأذن ابراهيم سارة فى ان يأتى هاجر فاذنت له وشرطت عليـه ان لاينزل فقدم ابراهيم وقدماتت هاجر فذهب الى بيت اسماعيل فقال لامرأته اين صاحبك قالت ذهب يتصيد وكان اسماعيل يخرج من الحرم فيصيد فقال لها ابراهيم هل عندك ضيافة قالت ليست عندى وسألها عن عيشهم فقالت نحن فى ضيق وشدة فشكت اليه فقال لها اذاجاء زوجك فاقرأيه السـلام وقولى له فليغير عتبة بابه والمراد ليطلقك فانك لاتصلحين له امرأة وذهب ابراهيم فجاء اسماعيل فوجد ريح ابيه فقال لامرأته هل جاءك احد قالت جاءنى شيخ صفته كذا وكذا كالمستخفة بشانه وقال فما قال لك قالت قال أقرئى زوجك السـلام وقولى له فليغير عتبـة بابه قال ذاك ابى وقد امرنى ان افارقك الحقى باهلك فطلقها وتزوج منهم اخرى فلبث ابراهيم ماشاء الله ان يلبث ثم استأذن سارة فى ان يزور اسماعيل فاذنت له وشرطت عليه ان لاينزل فجاء ابراهيم حتى انتهى الى باب اسماعيل فقـال لامرأته اين صاحبك قالت ذهب يتصيد وهو يجئ الآن انشاء الله فانزل رحمك الله قال هل عندك

ضيافة قالت نعم فجاءت باللبن واللحم وسألها عن عيشهم قالت نحن فى خير وسعة فدعا لهما بالبركة ولوجاءت يومئذ بخبز برّ اوشعير اوتمر لكانت اكثر ارض الله برّا اوشعيرا اوتمرا وقالت له انزل حتى اغسل رأسك فلم ينزل فجاءت بالمقام فوضعته على شقه الايمن فوضع قدمه عليه وهوراكب فغسلت شق رأسه الايمن ثم حولته الى شقه الايسر فغسلت شق رأسه الايسر فبقى اثر قدميه عليه وقال لها اذاجاء زوجك فاقرئيه السلام وقولى له قداستقامت عتبة بابك فلماجاء اسماعيل وجد ريح ابيه فقال لامرأته هل جاءك احد قالت نعم جاء شيخ احسن الناس وجها واطيبهم ريحا فقال لى كذا وكذا وغسلت رأسه وهذا موضع قدميه فقال ذاك ابراهيم وانت عتبة بابى امرنى ان امسكك ثم لبث عنهم ماشاء الله ثم جاء بعدذلك واسماعيل يبرى نبلا تحت دوحة قريبة من زمزم فلما رآه قام اليه فصنع كمايصنع الولد بالوالد ثم قال يا اسماعيل ان الله امرنى بامر أتعيننى عليه قال اعينك عليه قال امرنى ان ابنى ههنا بيتا فعند ذلك رفعا القواعد من البيت فجعل اسماعيل يأتى بالحجارة وابراهيم يبنى فلما ارتفع البناء جاء بهذا الحجر فوضعه له فقام ابراهيم على حجر المقام وهو يبنى واسماعيل يناوله الحجر وهما يقولان ﴿ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ﴾ ثم لمافرغ من بناء الكعبة قيل له اذن فى الناس بالحج فقال كيف انادى وانا بين الجبال ولم يحضرنى احد فقال الله عليك النداء وعلىّ البلاغ فصعد اباقبيس وصعد هذا الحجر وكان قدخبئ فى ابى قبيس ايام الطوفان فارتفع هذا الحجر حتى علا كل حجر فى الدنيا وجمع الله له الارض كالسفرة فنادى يامعشر المسلمين ان ربكم بنى لكم بيتا وامركم ان تحجوه فأجابه الناس من اصلاب الآباء وارحام الامهات فمن اجابه مرة حج مرة ومن اجابه عشرا حج عشرا وفى الحديث (ان الركن والمقام ياقوتتان من يواقيت الجنة ولولا مماسة ايدى المشركين لأضاءتا مابين المشرق والمغرب) والمراد منهما الحجر الاسود والحجر الذى قام عليه ابراهيم عند بناء البيت ﴿ وعهدنا الى ابراهيم واسمعيل ﴾ اى امرناهما امرا مؤكدا ووصينا اليهما فان العهد قديكون بمعنى الامر والوصية يقال عهد اليه اى امره ووصاه ومنه قوله تعالى ﴿ ألم اعهد اليكم ﴾ وانماسمى اسماعيل لان ابراهيم كان يدعو الى الله ان يرزقه ولدا ويقول اسمع يا ايل وايل هو الله فلما رزق سماه به ﴿ ان طهرا بيتى ﴾ اى بان طهراه من الاوثان والانجاس ومايليق به والمراد احفظاه من ان ينصب حوله شئ منها واقراه على طهارته كما فى قوله تعالى ﴿ ولهم فيها ازواج مطهرة ﴾ فانهن لم يطهرن من نجس بل خلقهن طاهرات كقولك للخياط وسع كم القميص فانك لاتريد ان تقول ازل مافيه من الضيق بل المراد اصنعه ابتداء واسع الكم ﴿ للطائفين ﴾ الزائرين حوله ﴿ والعاكفين ﴾ المجاورين الذين عكفوا عنده اى اقاموا لايرجعون وهذا فى اهل الحرم والاول فى الغرباء القادمين الى مكة للزيارة والطواف وان كان لايختص بهم الاان له مزيد اختصاص بهم من حيث ان مجاوزة الميقات لاتصح لهم الا بالاحرام ﴿ والركع السجود ﴾ اى المصلين جمع راكع وساجد لان القيام والركوع والسجود من هيآت المصلى ولتقارب الركوع والسجود ذاتا وزمانا ترك العاطف بين موصوفيهما والجلوس فى المسجد الحرام ناظرا الى الكعبة من جملة العبادات

الشريفة المرضية كما قال عليه السلام (ان الله تعالى فى كل يوم عشرين ومائة رحمة تنزل على هذا البيت ستون للطائفين واربعون للمصلين وعشرون للناظرين) * واعلم انه تعالى لما قال (ان طهرا بيتى) دخل فيه بالمعنى جميع بيوته تعالى فيكون حكمها حكمه فى التطهير والنظافة وانما خص الكعبة بالذكر لانه لم يكن هناك غيرها * وروى عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه انه سمع صوت رجل فى المسجد فقال ماهذا أماتدرى اين انت وفى الحديث (ان الله اوحى الى يا اخا المنذرين يا اخا المرسلين انذر قومك ان لا يدخلوا بيتا من بيوتى الا بقلوب سليمة وألسنة صادقة وايدى نقية وفروج طاهرة ولايدخلوا بيتا من بيوتى مادام لاحد عندهم مظلمة فانى ألعنه مادام قائما بين يدى حتى يرد تلك الظلامة الى اهلها فأكون سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به و يكون من اوليائى واصفيائى و يكون جارى مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين) انتهى * ثم اعلم ان البيت الذى شرفه الله باضافته الى نفسه وهو بيت القلب فى الحقيقة يأمر الله تعالى بتطهيره من دنس الالتفات الى ماسواه فانه منظر الله كما قيل

دل بدست آور كه حج اكبرست * از هزاران كعبه يك دل بهترست
كعبه بنياد خليل آزرست * دل نظر كاه جليل اكبرست

فلابد من تصفيته حتى تعكف عنده الانوار الالهية والاسرار الرحمانية وتنزل السكينة والوقار فعند وصول العبد الى هذه الرتبة فقد سجد لربه حقيقة وركع وناجى مع الله بسره ﴿ واذ قال ابراهيم ﴾ اى واذكر يا محمد اذ دعا ابراهيم فقال يا ﴿ رب اجعل هذا ﴾ المكان وهو الحرم ﴿ بلدا آمنا ﴾ ذا امن يأمن فيه اهله من القحط والجدب والخسف والمسخ والزلازل والجنون والجذام والبرص ونحو ذلك من المثلات التى تحل بالبلاد فهو من باب النسب اى بلدا منسوبا الى الامن كلابن وتامر فانهما لنسبة موصوفهما الى مأخوذهما كأنه قيل لبنىّ وتمرىّ فالاسناد حقيقى اوالمعنى بلدا آمنا اهله فيكون من قبيل الاسناد المجازى لان الامن الذى هو صفة لاهل البلد حقيقة قداسند الى مكانهم للملابسة بينهما وكان هذا الدعاء فى اول ماقدم ابراهيم عليه السلام مكة لانه لما اسكن اسماعيل وهاجر هناك وعاد متوجها الى الشام تبعته هاجر فجعلت تقول الى من تكلنا فى هذا البلقع اى المكان الخالى من الماء والنبات وهو لايرد عليها جوابا حتى قالت آلله امرك بهذا فقال نعم قالت اذا لايضيعنا فرضيت ومضى حتى اذا استوى على ثنية كداء اقبل على الوادى فقال ﴿ رب انى اسكنت من ذريتى بواد غير ذى زرع ﴾ الى آخر الآية ﴿ وارزق أهله من الثمرات ﴾ جمع ثمرة وهى المأكولات مما يخرج من الارض والشجر فهو سؤال الطعام والفواكه وقيل هى الفواكه وانما خص هذا بالسؤال لان الطعام المعهود مما يكون فى كل موضع واما الفواكه فقد تندر فسأل لاهله الامن والسعة مما يطيب العيش و يدوم فاستجاب له فى ذلك لما روى انه لما دعا هذا الدعاء امر الله جبريل بنقل قرية من قرى فلسطين كثيرة الثمار اليها فأتى فقلعها وجاء بها وطاف بها حول البيت سبعا ثم وضعها على ثلاث مراحل من مكة وهى الطائف ولذلك سميت به ومنها اكثر ثمرات مكة و يجئ اليه

ايضا من الاقطار الشاسعة حتى انه يجتمع فيه الفواكه الربيعية والصيفية والخريفية فى يوم واحد ﴿ من آمن منهم بالله واليوم الآخر ﴾ بدل من اهله والمعنى وارزق المؤمنين خاصة ﴿ قال ﴾ الله تعالى ﴿ ومن كفر ﴾ معطوف على محذوف اى ارزق من آمن ومن كفر قاس ابراهيم عليه الصلاة والسلام الرزق على الامامة حيث سأل الرزق لاجل المؤمنين خاصة كما خص الله تعالى الامامة بهم فى قوله تعالى (لاينال عهدى الظالمين) فلما رد سؤاله الامامة فى حق ذريته على الاطلاق حسب ان يرد سؤاله الرزق فى حق اهل مكة على الاطلاق فلذلك قيد بالايمان تأدبا بالسؤال الاول فنبه سبحانه على ان الرزق رحمة دنيوية تعم المؤمن والكافر بخلاف الامامة والتقدم ﴿ فامتعه ﴾ اى امد له ليتناول من لذات الدنيا اثباتا للحجة عليه ﴿ قليلا ﴾ اى تمتيعا قليلا فان الدنيا بكليتها قليلة وما يتمتع الكافر به منهـا قليل من القليل فان نعمته تعالى فى الدنيا وان كانت كثيرة باضافة بعضها الى بعض فانها قليلة باضافتها الى نعمة الآخرة وكيف لايقل متناهى بالاضافة الى مالايتناهى فقليلا صفة مصدر محذوف ويجوز ان يكون صفة ظرف محذوف اى امتعه زمانا قليلا وهو مدة حياته ﴿ ثم اضطره الى عذاب النـار ﴾ الاضطرار فى اللغة حمل الانسان على مايضره وهو فى المتعارف حمل الانسان بكفره على ان يفعل ما اكره عليه باختياره ترجيحا لكونه اهون الضررين فلاشئ اشد من عذاب النار حتى يكره الكفار به ليختاروا عذاب النار لكونه اهون منه فلايكون اضطرارهم الى عذاب النار مستعملا فى معناه العرفى فهو مستعار للزهم والصاقهم به بحيث يتعذر عليهم التخلص منه كما قال تعالى (يوم يسحبون فى النار على وجوههم) فانه صريح فى ان لامدخل لهم فى لحوق عذاب الآخرة بهم ولااختيار الا انهم سموا مضطرين اليه مختـارين اياه على كره تشبيها لهم بالمضطر الذى لايملك الامتناع عما اضطر اليـه فالمعنى الزه اليه لز المضطر لكفره وتضييعه ما متعته به من النعم بحيث لايمكنه الامتناع منه ﴿ وبئس المصير ﴾ المخصوص بالذم محذوف اى بئس المرجع الذى يرجع اليـه للاقامة فيه النـار اوعذابها فللعبد فى هذه الدنيا الفانية الامهال اياما دون الاهمال اذ كل نفس تجزى بما كسبت ولاتغرنك الزخارف الدنيوية فان للمطيع والعاصى نصيبا منها وليس ذلك من موجبات الرفعة فى الآخرة : قال الحافظ

بمهلتى كه سپهرت دهد ز راه مرو * تراكه كفت كه آن زال ترك دستان كفت

قال تعـالى (سنستدرجهم من حيث لايعلمون) قال سهل فى معنى هذه الآية نمدهم بالنعم وننسيهم الشكر عليها فاذا ركنوا الى النعمة وحجبوا عن المنعم اخذوا * وقال ابو العباس بن عطاء يعنى كلما احدثوا خطيئة جددنا لهم نعمة وانسيناهم الاستغفار من تلك الخطيئة فعلى العاقل ان لايغتر بالزخارف الدنيوية بل لايفرح بشئ سوى الله تعـالى فان ماخلا الله باطل وزائل والاغترار بالزائل الفانى ليس من قضية كمال العقل والفهم والعرفان . فان قلت ما الحكمة فى امهال الله العصاة فى الدنيا * قيل ان الله تعالى امهل عباده ولم يأخذهم بغتة فى الدنيـا ليرى العبـاد سبحانه وتعالى ان العفو والاحسان احب اليه من الاخذ والانتقام وليعلموا شفقته وبره وكرمه ولهذا خلق النـار كرجل يضيف الناس و يقول من جاء الى ضيافتى اكرمته

ومن لم يجئ فليس عليه شئ ويقول مضيف آخر من جاء الى اكرمته ومن لم يجئ ضربته وحبسته ليتبين غاية كرمه وهوا كمل واتم من الكرم الاول والله تعالى دعا الخلق الى دعوته بقوله ﴿ والله يدعوا الى دار السلام ﴾ ثم دفع السيف الى رسوله فقال من لم يجب ضيافتى فقاتله فعلى العاقل ان يجيب دعوة الله و يرجع الى الله بحسن اختياره فانه هو المقصود والكعبة الحقيقية وكل القوافل سائرة اليه * واعلم ان البلد هو الصورة الجسمانية والكعبة القلب والطواف الحقيقى هو طواف القلب بحضرة الربوبية وان البيت مثال ظاهر فى عالم الملك لتلك الحضرة التى لاتشاهد بالبصر وهو فى عالم الملكوت كما ان الهيكل الانسانى مثال ظاهر فى عالم الشهادة للقلب الذى لايشاهد بالبصر وهو فى عالم الغيب والذى يقدر من العارفين على الطواف الحقيقى القلبى هو الذى يقال فى حقه ان الكعبة تزوره * وفى الخبر (ان لله عبادا تطوف بهم الكعبة) وفرق بين من يقصد صورة البيت وبين من يقصد رب البيت - وروى - ان عارفا من اولياء الله تعالى قصد الحج وكان له ابن فقال ابنه الى اين تقصد فقال الى بيت الله فظن الغلام ان من يرى البيت يرى رب البيت قال يا ابى لم لاتحملنى معك فقال انت لاتصلح لذلك فبكى الغلام فحمله معه فلما بلغا الميقات احرما ولبيا ودخلا الحرم فلما شوهد البيت تحير الغلام عند رؤيته فخر ميتا فدهش والده وقال اين ولدى وقطعة كبدى فنودى من زاوية البيت انت طلبت البيت فوجدته وهو طلب رب البيت فوجد رب البيت فرفع الغلام من بينهم فهتف هاتف انه ليس فى حيز ولا فى الارض ولا فى الجنة بل هو فى مقعد صدق عند مليك مقتدر فمن اعرض سره عن الجهة فى توجهه الى الله صار الحق قبلة له فيكون هو قبلة الجميع كآدم عليه السلام كان قبلة الملائكة لانه وسيلة الحق بينه و بين ملائكته لما عليه من كسوة جماله وجلاله قال الشيخ العطار قدس سره فى منطق الطير

حق تعالى كفت آدم غير نيست * كور چشمى و ترا اين سير نيست
شد نفخت فيه من روح آشكار * سر جانان كشت بر خاك استوار

وقال فى محل آخر

از دم حق آمدى آدم توبى * اصل كرمنا بنى آدم توبى
قبلهٔ كل آفرينش آمدى * پاى تا سر عين بينش آمدى

اللهم اوصلنا الى العين وخلصنا من البين ﴿ واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت ﴾ حكاية حال ماضية حيث عبر بلفظ المضارع عن الرفع الواقع فى الزمان المتقدم على زمان نزول الوحى بان يقدر ذلك الرفع السابق واقعا فى الحال كأنك تصوره للمخاطب وتريه على وجه المشاهدة والعيان * والقواعد جمع قاعدة وهى فى الاصل صفة بمعنى الثابتة ثم صارت بالغلبة من قبيل الاسماء بحيث لايذكر لها موصوف ولايقدر ولعل لفظ القعود حقيقة فى الهيئة المقابلة للقيام ومستعار للثبات والاستقرار تشبيها له بها فى ان كلا منهما حالة مباينة للانتقال و للزوال * وقوله من البيت حال من القواعد وكلمة من ابتدائية لابيانية لعدم صحة ان يقال التى هى البيت • فان قلت رفع الشئ ان يفصل عن الارض و يجعل عاليا مرتفع والاساس ابدا ثابت على

الارض فما معنى رفعه * قلت المراد برفع الاساس البناء عليه وعبر عن البناء على الاساس برفعه لان البناء ينقله من هيئة الانخفاض الى هيئة الارتفاع فيوجد الرفع حقيقة الا ان اساس البيت واحد وعبر عنه بلفظ القواعد باعتبار اجزائه كأن كل جزء من الاساس اساس لما فوقه والمعنى واذكر يا محمد وقت رفع ابراهيم اساس البيت اى الكعبة ﴿ واسمعيل ﴾ ولده و كان له اربعة بنين اسماعيل واسحق ومدين ومداين وهو عطف على ابراهيم وتأخيره عن المفعول مع ان حق ماعطف على الفاعل ان يقدم على المفعول للايذان بان الاصل فى الرفع هو ابراهيم واسماعيل تبع له قيل انه كان يناوله الحجارة وهو يبنيها * واعلم ان رفع الاساس الذى هو البناء عليه يدل على ان البيت كان مؤسسا قبل ابراهيم وانه انما بنى على الاساس * واختلف الناس فيمن بنى البيت اولا وأسسه * فقيل هو الملائكة وذلك ان الله تعالى لما قال ﴿ انى جاعل فى الارض خليفة ﴾ قالت الملائكة ﴿ أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ﴾ فغضب عليهم فعاذوا بعرشه وطافوا حوله سبعة اطواف يسترضون ربهم حتى رضى عنهم وقال لهم ابنوا لى بيتا فى الارض يتعوذ به من سخطت عليه من بنى آدم ويطوف حوله كما طفتم حول عرشى فأرضى عنهم فبنوا هذا البيت * وقيل ان الله بنى فى السماء بيتا وهو البيت المعمور ويسمى ضراحا وامر الملائكة ان يبنوا الكعبة فى الارض بحياله على قدره ومثاله * وقيل اول من بنى الكعبة آدم و اندرست زمن الطوفان ثم اظهرها الله لابراهيم عليه السلام * روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما انه قال لما اهبط الله تعالى آدم من الجنة الى الارض قال له يا آدم اذهب فابن لى بيتا وطف به واذكرنى عنده كما رأيت الملائكة تصنع حول عرشى فاقبل آدم يتخطى وطويت له الارض وقبضت له المفاوز فلا يقع قدمه على شئ من الارض الا صار عامرا حتى انتهى الى موضع البيت الحرام وان جبرائيل ضرب بجناحه الارض فأبرز عن الاس الثابت على الارض السابعة السفلى وقدمت اليه الملائكة بالصخر فما يطيق حمل الصخرة منها ثلاثون رجلا وانه بناه من خمسة اجبل طورسيناء وطور زيتاء ولبنان وهو جبل بالشام والجودى وهو جبل بالجزيرة وحراء وهو جبل بمكة وكان ربضه من حراء اى الاساس المستدير بالبيت من الصخر فهذا بناء آدم * وروى ان الله خلق موضع البيت قبل الارض بالفى عام وكانت زبدة بيضاء على الماء فدحيت الارض من تحته فلما اهبط الله تعالى آدم الى الارض استوحش فشكا الى الله فانزل الله البيت المعمور من ياقوتة من يواقيت الجنة له بابان من زمرد اخضر باب شرقى و باب غربى فوضعه على موضع البيت وقال يا آدم انى اهبطت لك بيتا فطف به كما يطاف حول عرشى وصل عنده كما يصلى عند عرشى وانزل الحجر وكان ابيض فاسود من لمس الحيض فى الجاهلية فتوجه آدم من ارض الهند الى مكة ماشيا وقيض الله له ملكا يدله على البيت * قيل لمجاهد لم يركب قال وأى شئ كان يحمله ان خطوته مسيرة ثلاثة ايام فاتى مكة وحج البيت واقام المناسك فلما فرغ تلقته الملائكة فقالوا بر حجك يا آدم لقد حججنا هذا البيت قبلك بالفى عام قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما حج آدم اربعين حجة من الهند الى مكة على رجليه فبقى البيت يطوف به هو والمؤمنون من ولده الى ايام الطوفان فرفعه الله فى تلك الايام الى السماء الرابعة

(يدخله)

يدخله كل يوم سبعون الف ملك ثم لايعودون اليه و بعث الله جبرائيل حتى خبأ الحجر الاسود فى جبل ابى قبيس صيانة له من الغرق وكان موضع البيت خاليا الى زمن ابراهيم عليه السلام ثم ان الله امر ابراهيم ببناء بيت يذكر فيه فسأل الله تعالى ان يبين له موضعه فبعث الله السكينة لتدله على موضع البيت وهى ريح خجوج لها رأسان شبه الحية وامر ابراهيم ان يبنى حيث استقر السكينة فتبعها ابراهيم حتى اتيا مكة فتطوت السكينة على موضع البيت اى تحوت وتجمعت واستدارت كتطوى الحجفة ودورانها فقالت لابراهيم ابن على موضعى الاساس فرفع البيت هو واسماعيل حتى انتهى الى موضع الحجر الاسود فقال لابنه يابنى ائتنى بحجر ابيض حسن يكون للناس علما فاتاه بحجر فقال ائتنى باحسن من هذا فمضى اسماعيل يطلبه فصاح ابوقبيس يا ابراهيم ان لك عندى وديعة فخذها فاذا هو بحجر ابيض من ياقوت الجنة كان آدم قد نزل به من الجنة كما وجد فى بعض الروايات او انزله الله تعالى حين انزل البيت المعمور كما مر فاخذ ابراهيم ذلك الحجر فوضعه مكانه فلما رفع ابراهيم واسماعيل القواعد من البيت جاءت سحابة مربعة فيها رأس فنادت ان ارفعا على تربيعى فهذا بناء ابراهيم عليه السلام * وروى ان ابراهيم واسماعيل لما فرغا من بناء البيت اعطاهما الله تعالى الخيل جزاء معجلا على رفع قواعد البيت وكانت الخيل وحشية كسائر الوحوش فلما اذن الله لابراهيم واسماعيل برفع القواعد قال الله انى معطيكما كنزا ادخرته لكما ثم اوحى الى اسماعيل ان اخرج الى اجياد فادع يأتك الكنز فخرج الى اجياد ولايدرى ما الدعاء ولا الكنز فالهمه الله فدعا فلم يبق على وجه الارض فرس بارض العرب الا جاءته فامكنه من ناصيتها وذللها له فاركبوها واعلفوها فانها ميامين وهى ميراث ابيكم اسماعيل وانما سمى الفرس عربيا لان اسماعيل هو الذى امر بدعائه وهو اتى اليه والعربى نسبة الى عربة بفتحتين وهى باحة العرب لان اباهم اسماعيل نشأ بها قيل كان ابراهيم يتكلم بالسريانية واسماعيل بالعربية وكل واحد منهما يفهم مايقوله صاحبه ولايمكنه التفوه به * و اما بنيان قريش اياه فمشهور وخبر الحية فى ذلك مذكور وكانت تمنعهم من هدمه الى ان اجتمعت قريش فعجوا الى الله تعالى اى رفعوا اصواتهم وقالوا لم ترع وقد اردنا تشريف بيتك وتزيينه فان كنت ترضى بذلك والا فما بدالك فافعل فاسمعوا خواتا فى السماء والخوات دوى جناح الطير الضخم اى صوته فاذاهم بطائر اعظم من النسر اسود الظهر ابيض البطن والرجلين فغمز مخالبه فى قفا الحية ثم انطلق بها تجر ذنبها اعظم من كذا وكذا حتى انطلق بها الى اجياد فهدمتها قريش وجعلوا يبنونها بحجارة الوادى تحملها قريش على رقابها فرفعوها فى السماء عشرين ذراعا * وذكر عن الزهرى انهم بنوها حتى اذا بلغوا موضع الركن اختصمت قريش فى الركن أى القبائل تلى رفعه حتى شجر بينهم فقالوا حتى نحكم اول من يطلع علينا من هذه السكة فاصطلحوا على ذلك فاطلع عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فحكموه فامر بالركن فوضع فى ثوب ثم امر سيد كل قبيلة فاعطاه ناحية من الثوب ثم ارتقى هو على البناء فرفعوا اليه الركن فاخذه من الثوب فوضعه فى مكانه قيل ان قريشا وجدوا فى الركن كتابا بالسريانية فلم يدروا ماهو حتى قرأه لهم رجل من اليهود فاذا فيه انا الله ذو مكة

خلقتها يوم خلقت السموات والارض وصورت الشمس والقمر وحففتها بسبعة املاك احتفاء لاتزول حتى يزول اخشباها مبارك لاهلها فى الماء واللبن * وعن ابى جعفر كان باب الكعبة على عهد العماليق وجرهم وابراهيم بالارض حتى بنته قريش * وعن عائشة رضى الله تعالى عنها سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الجدار أمن البيت هو قال نعم قلت فلم لم يدخلوه قال ان قومك قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بابه مرتفعا قال فعل ذلك قومك ولولا حدثانهم بالجاهلية لهدمت الكعبة فألزق بابها بالارض وجعلت لها بابين بابا شرقيا وبابا غربيا وزدت فيها ستة اذرع من الحجر فان قريشا اقتصرتها حيث بنت الكعبة فهذا بناء قريش ثم لما غزا اهل الشام عبدالله بن الزبير ووهت الكعبة من حريقهم هدمها ابن الزبير وبناها على ما اخبرته عائشة فجعل لها بابين بابا يدخلون منه وبابا يخرجون منه وزاد فيه مما يلى الحجر ست اذرع وكان طولها قبل ذلك ثمانى عشرة ذراعا ولما زاد فى البناء مما يلى الحجر استقصر ما كان من طولها تسع اذرع فلما قتل ابن الزبير امر الحجاج ان يقرر مازاده ابن الزبير فى طولها وان ينقص مازاده من الحجر ويردها الى ما بناها قريش وان يسد الباب الذى فتحه الى جانب الغرب * وروى ان هارون الرشيد ذكر لمالك بن انس انه يريد هدم ما بنى الحجاج من الكعبة وان يردها الى بناء ابن الزبير لما جاء عن النبى وامتثله ابن الزبير فقال له مالك ناشدتك الله يا امير المؤمنين ان لا تجعل هذا البيت ملعبة للملوك لايشاء احدهم الا نقض البيت وبناه فتذهب الهيبة من صدور الناس * قالوا بنيت الكعبة عشر مرات بناء الملائكة وكان قبل خلق آدم عليه السلام وبناء آدم وبناء بنى آدم وبناء الخليل وبناء العمالقة وبناء جرهم وبناء قصى بن كلاب وبناء قريش وبناء عبدالله بن الزبير وبناء الحجاج بن يوسف وما كان ذلك بناء لكلها بل لجدار من جدرانها * وقال الحافظ السهيلى ان بناءها لم يكن فى الدهر الا خمس مرات الاولى حين بناها شيث عليه الصلاة والسلام وروى فى الخبر النبوى هذا البيت خامس خمسة عشر سبعة منها فى السماء الى العرش وسبعة منها الى تخوم الارض السفلى واعلى الذى يلى العرش البيت المعمور لكل بيت منها حرم كحرم هذا البيت لو سقط منها بيت سقط بعضها على بعض الى تخوم الارض السابعة ولكل بيت من اهل السماء ومن اهل الارض من يعمره كما يعمر هذا البيت ذكره المحدث الكازرونى فى مناسكه * وعن ابن عباس رضى الله عنهما لما كان العرش على الماء قبل خلق السموات والارض بعث الله ريحا فصفقت الماء فابرزت خشبة فى موضع البيت كأنها قبة على قدر البيت اليوم فدحا الله سبحانه من تحتها الارض فمادت ثم مادت فأوتدها بالجبال فكان اول جبل وضع فيها ابو قبيس ولذلك سميت مكة بام القرى * قال كعب بنى سليمان عليه السلام بيت المقدس على اساس قديم كما بنى ابراهيم الكعبة على اساس قديم وهو اساس الملائكة فى وجه الماء الى ان علا ﴿ ربنا ﴾ اى يرفعانها قائلين ربنا ﴿ تقبل منا ﴾ الدعاء وغيره من القرب والطاعات التى من جملتها ماهما بصدده من البناء وفرق بين القبول والتقبل بان التقبل لكونه على بناء التكلف انما يطلق حيث يكون العمل ناقصا لايستحق ان يقبل الا على طريق التفضل والكرم ولفظ القبول لادلالة فيه على هذا المعنى فاختيار لفظ التقبل اعتراف منهما بالعجز والانكسار والقصور فى العمل ﴿ انك انت السميع ﴾ لجميع المسموعات التى من جملتها دعاؤنا

وتضرعنا ﴿العليم﴾ بكل المعلومات التى من زمرتها نياتنا فى جميع اعمالنا ودل هذا القول على انه لم يقع منهما تقصير بوجه ما فى اتيان المأموربه بل بذلا فى ذلك غاية ما فى وسعهما فان المقصر المتساهل كيف يتجاسر على ان يقول بأطلق لسان وارق جنان انك انت السميع العليم ودلت الآية ايضا على ان الواجب على كل مأمور بعبادة وقربة اذا فرغ منها واداها كما امر به وبذل فى ذلك ما فى وسعه ان يتضرع الى الله ويبتهل ليتقبل منه وان لا يرد عليه فيضيع سعيه وان لا يقطع القول بأن من ادى عبادة وطاعة تقبل منه لامحالة اذ لو كان هكذا لما كان لدعائهما بطريق التضرع ليقبل منهما معنى فالقبول والرد اليه تعالى ولا يجب عليه شئ ﴿ربنا واجعلنا مسلمين لك﴾ اى مخلصين لك فالمراد بالمسلم من يجعل نفسه وذاته خالصا لله تعالى بان يجعل التذلل والتعظيم الواقع منه للسان والاركان والجنان خالصا له تعالى ولا يعظم معه تعالى غيره ويعتقد بأن ذاته وصفاته وافعاله خالصة له تعالى خلقا وملكا لا مدخل فى شئ منها لاحد سواه او المعنى واجعلنا مستسلمين لك منقادين بالرضى بكل ما قدرت وبترك المنازعة فى احكامك فان الاسلام اذا وصل باللام الجارة يكون بمعنى الاستسلام والانقياد والرضى بالقضاء * فان قلت لا شك انهما كانا مخلصين ومستسلمين فى زمان صدور هذا الدعاء منهما * قلت المراد طلب الزيادة فى الاخلاص والاذعان او الثبات عليه فهذا تعليم منهما الناس الدعاء للتثبيت على الايمان فانهما لما سألا ذلك مع امنهما من زواله عنهما فكيف غيرهما مع خوفه وسألا ايضا الثبات على الانقياد فجيبا الى ذلك حتى اسلم ابراهيم للالقاء فى النار واسماعيل للامر بالذبح ﴿ومن ذريتنا امة مسلمة لك﴾ اى واجعل بعض ذريتنا جماعة مخلصة لك بالعبادة والطاعة * وانما خص الذرية بالدعاء مع ان لا نسب بخاب اصحاب الهمم لاسيما الانبياء ان لا يخصوا ذريتهم بالدعاء لكنهما خصاهم لوجهين الاول كونهم احق بالشفقة كما فى قوله تعالى (قوا انفسكم واهليكم نارا) فدعوا لاولادهما ليكثر ثوابهما بهم وفى الحديث (ما من رجل من المسلمين يخلف من بعده ذرية يعبدون الله تعالى الا جعل الله له مثل اجورهم ما عبد الله منهم عابد حتى تقوم الساعة) والثانى انه وان كان تخصيصا صورة الا انه تعميم معنى لان صلاح اولاد الانبياء سبب وطريق لصلاح العامة فكأنهما قالا واصلح عامة عبادك باصلاح بعض ذريتنا وخصا البعض من ذريتهما لما علما ان من ذريتهما محسن وظالم لنفسه مبين وطريق علمهما بذلك امر ان تنصيص الله تعالى بذلك بقوله (لا ينال عهدى الظالمين) * والاستدلال بان حكمة الله تعالى تقتضى ان لا يخلو العالم عن افاضل واوساط وارذال فالافاضل هم اهل الله الذين هم اخلصوا انفسهم لله بالاقبال الكلى عليه والاوساط هم اهل الآخرة الذين يجتنبون المنكرات ويواظبون على الطاعات رغبة فى نيل المثوبات والارذال هم اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون جل همتهم عمارة الدنيا وتهيئة اسبابها * وقد قيل عمارة الدنيا بثلاثة اشياء احدها الزراعة والغرس والثانى الحماية والحرب والثالث جلب الاشياء من مصر الى مصر ومن اكب على هذه الاشياء ونسى الموت والبعث والحساب وسعى لعمارة الدنيا سعيا بليغا ودقق فى اعمال فكره تدقيقا عجيبا فهو متوغل فى الجهل والحماقة ولهذا قيل لولا الحمقى لخربت الدنيا : وفى المثنوى

اين جهان ويران شدى اندرزمان * حرصها بيرون شدى ازمردمان
استن اين عالم اى جان غفلتست * هوشيارى اين جهانرا آفتست
هوشيارى زان جهانست وچو آن * غالب آيدپست كردد اين جهان
هوشيارى آفتاب وحرص يخ * هوشيارى آب واين عالم وسخ

﴿ وارنا مناسكنا ﴾ جمع منسك بفتح السين وكسرها اى بصرنا مواضع نسكنا اوعرفنا مقدراتنا اى المواضع التى يتعلق بها النسك اى افعال الحج نحو المواقيت التى يحرم منها والموضع الذى يوقف فيه بعرفة وموضع الطواف والصفا والمروة ومابينهما من المسعى وموضع رمى الجمار ويحتمل ان يراد بالمناسك ههنا افعال الحج نفسها لا مواضعها على ان يكون المنسك مصدرا لا اسم مكان ويكون جمعه لاختلاف انواعه ويكون ارنا بمعنى عرفنا لان نفس الافعال لاتدرك بالبصر بل ترى بعين القلب والنسك كل مايتعبد به الى الله وشاع فى اعمال الحج لكونها اشق الاعمال بحيث لاتتأتى الا بمزيد سعى واجتهاد ﴿ وتب علينا ﴾ عما فرط منا سهوا من الصغائر ومن ترك الاولى وتجاوز عن ذنوب ذريتنا من الكبائر ولعلهما قالاه هضما لانفسهما وارشادا لذريتهما فانهما لما بنيا البيت ارادا ان يسنا للناس ويعرفاهم ان ذلك البيت ومايتبعه من المناسك والمواقف امكنة التفصى من الذنوب وطلب التوبة من علام الغيوب ﴿ انك انت التواب الرحيم ﴾ لمن تاب اصل التوبة الرجوع وتوبة الله على العبد قبوله توبته وان يخلق الانابة والرجوع فى قلب المسئ ويزين جوارحه الظاهرة بالطاعات بعد مالوثها بالمعاصى والخطيآت وتواب من صيغ المبالغة اطلق عليه تعالى للمبالغة فى صدور الفعل منه وكثرة قبوله توبة المذنبين لكثرة من يتوب اليه ﴿ ربنا وابعث فيهم ﴾ اى فى جماعة الامة المسلمة من اولادنا ﴿ رسولا منهم ﴾ اى من انفسهم فان البعث فيهم لايستلزم البعث منهم ولم يبعث من ذريتهما غير النبى صلى الله عليه وسلم فهو الذى اجيب به دعوتهما — روى — انه قيل له قد استجيب لك وهو فى آخر الزمان وفى الحديث (انى عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمجدل فى طينته وسأخبركم بأول امرى انى دعوة ابى ابراهيم وبشارة عيسى ورؤيا امى التى رأت حين وضعتنى وقد خرج منها نور أضاءت لها منه قصور الشام) واراد بدعوة ابراهيم هذا فانه دعا الله ان يبعث فى بنى اسرائيل رسولا منهم ﴿ يتلو عليهم آياتك ﴾ يقرأ عليهم ويبلغهم ما يوحى اليه من دلائل التوحيد والنبوة ﴿ ويعلمهم ﴾ بحسب قوتهم النظرية ﴿ الكتاب ﴾ اى القرآن ﴿ والحكمة ﴾ ومايكمل به نفوسهم من المعارف الحقة والاحكام الشرعية * قال ابن دريد كل كلمة وعظتك او دعتك الى مكرمة او نهتك عن قبيح فهى حكمة ﴿ ويزكيهم ﴾ بحسب قوتهم العملية اى يطهرهم من دنس الشرك وفنون المعاصى سواء كانت بترك الواجبات او بفعل المنكرات ثم ان ابراهيم عليه السلام لما ذكر هذه الدعوات الثلاث ختمها بالثناء على الله تعالى فقال ﴿ انك انت العزيز ﴾ الذى يقهر ويغلب على ما يريد ﴿ الحكيم ﴾ الذى لايفعل الا ما تقتضيه الحكمة والمصلحة فهو عزيز حكيم بذاته وكل ماسواه ذليل جاهل فى نفسه * قال الامام الغزالى قدس سره فى شرح الاسماء الحسنى العزيز هو الخطير الذى يقل وجود مثله وتشتد الحاجة اليه ويصعب الوصول اليه فما لم تجتمع هذه المعانى

در اواسط دفتر اول در بيان رسيدن خليفه بخدمت عائشه رضى الله عنها وبيان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ...

(الثلاثة)

الثلاثة لم يطلق العزيز فكم من شئ يقل وجوده ولكن اذا لم يعظم خطره ولم يكثر نفعه لم يسم عزيزا وكم من شئ يعظم خطره ويكثر نفعه ولا يوجد نظيره ولكن اذا لم يصعب الوصول اليه لم يسم عزيزا كالشمس مثلا فانها لا نظير لها والارض كذلك والنفع عظيم فى كل واحدة منهما والحاجة شديدة اليهما ولكن لا توصفان بالعزة لانه لا يصعب الوصول الى مشاهدتهما فلابد من اجتماع المعانى الثلاثة * ثم فى كل من المعانى الثلاثة كمال ونقصان فالكمال فى قلة الوجود ان يرجع الى واحد اذ لا اقل من الواحد ويكون بحيث يستحيل وجود مثله وليس هذا الا لله تعالى فان الشمس وان كانت واحدة فى الوجود فليست واحدة فى الامكان فيمكن وجود مثلها والكمال فى النفاسة وشدة الحاجة ان يحتاج اليه كل شئ فى كل شئ حتى فى وجوده وبقائه وصفاته وليس ذلك الكمال الا لله تعالى فهو العزيز المطلق الحق الذى لا يوازيه فيه غيره والعزيز من العباد من يحتاج اليه عباد الله فى اهم امورهم وهى الحياة الاخروية والسعادة الابدية وذلك مما يقل لا محالة وجوده ويصعب ادراكه وهذه رتبة الانبياء عليهم السلام ويشاركهم فى العز من يتفرد بالقرب من درجتهم فى عصره كالخلفاء وورثتهم من العلماء وعزة كل واحد بقدر علو رتبته عن سواه فى النيل والمشاركة وبقدر عنائه فى ارشاد الخلق واحق ذو الحكمة والحكمة عبارة عن معرفة افضل الاشياء باجل العلوم واجل الاشياء هو الله تعالى ولا يعرف كنه معرفته غيره فهو الحكيم المطلق لانه يعلم اجل الاشياء باجل العلوم اذ اجل العلوم هو العلم الازلى الدائم الذى لا يتصور زواله المطابق للمعلوم مطابقة لا يتطرق اليها خفاء وشبهة ولا يتصف بذلك الاعلم الله تعالى وقد يقال لمن يحسن دقائق الصناعات ويحكمها ويتقن صنعتها حكيما وكمال ذلك ايضا ليس الا لله تعالى فهو الحكيم المطلق ومن عرف جميع الاشياء ولم يعرف الله تعالى لم يستحق ان يسمى حكيما لانه لم يعرف اجل الاشياء وافضلها والحكمة اجل العلوم وجلالة العلم بقدر جلالة المعلوم ولا اجل من الله ومن عرف الله فهو حكيم وان كان ضعيف المنة فى سائر العلوم الرسمية كليل اللسان قصر البيان فيها الا ان نسبة حكمة العبد الى حكمة الله تعالى كنسبة معرفته الى معرفته بذاته وشتان بين المعرفتين فشتان بين الحكمتين ولكنه مع بعده عنه فهو انفس المعارف واكثرها خيرا ومن اوتى الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا وما يتذكر الا اولوا الالباب نعم من عرف الله كان كلامه مخالفا لكلام غيره فانه قلما يتعرض للجزئيات بل يكون كلامه جمليا ولا يتعرض لمصالح العاجلة بل يتعرض لما ينفع فى العاقبة ولما كانت الكلمات الكلية اظهر عند الناس من احوال الحكيم من معرفته بالله ربما اطلق الناس اسم الحكمة على مثل تلك الكلمات الكلية ويقال للناطق بها حكيم وذلك مثل قول سيد الانبياء عليه السلام . رأس الحكمة مخافة الله . الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله . ماقل وكفى خير مما كثر والهى . السعيد من وعظ بغيره . القناعة مال لا ينفد . الصبر نصف الايمان . اليقين الايمان كله . فهذه الكلمات وامثالها تسمى حكمة وصاحبها يسمى حكيما انتهى كلام الغزالى * ثم ان فى الآية اشارة الى ان فى ارسال الرسل حكمة اى مصلحة وعاقبة حميدة لان عمارة الظاهر وانارة الباطن ونظام العالم بهم لا بغيرهم ولورثتهم من الاولياء الكاملين حظ اوفى

فى باب التزكية فلابد للعبد من دليل ومرشد يهتدى به الى مقصوده ومن لم يكن له شيخ فشيخه الشيطان : قال الحافظ

بكوى عشق منه بى دليل راه قدم * كه من بخويش نمودم صد اهتمام ونشد

والمرشد الكامل يزكى نفس السالك باذن الله ويطهرها من دنس الالتفات الى ما سوى الله ويتلو عليه الآيات الانفسية والآفاقية ليكون من الموقنين ويغتنم النعيم الروحانى ويدخل فى زمرة الصديقين فقوله تعالى ﴿ويزكيهم﴾ يشير الى السلوك والتسليك فاحفظ هذا ولكن على ذكر منك اللهم احفظنا من الموانع فى طريق الوصول اليك فان كل رجاء فى حيز القبول لديك ﴿ومن يرغب عن ملة ابراهيم﴾ من استفهامية قصد بها الانكار والتقريع ورغب فى الشئ اذا اراده ورغب عنه اذا تركه اى لايترك دين ابراهيم احد ولا يعرض عن شريعته وطريقته ﴿الا من سفه نفسه﴾ اى اذلها وجعلها مهينا حقيرا فانتصاب نفسه على انه مفعول به ـ روى ـ ان عبد الله ابن سلام دعا ابنى اخيه سلمة ومهاجرا الى الاسلام فقال لهما قد علمتما ان الله تعالى قال فى التوراة انى باعث من ولد اسماعيل نبيا اسمه احمد فمن آمن به فقد اهتدى ومن لم يؤمن به فهو ملعون فاسلم سلمة وابى مهاجر فانزل الله هذه الآية ﴿ولقد اصطفيناه فى الدنيا﴾ اى وبالله لقد اخترنا ابراهيم فى الدنيا من بين سائر الخلق بالنبوة والحكمة ﴿وانه فى الآخرة﴾ متعلق بقوله ﴿لمن الصالحين﴾ اى من المشهود لهم بالثبات على الاستقامة والخير والصلاح فمن كان صفوة العباد فى الدنيا مشهودا له فى الآخرة بالصلاح كان حقيقا بالاتباع لايرغب عن عن ملته الا سفيه اى فى اصل خلقته اومتسفه يتكلف السفاهة بمباشرة افعال السفهاء باختياره فيذل نفسه بالجهل والاعراض عن النظر والتأمل فقوله ﴿وانه فى الآخرة لمن الصالحين﴾ بشارة له فى الدنيا بصلاح الخاتمة ووعد له بذلك وكم من صالح فى اول حاله ذهب صلاحه فى مآله وكان فى الآخرة لعذابه ونكاله كبلعم وبرصيصا وقارون وثعلبة ﴿اذ قال له﴾ ظرف لاصطفيناه وتعليل له اى اخترناه فى وقت قال له ﴿ربه اسلم﴾ اى اخلص دينك لربك واستقم على الاسلام واثبت عليه وذلك حين خرج من الغار ونظر الى الكوكب والقمر والشمس فألهمه الله الاخلاص ﴿قال اسلمت لرب العالمين﴾ اى اخلصت دينى له كقوله ﴿انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض﴾ الآية وقد إمتثل ما امر به من الاخلاص والاستسلام واقام على ما قال فسلم القلب والنفس والولد والمال ولما قال له جبريل حين القى فى النار هل لك من حاجة فقال أما اليك فلا فقال ألا تسأل ربك فقال حسبى بسؤالى علمه بحالى * قال اهل التفسير ان ابراهيم ولد فى زمن النمرود بن كنعان وكان النمرود اول من وضع التاج على رأسه ودعا الناس الى عبادته وكان له كهان ومنجمون فقالوا له انه يولد فى بلدك فى هذه السنة غلام يغير دين اهل الارض ويكون هلاكك وزوال ملكك على يديه قالوا فامر بذبح كل غلام يولد فى ناحيته فى تلك السنة فلما دنت ولادة ام ابراهيم واخذها المخاض خرجت هاربة مخافة ان يطلع عليها فيقتل ولدها فولدته فى نهر يابس ثم لفته فى خرقة ووضعته فى حلفاء وهو نبت فى الماء يقال له بالتركى « حصير قمشى » ثم رجعت فأخبرت زوجها بانها ولدت وان الولد فى موضع

(كذا)

كذا فانطلق ابوه فاخذه من ذلك المكان وحفر له سربا اى بيتا فى الارض كالمغارة فواراه فيه وسد عليه بابه بصخرة مخافة السباع وكانت امه تختلف اليه فترضعه وكان اليوم على ابراهيم فى الشباب والقوة كالشهر فى حق سائر الصبيان والشهر كالسنة فلم يمكث ابراهيم فى المغارة الا خمسة عشر شهرا اوسبع سنين اواكثر من ذلك فلما شب ابراهيم فى السرب قال لامه من ربى قالت انا قال فمن ربك قالت ابوك قال فمن رب ابى قالت اسكت ثم رجعت الى زوجها فقالت أرأيت الغلام الذى كنا نحدث انه يغير دين اهل الارض فانه ابنك ثم اخبرته بما قال فاتى ابوه آزر وقال له ابراهيم يا أبتاه من ربى قال امك قال فمن رب امى قال انا قال فمن ربك قال النمرود قال فمن رب النمرود فلطمه لطمة وقال له اسكت فلما جن عليه الليل دنا من باب السرب فنظر من خلال الصخرة فرأى السماء ومافيها من الكواكب فتفكر فى خلق السموات والارض فقال ان الذى خلقنى ورزقنى واطعمنى وسقانى ربى الذى مالى اله غيره ثم نظر فى السماء فرأى كوكبا قال هذا ربى ثم اتبعه بصره ينظر اليه حتى غاب فلما افل قال لااحب الآفلين ثم رأى القمر ثم الشمس فقال فيهما كما قال فى حق الكواكب * ثم انهم اختلفوا فى قوله ذلك فاجراه بعضهم على الظاهر وقالوا كان ابراهيم فى ذلك الوقت مسترشدا طالبا للتوحيد حتى وفقه الله اليه وارشده فلم يضره ذلك فى الاستدلال وايضا كان ذلك فى حال طفوليته قبل ان يجرى عليه القلم فلم يكن كفرا وانكر الآخرون هذا القول وقالوا كيف يتصور من مثله ان يرى كوكبا و يقول هذا ربى معتقدا فهذا لايكون ابدا ثم اولوا قوله ذلك بوجوه مذكورة فى سورة الانعام للامام محيي السنة * والحاصل ان ابراهيم مستسلم للرب الكريم وانه على الصراط المستقيم لايرغب عن طريقته الا من سفه نفسه اى لم يتفكر فيها كما تفكر ابراهيم فى الانفس والآفاق قال تعالى ﴿ وفى انفسكم أفلا تبصرون ﴾ والسفاهة الجهل وضعف الرأى وكل سفيه جاهل وذلك ان من عبد غير الله فقد جهل نفسه لانه لم يعرف الله خالقها وقد جاء فى الحديث (من عرف نفسه فقد عرف ربه) وفى الاخبار (ان الله تعالى اوحى الى داود اعرف نفسك بالضعف والعجز والفناء واعرفنى بالقوة والقدرة والبقاء) : وفى المثنوى

چيست تعظيم خدا افراشتن * خويشتن را خاك وخوارى داشتن [۲]
چيست توحيد خدا آموختن * خويشتن را پيش واحد سوختن
هستيت درهست آن هستى نواز * همچو مس در كيميا اندر گداز
جمله معشوقست و عاشق پردهٔ * زنده معشوقست و عاشق مردهٔ [۳]

﴿ ووصى ﴾ لما كمل ابراهيم عليه السلام فى نفسه كمل غيره بالتوصية وهو تقديم ما فيه خير وصلاح من قول اوفعل الى الغير على وجه التفضل والاحسان سواء كان امرا دينيا اودنيويا ﴿ بها ﴾ اى بالملة المذكورة فى قوله تعالى ﴿ ومن يرغب عن ملة ابراهيم ﴾ ﴿ ابراهيم بنيه ﴾ اى اولاده الذكور الثمانية عند البعض اسماعيل وامه هاجر القبطية واسحق وامه سارة وستة امهم قنطورا بنت يقطن الكنعانية تزوجها ابراهيم بعد وفاة سارة وهم مدين ومداين وزمران و يقشان و يشبق ونوخ ﴿ و يعقوب ﴾ رفع عطف على ابراهيم اى وصى يعقوب

[۲] در اواخر دفتر يكم در بيان كبودى زدن مرد قزوينى برشانه كاه الخ
[۳] در دفتر يكم در ديباجه

ايضـا وهو ابن اسحق بن ابراهيم بنيـه الاثنى عشر روبيل وشمعون ولاوى و يهودا ويستسوخور وزبولون وزوانا ونفتونا وكوزا واوشير و بنيامين و يوسف * وسمى يعقوب لانه مع اخيه عيصو كانا توأمين فتقدم عيصو فى الخروج من بطن امه وخرج يعقوب على اثره آخذا بعقبه وذلك ان ام يعقوب حملت فى بطن واحد بولدين توأمين فلما تكامل عدة اشهر الحمل وجاء وقت الوضع تكلما فى بطنها وهى تسمع فقال احدهما للآخر طرق لى حتى اخرج قبلك وقال الآخر لئن خرجت قبلى لاشقن بطنها حتى اخرج من خصرها فقال الآخر اخرج قبلى ولا تقتل امى قال فخرج الاول فسمته عيصو لانه عصاها فى بطنها وخرج الثانى وقد امسك بعقبه فسمته يعقوب فنشأ عيصو بالغلظة والفظاظة صاحب صيد وقنص ويعقوب بالرحمة واللين صاحب زرع وماشية * وروى انهما ماتا فى يوم واحد ودفنا فى قبر واحد قيل عاش يعقوب مائة وسبعا واربعين سـنة ومات بمصر واوصى ان يحمل الى الارض المقدسـة و يدفن عند ابيه اسحق فحمله يوسف فدفنه عنده ﴿ يابنى ﴾ على اضمار القول عند البصريين تقديره وصى وقال يا بنى وذلك لان يابنى جملة والجملة لاتقع مفعولا الا لافعال القلوب اوفعل القول عندهم ﴿ ان الله اصطفى لكم الدين ﴾ اى دين الاسـلام الذى هو صفوة الاديان ولادين عنده غيره ﴿ فلاتموتن ﴾ اى لايصادفكم الموت ﴿ الاوانتم مسلمون ﴾ اى مخلصون بالتوحيد محسنون بربكم الظن وهذا نهى عن الموت فى الظاهر وفى الحقيقة عن ترك الاسلام لان الموت ليس فى ايديهم وذلك حين دخل يعقوب مصر فرأى اهلهـا يعبدون الاصنام فاوصى بنيـه بان يثبتوا على الاسلام فان موتهم لاعلى حال الثبات على الاسلام موت لاخير فيه وانه ليس بموت السعداء وان من حق هذا الموت أن لايحل فيهم وتخصيص الابناء بهذه الوصية مع انه معلوم من حال ابراهيم انه كان يدعو الكل ابدا الى الاسلام والدين وللدلالة على ان امر الاسلام اولى الامور بالاهتمام حيث وصى به اقرب النـاس اليه واحراهم بالشـفقة والمحبة وارادة الخير مع ان صلاح ابنائه سبب لصلاح العامة لان المتبوع اذا صلح فى جميع احواله صلح التابع * روى انه لما نزل قوله تعالى ﴿ وانذر عشيرتك الاقربين ﴾ جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم اقاربه وانذرهم فقال (يابنى كعب بن لوى انقذوا انفسـكم من النار يابنى مرة بن كعب انقذوا انفسكم من النـار يابنى عبدشمس انقذوا انفسكم من النار يابنى هاشم انقذوا انفسـكم من النار يابنى عبدالمطلب انقذوا انفسكم من النار يا فاطمة انقذى نفسك من النار فانى لااملك لكم من الله شيأ) يعنى لااقدر على دفع مكروه عنكم فى الآخرة ان اراد الله ان يعذبكم وانما اشفع لمن اذن الله لى فيه وانما يأذن لى اذا لم يرد تعذيبه انما قال عليه السلام فى حقهم هكذا لترغيبهم فى الايمان والعمل لئلا يعتمدوا على قرابته و يتهاونوا ولابد من الوصية والتحذير فى باب الدين لان الانسان اذا انس باهل الشر يخاف ان يتخلق باخلاقهم ويعمل عملهم فيجره ذلك الهوى الى الهاوية كما قيل

نفس از همنفس بكـيرد خوى * بر حذر باش از لقـاى خبيث
باد چون برفضـاى بد كذرد * بوى بد كيرد از هواى خبيث

* وكتب ابوعبيد الصورى الى بعض اخوانه اما بعد فانك قد اصبحت تأمل الدنيا بطول عمرك وتتمنى على الله الامانى بسوء فعلك وانما تضرب حديدا باردا والسلام وحسن الظن بالله تعالى انما يعتبر بعد اصلاح الحال بالاخلاق والاعمال * قال الحسن ان قوما ألهتهم الامانى حتى خرجوا من الدنيا ومالهم حسنة يقول احدهم انى احسن الظن بربى وكذب لو احسن الظن لاحسن العمل وتلا قوله تعالى (وذلكم ظنكم) الآية اللهم وفقنا للعلم والعمل قبل الاجل ﴿ ام كنتم شهداء ﴾ لاهل الكتاب الراغبين عن ملة ابراهيم عليه السلام وام منقطعة مقدرة ببل والهمزة * قال فى التيسير ام اذا لم يتقدمها الف الاستفهام كانت بمنزلة مجرد الاستفهام ومعنى الهمزة فيها الانكار يعنى أكنتم شهداء جمع شهيد بمعنى الحاضر يريد ما كنتم حاضرين ﴿ اذ حضر يعقوب الموت ﴾ اى اماراته واسبابه وقرب خروجه من الدنيا نزلت حين قالت اليهود للنبى عليه السلام ألست تعلم ان يعقوب اوصى بنيه باليهودية يوم مات فقال تعالى ما كنتم حاضرين حين احتضر يعقوب وقال لبنيه ماقال والا لما ادعيتم عليه اليهودية ولكان حرضكم على ملة الاسلام ﴿ اذ قال لبنيه ﴾ بدل من اذ حضر والعامل فيها شهداء ﴿ ماتعبدون من بعدى ﴾ اى أى شئ تعبدونه بعد موتى اراد به تقريرهم على التوحيد والاسلام واخذ ميثاقهم على الثبات عليهما * قال الراغب لم يعن بقوله ماتعبدون من بعدى العبادة المشروعة فقط وانما عنى ان يكون مقصودهم فى جميع الاعمال وجه الله تعالى ومرضاته وان يتباعدوا عما لايتوسل به اليها وكأنه دعاهم الى ان لايتحروا فى اعمالهم غير وجه الله تعالى ولم يخف عليهم الاشتغال بعبادة الاصنام وانما خاف ان تشغلهم دنياهم ولهذا قيل ما قطعك عن الله فهو طاغوت ولهذا قال واجنبنى وبنى ان نعبد الاصنام اى ان نخدم مادون الله قال فى المثنوى

چيست دنيا از خدا غافل شدن * نى قماش ونقره وفرزند وزن

قال النحرير التفتازانى وما عام اى يصح اطلاقه على ذى العقل وغيره عند الابهام سواء كان للاستفهام ام غيره واذا علم ان الشئ من ذى العقل والعلم فرق بمن وما فيخص من بذى العلم ومابغيره وبهذا الاعتبار يقال ان ما لغير العقلاء انتهى كلامه وتم الانكار عليهم عند قوله ماتعبدون من بعدى ثم استأنف وبين ان الامر قد جرى على خلاف مازعموا فقال ﴿ قالوا ﴾ كأنه قيل فماذا قالوا عند ذلك فقيل قالوا ﴿ نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحق ﴾ اى نعبد الاله المتفق على وجوده والهيته ووجوب عبادته وجعل اسماعيل وهو عمه من جملة الآباء تغليبا للاب والجد لان العم أب والخالة أم لانخراطهما فى سلك واحد وهو الاخوة لاتفاوت بينهما ومنه قوله عليه السلام (عم الرجل صنو أبيه) اى لاتفاوت بينهما كما لاتفاوت بين صنوى النخلة ﴿ الها واحدا ﴾ بدل من اله آبائك وفائدته التصريح بالتوحيد ودفع التوهم الناشئ من تكرر المضاف اونصب على الاختصاص كأنه قيل نريد ونعنى باله آبائك الها واحدا ﴿ ونحن له مسلمون ﴾ حال من فاعل نعبد ﴿ تلك ﴾ اشارة الى الامة المذكورة التى هى ابراهيم ويعقوب وبنوهما الموحدون ﴿ امة ﴾ هى فى الاصل المقصود كالعهدة بمعنى

در اوّل دفتر يكم در بيان ترجيح دادن شير جهد را بر توكل وفوائد جهد بيان كردن

المعهود وسمي بها الجماعة لان فرق الناس تؤمها اى يقصدونها و يقتدون بها وهى خبر تلك ﴿ قدخلت ﴾ اى مضت بالموت وانفردت عمن عداها واصله صارت الى الخلاء وهى الارض التى لاانيس بها والجملة نعت لامة ﴿ لها ما كسبت ﴾ تقديم المسند لقصره على المسند اليه اى لها كسبها لا كسب غيرها ﴿ ولكم ما كسبتم ﴾ لاكسب غيركم ﴿ ولاتسئلون عما كانوا يعملون ﴾ اى لاتؤاخذون بسيآت الامة الماضية كما فى قوله ولاتسألون عما اجرمنا كما لا تثابون بحسناتهم فلكل اجر عمله وذلك لما ادعى اليهود ان يعقوب عليه السلام مات على اليهودية وانه عليه السلام وصى بها بنيه يوم مات وردوا بقوله تعالى (أم كنتم شهداء) الآية قالوا هب ان الامر كذلك أليسوا آباءنا واليهم ينتمى نسبنا فلاجرم ننتفع بصلاحهم ومنزلتهم عندالله تعالى قالوا ذلك مفتخرين باوآئلهم فردوا بانهم لاينفعهم انتسابهم اليهم وانماينفعهم اتباعهم فى الاعمال فان احدا لاينفعه كسب غيره كماقال عليه السلام (يابنى هاشم لايأتينى الناس باعمالهم وتأتونى بانسابكم) وقال عليه السلام (من ابطأبه عمله لم يسرع به نسبه) يعنى من اخره فى الآخرة عمله السيئ اوتفريطه فى العمل الصالح لم ينفعه شرف نسبه ولم تجبر نقيصته به قال الشاعر

أتفخر باتصالك من على * واصل البؤسة الماء القراح
وليس بنافع نسب زكى * يدنسه صنائعك القباح

والابناء وان كانوا يتشرفون فى الدنيا بشرف آبائهم الاانه اذانفخ فى الصور فلاأنساب والافتخار بمثل هذا كالافتخار بمتاع غيره وانه من الجنون فلابد من كسب العمل والاخلاص فيه فانه المنجى بفضل الله تعالى وجاء فى حديث طويل وهو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (انى رأيت البارحة عجبا رأيت رجلا من امتى جاءه ملك الموت ليقبض روحه فجاءبره لوالديه فرده عنه ورأيت رجلا من امتى قد بسط عليه عذاب القبر فجاءه وضوؤه فاستنقذه من ذلك ورأيت رجلا من امتى قد احتوشته الشياطين فجاءه ذكرالله فخلصه من بينهم ورأيت رجلا من امتى قد احتوشته ملائكة العذاب فجاءته صلاته فاستنقذته من ايديهم ورأيت رجلا من امتى يلهث عطشا كلماورد حوضا منع منه فجاءه صيامه فسقاه وأرواه ورأيت رجلا من امتى والنبيون قعود حلقا حلقا كلمادنا لحلقة طرد فجاءه اغتساله من الجنابة فاخذ بيده واقعده الى جنبي ورأيت رجلا من امتى بين يديه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن فوقه ظلمة ومن تحته ظلمة فهومتحير فيها فجاءته حجته وعمرته فاستخرجاه من الظلمة وادخلتاه فى النور ورأيت رجلا من امتى يكلم المؤمنين فلايكلمونه فجاءته صلة الرحم فقالت يامعشر المؤمنين كلموه كلموه ورأيت رجلا من امتى يتقى وهج النار وشررها بيده عن وجهه فجاءته صدقته فصارت سترا على وجهه وظلا على رأسه ورأيت رجلا من امتى قد اخذته الزبانية من كل مكان فجاءه امره بالمعروف ونهيه عن المنكر فاستنقذاه من ايديهم وادخلاه مع ملائكة الرحمة ورأيت رجلا من امتى جاثيا على ركبتيه بينه وبين الله حجاب فجاءه حسن خلقه فاخذ بيده فادخله على الله ورأيت رجلا من امتى قد هوت صحيفته من قبل شماله فجاءه خوفه من الله فاخذ صحيفته فجعلها

(فى)

فى يمينه ورأيت رجلا من امتى قد خف ميزانه فجاءته افراطه فثقلوا ميزانه ورأيت رجلا من امتى قائما على شفير جهنم فجاءه وجله من الله فاستنقذه من ذلك ومضى ورأيت رجلا من امتى اهوى فى النار فجاءته دموعه التى بكى بها من خشية الله فاستخرجته من النار ورأيت رجلا من امتى قائما على الصراط يرعد كما ترعد السعفة فجاءه حسن ظنه بالله فسكن رعدته ومضى ورأيت رجلا من امتى على الصراط يزحف احيانا ويحبو احيانا ويتعلق احيانا فجاءته صلاته على فاخذت بيده واقامته ومضى على الصراط ورأيت رجلا من امتى انتهى الى ابواب الجنة فغلقت الابواب دونه فجاءته شهادة ان لا اله الا الله ففتحت له الابواب وادخلته الجنة) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة) قيل يارسول الله وما اخلاصها قال (ان تحجزه عن محارم الله) فعلم من هذا التفصيل ان الخلاص وان كان بفضل الله تعالى لكنه منوط بالاعمال الصالحة فالقرابة لاتغنى شيأ اذا فسد العمل واما قول من قال

اذا طاب اصل المرء طابت فروعه فباعتبار الغالب فان من عادته تعالى ان يخرج الحى من الميت والميت من الحى ونعم ماقيل

اصل را اعتبار چندان نيست * روى تركل زخار خندان نيست

مى زغوره شود شكر ازنى * عسل ازنحل حاصلست بقى

والعود الذى تفوح رائحته وان كان فى الاصل شجرة كسائر الاشجار الا انه لما كان له استعداد لتلك المرتبة وحصل ذلك بالتربية فاق على الاقران وخرج من جنس الاصل وكذا المسك فان اصله دم وكم من نسيب يعود على اصله بالعكس فيظهر فيه اثر الصلاح الباطن فى ابيه ان كان اى ابوه فاسقا اوالفساد الباطن فيه ان كان صالحا وكم من فرع يميل الى اصله على وجه فانظر حال آدم عليه السلام وولديه هابيل وقابيل ومن بعدهم الى قيام الساعة ﴿ وقالوا كونوا هودا اونصارى ﴾ نزلت فى رؤس يهود المدينة وفى نصارى نجران اى قالت اليهود كونوا هودا فان نبينا موسى افضل الانبياء وكتابنا التوراة افضل الكتب وديننا افضل الاديان وكفروا بعيسى والانجيل وبمحمد والقرآن وقالت النصارى كونوا نصارى فان نبينا عيسى افضل الانبياء وكتابنا الانجيل افضل الكتب وديننا افضل الاديان وكفروا بموسى والتوراة وبمحمد والقرآن ﴿ تهتدوا ﴾ جواب للامر اى ان تكونوا كذلك تجدوا الهداية من الضلالة ﴿ قل ﴾ يامحمد لهم على سبيل الرد وبيان ماهو الحق لانكون ماتقولون ﴿ بل ﴾ نكون ﴿ ملة ابراهيم ﴾ اى اهل ملته ودينه على حذف المضاف اى بل نتبع ملته لان كونوا معناه اتبعوا اليهودية والنصرانية ﴿ حنيفا ﴾ اى مائلا عن كل دين باطل الى دين الحق ومنحرفا عن اليهودية والنصرانية وهو حال من المضاف اليه وهو ابراهيم كما فى رأيت وجه هند قائمة لان رؤية وجه هند يستلزم رؤيتها فالحال هنا تبين هيئة المفعول اومن المضاف وهو الملة وتذكير حنيفا حينئذ بتأويل الملة بالدين لانهما متحدان ذاتا والتغاير بالاعتبار ﴿ وما كان من المشركين ﴾ تعريض بهم وايذان ببطلان دعواهم اتباع ابراهيم مع اشراكهم بقولهم عزير ابن الله والمسيح ابن الله * وفى الآية ارشاد الى اتباع دين ابراهيم وهو الدين الذى عليه نبينا عليه السلام واصحابه واتباعه

﴿ قولوا ﴾ ايها المؤمنون ﴿ آمنا بالله ﴾ وحده ﴿ وما انزل الينا ﴾ اى بالقرآن الذى انزل على نبينا والانزال اليه انزال الى امته لان حكم المنزل يلزم الكل ﴿ وما انزل الى ابراهيم ﴾ من صحفه العشر ﴿ و ﴾ ما انزل الى ﴿ اسمعيل واسحق ويعقوب و ﴾ الى ﴿ الاسباط ﴾ جمع سبط وهو فى اصل شجرة واحدة لها اغصان كثيرة والمراد هنا اولاد يعقوب وهم اثنا عشر سموا بذلك لانه ولد لكل منهم جماعة وسبط الرجل حافده اى ولد ولده والاسباط من بنى اسرائيل كالقبائل من العرب والشعوب من العجم وهم جماعة من اب وام وكان فى الاسباط انبياء والصحف وان كانت نازلة الى ابراهيم لكن من بعده حيث كانوا متعبدين بتفاصيلها داخلين تحت احكامها جعلت منزلة اليهم كما جعل القرآن منزلا الينا ﴿ وما اوتى موسى وعيسى ﴾ من التوراة والانجيل وتخصيصهما بالذكر لما ان الكلام مع اليهود والنصارى ﴿ وما اوتى النبيون ﴾ جملة المذكورين منهم وغير المذكورين ﴿ من ربهم ﴾ فى موضع الحال من العائد المحذوف والتقدير وبما اوتيه النبيون منزلا عليهم من ربهم ﴿ لانفرق بين احد منهم ﴾ كاليهود فنؤمن ببعض ونكفر ببعض وكيف نفعل ذلك والدليل الذى اوجب علينا ان نؤمن ببعض الانبياء وهو تصديق الله اياه بخلق المعجزات على يديه يوجب الايمان بالباقين فلو آمنا ببعضهم وكفرنا بالبعض لناقضنا انفسنا والجملة حال من الضمير فى آمنا وانما اعتبر عدم التفريق بينهم مع ان الكلام فيما اوتوه لايستلزم عدم التفريق بينهم بالتصديق والتكذيب لعدم التفريق بين ما اوتوه واحد فى معنى الجماعة ولذلك صح دخول بين عليه ﴿ ونحن له مسلمون ﴾ اى والحال انا مخلصون لله تعالى ومذعنون ﴿ فان آمنوا ﴾ اى اليهود والنصارى ﴿ بمثل ما ﴾ اى بمثل الدين الذى ﴿ آمنتم به ﴾ هذا من باب التعجيز والتبكيت اى الزام الخصم والجائه الى الاعتراف بالحق بارخاء عنانه وسد طرق المجادلة عليه والمثل مقحم والمعنى فان آمنوا بما آمنتم به وهو الله تعالى فانه ليس لله تعالى مثل وكذا لدين الاسلام ﴿ فقد اهتدوا ﴾ الى الحق واصابوه كما اهتديتم وحصل بينكم الاتحاد والاتفاق ﴿ وان تولوا ﴾ اى ان اغضوا عن الايمان على الوجه المذكور بان اخلوا بشئ من ذلك كأن آمنوا ببعض وكفروا ببعض كما هو ديدنهم ودينهم ﴿ فانما هم فى شقاق ﴾ اى مستقرون فى خلاف عظيم بعيد من الحق وهذا لدفع مايتوهم من احتمال الوفاق بسبب ايمانهم ببعض ما آمن به المؤمنون فقوله فى شقاق خبر لقولهم وجعل الشقاق ظرفا لهم وهم مظروفون له مبالغة فى الاخبار باستيلائه عليهم فانه ابلغ من قولك هم مشاقون والشقاق مأخوذ من الشق وهو الجانب فكأن كل واحد من الفريقين فى شق غير شق صاحبه بسبب العداوة ولما دل تنكير الشقاق على امتناع الوفاق وان ذلك مما يؤدى الى الجدال والقتال لامحالة عقب ذلك بتسلية رسول الله صلى الله عليه وسلم وتفريح المؤمنين بوعد النصرة والغلبة وضمان التأييد والاعزاز بالسين للتأكيد الدالة على تحقق الوقوع البتة فقيل ﴿ فسيكفيكهم الله ﴾ الضميران منصوبا المحل على انهما مفعولان ليكفى يقال كفاه مؤنته كفاية وان كثر استعماله معدى الى واحد نحو كفاك الشئ والظاهر ان المفعول الثانى حقيقة فى الآية هو المضاف المقدر اى فسيكفى الله اياك امر اليهود والنصارى

ويدفع شرهم عنك وينصرك عليهم فان الكفاية لاتتعلق بالاعيان بل بالافعال وقد انجز الله وعده الكريم بالقتل والسبى فى بنى قريظة والجلاء والنفى الى الشام وغيره فى بنى النضير والجزية والذلة فى نصارى نجران ﴿ وهو السميع العليم ﴾ تذييل لما سبق من الوعد وتأكيد له والمعنى انه تعالى يسمع ماتدعو به ويعلم مافى نيتك من اظهار الدين فيستجيب لك ويوصلك الى مرادك ﴿ صبغة الله ﴾ الصبغ مايلون به الثياب والصبغ المصدر والصبغة الفعلة التى تبنى للنوع والحالة من صبغ كالجلسة من جلس وهى الحالة التى يقع الصبغ عليها وهى اى الصبغة فى الآية مستعارة لفطرة الله التى فطر الناس عليها شبهت الخلقة السليمة التى يستعد بها العبد للايمان وسائر انواع الطاعات بصبغ الثوب من حيث ان كل واحدة منهما حلية لما قامت هى به وزينة له والتقدير صبغنا الله صبغة اى فطرنا وخلقنا على استعداد قبول الحق والايمان فطرته فهذا المصدر مفعول مطلق مؤكد لنفسه لانه مع عامله المقدر بعينه وقع مؤكدا لمضمون الجملة المقدمة وهو قوله آمنا بالله لاتحتمل لها من المصادر الاذلك المصدر لان ايمانهم بالله يحصل بخلق الله اياهم على استعداد اتباع الحق والتحلى بحلية الايمان ويحتمل ان يكون التقدير طهرنا الله تطهيره لان الايمان يطهر النفوس من اوضار الكفر وسماه صبغة للمشاكلة وهى ذكر الشئ بلفظ غيره لوقوع ذلك الشئ فى صحبة الغير اما بحسب المقال المحقق اوالمقدر بان لايكون ذلك الغير مذكورا حقيقة ويكون فى حكم المذكور لكونه مدلولا عليه بقرينة الحال فهى كما تجرى بين فعلين كما هنا تجرى بين قولين كما فى تعلم مافى نفسى ولااعلم مافى نفسك فانه عبر عن ذات الله تعالى بلفظ النفس لوقوعه فى صحبة لفظ النفس وعبر عن لفظ الفطرة بلفظ الصبغة لوقوعه فى صحبة صبغة النصارى اذ كانوا يشتغلون بصبغ اولادهم فى سابع الولادة مكان الختان للمسلمين بغمسهم فى الماء الاصفر الذى يسمونه المعمودية على زعم ان ذلك الغمس وان لم يكن مذكورا حقيقة لكنه واقع فعلا من حيث انهم يشتغلون به فكان فى حكم المذكور بدلالة قرينة الحال عليه من حيث اشتغالهم به ومن حيث ان الآية نزلت ردا لزعمهم ببيان ان التطهير المعتبر هو تطهير الله عباده لاتطهير اولادكم بغمسهم فى المعمودية وهى اسم ماء غسل به عيسى عليه السلام فمزجوه بماء آخر وكلما استعملوا منه جعلوا مكانه ماء آخر ﴿ ومن احسن ﴾ مبتدأ وخبر والاستفهام فى معنى الجحد ﴿ من الله صبغة ﴾ نصب على التمييز من احسن منقول من المبتدأ والتقدير ومن صبغته احسن من صبغته تعالى فالتفضيل جار بين الصبغتين لابين فاعليهما والمعنى أى شخص تكون صبغته احسن من صبغة الله فانه يصبغ عباده بالايمان ويطهرهم به من اوضار الكفر وانجاس الشرك فلاصبغة احسن من صبغته ﴿ ونحن له ﴾ اى لله الذى اولانا تلك النعمة الجليلة ﴿ عابدون ﴾ شكرا له ولسائر نعمه وتقدم الظرف للاهتمام ورعاية الفواصل وهو عطف على آمنا داخل تحت الامر وهو قولوا فاذا كان حرفة العبد العبادة فقد زين نفسه بصبغ حسن يزينه ولايشينه : وفى المثنوى

كاورا رنك ازبرون مردرا * ازدرون دان رنك سرخ وزردرا
رنكهاى نيك ازخم صفاست * رنك زشتان ازسياه آب جفاست

در اوائل دفتر یکم در بیان حکایت پادشاه جهود دیگر که در هلاك دين عيسى جهد كرد

صبغة الله نام آن رنك لطيف * لعنة الله بوى اين رنك كثيف

وفى قوله تعالى ﴿ونحن له عابدون﴾ اشارة الى ان العارفين يعبدون ربهم لا لشوق الجنة ولا لخوف النار * قال الله تعالى فى الزبور ومن اظلم ممن عبدنى لجنة اونار فلو لم اخلق جنة ولا نارا لم اكن مستحقا لان اعبد * واعلم ان العابد هو العامل بحق العبودية فى مرضاة الله تعالى والعبادة دون العبودية وهى دون العبودة لان من لم يخل بروحه فهو صاحب عبودة فالعبادة ببذل الروح فوق العبادة ببذل النفس * قال سهل بن عبدالله لا يصح التعبد لاحد حتى لا يجزع من اربعة اشياء من الجوع والعرى والفقر والذل * قال الشيخ ابو العباس رحمه الله اوقات العبد اربعة لا خامس لها الطاعة والمعصية والنعمة والبلية ولكل وقت منها سهم من العبودية يقتضيه الحق منك بحكم الربوبية فمن كان وقته النعمة فسبيله الشكر وهو فرح القلب بالله تعالى ومن كان وقته البلية فسبيله الرضى والصبر فعليك ان تراقب الاوقات الى ان تصل اعلى الدرجات وغاية الغايات : وفى المثنوى

كافرم من كر زيان كردست كس * در ره ايمان وطاعت يكنفس [١]
سر شكسته نيست اين سررا مبند * يك دوروزه جهد كن باقى بخند
تازه كن ايمان نه از كفت زبان * اى هوارا تازه كرده درنهان [٢]
تا هوا تازه است ايمان تازه نيست * كين هوا جز قفل آن دروازه نيست

ـ روى ـ ان السرى قدس سره قال مكثت عشرين سنة اخرس خلق الله تعالى فلم يقع فى شبكتى الا واحد كنت اتكلم فى المسجد الجامع ببغداد يوم الجمعة وقلت عجبت من ضعيف عصى قويا فلما كان يوم السبت وصليت الغداة اذا انا بشاب قدوافى وخلفه ركبان على دواب بين يديه غلمان وهو راكب على دابته فنزل وقال أيكم السرى السقطى فأومأ جلسائى الى فسلم على وجلس وقال سمعتك تقول عجبت من ضعيف عصى قويا فما اردت به فقلت ماضعيف اضعف من ابن آدم ولا قوى اقوى من الله تعالى وقد تعرض ابن آدم مع ضعفه الى معصية الله تعالى قال فبكى ثم قال ياسرى هل يقبل ربك غريقا مثلى قلت ومن ينقذ الغرقى الا الله تعالى قال ياسرى ان على مظالم كثيرة كيف اصنع قال اذا صحت الانقطاع الى الله تعالى ارضى عنك الخصوم بلغنا عن النبى عليه السلام انه قال (اذا كان يوم القيامة واجتمع الخصوم على ولى الله وكل لكل منهم ملكا يقول لا تروّعوا ولى الله فان حقكم اليوم على الله تعالى) فبكى ثم قال صف لى الطريق الى الله فقلت ان كنت تريد المقتصدين فعليك بالصيام والقيام وترك الآثام وان كنت تريد طريق الاولياء فقطع العلائق واتصل بخدمة الخالق فبكى حتى بل منديلا له ثم انصرف وكان من امره كيت وكيت من ترك الاهل والعيال والسكون عند المقابر وتغير الحال حتى توفى ذلك الشاب على الاحالة التى اقبل عليها قال السرى فحلمت يوما عيناى فاذا به يرفل فى السندس والاستبرق ويقول لى جزاك الله خيرا فقلت ما فعل الله بك قال ادخلنى الجنة ولم يسألنى عن ذنب انتهى ﴿قل أتحاجوننا﴾ المحاجة المجادلة ودعوى الحق واقامة الحجة على ذلك من كل واحد والهمزة للانكار والتوبيخ * وسبب نزول هذه الآية ان اليهود والنصارى قالوا ان الانبياء كانوا منا وعلى ديننا وديننا اقدم فقال الله تعالى قل يا محمد لليهود والنصارى أتجادلوننا وتخاصموننا

[١] در اوائل دفتر يكم در بيان رنجيدن دادن نحو ملاح

[٢] در اوائل دفتر يكم در بيان قصهٔ مكر كردن خركوش با نخجيران

﴿ فى الله ﴾ اى فى دينه وتدعون ان دينه الحق هو اليهودية والنصرانية وتبنون دخول الجنة والاهتداء عليهما وتقولون تارة لن يدخل الجنة الامن كان هودا اونصارى وتارة كونوا هودا اونصارى تهتدوا ﴿ وهو ربنا وربكم ﴾ اى والحال انه لاوجه للمجادلة اصلا لانه تعالى مالك امرنا وامركم ﴿ ولنا اعمالنا ﴾ الحسنة الموافقة لامره ﴿ ولكم اعمالكم ﴾ السيئة المخالفة لحكمه فكيف تدعون انكم اولى بالله ﴿ ونحن له ﴾ اى لله تعالى ﴿ مخلصون ﴾ فى تلك الاعمال لانبتغى بها الاوجهه فأنى لكم المحاجة وادعاء حقية ما انتم عليه والطمع فى دخول الجنة بسببه ودعوة الناس اليه وانتم به مشركون * والاخلاص تصفية العمل عن الشرك والرياء وحقيقته تصفية الفعل عن ملاحظه المخلوقين ﴿ ام تقولون ﴾ ام معادلة للهمزة فى قوله تعالى أتحاجوننا داخلة فى حيز الامر على معنى أى الامرين تأتون اقامة الحجة وتنوير البرهان على حقية ما انتم عليه والحال ماذكر ام التشبث بذيل التقليد والافتراء على الانبياء وتقولون ﴿ ان ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط ﴾ وهى حفدة يعقوب وهم اولاد اولاده الاثنى عشر وعن الزجاج انه قال الاسباط فى ولد اسحق بمنزلة القبائل فى ولد اسماعيل فولد كل واحد من ولد اسحق سبط ومن ولد اسماعيل قبيلة ﴿ كانوا هودا أونصارى ﴾ فنحن مقتدون بهم والمراد انكار كلا الامرين والتوبيخ عليهما اى كيف تحاجون وكيف تقولون فى حق الانبياء الذين بعثوا قبل نزول التوراة والانجيل انهم كانوا هودا اونصارى ومن المحال ان يقتدى المتقدم بالمتأخر ويستن بسنته ﴿ قل ﴾ يامحمد ﴿ ءانتم ﴾ الاستفهام للتقرير والتوبيخ ﴿ اعلم ﴾ بدينهم ﴿ ام الله ﴾ اعلم ﴿ ومن اظلم ﴾ انكار لان يكون احد اظلم فالاستفهام بمعنى النفى ﴿ ممن كتم ﴾ اى ستر واخفى عن الناس ﴿ شهادة ﴾ ثابتة ﴿ عنده ﴾ اى عند من كائنة ﴿ من الله ﴾ قوله عنده ومن الله صفتان لشهادة اى شهادة حاصلة عنده صادرة من الله تعالى يعنى يااهل الكتاب قدعلمتم بشهادة حصلت عندكم صادرة من الله تعالى بان ابراهيم وبنيه كانوا حنفاء مسلمين بان اخبركم الله بذلك فى كتابكم ثم انكم تكتمونها وتدعون خلاف ماشهد الله به فى حقهم فلا احد اظلم منكم حيث اجترأتم على تكذيب الله تعالى فيما اخبر به وتعليق الاظلمية بمطاق الكتمان للايماء الى ان مرتبة من يردبها ويشهد بخلافها فى الظلم خارجة عن دائرة البيان وعن ابن عباس اكبر الكبائر الاشراك بالله وشهادة الزور وكتمان الشهادة قال تعالى ﴿ومن يكتمها فانه آثم قلبه﴾ والمراد مسخ القلب ونعوذ بالله من ذلك ﴿ وما الله بغافل عما تعملون ﴾ ماموصولة عامة لجميع مايكتسب بالجوارح الظاهرة والقوى الباطنة ويدخل فيه كتمان شهادة الله دخولا اوليا اى هو محيط بجميع ماتأتون وماتذرون فيعاقبكم بذلك اشد عقاب ﴿ تلك امة ﴾ اى الانبياء جماعة ﴿ قد خلت ﴾ اى مضت بالموت ﴿ لها ما كسبت ﴾ من الاعمال ﴿ ولكم ما كسبتم ﴾ منها ﴿ ولا تسألون عما كانوا يعملون ﴾ اى لايسأل احد عن عمل غيره بل يسأل عن عمله ويجزى به وهذا تكرير للآية السابقة بعينها للمبالغة فى الزجر عماهم عليه من الافتخار بالآباء والاتكال على اعمالهم قال الله تعالى ﴿فاذا نفخ فى الصور فلا انساب﴾ ـ قيل ـ لما انصرف هارون الرشيد من الحج اقام بالكوفة اياما فلما خرج وقف بهلول المجنون على طريقه

وناداه بأعلى صوته ياهارون ثلاثا فقال هارون من الذى ينادينى تعجبا فقيل له بهلول المجنون فوقف هارون وامر برفع الستر وكان يكلم الناس وراء الستر فقال له ألم تعرفنى قال بلى اعرفك فقال من انا قال انت الذى لو ظلم احد فى المشرق وانت فى المغرب سألك الله عن ذلك يوم القيامة فبكى هارون وقال كيف ترى حالى قال اعرضه على كتاب الله وهى الجزء الثانى ان الابرار لفى نعيم وان الفجار لفى جحيم وقال اين اعمالنا قال انما يتقبل الله من المتقين قال واين قرابتنا من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال فاذا نفخ فى الصور فلا انساب بينهم قال واين شفاعة رسول الله لنا قال يومئذ لاتنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضى له قولا فلابد من الاعمال الصالحة والاخلاص فيها فان الله يتقبلها لاغيرها * قال الجنيد الاخلاص سر بين العبد وبين الله تعالى لايعلمه ملك فيكتبه ولا شيطان فيفسده ولاهوى فيميله * قال الفضيل ترك العمل من اجل الناس رياء والعمل من اجل الناس شرك والاخلاص ان يعافيك عنهما * وفى التتارخانية لو افتتح للصلاة خالصا لله تعالى ثم دخل فى قلبه الرياء فهو على ما افتتح والرياء على انه لو خلا عن الناس لايصلى ولو كان مع الناس يحسنها ولو صلى وحده لايحسن فله ثواب اصل الصلاة دون الاحسان * قال بعض الحكماء مثل من يعمل الطاعة للرياء والسمعة كمثل رجل يخرج الى السوق وقد ملأ كيسه حصى فيقول الناس ما املأ كيس فلان ولامنفعة له سوى مقالة الناس وفى الحديث (اخلصوا اعمالكم لله تعالى فان الله لايقبل الاماخلص له ولا تقولوا هذا لله وللرحم وليس لله تعالى منه شئ) ومن احاديث المشارق (لعن الله من لعن والديه ولعن الله من ذبح لغير الله) قال النووى المراد الذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم اوللموسى اوغيرهما * ذكر الشيخ ابراهيم المراودى ان مايذبح عند استقبال السلطان تقربا اليه افتى اهل بخارى بتحريمه لانه مما اهل به لغير الله * وقال الرافعى هذا غير محرم لانهم انما يذبحونه استبشارا بقدومه فهو كذبح العقيقة لولادة المولود ومثل هذا لايوجب التحريم انتهى كلامه وعليه تحمل افعال المسلمين صيانة لهم عن الكفر وضياع الاعمال فان الموحد مطمح نظره رضى مولاه والتعبد اليه بما تيسر له من القربات اللهم اعصمنا من الزلات

— تمت الجزء الاول —

الجزء الثانى
من
الاجزاء الثلاثين

﴿ سيقول السفهاء ﴾ اى الذين ضعفت عقولهم حال كونهم ﴿ من الناس ﴾ اى الكفرة يريد المنكرين لتغيير القبلة من المنافقين واليهود والمشركين وانما كانوا سفهاء لانهم راغبون عن ملة ابراهيم وقد قال تعالى (ومن يرغب عن ملة ابراهيم الامن سفه نفسه) اى اذلها بالجهل والاعراض عن النظر وفائدة تقديم الاخبار به قبل وقوعه ليوطئوا عليه انفسهم فلايضطربوا عند وقوعه لان مفاجأة المكروه اشد على النفوس واشق وليعلمهم الجواب

(فان)

فان العتيد قبل الحاجة اليه ارد لشغب الخصم الالد وقبل الرمى يراش السهم وهو مثل يضرب فى تهيئة الآلة قبل الحاجة اليها ﴿ ماوليهم عن قبلتهم التى كانوا عليها ﴾ ماستفهامية انكارية مرفوعة المحل على الابتداء ووليهم خبره والجملة فى موضع النصب بالقول يقال تولى عن ذلك اى انصرف وولى غيره اى صرفه والقبلة فى الاصل الحالة التى عليها الانسان من الاستقبال فنقلت فى عرف الشرع الى الجهة التى يستقبلها الانسان للصلاة وهى من المقابلة وسميت قبلة لان المصلى يقابلها والمعنى أى شئ صرفهم وحولهم عن قبلتهم التى كانوا على التوجه اليها وهى بيت المقدس ولم انصرفوا منها الى الكعبة ـ روى ـ ان النبى عليه السلام صلى الى نحو بيت المقدس بعد مقدمه المدينة نحوا من سبعة عشر شهرا تأليفا لقلوب اليهود ثم صارت الكعبة قبلة المسلمين الى نفخ الصور ﴿ قل ﴾ كأنه قيل فماذا اقول عند ذلك فقيل قل ﴿ لله المشرق والمغرب ﴾ اى الامكنة كلها والنواحى باسرها لله تعالى ملكا وتصرفا فلا يستحق شئ منها لذاته ان يكون قبلة حتى يمتنع اقامة غيره مقامه والشئ من الجهات انما يصير قبلة بمجرد ان الله تعالى امر بالتوجه اليها فله ان يأمر فى كل وقت بالتوجه الى جهة من تلك الجهات على حسب الوهيته واستيلائه ونفاذ قدرته ومشيئته فانه لايسأل عما يفعل بل يفعل مايشاء ويحكم مايريد فاللائق بالمخلوق ان يطيع خالقه ويأتمر بامره من غير ان تحرى خصوصية فى المأمور به زائدة على مجرد كونه مأمورا به فان الطاعة له ليس الا بارتسام امره اى امتثاله لا بتحرى العلل والاغراض الداعية له تعالى الى الامر لان احكام الله تعالى وافعاله ليست معللة بالدواعى والاغراض والیهود انما استقبلوا جهة المغرب واتخذوها قبلة اتباعا لهوى انفسهم حيث زعموا ان موسى عليه السلام كان فى جانب المغرب فاكرمه الله تعالى بوحيه وكلامه كما قال الله تعالى ﴿ وما كنت بجانب الغربى اذ قضينا الى موسى الامر ﴾ والنصارى ايضا اتخذوا جهة المشرق قبلة اتباعا لهواهم حيث زعموا ان مريم عليها السلام حين خرجت من بلدها مالت الى جانب الشرق كما قال الله تعالى ﴿ واذكر فى الكتاب مريم اذ انتبذت من اهلها مكانا شرقيا ﴾ والمؤمنون استقبلوا الكعبة طاعة لله تعالى وامتثالا لامره لا ترجيحا لبعض الجهات المتساوية بمجرد رأيهم واجتهادهم مع انها قبلة خليل الله تعالى ومولد حبيبه صلى الله تعالى عليه وسلم ﴿ يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ﴾ وهو التوجه الى بيت المقدس تارة والكعبة اخرى ووجه استقامته كونه مشتملا على الحكمة والمصلحة موافقا لهما * قال بعض ارباب الحقيقة سمى الطاعنين من اليهود والمشركين والمنافقين سفهاء لاحتجاب عقولهم عن حقية دين الاسلام ولو ادركوا الحق مطلقا لاخلصوه كما اخلص المؤمنون فلم تبق محاجتهم معهم ولو كانت عقولهم رزينة لاستدلت بالآيات وانكروا التحويل لانهم كانوا معتدين بالجهة فلم يعرفوا التوحيد الوافى بالجهات كلها : قال المولى الجامى

جهان مرآت حسن شاهد ماست * فشاهد وجهه فى كل ذرات

﴿ وكذلك ﴾ اشارة الى مفهوم الآية المتقدمة اى كما جعلناكم مهتدين الى الصراط المستقيم ﴿ جعلناكم ﴾ توحيد الخطاب فى كذلك مع القصد الى المؤمنين لما ان المراد مجرد الفرق بين

الحاضر والمنقضى دون تعين المخاطبين ﴿ امة وسطا ﴾ اى خيارا.لان الاوساط محمية محوطة والاطراف يتسارع اليها الخلل ﴿ لتكونوا شهداء على الناس ﴾ يوم القيامة ان الرسل قدبلغتهم ﴿ و يكون الرسول ﴾ اى محمد صلى الله عليه وسلم ﴿ عليكم شهيدا ﴾ * ان قلت ان الشاهد اذا اضر بشهادته عديت الشهادة بكلمة على واذا نفع بها تعدى باللام فيقال شهدله والرسول عليه السلام لما زكى امته وعدلهم بشهادته انتفعوا بها فالظاهر أن يقال و يكون الرسول لكم شهيدا بخلاف شهادة الامة على الناس فانها شهادة عليهم حيث استضروا بها فكلمة على فيها واقعة فى موضعها . قلت هذا مبنى على تضمين الشهيد معنى الرقيب والمطلع فعدى تعديته والوجه فى اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل والتزكية انما يكون عن خبرة ومراقبة بحال الشاهد فاذا شاهد منه الرشد والصلاح عدله وزكاه واثنى عليه والا يسكت عنه وقدمت صلة الشهادة اى عليكم لاختصاصهم بشهادته صلى الله عليه وسلم على سبيل التزكية والتعديل وهو لاينافى شهادته صلى الله عليه وسلم للانبياء بالتبليغ وعلى منكرى التبليغ بالتكذيب ــ روى ــ ان الله تعالى يجمع الاولين والآخرين فى صعيد واحد ثم يقول لكفار الامم ألم يأتكم نذير فينكرون فيقولون ماجاءنا من بشير ولا نذير فيسأل الانبياء عن ذلك فيقولون كذبوا قدبلغناهم فيسألهم البينة وهو اعلم بهم اقامة للحجة فيؤتى بامة محمد صلى الله عليه وسلم فيشهدون لهم انهم قدبلغوا فتقول الامم الماضية من اين علموا وانهم اتوا بعدنا فيسأل هذه الامة فيقولون ارسلت الينا رسولا وانزلت عليه كتابا اخبرتنا فيه بتبليغ الرسل وانت صادق فيما اخبرت ثم يؤتى بمحمد عليه الصلاة والسلام فيسأل عن حال امته فيزكيهم ويشهد بصدقهم فيؤمر بالكفار الى النار * قال بعض ارباب الحقيقة معنى شهادتهم على الناس اطلاعهم بنور التوحيد على حقوق الاديان ومعرفتهم لحق كل دين وحق كل ذى دين من دينه وباطلهم الذى ليس حقهم الذى هو مخترعات نفوسهم وطريق الحق واحد فمن تحقق بحق دين تحقق بحق سائر الاديان وخاصة دين الاسلام الذى هو الحق الاعظم ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته التى هو عليها من دينه وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسيآتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق وامته يعرفون ذلك من سائر الامم بنوره عليه الصلاة والسلام * قال بعضهم جعلنا سبحانه وتعالى آخر الامم تشريفا لحبيبه وامته لانه لوقدمنا لاحتجنا ان ننتظر فى قبورنا قدوم الامم الماضية فجعلهم سبحانه وتعالى فى انتظارنا تشريفا لنا وايضا جعلنا آخر الامم لنكون يوم القيامة شهداء على جميع الامم الماضية ويكفى شرفا لهذه الامة المرحومة ماقال صلى الله عليه وسلم فى حق علمائهم (علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل) وذكر الراغب الاصفهانى فى المحاضرات انه قال الامام الشاذلى صاحب حزب البحر اضطجعت فى المسجد الاقصى فرأيت فى المنام قدنصب تخت خارج الاقصى فى وسط الحرم فدخل خلق كثير أفواجا افواجا فقلت ماهذا الجمع فقالوا جمع الانبياء والرسل قدحضروا ليشفعوا فى حسين الحلاج عند محمد عليه افضل الصلاة والسلام لاساءة ادب وقعت منه فنظرت الى التخت فاذا

(نبينا)

نبينا محمد عليه السلام جالس عليه بانفراده وجميع الانبياء عليهم الصلاة و سلام على الارض جالسون مثل ابراهيم وموسى وعيسى ونوح فوقفت انظر واسمع كلامهم فخاطب موسى نبينا عليه الصلاة والسلام وقال له انك قد قلت علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل فأرنا منهم واحدا فقال هذا واشار الى الامام الغزالى فسأله موسى سؤالا فاجابه بعشرة اجوبة فاعترض عليه موسى بان السؤال ينبغى ان يطابق الجواب والسؤال واحد والجواب عشرة فقال الامام هذا الاعتراض وارد عليك ايضا حين سئلت وما تلك بيمينك ياموسى وكان الجواب عصاى فعددت صفات كثيرة قال فبينما انا متفكر فى جلالة قدر محمد عليه السلام وكونه جالسا على التخت بانفراده والخليل والكليم والروح جالسون على الارض اذ رفسنى شخص برجله رفسة مزعجة فتنبهت فاذا بقيم ثم غاب عنى فلم اجده الى يومى هذا ومن هذا قال

فانسب الى ذاته ماشئت من شرف * وانسب الى قدره ماشئت من عظم

اللهم يسر لنا شفاعته ﴿ وماجعلنا القبلة ﴾ مفعول اول لجعلنا ﴿ التى كنت عليها ﴾ مفعول ثان له بتقدير موصوف اى الجهة التى كنت عليها وهى الكعبة لانه عليه السلام كان مأمورا بان يصلى الى الكعبة وهو بمكة ثم لما هاجر امر بالصلاة الى صخرة بيت المقدس التى منها يصعد الملائكة الى السماء ثم اعيد الى ما كان عليه اولا والمعنى مارددناك الى ما كنت عليه اى على استقباله والتوجه اليه وماجعلنا ذلك لشئ من الاشياء ﴿ الا لنعلم من يتبع الرسول ﴾ فى التوجه الى ما امر به ﴿ ممن ينقلب ﴾ اى ينصرف ويرجع ﴿ على عقبيه ﴾ العقب مؤخر القدم والانقلاب على العقبين مستعار للارتداد والرجوع عن الدين الحق الى الباطل ومعنى لنعلم ليظهر علمنا على مظاهر الرسول والمؤمنين ويتميز عندهم الثابت على الاسلام الصادق فيه من المتردد الذى يرتد بادنى سبب لقلته وضعف ايمانه لانه لم يعلم حالهم فعلم لانه تعالى كان عالما فى الازل بهم وبكل حال من احوالهم التى تقع فى كل زمان من ازمنة وجودهم مقارنة للزمان الذى تقع فيه تلك الحال وكل من يعلم شيأ فانما يعلم بان يظهر ذلك العلم فيه ويقرب من هذا ماقيل المعنى ليعلم رسول الله والمؤمنون وانما اسند علمهم الى ذاته لانهم خواصه واهل الزلفى عنده هذا هو المعنى الذى اختاره القاشانى فى تأويلاته وزيف ماعداه والعلم فى قوله لنعلم بمعنى المعرفة اى لنعرف الذى يتبع الرسول فلا يحتاج الى مفعول ثان * فان قيل ان الله لايوصف بالمعرفة فلا يقال الله عارف فكيف يكون العلم بمعنى المعرفة هنا * قلت انما لايوصف بها اذا كانت بمعناها المشهور وهو الادراك المسبوق بالعدم واما اذا كانت بمعنى الادراك الذى لايتعدى الى مفعولين فيجوز ان يوصف الله بها وقوله ممن ينقلب حال من فاعل يتبع اى متميزا منه ﴿ وان كانت ﴾ اى القبلة المحولة ﴿ لكبيرة ﴾ اى شاقة ثقيلة على من يألف التوجه الى القبلة المنسوخة فان الانسان ألوف لما يتعوده يثقل عليه الانتقال منه وان هى المخففة من المثقلة واسمها محذوف وهو القبلة واللام هى الفارقة بينها وبين النافية كما فى قوله تعالى ﴿ان كان وعد ربنا لمفعولا﴾ ﴿ الا على الذين هدى الله ﴾ اى هداهم الى حكمة الاحكام وارشدهم وعرفهم انما كلفه عباده متضمن لحكمة لامحالة وان لم يهتدوا الى خصوصية تلك الحكمة بعينها فتيقنوا بذلك ان السعيد الفائز من اطاع ربه

الحكيم وان الشقى الخاسر من عصى ربه العليم ثم بين انهم مثابون على ذلك الثبات والاتباع وان ذلك غير ضائع منهم فقال ﴿ وما كان الله ﴾ مريدا ﴿ ليضيع ايمانكم ﴾ اى ثباتكم على التصديق بجميع ماجاء به النبي عليه السلام من غير ان ترتابوا فى شئ من ذلك ﴿ ان الله بالناس ﴾ متعلق برؤف ﴿ لرؤف ﴾ اى ذو مرحمة عظيمة لهم حيث نقلهم برحمته من ذلك الى هذا وهو اصلح لهم ﴿ رحيم ﴾ يغفر ذنوبهم بالايمان وايصال الرزق : قال السعدى

فروماند كانرا برحمت قريب * تضرع كنانرا بدعوت مجيب

ـ روى ـ انه اخذ بعض امراء الكفار وكان جائرا قاتلا فى زمن داود عليه السلام فصلب فوق الجبل عشاء ورجع الناس الى منازلهم وبقى هذا على الخشبة وحده وتضرع الى آلهته فلم يغنوا عنه شيأ ثم رجع الى الله وقال انت الله الحق اتيت اليك لتغيثنى برحمتك قال الله تعالى ياجبريل ان هذا عبد آلهته طويلا فلم ينتفع ففزع الى ودعانى فاستجبت له فاهبط الى الارض وضعه على الارض فى سلامة وعافية ففعل فلما اصبحوا رأوه وهو حى يصلى لله تعالى فاخبروا داود بذلك فدعا الله فيه مستكشفا سره فاوحى الله اليه ياداود انى ارحم من آمن بى ودعانى فان لم افعل فأى فرق بينى وبين آلهته * واعلم ان جماعة قد ارتدوا عن الاسلام عند تحويل القبلة لتعلقهم بما سوى الله تعالى وعدم فنائهم فى الله ورضاهم بما يجئ عليهم من القضاء فاخذتهم الكدرة كالسيل واما الذين سعدوا سعادة ازلية فلم يتعلقوا فى الحقيقة ببيت المقدس ولا بالكعبة بل بالرب الخالق لهما ولغيرهما وفنوا عن اراداتهم فجاءت ارادة الله لهم كالشهد المصفى فأخذهم السرور والصفا : قال الصائب

مهياى فنارا ازعلايق نيست پروايى * نينديشد زخار آنكس كه دامان بركمر دارد

ذكر ان اباالقاسم الجنيد البغدادى لما رأوه فى وادى الوله ظنوا انه مرض او جن فجعلوه فى دار الشفاء فزاره بعض من يدعى حبه فقال لهم من انتم فقالوا نحن احباؤك فرماهم بالاحجار ففروا من عنده وقالوا قد غلب عليه الجنون فقال تدعون الحب باقوالكم وقد يكذبها افعالكم فالمحب من اسره مااصابه من الحبيب فلذلك قد عد اشد البلاء عند الانبياء والاولياء ألذ من الحلوى فاكتسوا حلل التسليم والاصطبار وغاصوا فى لجج المكاشفات والمشاهدات واشتغلوا مع الجنان واللسان بالتوحيد وذكر الملك المنان حتى عدوا الالتفات الى غيره ولو باكل لقمة من الموانع فلذلك ارتقوا فى الفناء والبقاء الى غاية المبتغى ولما قال موسى عليه السلام رب ارنى انظر اليك قال ياموسى لن ترانى فى البساط الفانى اصبر حتى اجعله باقيا حتى ترانى ياموسى رعيت غنم شعيب عشر سنين اتريد ان ترانى بعبادة اربعين يوما ثم اصطفاه واعطاه مااعطاه فلما ارجع الى قومه رأى فى الطريق الجبل الاعلى فسأل عنه متعجبا فقال الجبل ياموسى كنت ترعى الغنم فى وعلى رأسك قلنسوة وفى يدك عصا فالله الذى اصطفاك برسالاته وبكلامه لقد جعلنى الاعلى بفضله وانعامه اللهم اجعلنا على صراطك المستقيم واتباع رسولك الكريم واهدنا التوجه الى كعبة ذاتك والانجذاب اليك والوصول الى مشاهدتك ﴿ قد ﴾ لفظ قد فى المضارع للتقليل وقد استعمل ههنا للتكثير بطريق الاستعارة للمجانسة بين الضدين فى الضدية ﴿ نرى ﴾ مستقبل لفظا ماض معنى ومتأخر تلاوة متقدم معنى لانها رأس القصة والمعنى

شاهدنا وعلمنا ﴿ تقلب وجهك ﴾ اى تردد وجهك فى تعرف نظرك ﴿ فى السماء ﴾ اى فى جهتها تطلعا للوحى وكان عليه السلام يقع فى روعه ويتوقع من ربه ان يحوله الى الكعبة لانها قبلة ابيه ابراهيم واقدم القبلتين وادعى للعرب الى الايمان من حيث انها كانت مفخرة لهم وامنا ومزارا ومطافا ولمخالفة اليهود فانهم كانوا يقولون انه يخالفنا فى ديننا ثم انه يتبع قبلتنا ولولا نحن لم يدر أين يستقبل فعند ذلك كره ان يتوجه الى قبلتهم حتى روى انه صلى الله عليه وسلم قال لجبريل (وددت ان الله صرفنى عن قبلة اليهود الى غيرها) فقال له جبريل انا عبد مثلك وانت كريم على ربك فادع ربك وسله ثم ارتفع جبريل وجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يديم النظر الى السماء رجاء ان يأتيه جبريل بالذى سأل ربه فانزل الله هذه الآية واول مانسخ من المنسوخات هو خمسون صلاة نسخت الى خمس للتخفف ثم تحويل القبلة الى بيت المقدس بمكة امتحانا للمشركين بعد ان كان للمصلى ان يتوجه حيث شاء لقوله تعالى (فاينما تولوا فثم وجه الله) ثم تحويلها من بيت المقدس الى الكعبة بالمدينة امتحانا لليهود كذا فى تفسير الفاتحة للمولى الفنارى ﴿ فلنولينك قبلة ﴾ اى فوالله لنعطينكها ولنمكننك من استقبالها من قولك وليته كذا اى صيرته واليا له وولى الرجل ولاية اى تمكن منه اوفلنجعلنك تلى سمتها دون سمت بيت المقدس من وليه وليا اى قربه ودنا منه واوليته اياه ووليته اى ادنيته منه ﴿ ترضاها ﴾ مجاز عن المحبة والاشتياق لانه عليه السلام لم يكن ساخطا للتوجه الى بيت المقدس كارهاله غير راض اى تحبها وتتشوق اليها لالهوى النفس والشهوة الطبيعية بل لمقاصد دينية وافقت مشيئة الله تعالى ﴿ فول وجهك شطر المسجد الحرام ﴾ اى اصرف وجهك اى اجعل وجهك بحيث يلى شطره ونحوه والمراد بالوجه ههنا جملة البدن لان الواجب على المكلف ان يستقبل القبلة بجملة بدنه لابوجهه فقط ولعل تخصيص الوجه بالذكر التنبيه على انه الاصل المتبوع فى التوجه والاستقبال والمتبادر من لفظ المسجد الحرام هو المسجد الاكبر الذى فيه الكعبة والحرام المحرم اى المحرم فيه القتال اوالممنوع من الظلمة ان يتعرضوا له وفى ذكر المسجد الحرام دون الكعبة ايذان بكفاية مراعاة جهة الكعبة باتفاق بين الحنفية والشافعية لان استقبال عينها للبعيد متعذر وفيه حرج عظيم بخلاف القريب ﴿ وحيثما كنتم ﴾ اى فى أى موضع كنتم من الارض من بحر اوبر شرق اوغرب واردتم الصلاة ﴿ فولوا وجوهكم شطره ﴾ فانه القبلة الى نفخ الصور امر لجميع المؤمنين بذلك بعدما امر به النبى عليه السلام تصريحا بعمومه لكافة العباد من كل حاضر وباد حثا للامة على المتابعة ﴿ وان الذين اوتوا الكتاب ﴾ من فريقى اليهود والنصارى ﴿ ليعلمون انه ﴾ اى التحويل الى الكعبة ﴿ الحق ﴾ اى الثابت كائنا ﴿ من ربهم ﴾ لما ان المسطور فى كتبهم انه عليه السلام يصلى الى القبلتين بتحويل القبلة الى الكعبة بعدما كان يصلى الى بيت المقدس ومعنى من ربهم اى من قبله تعالى لاشئ ابتدعه الرسول صلى الله عليه وسلم من قبل نفسه فانهم كانوا يزعمون انه من تلقاء نفسه ﴿ وما الله بغافل عما تعملون ﴾ خطاب للمسلمين واليهود جميعا على التغليب فيكون وعدا للمسلمين بالاثابة وجزيل الجزاء ووعيدا وتهديدا لليهود على عنادهم ﴿ ولئن اتيت الذين اوتوا الكتاب بكل آية ﴾ برهان

قاطع على ان التوجه الى الكعبة هو الحق ﴿ ماتبعوا قبلتك ﴾ عنادا ومكابرة وهذا فى حق قوم معينين علم الله انهم لايؤمنون فان منهم من آمن وتبع القبلة ﴿ ومااتت بتابع قبلتهم ﴾ حسم لاطماعهم اذ كانوا تناجوا فى ذلك وقالوا لوثبت على قبلتنا لكنا نرجو ان يكون صاحبنا الذى ننتظره وطمعوا فى رجوعه الى قبلتهم ﴿ ومابعضهم بتابع قبلة بعض ﴾ فان اليهود تستقبل الصخرة والنصارى مطلع الشمس لايرجى توافقهم كمالايرجى موافقتهم لك لتصلب كل فريق فيماهوفيه فالمحق منهم لايزل عن مذهبه لتمسكه بالبرهان والمبطل لايقلع عن باطله لشدة شكيمته فى عناده ﴿ ولئن اتبعت اهواءهم ﴾ جمع هوى وهو الارادة والمحبة اى ولئن وافقتهم فى مراداتهم بان صليت الى قبلتهم مداراة لهم وحرصا على ايمانهم ﴿ من بعدماجاءك من العلم ﴾ اى من بعد ماعلمت بالوحى القاطع ان قبلة الله هى الكعبة ﴿ انك اذا ﴾ حرف جواب وجزاء توسطت بين اسم ان وخبرها لتقرير مابينهما من النسبة ﴿ لمن الظالمين ﴾ اى المرتكبين الظلم الفاحش وهذه الجملة الشرطية الفرضية واردة على منهاج التهييج والالهاب للثبات على الحق * وفيه لطف للسامعين وتحذير لهم عن متابعة الهوى فان من ليس من شانه ذلك اذا نهى عنه ورتب على فرض وقوعه مارتب من الانتظام فى سلك الراسخين فى الظلم فما ظن من ليس كذلك : قال فى المثنوى

تازه كن ايمان نه از كفت زبان * اى هوا را تازه كرده در نهان

تا هوا تازه است ايمان تازه نيست * كين هوا جز قفل آن دروازه نيست

در اوائل دفتر يكم در بيان قصه مكر كردن خركوش با نخجير الخ

﴿ الذين آتيناهم الكتاب ﴾ ايتاء فهم ودراسة وهم الاحبار ﴿ يعرفونه ﴾ اى الرسول صلى الله عليه وسلم ﴿ كمايعرفون ابناءهم ﴾ اى يعرفونه صلى الله عليه وسلم باوصافه الشريفة المكتوبة فى كتابهم لايشتبه عليهم كما لايشتبه ابناؤهم وتخصيصهم بالذكر دون مايعم البنات لكون الذكور اشهر واعرف عندهم منهن وهم بصحبة الآباء ألزم و بقلوبهم ألصق * فان قيل لم يقل كما يعرفون انفسهم مع ان معرفة الشخص نفسه اقرب اليه من معرفة سائر الاشياء * فالجواب ما قال الراغب لان الانسان لايعرف نفسه الا بعد انقضاء برهة من دهره ويعرف ولده من حين وجوده ﴿ وان فريقا منهم ﴾ هم الذين كابروا وعاندوا الحق ﴿ ليكتمون الحق وهم يعلمون ﴾ ان محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الكعبة قبلة الله والباقون هم الذين آمنوا منهم فانهم يظهرون الحق ولايكتمونه واما الجهلة منهم فليست لهم معرفة بالكتاب ولابما فى تضاعيفه فماهم بصدد الاظهار ولابصدد الكتم وانما كفرهم على وجه التقليد ﴿ الحق ﴾ الذى انت عليه يامحمد ﴿ من ربك ﴾ خبر لقوله الحق ﴿ فلاتكونن من الممترين ﴾ اى الشاكين فى كون الحق من ربك هذا خطاب له صلى الله عليه وسلم والمقصود خطاب امته ونهيهم عن الامتراء ومعنى نهى الامة عن الامتراء امرهم بضده الذى هو اليقين وطمانينة القلب * قال القشيرى حملهم مستكنات الحسد وسوء الاختيار على مكابرة ماعلموا بالاضطرار وكذلك المغمور فى ظلمات نفسه يلقى جلباب الحياء فلاينجع فيه ملام ولايرده عن انهما كه كلام * قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده افندى عندنا ثلاث مراتب . احديها مرتبة التقليد

وهى لعامة الناس . والثانية مرتبة التحقيق والايقان وهى للمجتهدين كالائمة الاربعة ومن يحذو حذوهم . والثالثة مرتبة المشاهدة والعيان فهى للكمل من اهل السلوك قال واذا لم تتطهر النفس من الاخلاق الرديئة لاتحصل المعارف الآلهية وان كان كاملا فى العقل والعلوم ألا يرى ان الشيطان مع عقله وعلمه كيف استكبر وعصى امر الله تعالى لما فى نفسه من الكبر والحسد وكذلك حال اهل الكتاب فى امر القبلة وشأن النبى صلى الله عليه وسلم حيث لم ينفع العلم والمعرفة لخبث باطنهم فلابد من تزكية النفوس وتصفية القلوب والاستقامة فى باب الحق الى ان يأتى اليقين ـ حكى ـ ان يونس خدم شيخه طبق امره ثلاثين سنة بالصدق حتى تورم ظهره من نقل الحطب فلم يظهر وكان شيخه نظر له فثقل ذلك على سائر الطالبين وقالوا انه يخدم الشيخ على محبة بنته حتى تكلموا فى ذلك الشيخ فلما اتى بالحطب قال شيخه نعم الحطب المستقيم يايونس فقال ان غير المستقيم لايليق بهذا الباب وماتكلموا فى حقه ليس على وجه النفاق بل لما رأوا انهم لايحملون مايحمل يونس اشكل عليهم الامر فحملوه على حب البنت وسؤال الشيخ ايضا وجواب يونس بهذا الوجه انما كان لارشادهم وازالة شبههم والا فالشيخ كان يعرف احوال يونس ولم يحصل له سوء ظن من كلامهم لان من كان مرشدا لايعرف حال المريد بكلام الغير فى المدح والذم ثم زوج الشيخ بنته له وقال حتى لايكون الاخوان كاذبين ولايحصل لهم الخجالة وكانت البنت متى قرأت القرآن يقف الماء فلم يمسها يونس الى آخر عمره وقال انا لاأليق بها فللسالك فى مرتبة الطبيعة ان يترك مقتضاها ويقتصر على قدر الكفاية من الاكل والشرب ولايتقيد بتدارك ماتشتهيه طبيعته فان الخير فى مخالفتها ومن تربية النفس ان يجتنب عن حب الاموال والاولاد فانهما فتنة ومعينان لها على كبرها بكثرتهما واكثر الانفس لاتحب صرفهما بل تدخرها ليزداد استكبارها وقد قال تعالى ﴿ يوم لاينفع مال ولابنون الامن اتى الله بقلب سليم ﴾ فمادام لم تصلح الطبيعة والنفس لايصل الطالب الى مطلوبه ففى الحج اشارة الى ذلك فان قاصد البيت المكرم يترك استراحة بدنه ويبذل ماله الى ان يصل الى مشاهدته فكذلك قاصد رب البيت يفنى عن جميع ماسواه ويكون فى توجهه وحدانيا هيولانيا حتى يشاهد ببصيرته مايشاهد فالصلاة مستقبلا الى شطر المسجد الحرام عين التوجه الى الذات الاحدية لان الكعبة مثال صورى لحضرته تعالى وان المراد من الاستقبال اليها الاقبال اليه تعالى مع انه لايتقيد التوجه حقيقة لكن الاستقبال صورة رعاية للادب ودور مع الامر الآلهى فان لله تعالى فى كل شئ حكمة ومصلحة ومن تخلص من القيود وانجذب الى الرب المعبود فقد تجلى له قوله ﴿ فأينما تولوا فثم وجه الله ﴾ وظهر له سر الظاهر والمظهر

عاشقى ديد از دل پر تاب * حضرت حق تعالى اندر خواب
دامنش را كرفت آن غمخور * كه ندارم من از تو دست دكر
چون بر آمد ز خواب خوش درويش * ديد محكم كرفته دامن خويش

فطوبى لمن دار مع الامر الآلهى وسلم من الاعتراض وتخلص من الانقباض وفنى عن اضافة

الوجود الى نفسه و بقى بربه وبكمالاته اللهم اجعلنا من المهديين الى هذه الرتبة العظمى والكعبة العليا واصرفنا فى مسالكنا عن الانحراف الى شئ من الآخرة والدنيا ﴿ ولكل ﴾ اى لكل امة من الامم اعنى المسلمين واليهود والنصارى ﴿ وجهة ﴾ اى قبلة وجهة ﴿ هو ﴾ راجع الى كل ﴿ موليها ﴾ اى محول وموجه الى تلك الجهة وجهه فقبلة كل امة من اهل الاديان المختلفة مغايرة لقبلة الامة الاخرى ﴿ فاستبقوا الخيرات ﴾ اى الى الخيرات بنزع الجار والمراد جميع انواع الخيرات من امر القبلة وغيره مماينال به سعادة الدارين والمعنى لكل امة قبلة يتصلبون فى التوجه اليها بحيث لاينصرفون عنها الى القبلة الحق وان اتيتهم بكل آية دالة على ان القبلة هى الكعبة واذا كان الامر كذلك فاستبقوا انتم وبادروا الى الفعلات الخيرات وهى ماثبت انه من الله تعالى ولاتقتفوا اثر المكابرين المستكبرين الذين يتبعون اهواءهم ويلقون الحق وراء ظهورهم فانهم انمايستبقون الى الشر والفساد اذليس بعد الحق الا الضلال * قال بعض اهل الحقيقة معناه كل قوم اشتغلوا بغيرنا عنا واقبلوا على غيرنا فكونوا معاشر العارفين لنا واشتغلوا بنا عن غيرنا فان مرجعكم الينا كما قال تعالى ﴿ اينما ﴾ اى فى أى موضع ﴿ تكونوا ﴾ انتم واعداؤكم ﴿ يأت بكم الله جميعا ﴾ يحشركم الله الى المحشر للجزاء ويفصل بين المحق والمبطل فهو وعد لاهل الطاعة ووعيد لاهل المعصية ﴿ ان الله على كل شئ قدير ﴾ فيقدر على الامانة والاحياء والجمع ﴿ ومن حيث خرجت ﴾ اى من أى مكان وبلد خرجت اليه للسفر ﴿ فول وجهك ﴾ عند صلاتك ﴿ شطر المسجد الحرام ﴾ تلقاءه فان وجوب التوجه الى الكعبة لايتغير بالسفر والحضر حالة الاختيار بل الحكم بالاسفار مثله حالة الاقامة بالمدينة ﴿ وانه ﴾ اى هذا المأمور به وهو تحويل القبلة الى الكعبة ﴿ للحق من ربك ﴾ اى الثابت الموافق للحكمة ﴿ وماالله بغافل عما تعملون ﴾ فيجازيكم بذلك احسن جزاء فهو وعد للمؤمنين ﴿ ومن حيث خرجت ﴾ اليه فى اسفارك ومغازيك من المنازل القريبة والبعيدة ﴿ فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيثما كنتم ﴾ ايها المؤمنون من اقطار الارض مقيمين او مسافرين وصليتم ﴿ فولوا وجوهكم ﴾ من محالكم ﴿ شطره ﴾ كرر هذا الحكم وهو التحويل وتولية الوجه شطر المسجد لما ان القبلة لها شأن خطير والنسخ من مظان الشبهة والفتنة وتسويل الشيطان فبالحرى ان يؤكد امرها مرة غب اخرى مع انه قد ذكر فى كل مرة حكمة مستقلة ﴿ لئلايكون للناس عليكم حجة ﴾ متعلق بقوله فولوا والمعنى ان التولية عن الصخرة الى الكعبة تدفع احتجاج اليهود بان المنعوت فى التوراة قبلته الكعبة واحتجاج العرب بانه يدعى ملة ابراهيم و يخالف قبلته وقوله عليكم فى الاصل صفة حجة فلما تقدم عليها امتنع الوصفية لامتناع تقدم الصفة على الموصوف فانتصب على الحالية ﴿ الا الذين ظلموا منهم ﴾ استثناء من الناس اى لئلايكون حجة لاحد من اليهود الا للمعاندين منهم القائلين ماترك قبلتنا الى الكعبة الاميلا الى دين قومه وحبا لبلده ولوكان على الحق للزم قبلة الانبياء ولا لأحد من العرب من اهل مكة الا للمعاندين منهم الذين قالوا بدا له فرجع الى قبلة آبائه ويوشك ان يرجع الى دينهم وتسمية هذه الكلمة الشنعاء حجة مع انها الخش الاباطيل لانهم كانوا يسوقونها مساقها و يوردونها موقعها

فسميت حجة مجازا تهكما بهم ﴿ فلا تخشوهم ﴾ فلا تخافوهم فى توجهكم الى الكعبة ومظاهرهم عليكم لسببه فان مطاعنهم لاتضركم شيأ ﴿ واخشونى ﴾ بامتثال امرى فلا تخالفوا امرى وما رأيته مصلحة لكم فانى ناصركم ﴿ ولأتم نعمتى عليكم ﴾ علة لمحذوف اى امرتكم بتولية الوجوه شطره لاتمامى النعمة عليكم لما انه نعمة جليلة وما وقع من اوامر الله تعالى وتكاليفه وائتمار المكلف بالتوجه الى حيث وجهه الله تعالى وان كان نعمة يتوصل به الى الثواب الجزيل الا ان امره تعالى بالتوجه الى قبلة ابراهيم تمام النعمة فى امر القبلة فان القوم كانوا يفتخرون باتباع ابراهيم فى جميع ما كانوا يفعلونه فلما وجهوا الى قبلته بعد ما صرفوا عنها لمصلحة حادثة فقد اصابوا تمام النعمة فى امر القبلة فان نعمة الله تعالى على عباده ضربان موهوب ومكتسب فالموهوب نحو صحة البدن وسلامة الاعضاء وغيرها والمكتسب نحو الايمان والعمل الصالح بامتثال الاوامر والاجتناب عن المناهى فان ذلك كله يؤدى الى سعادة الدارين ﴿ ولعلكم تهتدون ﴾ اى ولارادتى اهتداءكم الى شعائر الملة الحنيفية وشرائع الدين القويم ﴿ كما ارسلنا فيكم رسولا منكم ﴾ متصل بما قبله اى ولاتم نعمتى عليكم فى امر القبلة اتماما كائنا كاتمامى لها بارسال رسول كائن منكم وهو محمد صلى الله عليه وسلم فان ارسال الرسول لا سيما المجانس لهم نعمة لم تكافئها نعمة قط ﴿ يتلوا عليكم آياتنا ﴾ وهو القرآن العظيم ﴿ ويزكيكم ﴾ اى يحملكم على ما تصيرون به ازكياء طاهرين من دنس الذنوب المكدرة لجوهر النفس لان شأن الرسل الدعوة والحث على اعمال يحصل بها طهارة نفوس الامة من الشرك والمعاصى لاتطهيرهم اياهم بمباشرتهم من اول الامر ﴿ ويعلمكم الكتاب ﴾ اى ما فى القرآن من المعانى والاسرار والشرائع والاحكام التى باعتبارها وصف القرآن بكونه هدى ونورا فانه عليه السلام كان يتلوه عليهم ليحفظوا نظمه ولفظه فيبقى على ألسنة اهل التواتر مصونا من التحريف والتصحيف ويكون معجزة باقية الى يوم القيامة وتكون تلاوته فى الصلاة وخارجها نوعا من العبادة والقربة ومع ذلك كان يعلم ما فيه من الحقائق والاسرار ليهتدوا بهداه وانواره ﴿ والحكمة ﴾ هى الاصابة فى القول والعمل ولا يسمى حكيما الا من اجتمع له الامران كذا قال الامام من احكمت الشئ اى رددته عما لا يعنيه وكأن الحكمة هى التى ترد عن الجهل والخطأ * واعلم ان العمل بالقرآن متفرع على معرفة معناه وهو متفرع على معرفة الفاظه والتزكية غاية اخيرة لانها متفرعة على العمل لكنها قدمت فى الذكر نظرا الى تقدمها فى التصور ﴿ ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون ﴾ قال الراغب ان قيل ما معنى ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون وهل ذلك الا الكتاب والحكمة قيل عنى بذلك العلوم التى لا طريق الى تحصيلها الا من جهة الوحى على ألسنة الانبياء ولا سبيل الى ادراك جزئياتها وكلياتها الا به وعنى بالحكمة والكتاب ما كان للعقل فيه مجال فى معرفة شئ منه واعاد ذكر ويعلمكم مع قوله ما لم تكونوا تعلمون تنبيها على انه مفرد عن العلم المتقدم ذكره ﴿ فاذكرونى ﴾ بالطاعة لقوله عليه السلام (من اطاع الله فقد ذكر الله وان قلت صلاته وصيامه وقراءته القرآن ومن عصى الله فقد نسى الله وان كثرت صلاته وقراءته القرآن) ﴿ اذكركم ﴾ بالثواب واللطف والاحسان وافاضة الخير

وفتح ابواب السعادات واطلق على هذا المعنى الذكر الذى هوادراك مسبوق بالنسيان والله تعالى منزه عن النسيان بطريق المجاز والمشاكلة لوقوعه فى صحبة ذكر العبد ﴿ واشكروالى ﴾ على ماانعمت عليكم من النعم والذكر بالطاعة هو الشكر فقوله واشكروا لى امر بتخصيص شكرهم به تعالى لاجل افضاله وانعامه عليهم وان لايشكروا غيره * وجعل صاحب التيسير قوله تعالى فاذكرونى امرا بالقول وقوله واشكروا لى امرا بالعمل * قال الراغب ان قيل ماالفرق بين شكرت لزيد وشكرت زيدا قيل شكرت له هو ان تعتبر احسانه الصادر عنه فتثنى عليه بذلك وشكرته اذا لم تلتفت الى فعله بل تجاوزت الى ذكر ذاته دون اعتبار احواله وافعاله فهوابلغ من شكرت له وانما قال واشكروا لى ولم يقل واشكرونى علما بقصورهم عن ادراكه بل عن ادراك آلائه كما قال تعالى ﴿وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها﴾ فأمرهم ان يعتبروا بعض افعاله فى الشكر لله ﴿ ولاتكفرون ﴾ بجحد النعم وعصيان الامر * فان قيل لم قال بعد واشكروا لى ولاتكفرون ولم يقتصر على قوله واشكروا لى * قلنا لواقتصر على قوله واشكروا لى لكان يجوز ان يتوهم ان من شكره مرة اوعلى نعمة ما فقد امتثل ولواقتصر على قوله ولاتكفرون لكان يجوز ان يتوهم ان ذلك نهى عن تعاطى فعل قبيح دون حث على الفعل الجميل فجمع بينهما لازالة هذا التوهم ولان فى قوله ولاتكفرون تنبيها على ان ترك الشكر كفران * فان قيل لم قال ولاتكفرون ولم يقل ولاتكفروا لى * قيل خص الكفر به تعالى بالنهى عنه للتنبيه على انه اعظم قباحة بالنسبة الى كفر نعمه فان كفران النعم قد يعفى عنه بخلاف الكفر به تعالى كذا فى تفسير الراغب الاصفهانى * قال بعض العلماء لما خص الله هذه الامة بفضل قوة وكمال بصيرة بالنسبة الى بنى اسرائيل قال لهم ﴿يابنى اسرائيل اذكروا نعمتى التى انعمت عليكم﴾ فامرهم بذكر نعمه المنسية المغفول عنها لينظروا منها الى المنعم وقال لهذه الامة ﴿ فاذكرونى ﴾ فامرهم ان يذكروه بلاواسطة لقوة بصيرتهم : قال الصائب

درسر هرخام طينت نشئهٔ منصور نيست * هرسفالى را صداى كاسهٔ فغفور نيست

* قال الامام الغزالى الذكر قد يكون باللسان وقد يكون بالقلب وقد يكون بالجوارح فذكرهم اياه باللسان ان يحمدوه ويسبحوه ويمجدوه ويقرأوا كتابه * وذكرهم اياه بقلوبهم على ثلاثة انواع . احدها ان يتفكروا فى الدلائل الدالة على ذاته وصفاته ويتفكروا فى الجواب عن الشبه العارضة فى ملك الله . وثانيها ان يتفكروا فى الدلائل الدالة على كيفية تكاليفه واحكامه واوامره ونواهيه ووعده ووعيده فاذا عرفوا كيفية التكليف وعرفوا مافى الفعل من الوعد وفى الترك من الوعيد سهل عليهم الفعل . وثالثها ان يتفكروا فى اسرار مخلوقات الله تعالى حتى يصير كل ذرة من ذرات المخلوقات كالمرآة المجلوة المحاذية لعالم القدس فاذا نظر العبد اليها انعكس شعاع بصره منها الى عالم الجلال وهذا المقام مقام لانهاية له * واما ذكرهم اياه تعالى بجوارحهم فهو ان تكون جوارحهم مستغرقة فى الاعمال التى امروا بها وخالية عن الاعمال التى نهوا عنها وعلى هذا الوجه سمى الله تعالى الصلاة ذكرا بقوله ﴿ فاسعوا الى ذكر الله ﴾ فصار الامر بقوله ﴿ اذكرونى ﴾ متضمنا لجميع الطاعات ولهذا ذكر عن سعيد بن جبير انه قال اذكرونى بطاعتى فاجمله حتى يدخل

(فيه)

فيه جميع انواع الذكر واقسامه انتهى كلام الامام * قال لقمان لابنه يابنى اذا رأيت قوما يذكرون الله تعالى فاجلس معهم فانك ان تك عالما ينفعك علمك وان تك جاهلا علموك ولعل الله يطلع عليهم برحمته فيصيبك معهم واذا رأيت قوما لايذكرون فلاتجلس معهم فانك ان تك عالما لاينفعك علمك وان تك جاهلا يزيدوك جهلا اوغيا ولعل الله يطلع عليهم بسخطه فيصيبك معهم اللهم اجعلنا من الذاكرين ﴿ ياايها الذين آمنوا استعينوا ﴾ فى كل ماتأتون وماتذرون ﴿ بالصبر ﴾ على الامور الشاقة على النفس كالصبر عن المعاصى وحظوظ النفس ﴿ والصلوة ﴾ التى هى ام العبادات ومعراج المؤمنين ومثاب رب العالمين ــ روى ــ انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا حزبه امر فزع الى الصلاة وتلا هذه الآية * وانما خص الصبر والصلاة بالذكر لان الصبر اشد الاعمال الباطنة على البدن والصلاة اشد الاعمال الظاهرة عليه لانها مجمع انواع الطاعات من الاركان والسنن والآداب والحضور والخضوع والتوجه والسكون وغير ذلك مما لايتيسر حفظه الابتوفيق الله تعالى * قال عصام الدين قدم الترك على الفعل لان التخلية قبل التحلية ولهذا قدم النفى فى كلمة التوحيد واكتفى بذكر الصلاة لان الخطاب لكل من المؤمنين والمشترك بين الجميع بعد الايمان الصبر عن المعاصى والصلاة واما الزكاة فمختصة باصحاب النصاب واما الحج فباصحاب الاستطاعة والصوم صبر عن معصية الاكل والشرب وغيرهما ﴿ ان الله مع الصابرين ﴾ بالنصرة واجابة الدعوة فمعنى المعية الولاية الدائمة المستتبعة لهما ودخول مع على الصابرين لما انهم المباشرون للصبر حقيقة فهم متبوعون من تلك الحيثية * قال عصام الدين فى التفسير الاجل ان الله مع الصابرين لان الصابرين لايذهلون عن ذكره بخلاف المجتنبين عن الصبر فان قلوبهم لاهية عن ذكر الله والقلب اللاهى عنه ممتلئ من هموم الدنيا وان كانت الدنيا بأسرها له انتهى كلامه * ان قيل لم قال (ان الله مع الصابرين) ولم يقل مع المصلين وقال فى الآية الاخرى ﴿ واستعينوا بالصبر والصلوة وانها لكبيرة ﴾ فاعتبر الصلاة دون الصبر * قيل لما كان فعل الصلاة اشرف واعلى من الصبر اذ قد ينفك الصبر عن الصلاة ولاتنفك الصلاة عن الصبر ذكر ههنا الصابرين فمعلوم انه تعالى اذا كان مع الصابرين فهو لامحالة يكون مع المصلين بطريق الاولى وقال هناك لكبيرة فذكر الصلاة دون الصبر تنبيها على انها اشرف منزلة من الصبر * واعلم ان الصبر الذى هو تحمل المشاق من غير جزع واضطراب ذريعة الى فعل كل خير ومبدأ كل فضل فان اول التوبة الصبر عن المعاصى واول الزهد الصبر عن المباحات واول الارادة الصبر وطلب ترك ماسوى الله تعالى ولهذا قال صلى الله عليه وسلم (الصبر من الايمان بمنزلة الرأس من الجسد) وقال (الصبر خير كله) فمن تحلى بحلية الصبر سهل عليه ملابسة الطاعات والاجتناب عن المنكرات وكذا الصلاة قال تعالى ﴿ ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ﴾

صبر كن حافظ بسختى روز وشب * عاقبت روزى بيابى كامرا

وفى الحديث (اذا جمع الله الخلائق نادى مناد اين اهل الفضل قال فيقوم ناس وهم يسيرون سراعا الى الجنة فتلقاهم الملائكة فيقولون انا نراكم سراعا الى الجنه فمن انتم قالوا نحن اهل الفضل فيقولون ماكان فضلكم قالوا كنا اذا ظلمنا صبرنا واذا اسيئ

الينا عفونا فيقال لهم ادخلوا الجنة فنعم اجر العاملين ثم ينادى مناد اين اهل الصبر فيقوم ناس يسيرون سراعا الى الجنة فتلقاهم الملائكة فيقولون انا نراكم سراعا الى الجنة فمن انتم فيقولون نحن اهل الصبر فيقولون ماكان صبركم قالوا كنا نصبر على طاعة الله ونصبر عن معاصى الله فيقال لهم ادخلوا الجنة ثم ينادى مناد اين المتحابون فى الله فيقوم ناس يسيرون سراعا الى الجنة فتلقاهم الملائكة فيقولون من انتم فيقولون نحن المتحابون فى الله فيقولون وماكان تحابكم فى الله قالوا كنا نتحاب فى الله والجنة كذا فى نزهة القلوب ﴿ ولاتقولوا ﴾ نزلت فى شهداء بدر وكانوا اربعة عشر رجلا ستة من المهاجرين وثمانية من الانصار وكان الناس يقولون ﴿ لمن يقتل ﴾ فى سبيل الله مات فلان وذهب عنه نعيم الدنيا ولذتها فانزل الله تعالى ولاتقولوا لمن يقتل القتل نقض البنية الحيوانية ﴿ فى سبيل الله ﴾ وهو الجهاد لانه طريق الى ثواب الله ورحمته ﴿ اموات ﴾ اى هم اموات ﴿ بل احياء ﴾ اى كالاحياء فى الحكم لاينقطع ثواب اعمالهم لانهم قتلوا لنصرة دين الله فمادام الدين ظاهرا فى الدنيا واحد يقاتل فى سبيل الله فلهم ثواب ذلك لانهم سنوا هذه السنة ﴿ ولكن لاتشعرون ﴾ كيف حالهم فى حياتهم وفيه رمز الى انها ليست مما يشعر به بالمشاعر الظاهرة من الحياة الجسمانية وانما هى امر روحانى لايدرك بالعقل بل بالوحى * وفى الآية دلالة على ان الارواح جواهر قائمة بأنفسها مغايرة لما يحس به من البدن تبقى بعد الموت دراكة وعليه الجمهور * فان قلت الحياة الروحانية المستتبعة لادراك اللذة والالم مشتركة فى الجميع فما وجه تخصيص الشهداء بها * قلت لاختصاصهم بالقرب من الله تعالى ومزيد البهجة والكرامة ومن لم يبلغ منزلتهم لاتكون حياته معتدا بها فكأنه ليس بحى قال تعالى فى حق اهل النار (لايموت فيها ولايحيى) * واعلم ان نفس الانسان وذاته الذى هو مخاطب مكلف مأمور منهى بأوامر الله ونواهيه جسمانى لطيف سار فى هذا البدن المحسوس سريان النار فى الفحم وماء الورد فى الورد وهو الذى يشير اليه كل احد بقوله انا وهو الانسان حقيقة وهو الولى والنبى والمثاب والمعاقب على اعماله وهو كان فى صلب آدم حين سجد له الملائكة وهو الذى سأله الله بقوله (ألست بربكم قالوا بلى) وهو الذى يتوفى فى المنام ويخرج ويسرح ويرى الرؤيا فيسر بما يرى او يحزن فان امسكه الله ولم يرجع الى جسده تبعه الروح والجسد الكثيف المعبر عنه بالبدن والروح السلطانى محل تعينه هو القلب الصنوبرى والروح الحيوانى محل تعينه هو الدماغ ويقال له القلب والعقل والنفس ايضا سرى فى جميع اعضاء البدن الا ان سلطانه قوى فى الدماغ فهو اقوى مظاهره وهو اى الروح الحيوانى انما حدث بعد تعلق الروح السلطانى بهذا الهيكل فهو من انعكاس انوار الروح السلطانى ليكون مبدأ الافعال لان الحياة امر مغيب مستور فى الحى لايعلم الا بآثارها كالحس والحركة والعلم والارادة وغيرها وهذا يدور على الروح الحيوانى فمادام هذا البخار باقيا على الوجه الذى يصلح ان يكون علاقة بينهما فالحياة قائمة وعند انتفائه وخروجه عن الصلاحية له تزول الحياة ويخرج الروح من البدن خروجا اضطراريا وهو الموت الحقيقى وكما يخرج الروح من البدن خروجا اضطراريا كذلك قد يخرج منه خروجا اختياريا ويعود اليه متى شاء وهو الذى سماه الصوفية بالانسلاخ. فقد عرفت من هذا ان مذهب اهل السنة والجماعة ان الروح جسم لطيف مغاير لهذا الهيكل المحسوس وانكشف لك حال

الروح ووقف على اسرار البرزخ واحوال القبر ومافيه من الالم واللذة الجسمانيين وانحل عندك وجه كونه روضة من رياض الجنة اوحفرة من حفر النيران فالشهداء احياء بالحياة البرزخية متنعمون لانهم اجسام لطيفة كالملائكة فانهم موجودون احياء قال المولى الفنارى فى تفسير الفاتحة كل نعيم يتنعم به الصديقون والشهداء والصالحون فى البرزخ خيالى وكذا كل عذاب يتألم به الجهنميون ومصداق ذلك انه اذا نفخ فى الصور وبعث الخلق ينسى كل واحد منهم حاله فى البرزخ ويتخيل ان ذلك الذى كان فيه منام كما تخيله المستيقظ وقد كان حين مات وانتقل الى البرزخ كالمستيقظ هناك وان الحياة الدنيا كانت له كالمنام وفى الآخرة يعتقد فى امر الدنيا والبرزخ انه منام فى منام وان اليقظة الصحيحة هى التى هو عليها فى الدار الآخرة حيث لانوم فيها ولانوم بعدها انتهى كلامه * قال فى اسئلة الحكم ان امور البرزخ والآخرة على النمط الغير المألوف فى الدنيا والارواح بعد الموت ليس لها نعيم ولا عذاب حسى جسمانى لكن ذلك نعيم اوعذاب معنوى حتى تبعث اجسادها فترد اليها فتتنعم عند ذلك حسا ومعنى ألا ترى الى بشر الحافى قدس سره لما رؤى فى المنام قيل له مافعل الله بك قال غفرلى واباح لى نصف الجنة يعنى روحه متنعمة بالجنة بما يليق بها فى مقامه والنصف الآخر هو الجنة التى يدخلها ببدنه اذا حشر فيكمل النعيم بالنصف الآخر والاكل الذى راه الميت بعد موته فى البرزخ هو كالاكل الذى يراه النائم فى النوم والنعيم به مثل النعيم به سواء كما قال عليه السلام (انى ابيت عند ربى يطعمنى ويسقينى) وكذلك كل شخص غير ان الفرق بين الرسول وغيره فى هذه الصورة ان جسم النبى يبيت جائعا ويستيقظ وهو شبعان وغير النبى يأكل فى منامه وهو جيعان ويستيقظ وهو كذلك واذا رأى الولى الوارث ذلك وقد وجد أثر الشبع اوالرى فذلك من اجزاء النبوة التى وردت فى الميراث اذ الرؤيا جزء من ستة واربعين جزأ من النبوة وقد رأى ذلك كثير من الاولياء واصبحوا وعليهم رائحة الطعام الذى اكلوه وشبعوا فهذه وراثة نبوية فقوله عليه السلام (انى لست كهيئتكم) باعتبار الغالب لا باعتبار الكل فتنعم الشهداء فى البرزخ بمرتبة تنعم الولى الوارث فى المنام فافهم هذا المقام فان الجسم المبحوث عنه ههنا هو الجسم اللطيف وتنعم بما يليق بمرتبته فى البرزخ سواء عبرت عنه بالخيالى اوبالمعنوى اوبالجسمانى اى المنسوب الى الجسم اللطيف لا الكثيف فان اللذة الجسمانية المتعلقة بالجسد الكثيف حال الدنيا لاغير * قيل يارسول الله هل يحشر مع الشهداء احد قال (نعم من يذكر الموت فى اليوم والليلة عشرين) مرة ❀ وفى التأويلات النجمية الاشارة لاتحسبوا من قتل من اهل الجهاد الاكبر بسيف جلال الله فى سبيل الله بالفناء فى الله امواتا وان فنيت اوصاف وجودهم فانهم احياء بشهود موجدهم ومن كان فناؤه فى الله كان بقاؤه بالله فتارة يفنيهم بسطوات تجلى صفات الجلال وتارة يحييهم بنفحات ألطاف الجمال فانهم يسرحون فى رياض الجمال ولكن لاتشعرون باحوالهم ولاتطلعون عليها * قال القشيرى لئن فنيت فى الله اشباحهم لقد بقيت بالله ارواحهم * وقال الجنيد من كانت حياته بنفسه يكون مماته بذهاب روحه ومن كانت حياته بربه فانه ينتقل من حياة الطبع الى حياة الاصل وهو الحياة الحقيقية : وفى المثنوى

مى كند دندان بدرا آن طبيب * تارهد ازدرد وبيمارى حبيب

در اواخر دفتر بكم دربيان كفتن بكوش ركابدار امير المؤمنين على كرم الله

پس زيادتها درون نقصهاست * مر شهيدانرا حيات اندر فناست
كر يكى سررا ببرد از بدن * صد هزاران سر بر آرد در زمن
حلق ببريده خورد شربت ولى * خلق ازلا رسته مرده در بلى

﴿ ولنبلونكم ﴾ اللام جواب قسم محذوف اى والله لنعاملنكم معاملة المبتلى هل تصبرون على البلاء وتستسلمون للقضاء اولا اذ البلاء معيار كالمحك يظهر به جوهر النفس وذلك لنظهر لكم منكم المطيع من العاصى لا لنعلم شيأ لم نكن عالمين به ﴿ بشئ من الخوف ﴾ اى بقليل من خوف الاعداء وانما قلله لان ما وقاهم منه اكثر بالنسبة الى ما اصابهم بالف مرة ﴿ و ﴾ شئ من ﴿ الجوع ﴾ اى القحط والسنة وانما اخبرهم به قبل وقوعه ليوطنوا عليه نفوسهم ويسهل لهم الصبر عليه فان مفاجأة المكره اشد على النفس من اصابته مع ترقبه ﴿ ونقص من الاموال ﴾ عطف على شئ اى وبنقص شئ قليل من ذلك بالسرقة والاغارة واخذ السلطان والهلاك والخسران ﴿ والانفس ﴾ اى بالقتل والموت او بالمرض والشيب ﴿ والثمرات ﴾ اى وذهاب ثمرات الكروم والاشجار بالبرد والسموم والريح والجراد وغيرها من الآفات وقد يكون نقص الثمرات بترك عمارة الضياع للاشتغال بالجهاد * وعن الشافعى رحمه الله الخوف خوف الله والجوع صوم رمضان والنقص من الاموال الزكاة والصدقات ومن الانفس الامراض ومن الثمرات موت الاولاد وفى الحديث (اذا مات ولد العبد قال الله تعالى للملائكة أقبضتم ولد عبدى فيقولون نعم فيقول أقبضتم ثمرة قلبه فيقولون نعم فيقول الله ماذا قال عبدى فيقولون حمدك واسترجع فيقول الله ابنوا لعبدى بيتا فى الجنة وسموه بيت الحمد) * قال بعض اهل المعرفة مطالبات الغيب اما ان تكون بالمال او بالنفس او بالاقارب او بالقلب او بالروح فمن اجاب بالمال فله النجاة ومن اجاب بالنفس فله الدرجات ومن صبر على فقد الاقارب فله الخلف والقربات ومن لم يؤخر عنه الروح فله دوام المواصلات ﴿ وبشر ﴾ الخطاب للرسول او لمن يتأتى منه البشارة لتعظيم الصبر وتفخيمه لانه فضيلة عظيمة الثواب وخصلة من خصال الانبياء والاولياء فيستحق صاحبه ان يبشره كل احد ﴿ الصابرين ﴾ على البلايا ﴿ الذين اذا اصابتهم ﴾ الاصابة ضد الخطأ ﴿ مصيبة ﴾ هى ما يصيب الانسان من مكروه لقوله عليه السلام (كل شئ يؤذى المؤمن فهو له مصيبة) واصلها الوصول من صاب السهم المرمى واصابه وصل اليه ﴿ قالوا انا لله ﴾ اى نحن عبيد الله والعبد وما فى يده لمولاه فان شاء ابقاه فى ايدينا وان شاء استرده منا فلا نجزع بما هو ملكه بل نصبر فان عشنا فعليه رزقنا وان متنا فانا اليه راجعون واليه مردنا وعنده ثوابنا ونحن راضون بحكمه فما أعطانا ربنا كان فضلا منه ولا يليق بكرمه الارتجاع فى عطاياه وانما اخذه ليكون ذخيرة لنا عنده فقولنا انا لله اقرار منا له تعالى بالملك ﴿ وانا اليه راجعون ﴾ اقرار على انفسنا بالهلك وقيل الرجوع اليه تعالى ليس عبارة عن الانتقال الى مكان وجهة فان ذلك على الله محال بل المراد منه ان يصير الى حيث لا يملك الحكم فيه سواه وذلك هو الدار الآخرة اذ لا حاكم فيها حقيقة وبحسب الظاهر الا الله تعالى بخلاف دار الدنيا فان غير الله قد يملك الحكم فيها بحسب الظاهر * وقول المصاب عند مصيبته انا لله وانا اليه راجعون له فوائد . منها الاشتغال بهذه الكلمة

(عن)

عن كلام لا يليق . ومنها انها تسلى قلب المصاب وتقلل حزنه . ومنها انها تقطع طمع الشيطان فى ان يوافقه فى كلام لا يليق . ومنها انه اذا سمعه غيره اقتدى به . ومنها انه اذا قال ذلك بلسانه يتذكر بقلبه الاعتقاد الحسن والتسليم لقضاء الله وقدره فان المصاب يدهش عند المصيبة فيحتاج الى ما يذكر له التسليم المذكور وفى الحديث (مامن مصيبة تصيب عبدا فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم أجرنى من مصيبتى وأخلف لى خيرا منها الا آجره الله فى مصيبته وأخلف له خيرا منها) * قال سعيد بن جبير ما اعطى احد فى المصيبة ما اعطى هذه الامة يعنى الاسترجاع ولو اعطيه احد لاعطى يعقوب ألا تسمع الى قوله فى قصة فقد يوسف (يا اسفا على يوسف) وليس الصبر هو الاسترجاع باللسان بل بالقلب بان يتصور ما خلق لاجله وهو الانقياد لله تعالى فى جميع ما كلفه به من التكاليف والتسليم لقضاء الله وقدره فى جميع ما اخذه واعطاه فان من اختص لله تعالى ملكا وملكا كيف ينازعه فى ملكه ولا يرضى بقضائه وملاحظة ان ما فى عالم الملك كله لله تعالى يذكر نعم الله وتذكرها يستلزم العلم بان ما ابقى عليه اضعاف ما استرده منه والمبشر به محذوف دل عليه قوله تعالى ﴿ اولئك ﴾ اى الصابرون الموصوفون بما ذكر ﴿ عليهم صلوات ﴾ كائنة ﴿ من ربهم ورحمة ﴾ اى رحمة ووجه الجمع فى الصلوات الدلالة على الكثرة والتكرير واستغنى بتنكير التعظيم فى رحمة عن ايرادها بلفظ الجمع ويندرج فى رحمته تعالى ايصال المسار ودفع المضار فى الدنيا والآخرة وجمع بين الصلاة والرحمة للايذان بان رحمته غير منقطعة فالمعنى عليهم فنون الرحمة المتوالية الناشئة من مالك امورهم ومبلغهم الى كمالاتهم اللائقة بهم * قال بعضهم الصلاة من الله المدح والثناء والتعظيم والرحمة اللطف والاحسان فلا تكرار ﴿ واولئك هم المهتدون ﴾ المختصون بالاهتداء لكل حق وصواب ولذلك استرجعوا واستسلموا لقضاء الله تعالى * وعن ابن مسعود رضى الله عنه لان أخر من السماء احب الى من ان اقول فى شئ قضاه الله ليته لم يكن * وقال على رضى الله عنه من ضرب بيده على فخذه عند مصيبة فقد حبط اجره اى بطل ثوابه * قيل المكاره التى تصيب الانسان اذا اصابته من قبل الله تعالى يجب الصبر عليها لان ما جاء من جهة العدل الحكيم ليس الا مقتضى عدله وحكمته فيجب عليه ان يرضى لعلمه بانه تعالى لا يقضى الا بالحق وان اصابته من جهة الظلمة فلا يجب عليه ان يصبر عليها بل جاز له ان يمانعه بل يحاربه وان قتل بمحاربته يكون شهيدا * واعلم ان البلاء سبب للتصفية كما قال عليه السلام (ما اوذى نبى مثل ما اوذيت) اى ما صفى نبى مثل ما صفيت والوفاء والجفاء سيان عند العشاق كما قال

صائب شكايت از ستم يار چون كند * هرجا كه عشوه هست وفا وجفا يكيست

قال الحسن رضى الله عنه سمعت جدى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول (يا بنى عليك بالقنوع تكن من اغنى الناس واداء الفرائض تكن من اعبد الناس يا بنى ان فى الجنة شجرة يقال لها شجرة البلوى يؤتى باهل البلاء يوم القيامة فلا ينشر لهم ديوان ولا ينصب لهم ميزان يصب عليهم الاجر صبا ثم قرأ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب) ولو لم يكن فى الصبر الا حكاية الطير الذى فى عهد سليمان عليه السلام لكفى * وذلك ان طيرا فى عهد سليمان عليه السلام

كان له صوت حسن وصورة حسنة اشتراه رجل بالف درهم وجاءه طير آخر فصاح صيحة فوق قفصه وطار فسكت الطير وشكا الرجل الى سليمان عليه السلام فقال احضروه فلما احضروه قال سليمان عليه السلام اصاحبك عليك حق حتى اشتراك بثمن غال فلم سكت فقال يا نبي الله قل له حتى يرفع قلبه عني اني لا اصيح ابدا ما دمت في القفص قال لم قال لان صياحي كان من الجزع الى الوطن والاولاد وقال لي ذلك الطير انما حبسك لاجل صوتك فاسكت حتى تنجو فقال سليمان عليه السلام للرجل ما قال الطير فقال الرجل أرسله يا نبي الله فاني كنت احبسه لصوته فأعطاه سليمان عليه السلام الف درهم ثم ارسل الطير ثم طار وصاح سبحان من صورني وفي الهواء طيرني ثم في القفص صبرني ثم قال سليمان عليه السلام ان الطير ما دام في الجزع لم يفرج عنه فلما صبر فرج عنه ومثل هذا في الحقيقة اشارة الى الفناء عن اوصاف النفس فان المرء ما لم يمت باختياره قبل اضطراره لا يصل الى الحياة الحقيقية : قال في المثنوى

دانه باشى مرغكانت برچنند * غنچه باشى كودكانت بركنند [١]
هركه كرد او حسن خودرا درمزاد * صد قضاى بد سوى اوورونهاد

تن قفس شكلست وتن شد خارجان * در فريب داخلان وخارجان [٢]

قال حضرت الشيخ الشهير بافتاده افندى قدس سره لابد من نفي الانية واضمحلال الوجود في بحر الوجود الحقيقي حتى يتم المقصود ويحصل : قال الصائب

ترك هستى كن كه اسودست از تاراج سيل * هركه پيش ازسيل رخت خود برون ازخانه ريخت

قال حضرة الشيخ افتاده افندى قدس سره العبور عن المراتب محله مرتبة يقال لها وادي الحيرة يعرف السالك فيها مطلوبه ولكن لا يقدر على الوصول فيدور في ذلك الوادي بالحيرة والحرارة ويحرق الانية بتلك الحرارة ويقال له وادي الحيرة لان السالك يتحير ولا يقدر على الذهاب والرجوع وقوله عليه السلام (اللهم زدني حيرة) اشارة الى ذلك وتلك المرتبة لا تتيسر لكثير والعبور عنها لا يمكن الا بارشاد مرشد كامل اللهم هيئنا لتجليات اسمائك وصفاتك وأفض علينا من كاسات مشاهدات كمال ذاتك ﴿ ان الصفا ﴾ علم لجبل بمكة وسمى الصفا لانه جلس عليه آدم صفي الله ﴿ والمروة ﴾ علم لجبل في مكة ايضا وسمي المروة لانها جلست عليها امرأة آدم حواء عليهما السلام ﴿ من شعائر الله ﴾ جمع شعيرة بمعنى العلامة اى من اعلام طاعة الله فان كل واحد من المواقف والمساعي والمنحر جعله الله تعالى علامة لنا نعرف به العبادة المختصة به ـ روى ـ انه كان على الصفا صنم على صورة رجل يقال له اساف وصنم على المروة على صورة امرأة يقال لها نائلة يروى انهما كانا رجلا وامرأة زنيا في الكعبة فمسخا حجرين فوضعا عليهما ليعتبر بهما فلما طالت المدة عبدا من دون الله فكان اهل الجاهلية اذا سعوا بين الصفا والمروة مسحوهما تعظيما لهما فلما جاء الاسلام وكسرت الاوثان كره المسلمون الطواف بينهما لانه فعل الجاهلية فاذن الله تعالى في الطواف بينهما واخبر انهما من شعائر الله * والحكمة في شرعية السعي بين الصفا والمروة ما حكي ان هاجر لما ضاق عليها الامر في عطشها وعطش اسماعيل سعت في هذا المكان الى ان صعدت الجبل ودعت فأنبع الله لها زمزم

[١] در اواسط دفتر يكم دربيان بيرون انداختن مرد تاجر طوطى را از قفس وپريدن او

[٢] در اوسط دفتر يكم در بيان حضرت تعظيم خلق وانكشتن نما شدن

واجاب دعاءها فجعلها طاعة لجميع المكلفين الى يوم القيامة * وفى الخبر (الصفا والمروة بابان من جنة وموضعان من مواضع الاجابة ما بينهما قبر سبعين الف نبى وسعيهما يعدل سبعين رقبة) ﴿ فمن حج البيت او اعتمر ﴾ الحج فى اللغة القصد والعمرة الزيارة وفى الحج والعمرة المشروعين قصد وزيارة ﴿ فلا جناح عليه ﴾ اى لا اثم عليه واصله من جنح اى مال عن القصد والخير الى الشر ﴿ ان يطوف بهما ﴾ اى فى ان يطوف بهما ويدور فأزال عنهم الجناح لانهم توهموا أن يكون فى ذلك جناح عليهم لاجل فعل الجاهلية وهو لاينافى كون هذا الطواف واجبا كما عند الحنفية لان قولنا لا اثم فى فعل امر كذا يصح اطلاقه على الواجب واصل يطوف يتطوف وفى ايراد التفعل ايذان بان من حق الطائف ان يتكلف فى الطواف ويبذل فيه جهده ﴿ ومن تطوع خيرا ﴾ اصل التطوع الفعل طوعا لا كرها كانه قيل من فعل اواتى ما يتقرب به طائعا فنصب خيرا بتضمين تطوع فعلا يتعدى بنفسه اوالتطوع بمعنى التبرع من قولهم طاع يطوع اى تبرع فكأنه قيل من تبرع بما لم يفرض عليه من القربات مطلقا فانتصاب خيرا حينئذ على اسقاط حرف الجر اى من تطوع تطوعا بخير ﴿ فان الله شاكر ﴾ له اى مجاز بعمله فان الشاكر فى وصف الله تعالى بمعنى المجازى على الطاعة بالاثابة عليها * قال ابن التمجيد فى حواشيه الشكر من الله بمعنى الرضى عن العبد والاثابة لازم الرضى والرضى ملزوم الشكر فالشكر مجاز فى معنى الرضى ثم التجوز منه الى معنى الاثابة مجاز فى المرتبة الثانية ﴿ عليم ﴾ بطاعة المتطوع ونيته فيها * وفى الآية حث على نوافل الطاعات كما على فرائضها فمن اتى بنافلة واحدة فان الله شاكر عليم فكيف باكثر منها فبالصوم تحصيل قهر النفس وبالزكاة تزكيها وبالصلاة المعراج الروحانى وبالحج الوصول * وعن سفيان الثورى قال حججت سنة ومن رأيى ان انصرف من عرفات ولا احج بعد هذا فنظرت فى القوم فاذا انا بشيخ متكئ على عصا وهو ينظر الى مليا فقلت السلام عليك ياشيخ قال وعليك يا سفيان ارجع عما نويت فقلت سبحان الله من اين تعلم نيتى قال ألهمنى ربى فوالله لقد حججت خمسا وثلاثين حجة وكنت واقفا بعرفات ههنا فى الحجة الخامسة والثلاثين انظر الى هذه الرحمة وأتفكر فى امرى وامرهم ان الله هل يقبل حجهم وحجى فبقيت متفكرا حتى غربت الشمس وأفاض الناس من عرفات الى مزدلفة ولم يبق معى احد وجن الليل ونمت تلك الليلة فرأيت فى النوم كأن القيامة قد قامت وحشر الناس وتطايرت الكتب ونصبت الموازين والصراط وفتحت ابواب الجنان والنيران فسمعت النار تنادى وتقول اللهم وق الحجاج حرى و بردى فنوديت يا نار سلى غيرهم فانهم ذاقوا عطش البادية وحر عرفات ووقوا عطش القيامة ورزقوا الشفاعة فانهم طلبوا رضاى بانفسهم واموالهم قال الشيخ فانتبهت وصليت ركعتين ثم نمت ورأيت كذلك فقلت فى نومى هذا من الرحمن اومن الشيطان فقيل لى بل من الله مد يمينك فمددت فاذا على كفى مكتوب من وقف بعرفة وزار البيت شفعته فى سبعين من اهل بيته قال سفيان واراني المكتوب حتى قرأته ثم قال الشيخ فلم تمر على منذ حينئذ سنة الا وانا حججت حتى تم لى ثلاث وسبعون حجة كذا فى زهرة الرياض * قال فى الاشباه والنظائر بناء الرباط بحيث

ينتفع به المسلمون افضل من الحجة الثانية والحج تطوعا افضل من الصدقة النافلة وحج الفرض اولى من طاعة الوالدين بخلاف النفل وحج الغنى افضل من حج الفقير لان الفقير يؤدى الفرض من مكة وهو متطوع فى ذهابه وفضيلة الفرض افضل من فضيلة التطوع * فعلى العاقل ان يقصد بيت الله و يزوره فان لم يساعده المال فلتساعده الهمة والحال فان المعتبر هو توجه القلب الى جانب الغيب لا مجرد توجه القالب : قال فى المثنوى

ميل تو سوى مغيلانست و ريك * تا چه كل چينى زخار مرده ريك

وفى التأويلات القاشانية ﴿ان الصفا﴾ وجود القلب ﴿والمروة﴾ وجود النفس ﴿من شعائر الله﴾ من اعلام دين الله ومناسكه القلبية كاليقين والتوكل والرضى والاخلاص والنفسية كالصبر والشكر والذكر والفكر ﴿فمن حج البيت﴾ اى بلغ مقام الوحدة الذاتية ودخل الحضرة الالهية بالفناء الكلى الذاتى ﴿اواعتمر﴾ زار الحضرة بالبلوغ الى مقام المشاهدة بتوحيد الصفات والفناء فى انوار تجليات الجمال والجلال ﴿فلا جناح﴾ فلا حرج ﴿عليه﴾ حينئذ فى ﴿ان يطوف بهما﴾ اى يرجع الى مقامهما ويتردد بينهما لا بوجودهما التلوينى فانه جناح وذنب بل بالوجود الموهوب الحقانى بعد الفناء عند التمكين ولهذا نفى الجناح فان فى هذا الوجود سعة بخلاف الاول ﴿ومن تطوع خيرا﴾ اى ومن تبرع خيرا من باب التكميل والتعليم والارشاد وشفقة الخلق فى مقام القلب ومن باب الاخلاق وطرف البر والتقوى ومعاونة الضعفاء والمساكين وتحصيل الهمم فى مقام النفس بعد كمال السلوك حال البقاء بعد الفناء ﴿ فان الله شاكر ﴾ شكر عمله بثواب المزيد ﴿عليم﴾ بانه من باب التصرف فى الاشياء بالله لا من باب التلوين والابتلاء والفترة انتهى كلام القاشانى

يا خفى الذات محسوس العطاء * انت كالماء ونحن كالرحاء
انت كالريح ونحن كالغبار * يختفى الريح و غبراه جهار

﴿ ان الذين يكتمون ﴾ الآية نزلت فى رؤساء اليهود واحبارهم اوفى كل من كتم شيأ من احكام الدين وهو الاقرب لان اللفظ عام وعموم الحكم لا يأبى خصوص السبب والكتم والكتمان ترك اظهار الشئ قصدا مع الحاجة اليه وحصول الداعى الى اظهاره وذلك قد يكون بمجرد ستره واخفائه وقد يكون بازالته ووضع شئ آخر فى موضعه وهو الذى فعله هؤلاء فى نعوت النبى صلى الله عليه وسلم وغيرها ﴿ ما انزلنا ﴾ حال كونه ﴿ من البينات ﴾ اى من الآيات الواضحة الدالة على امر محمد عليه السلام وعلى الرجم وتحويل القبلة الحرام والحلال ﴿ والهدى ﴾ اى والآيات الهادية الى كنه امره ووجوب اتباعه عليه السلام والايمان به ﴿ من ﴾ متعلق بيكتمون ﴿ بعد ما بيناه ﴾ اى اوضحناه ولخصناه ﴿ للناس ﴾ جميعا لا الكاتمين فقط ﴿ فى الكتاب ﴾ اى التوراة وتبيينه لهم ايضاحه بحيث يتلقاه كل احد من غير ان يكون فيه شبهة * قال ابن الشيخ فى حواشيه فالمراد بالبينات ما انزل على الانبياء من الكتب والوحى دون ادلة العقل وان قوله والهدى يدخل فيه الدلائل العقلية والنقلية وقوله تعالى فى حق الهدى من بعد ما بيناه وما لخصناه فى الكتاب لا يقتضى اتحادهما وان يكون العطف لتغاير اللفظين لان كون ما بيناه فى الكتاب كما يجوز ان يكون بطريق كونه من جملة التنزيل يجوز

در اواسط دهر كم دريان معنى * حديث ان لربكم فى ايام دهركم نفحات الا فتعرضوا لها

ان يكون بطريق كونه فائدة ملخصة اى مستفادة منه ﴿ اولئك ﴾ اى اهل هذه الصفة ﴿ يلعنهم الله ﴾ اى يطردهم ويبعدهم من رحمته بسبب كتمهم الحق ﴿ ويلعنهم اللاعنون ﴾ اى الذين يتأتى منهم اللعن اى الدعاء عليهم باللعن من الملائكة ومؤمنى الثقلين * وعن ابن مسعود رضى الله عنه ماتلاعن اثنان الا ارتفعت اللعنة بينهما فان استحقها احدهما والا رجعت على اليهود الذين كتموا صفة محمد عليه السلام اواللاعنون البهائم والهوام تلعن العصاة تقول اللهم العن عصاة بنى آدم فبشؤمهم منع عنا القطر ﴿ الا الذين تابوا ﴾ من الكتمان وسائر مايجب ان يتاب منه الاستثناء متصل والمستثنى منه هو الضمير فى يلعنهم ﴿ واصلحوا ﴾ ماافسدوا بالتدارك فانه لابد بعد التوبة من اصلاح ماافسده مثلا لوافسد على غيره دينه بايراد شبهة عليه يلزمه ازالة تلك الشبهة و بعد ذلك لابد له من ان يفعل ضد الكتمان وهو البيان وهو المراد بقوله تعالى ﴿ و بينوا ﴾ اى مابينه الله فى كتابهم لتتم توبتهم فدلت الآية على ان التوبة لاتحصل الابترك كل مالاينبغى و بفعل كل ماينبغى ﴿ فاولئك اتوب عليهم ﴾ اى بالقبول وافاضة الرحمة والمغفرة فان التوبة اذا اسندت اليه تعالى بان قيل تاب الله او يتوب تكون بمعنى المقبول وقبول التوبة يتضمن المغفرة اى ازالة عقاب من تاب ﴿ وانا التواب الرحيم ﴾ اى المبالغ فى قبول التوبة ونشر الرحمة ولماذكر لعنتهم احياء ذكر لعنتهم امواتا فقال ﴿ ان الذين كفروا ﴾ اى استمروا على الكفر المستتبع للكتمان وعدم التوبة ﴿ وماتوا وهم كفار ﴾ مصرون على كفرهم لايرتدعون عن حالتهم الاولى ﴿ اولئك ﴾ مستقر ﴿ عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ﴾ اى هم المخصوصون باللعنة الابدية احياء وامواتا فمن يعتد بلعنتهم وهم المؤمنون لانهم هم الناس فى الحقيقة لانتفاعهم بالانسانية واما الكفار فهم كالانعام واضل سبيلا فلا اعتداد بهم عند الله اوالناس عام لان الكفار يوم القيامة يلعن بعضهم بعضا والله تعالى يلعنهم يوم القيامة ثم يلعنهم الملائكة ثم تلعنهم الناس والظالم يلعن الظالمين ومن لعن الظالمين وهو ظالم فقد لعن نفسه ﴿ خالدين فيها ﴾ حال من المضمر فى عليهم اى دائمين فى اللعنة لانهم خلدوا فى النار خلدوا فى الابعاد عن رحمة الله تعالى ﴿ لايخفف عنهم العذاب ﴾ استئناف لبيان كثرة عذابهم من حيث الكيف اثر بيان كثرته من حيث الكم اى لايرفع عنهم ولايهون عليهم ﴿ ولاهم ينظرون ﴾ من الانظار بمعنى الامهال والتأجيل اى لايمهلون للرجعة ولا للتوبة ولا للمعذرة او يعذبون على الدوام والاستمرار وان كل وجه من وجوه عذابهم يتصل بوجه آخر مثله اواشد منه وانهم لايمهلون ولايؤجلون ساعة ليستريحوا فيها اومن النظر بمعنى الانتظار اى لاينتظرون ليعتذروا او بمعنى الرؤية اى لاينظر اليهم نظر رحمة وانما خلدوا فى النار لان نيتهم كانت عبادة الاصنام ابدا ان عاشوا فجوزوا بتأبيد العذاب واما الدركات فى النيران فلتفاوت سوء الاحوال والتفاوت فى شدة الكفر فيرجع الى شدة العذاب فى الدركات لان النيات متفاوتة كالاعمال والتأديب فى الحكمة واجب ولما اساء الكفار بسوء الاعتقاد فى حقه تعالى ادبوا بالحرمان من الجنة والخلود فى النار ونعم ماقيل

سفيهانرا بود تأديب نافع * جنونانرا چوشربت كشت دافع

وانما حمل هؤلاء اليهود على ما فعلوا من الكتمان وغيره حب الرياسة والدنيا لانهم خافوا ان يذهب مأكلتهم من السفلة ومايغنى عنهم ذلك شيأ اذا كان مصيرهم الى النار * وفى الخبر ان مؤمنا وكافرا فى الزمان الاول انطلقا يصيدان السمك فجعل الكافر يذكر آلهتـه و يأخذ السمك حتى أخذ سمكا كثيرا وجعل المؤمن يذكر الله كثيرا فلا يجيئ شئ ثم اصـاب سمكة عنـد الغروب فاضطربت فوقعت فى الماء فرجع المؤمن وليس معه شئ ورجع الكافر وقد امتلأت شبكته فاسف ملك المؤمن الموكل عليـه فلما صعد الى السماء اراه الله مسكن المؤمن فى الجنة فقال والله مايضره مااصابه بعد ان يصير الى هذا واراه مسكن الكافر فى جهنم فقال والله مايغنى عنه ما اصابه من الدنيا بعد ان يصير الى هذا كذا فى شرح الخطب

نرکس اندر خواب غفلت یافت بلبل صدوصال * خفته نابینـا بود دولت به بیداران حسـد

ومرتكب المعاصى لو عرف عذاب الجحيم حق المعرفة لما ارتكبها حتى ان من قوى ظنه ان فى هذه الثقبة حية لايدخل يده فيها فما ظنك فى ارتكاب المعاصى بملاحظة عذاب النار * واعلم ان احبار اليهود لما لم ينتفعوا بعلمهم ضلوا فأضلوا فخذلهم الله ولعنهم * وذكر فى الخالصة ان يهلك قوم بظلمهم وانما اهلكهم ظلم ولاتهم * قال الشيخ الشهير بافتاده افندى قدس سره وكذا الحال فى الارشاد فان الضلال والفسـاد فى الطالبين من فساد مرشدهم فما دام المرشد على الصراط المستقيم يحفظ الله تعـالى الطالب من الضلال فان نزول البلاء على قوم من فساد رئيسـهم ـ وحكى ـ ان امنا حواء اكلت اولا من الشجرة فلم يقع شئ فلما اكل منها ابونا آدم عليه السـلام وقع الخروج من الجنة انتهى فويل لارباب الرياسة الذين ظلموا انفسهم وتجاوز ظلمهم الى من عداهم فانهم هم الواقعون فى عذاب النار نار القطيعة والهجران وجهنم البعد عن الله ورحمته اللهم احفظنا ﴿والهكم﴾ خطاب عام لكافة النـاس اى المستحق منكم للعبـادة ﴿ اله واحد ﴾ فرد فى الالهية لاشريك له فيها ولا يصح ان يسمى غيره الها فلا معبود الا هو وهو خبر مبتدأ وواحد صفة وهو الخبر فى الحقيقة لانه محط الفائدة ألا يرى انه لو اقتصر على ماقبله لم يفد ﴿ لا اله الا هو ﴾ تقرير للوحدانية وازاحة لان يتوهم ان فى الوجود الها ولكن لايستحق منهم العبـادة يعنى بهذا فاعرفوه ودائما فاعبدوه ولا ترجوا غيره ولا تخافوا سواه ولا تعبدوا الا اياه والاستثنـاء بدل من اسم لا على المحل اذ محله الرفع على الابتداء والخبر محذوف اى لا اله كائن لنا او موجود فى الوجود الا الله * واعلم ان الاسماء على ضربين اسم ظاهر واسم ضمير وكلمة هو اسم ضمير فكونها ضميرا لاينافى كونها اسما وقد حقق الامام فى التفسير الكبير اسمية هذه الكلمة فليراجع وعند اهل الحقيقة كلمة هو اسم بحت لان كل مايدل على الذات الاحدية فهو اسم محض عندهم سواء كان مظهرا او مضمرا ولذا يقال عالم الهوية باللام فاعرف هذا فانه ينفعك : وفى المثنوى

از هواهـا کی رهی بی جام هو * ای ز هو قانع شـده با نام هو
هیـچ نامی بی حقیقت دیدهٔ * یا ز کاف ولام کل کل چیـدهٔ
اسم خواندی رو مسمارا بجـو * مه ببـالا دان نه اندر آب جو

در اواخر دفتر یکم دربیان آنکه حال خود ومستی خود بیان باید داشت

كرز نام وحرف خواهى بكذرى * پاك كن خودرا زخودهان يكسرى
همچو آهن زاهنى بى رنك شو * در رياضت آينه بى زنك شو
خويش راصافى كن ازاوصاف خويش * تا ببينى ذات پاك صاف خويش
بينى اندر دل علوم انبياء * بى كتاب وبى معيد واوستا
علم كان نبود زهو بى واسطه * آن نپايد همچو رنك ماشطه

﴿ الرحمن الرحيم ﴾ اى المولى لجميع النعم اصولها وفروعها ولاشئ سواه مستحق هذه الصفة فان كل شئ سواه امانعمة واما منعم عليه فثبت ان غيره لايستحق العبادة فلايكون الها فقوله الرحمن الرحيم كالحجة على الوحدانية * وعن اسماء بنت يزيد انها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول (ان فى هاتين الآيتين اسم الله الاعظم والهكم اله واحد لااله الا هو الرحمن الرحيم : والله لااله الا هو الحى القيوم) قيل كان للمشركين حول الكعبة ثلاثمائة وستون صنما فلماسمعوا هذه الآية تعجبوا وقالوا كيف يسع الناس اله واحد فان كان محمد صادقا فى توحيد الاله فليأتنا بآية نعرف بها صدقه فنزل قوله تعالى ﴿ ان فى خلق السموات والارض ﴾ اى فى ابداعهما على ماهما عليه مع مافيهما من تعاجيب العبر و بدائع الصنايع التى يعجز عن فهمها عقول البشر وانما جمع السموات وافرد الارض لان كل سماء ليست من جنس الاخرى بين كل سماءين من البعد مسيرة خمسمائة عام اولان فلك كل واحدة غير فلك الاخرى والارضون كلها من جنس واحد وهو التراب * قال ابن التمجيد فى حواشيه وعند الحكماء محدب كل سماء مماس لمقعر مافوقه غير الفلك التاسع المسمى بالعرش فان محدبه غير مماس لشئ من الافلاك لان مافوقه خلاء وبعد غير متناه عندنا وعند الحكماء لاخلاء فيه ولاملاء والعلم عند الله ﴿ واختلاف الليل والنهار ﴾ اى فى تعاقبهما فى الذهاب والمجئ يخلف احدهما صاحبه اذاجاء احدها جاء الآخر خلفه اى بعده وفى الزيادة والنقصان والظلمة والنور ﴿ والفلك التى تجرى فى البحر ﴾ لا ترسب تحت الماء وهى ثقيلة كثيفة والماء خفيف لطيف وتقبل وتدبر بريح واحدة والفلك فى الآية جمع وتأنيثه بتأويل الجماعة ﴿ بما ينفع الناس ﴾ ما اسم موصول والمصاحبة والجملة فى موضع النصب على الحالية من فاعل تجرى اى تجرى مصحوبة بالاعيان والمعانى التى تنفع الناس فانهم ينتفعون بركوبها والحمل فيها للتجارة فهى تنفع الحامل لانه يربح والمحمول اليه لانه ينتفع بماحمل اليه ﴿ وما ﴾ اى ان فيما ﴿ انزل الله من السماء ﴾ من لابتداء الغاية اى من جهة السماء ﴿ من ماء ﴾ بيان للجنس فان المنزل من السماء يعم الماء وغيره والسماء يحتمل الفلك على ماقيل من ان المطر ينزل من السماء الى السحاب ومن السحاب الى الارض ويحتمل جهة العلو سماء كانت اوسحابا فان كل ماعلا الانسان يسمى سماء ومنه قيل للسقف سماء البيت ﴿ فحيى به ﴾ عطف على ماانزل اى نضر بالماء النازل ﴿ الارض ﴾ بانواع النبات والازهار وماعليها من الاشجار ﴿ بعد موتها ﴾ اى بعد ذهاب زرعها وتناثر اوراقها باستيلاء اليبوسة عليها حسبما تقتضيه طبيعتها * قال ابن الشيخ فى حواشيه لماحصل للارض بسبب مانبت فيها من انواع النبات حسن وكمال شبه ذلك بحياة الحيوان من حيث ان الجسم اذا صار حيا حصل فيه نوع من الحسن

والنضارة والبهاء والنماء فكذلك الارض اذا تزينت بالقوة المثبتة ومايترتب عليها من انواع النبات ﴿ و بث فيها ﴾ اى فرق ونشر فى الارض ﴿ من كل دابة ﴾ من كل حيوان يدب على وجهها من العقلاء وغيرهم وهومعطوف على فاحيي والمناسبة ان بث الدواب يكون بعد حياة الارض بالمطر لانهم ينمون بالخصب و يعيشون بالمطر ﴿ وتصريف الرياح ﴾ عطف على ماانزل اى فى تقليبها فى مهابها قبولا ودبورا وشمالا وجنوبا وفى كيفيتها حارة و باردة وفى احوالها عاصفة ولينة وفى آثارها عقما ولواقح وقيل فى اتيانها تارة بالرحمة وتارة بالعذاب * قال ابن عباس رضى الله عنهما اعظم جنود الله الريح والماء وسميت الريح ريحا لانها تريح النفوس * قال وكيع الجراح لولا الريح والذباب لأ نتنت الدنيا * قال شريح القاضى ماهبت الريح الالشفاء سقيم اولسقم صحيح وقال بكر بن عباس لاتخرج من السحاب قطرة حتى تعمل فى السحاب هذه الرياح الاربع فالصبا تهيجه والجنوب تقدره والدبور تلقحه والشمال تفرقه واصول الرياح هذه الاربع فالشمال من ناحية الشام والجنوب تقابلها والصبا هى القبول من المشرق والدبور تقابلها وكل ريح جاءت بين مهب ريحين فهى نكباء لانها نكبت اى عدلت ورجعت عن مهاب هذه الاربع * وقال عبدالله بن عمرو بن العاص الرياح ثمان اربع رحمة واربع عذاب فالرحمة الناشرات وهى الرياح الطيبة والمبشرات وهى الرياح التى تبشر بالغيث واللواقح وهى التى تلقح الاشجار والذاريات وهى التى تذر والتراب وغيره والعذاب الصرصر والعقيم وهما فى البر والعاصف والقاصف وهما فى البحر والعقيم هى التى لم تلقح سحابا ولاشجرا والعاصف الشديدة الهجوم التى تقلع الخيام ﴿ والسحاب المسخر ﴾ عطف على تصريف اى الغيم المذلل المنقاد الجارى على ما اجراه الله تعالى عليه وهو اسم جنس واحده سحابة وسمى سحابا لانه ينسحب فى الجو اى يسير فى سرعة كأنه يسحب اى يجر ﴿ بين السماء والارض ﴾ صفة للسحاب باعتبار لفظه وقد يعتبر معناه فيوصف بالجمع كما فى قوله تعالى ﴿ سحابا ثقالا ﴾ اى لاينزل الارض ولاينكشف مع ان طبع السحاب يقتضى احد هذين النزول والانكشاف * قيل لانه لوكان خفيفا لطيفا ينبغى ان يصعد ولوكثيفا يقتضى ان ينزل ﴿ لآيات ﴾ اسم ان دخلته اللام لتأخره عن خبرها ولوكان فى موضعه لماجاز دخول اللام عليه والتنكير للتفخيم كما وكيفا اى آيات عظيمة كثيرة دالة على القدرة القاهرة والحكمة الباهرة والرحمة الواسعة المقتضية لاختصاص الالوهية به سبحانه ﴿ لقوم ﴾ فى محل النصب لانه صفة لآيات فيتعلق بمحذوف ﴿ يعقلون ﴾ فى محل الجر على انه صفة لقوم اى يتفكرون فيها و ينظرون اليها بعيون العقول والقلوب و يعتبرون بها لانها دلائل على عظم قدرة الله فيها و باهر حكمته فيستدلون بهذه الاشياء على موجدها فيوحدونه وفيه تعريض لجهل المشركين الذين اقترحوا على الرسول آية تصدقه فى قوله تعالى ﴿ والهكم اله واحد ﴾ وتسجيل عليهم بسخافة العقول اذ لوعقلوه لكفاهم بهذه التصاريف آية قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ويل لمن قرأ هذه الآية فمج بها) المج حقيقة قذف الريق ونحوه من الفم عدى بالباء لمافيه من معنى الرمى واستعير ههنا لعدم الاعتبار والاعتداد فان من تفكر فيها فكأنه حفظها ولم يلقها من فيه * واعلم ان قوله تعالى ﴿ والهكم اله واحد لا اله الا هو ﴾ اول آية

نزلت فى التوحيد بحسب الرتبة اى اقدم توحيد من جهة الحق لا من جهتنا فان اول رتبة التوحيد من طرفنا توحيد الافعال وهذا هو توحيد الذات ولما بعد هذا التوحيد عن مبالغ افهام الناس نزل الى مقام توحيد الصفات بقوله الرحمن الرحيم ثم الى توحيد الافعال ليستدل به عليه فقال ان فى خلق الآية كذا فى التأويلات القاشانية * ومن نتائج صفة الرحمن الرحيم فى حق الانسان ما اشار اليه فى قوله ان فى خلق الخ يعنى ان الحكمة فى خلق هذه الاشياء ان يكون كل شئ مظهر آية من آيات الله ولا فائدة لهذه الاشياء من الآيات المودعة فيها فان فائدتها عائدة الى الانسان لانهم قوم يعقلون الآيات كما قال ﴿ سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق ﴾ فالعالم بما فيه خلق بتبعية الانسان لان العالم مظهر آيات الحق والآيات المرئيات الانسان والانسان مظهر معرفة الحق ولهذا قال ﴿ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ﴾ اى ليعرفون فلو لم يكن لاجل معرفة الله ما خلق الانسان ولو لم يكن لاجل الانسان ما خلق العالم بما فيه كما قال للنبى عليه الصلاة والسلام (لولاك لما خلقت الكون) وكان العالم مرآة يظهر فيه آيات كمال الحق وجلاله والانسان هو المشاهد لآيات الجمال والجلال فى مرآة العالم وهو مرآة يظهر فيه مرآة العالم وما يظهر فيه كما قال تعالى ﴿ وفى انفسكم أفلا تبصرون ﴾ وهذا تحقيق قوله (من عرف نفسه فقد عرف ربه) لان نفسه مرآة جمال ربه وليس احد غير الانسان يشاهد جمال ربه فى مرآة العالم ومرآة نفسه باراءة الحق كما قال ﴿ سنريهم آياتنا ﴾ الخ فاعرف قدرك لتعرف قدر ربك يا مسكين ومما يدل على ان خلق السموات والارض وما بينهما تبع لخلق الانسان قوله عليه الصلاة والسلام (لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض الله الله) يعنى اذا مات الانسان الذى هو يقول الله الله قامت القيامة فلم تبق السموات والارض لان وجودهما كان تبعا لوجود الانسان فاذا لم يبق المتبوع ما بقى التابع كذا فى التأويلات النجمية * فعلى السالك ان يصل بالذكر الحقيقى الى المقصود الاصلى فان التوحيد ينفى الباطل وينفى الاغيار * روى عمران بن حصين قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لابى حصين (كم تعبد اليوم من اله) فقال اعبد سبعا ستا فى الارض وواحدا فى السماء قال (وأيهم تعبده لرغبتك ورهبتك) فقال الذى فى السماء فقال عليه الصلاة والسلام (فيكفيك اله السماء) ثم قال يا حصين لو اسلمت علمتك كلمتين تنفعانك فأسلم حصين ثم قال يا رسول الله علمنى هاتين الكلمتين فقال عليه الصلاة والسلام (قل اللهم ألهمنى رشدى واعذنى من شر نفسى) ﴿ ومن الناس من يتخذ من دون الله ﴾ من لابتداء الغاية متعلق بيتخذ ودون فى الاصل ظرف مكان استعمل هنا بمعنى غير مجازا والاتخاذ بمعنى الصنع والعمل متعد الى مفعول واحد وهو هنا قوله ﴿ اندادا ﴾ هى الاصنام التى بعضها انداد لبعض اى امثال اوانها انداد الله تعالى بحسب ظنونهم الفاسدة من حيث انهم كانوا يرجون من عندها النفع والضرر وقصدوها بالمسائل وقربوا لها القرابين فارجاع ضمير العقلاء اليها فى قوله تعالى ﴿يحبونهم ﴾ مبنى على آرائهم الباطلة فى شأنها من وصفهم بما لا يوصف به الا العقلاء او هى الرؤساء الذين يطيعونهم * قال القاضى ولعل المراد اعم منهما وهو ما يشغله عن الله تعالى فانه قال الصوفية والعارفون كل شئ شغلت به قلبك سوى الله تعالى فقد جعلته فى قلبك ندا له تعالى ويدل عليه قوله

تعالى (أفرأيت من اتخذ الهه هواه) ﴿ يحبونهم ﴾ الجملة صفة لاندادا اى يعظمونهم ويخضعون لهم ويطيعونهم تعظيم المحبوب واطاعته ﴿ كحب الله ﴾ اى حبا كائنا مثل حبهم الله تعالى اى يسوون بينه تعالى وبينهم فى الطاعة والتعظيم والمقصود من التشبيه مافى الوصف من القوة والضعف والمراد ههنا التسوية وهذه التسوية فى التعظيم لاتنافى اقرارهم بربوبيته تعالى كما يدل عليه قوله تعالى (ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله) ولفظ المحبة مأخوذ من الحب بالفتح كحبة الحنطة والشعير شبه حبة القلب اى سويداءه بالحب المعروف فى كون كل منهما منشأ ومبدأ للآثار العجيبة فاستعير اسم الحب لها ثم اشتق من الحب المستعار للقلب الحب بمعنى ميل القلب لانه اصابها ورسخ فيها ومحبة العبد لله تعالى ارادة طاعته فى اوامره ونواهيه والاعتناء لتحصيل مراضيه ومحبة الله للعبد ارادة اكرامه واستعماله فى الطاعة وصونه من المعاصى ثم فضل محبة المؤمنين بقوله ﴿ والذين آمنوا اشد حبا لله ﴾ من حب الكفرة لاندادهم لانه لاينقطع محبتهم لله بخلاف محبة الانداد فانها لاغراض فاسدة موهومة تزول بادنى سبب ولذلك كانوا يعدلون عن آلهتهم الى الله تعالى عند الشدائد ويعبدون الصنم زمانا فاذا رأوا صنما يعجبهم اخذوه وطرحوا الاول. وروى ان باهلة عملت لها الها من حس فاكلوه عام المجاعة ﴿ ولو يرى الذين ظلموا ﴾ اى لو يعلم هؤلاء الذين اشركوا باتخاذ الانداد ووضعها موضع المعبود ﴿ اذ يرون العذاب ﴾ المعد لهم يوم القيامة اى عاينوه فهى من الرؤية بالعين ﴿ ان القوة ﴾ اى الغلبة والقدرة الالهية ﴿ لله جميعا ﴾ نصب حالا والجملة سادة مسد مفعولى يرى ﴿ وان الله شديد العذاب ﴾ عطف على ان القوة لله وفائدته المبالغة فى تهويل الخطب وتفظيع الامر فان اختصاص القوة به تعالى لايوجب شدة العذاب لجواز تركه عفوا مع القدرة عليه وجواب لو محذوف اى لو علم هؤلاء الذين ارتكبوا الظلم بشركهم ان القدرة كلها لله على كل شئ من الثواب والعقاب دون اندادهم ويعلمون شدة عقابه للظالمين اذا عاينوا العذاب يوم القيامة لوقعوا من الحسرة والندامة على عبادة الانداد فيما لايكاد يوصف ﴿ اذ تبرأ الذين اتبعوا ﴾ بدل من اذ يرون واصل التبرى التخلص ويستعمل للتفصى والتنصل مما تكره مجاورته والمعنى اذ تبرأ الرؤساء المتبوعون ﴿ من الذين اتبعوا ﴾ اى من الاتباع بان اعترفوا ببطلان ما كانوا يدعونه فى الدنيا ويدعونهم اليه من فنون الكفر والضلال واعتزلوا عن مخالطتهم وقابلوهم باللعن ﴿ ورأوا العذاب ﴾ الواو حالية وقد مضمرة اى تبرأوا حال رؤيتهم العذاب ﴿ وتقطعت بهم الاسباب ﴾ عطف على تبرأ وتوسط الحال بينهما للتنبيه على علة التبرى اى انقرضت عنهم الوصل التى كانت بينهم من الاتفاق على دين واحد والانساب والمحاب والاتباع والاستتباع فالباء فى بهم بمعنى عن كما فى قوله تعالى (فاسأل به خبيرا) او للسببية اى تقطعت بسبب كفرهم الاسباب التى كانوا يرجون بها النجاة او للتعدية اى قطعتهم الاسباب كما تقول فرقت بهم الطريق اى فرقتهم ﴿ وقال الذين اتبعوا ﴾ حين عاينوا تبرى الرؤساء منهم وندموا على ما فعلوا من اتباعهم لهم فى الدنيا ﴿ لو ان لنا كرة ﴾ اى ليت لنا رجعة الى الدنيا وعودة ﴿ فنتبرأ منهم ﴾ هناك ﴿ كما تبرأوا منا ﴾ اليوم اى تبرأ مثل تبرئهم فالكاف منصوب المحل على انها صفة مصدر

(محذوف)

محذوف ﴿ كذلك ﴾ اى مثل ذلك الايراء الفظيع وهو نزول العذاب عليهم وتبرى بعضهم من بعض ﴿ يريهم الله اعمالهم حسرات عليهم ﴾ اى ندمات شديدة فان الحسرة شدة الندم والكمد وهى تألم القلب وانحساره عما يؤلمه بحيث يبقى النادم كالحسير من الدواب وهو الذى انقطعت قوته فصار بحيث لاينتفع به واصل الحسر الكشف ومن فات عنه مايهواه وانكشف قلبه عنه يلزمه الندم والتأسف على فواته فلذلك عبر عن الحسرة التى هى انكشاف القلب عما يهواه بلازمه الذى هو الندم والرؤية ان كانت بصرية تكون حسرات حالا من اعمالهم والمعنى ان اعمالهم تنقلب حسرات عليهم فلا يرون اعمالهم الا حال كونها حسرات وان كانت قلبية فهى ثالث مفاعيل يرى وعليهم يتعلق اما بحسرات والمضاف محذوف اى على تفريطهم او بمحذوف منصوب على انه صفة لحسرات اى حسرات مستولية عليهم فان ما عملوه من الخيرات محبوطة بالكفر فيتحسرون لم ضيعوها ويتحسرون على مافعلوه من المعاصى لم عملوها * قال السدى ترفع لهم الجنة فينظرون اليها والى بيوتهم فيها لواطاعوا الله فيقال لهم تلك مساكنكم لواطعتم الله ثم تقسم بين المؤمنين وذلك حين يندمون ويتحسرون ﴿ وماهم بخارجين من النار ﴾ لانهم خلقوا لاجلها ـ روى ـ انه يساق اهل النار الى النار لم يبق منهم عضو الا لزمه عذاب اما حية تنهشه او ملك يضربه فاذا ضربه الملك هوى فى النار مقدار اربعين يوما لايبلغ قرارها ثم يرفعه اللهب ويضربه الملك فيهوى فاذا بدا رأسه ضربه كلما نضجت جلودهم بدلناهم جلودا غيرها ليذوقوا العذاب فاذا عطش احدهم طلب الشراب فيؤتى بالحميم فاذا دنا من وجهه سقط وجهه ثم يدخل فى فيه فتسقط اضراسه ثم يدخل بطنه فيقطع امعاءه وينضج جلده وهكذا يعذبون فى النار لايموتون فيها ولايحيون ولايخرجون * قال سعيد بن جبير ان الله تعالى يأمر يوم القيامة من احرق نفسه فى الدنيا على ربوبية الاصنام ان يدخلوا جهنم مع اصنامهم فلا يدخلون لعلمهم ان عذاب جهنم على الدوام ثم يقول للمؤمنين بين ايدى الكفار ان كنتم احبائى فادخلوا جهنم فيقتحمون فيها وينادى مناد من تحت العرش والذين آمنوا اشد حبا لله لان الله احبهم اولا ثم احبوه ومن شهد له المعبود بالمحبة كانت محبته اتم قال تعالى (يحبهم ويحبونه) ومن لم يكن اهلا لمحبة الله ازلا طردته العزة الى محبة الانداد وهى كل مايحب سوى الله فمن وكل الى المحبة النفسانية تعلقت محبته بملائم هوى النفس من الاصنام فكما ان الكفار بعضهم يحبون اللات ويعبدونها وبعضهم يحبون الاولاد ويعبدونها فمحبة الاولاد والازواج والاموال تمنع عن محبة الله ومن احب الله يرى ماسواه بنظر العداوة كما قال الخليل عليه السلام فانهم عدولى الا رب العالمين ومن كان فى الازل اهلا لمحبة الله جذبته العناية فتجلى له الحق فانعكست تلك المحبة لمرآة قلبه فلاتتعلق بغير الله لانها من عالم الوحدة فلاتقبل الشركة والاعداء احبوا الانداد بمحبة فانية نفسانية والاحباء احبوا الله بمحبة باقية ربانية بل احبوه بجميع اجزائهم الفانية والباقية اللهم اوصلنا الى حقيقة المحبة واليقين والتمكين ﴿ ياايها الناس ﴾ نزلت فى قوم حرموا على انفسهم رفيع الاطعمة والملابس ﴿ كلوا مما فى الارض ﴾ اى من بعض مافيها من اصناف المأكولات لان كل مافيها لايؤكل ﴿ حلالا ﴾ حال من الموصول اى حال كونه

حلالا وهو ما انحل عنه عقد الحظر ﴿ طيبا ﴾ طاهرا من جميع الشبه صفة حلالا او الحلال مايستطيبه الشرع والطيب مايستطيبه الشهوة المستقيمة اى يستلذه الطبع ﴿ ولاتتبعوا خطوات الشيطان ﴾ الخطوة بالفتح المرة من نقل القدم وبالضم بعد مابين قدمى الماشى يقال اتبع خطواته ووطئ على عقبه اذا اقتدى به واستن بسنته اى لاتقتدوا بآثاره وطرقه ومذاهبه فى اتباع الهوى وهى وساوسه فتحرموا الحلال وتحللوا الحرام ﴿ انه لكم عدو مبين ﴾ تعليل للنهى اى ظاهر العداوة عند ذوى البصيرة واما عند متبعى الهوى الذين لابصيرة لهم فهو كولى حميم حيث يدلهم على مشتهيات نفوسهم ولذائذ مراداتها المستحسنة فقوله مبين من ابان بمعنى بان وظهر وجعله الواحدى من ابان المتعدى حيث قال انه عدو مبين قد ابان عداوته لكم باباءه السجود لابيكم آدم وهو الذى اخرجه من الجنة ﴿ انما يأمركم ﴾ اى يوسوس لكم شبه تسلطه عليهم بآمر مطاع وشبهوا فى قبولهم للوسوسة وطاعتهم له بالطبع بمأمور مطيع وفيه رمز الى انهم بمنزلة المأمورين المنقادين له تسفيها لرأيهم وتحقيرا لشأنهم ﴿ بالسوء ﴾ وهو كل ماساءك فى عاقبتك يطلق على جميع المعاصى سواء كانت من اعمال الجوارح او اعمال القلوب لاشتراكها كلها فى انها تسوء صاحبها وتحزنه ﴿ والفحشاء ﴾ من عطف الخاص على العام اى اقبح انواع المعاصى واعظمها مساءة فالزنى فاحشة والبخل فاحشة وكل فعلة قبيحة فاحشة واصل الفحش مجاوزة القدر فى كل شئ وجعل البيضاوى المغايرة بين السوء والفحشاء بحسب المفهوم دون الذات فانه سميت المعصية سوأ لاغتمام العاقل بها وفحشاء باستقباحه اياها فاطلاق السوء والفحشاء على المعصية من قبيل التوصيف بالمصدر للمبالغة مثل رجل عدل ﴿ وان تقولوا ﴾ اى يأمركم بان تفتروا ﴿ على الله ﴾ بانه حرم هذا اوذاك ﴿ مالاتعلمون ﴾ ان الله تعالى امر به وهو اقبح ماامر به الشيطان من القبائح لان وصفه تعالى بمالاينبغى ان يوصف به من اعظم انواع الكبائر كما ان الفحشاء اقبح انواع السوء * فان قيل كيف يأمرنا الشيطان بذلك ونحن لانراه ولانسمع كلامه فكيف وسوسته وكيف وصوله الى القلب * قلنا وهو كلام خفى على ماقيل تميل اليه النفوس والطبع وقد قيل يدخل فى جسد ابن آدم لانه جسم لطيف ويوسوس وهوانه يحدث النفس بالافكار الرديئة قال تعالى (يوسوس فى صدور الناس) ومن دعاء النبى صلى الله عليه وسلم (اللهم اعمر قلبى من وساوس ذكرك واطرد عنى وساوس الشيطان) * قال فى اكام المرجان وينحصر مايدعو الشيطان اليه ابن آدم ويوسوس له فى ست مراتب * المرتبة الاولى مرتبة الكفر والشرك ومعاداة رسوله فاذا ظفر بذلك من ابن آدم بردانينه واستراح من تعبه معه لانه حصل منتهى امنيته وهذا اول مايريده من العبد * المرتبة الثانية البدعة وهى احب اليه من الفسوق والمعاصى لان المعصية يتاب منها والبدعة لايتاب منها لان صاحبها يظنها حقيقة صحيحة فلايتوب * فاذا عجز عن ذلك انتقل الى المرتبة الثالثة وهى الكبائر على اختلاف انواعها * فاذا عجز عن ذلك انتقل الى المرتبة الرابعة وهى الصغائر التى اذا اجتمعت صارت كبيرة والكبائر ربما اهلكت صاحبها كما قال عليه السلام (اياكم ومحقرات الذنوب) فان مثل ذلك مثل قوم نزلوا بفلاة من الارض فجاء كل واحد بعود حطب حتى اوقدوا نارا عظيمة وطبخوا وشبعوا * فاذا عجز عن ذلك انتقل الى المرتبة

(الخامسة)

الخامسة وهى اشتغاله بالمباحات التى لاثواب فيها ولاعقاب بل عقابها فوات الثواب الذى فات عليه باشتغاله بها • فان عجز عن ذلك انتقل الى المرتبة السادسة وهى ان يشغله بالعمل المفضول عما هو افضل منه ليزيح عنه الفضيلة ويفوته ثواب العمل الفاضل فيجره من الفاضل الى المفضول ومن الافضل الى الفاضل ليتمكن من ان يجره من الفاضل الى الشرور بما يجره من الفاضل السهل الى الافضل الاشق كمائة ركعة بالنسبة الى ركعتين ليصير ازدياد المشقة سببا لحصول النفرة عن الطاعة بالكلية * وانما خلق الله ابليس ليتميز به الخبيث من الطيب فخلق الله الانبياء لتقتدى بهم السعداء وخلق ابليس لتقتدى به الاشقياء ويظهر الفرق بينهما فابليس دلال وسمسار على النار والخلاف وبضاعته الدنيا ولما عرضها على الكافرين قيل ما ثمنها قال ترك الدين فاشتروها بالدين وتركها الزاهدون واعرضوا عنها والراغبون فيها لم يجدوا فى قلوبهم ترك الدين ولا الدنيا فقالوا له اعطنا مذاقة منها حتى ننظر ماهى فقال ابليس اعطونى رهنا فاعطوه سمعهم وابصارهم ولذا يحب ارباب الدنيا استماع اخبارها ومشاهدة زينتها لان سمعهم وبصرهم رهن عند ابليس فاعطاهم المذاقة بعد قبض الرهن فلم يسمعوا من الزهاد عيب الدنيا ولم يبصروا قبائحها بل استحسنوا زخارفها ومتاعها فلذلك قيل حبك الشئ يعمى ويصم ﷺ فعلى العاقل ان يزهد ويرغب عن الدنيا ولا يقبل منها الا الحلال الطيب * قال الحسن البصرى الحلال الطيب ما لاسؤال فيه يوم القيامة وهو ما لابد منه قال النبى عليه السلام (ان الله يهب لابن آدم مالابد منه ثوب يوارى به عورته وخبز يردجوعته وبيت كعش الطير) فقيل يارسول الله فكيف الملح فقال (الملح مما يحاسب به ﷺ وفى التأويلات النجمية الحلال ما اباح الله اكله والطيب مالم يكن مشوبا بشبهة حقوق الخلق ولا بسرف حظوظ النفس وكل طيب حلال وليس كل حلال طيبا ولهذا قال النبى عليه السلام (ان الله طيب ولايقبل الا الطيب) يعنى غير مشوب بعيب اوشبهة قيل ولا يقال ان الله حلال * واعلم ان اكل الحلال الطيب يورث القيام بطاعة الله والاجتناب عن خطوات الشيطان فالعمل الصالح نتيجة اللقمة الطيبة : وفى المثنوى

علم وحكمت زايد ازلقمه حلال * عشق ورقت زايد ازلقمه حلال
چون زلقمه توحسد بينى ودام * جهل وغفلت زايد آنرادان حرام
هيچ گندم كارى وجو بردهد * ديدهٔ اسبى كه كره خرد دهد
لقمه تخمست وبرش انديشها * لقمه بحر وگوهرش انديشها
زايد ازلقمهٔ حلال اندردهان * ميل خدمت عزم سوى آن جهان

وطلب الحلال بالكسب المشروع سنة الانبياء عليهم السلام * وفى الكسب فوائد كثيرة . منها الزيادة على رأس المال ان عمل للتجارة والزراعة وغرس الاشجار وفيها صدقة لما اكلته الطيور وغيرها . ومنها اشتغال المكتسب بالكسب عن البطالة واللهو . ومنها كسر النفس وصيرورتها قليلة الطغيان . ومنها ان الكسب واسطة الامان من الفقر الذى هو اسوداد الوجه فى الدارين ولا يحرك فى الكسب لاجل عياله الا قال له حافظاه بارك الله لك فى حركاتك وجعل نفقاتك ذخرا لك فى الجنة ويؤمن عليهما ملائكة السموات والارض وافضل الكسب الجهاد ثم التجارة ثم

در اواسط دفتر يكم در بيان تعظيم ساحران موسى را كه اول توعما بيدار

الحرائة ثم الصناعة ﴿ واذا قيل لهم ﴾ نزلت فى مشركى العرب وكفار قريش امروا باتباع القرآن وسائر ما انزل تعالى من البينات الباهرة فجنحوا للتقليد اى واذا قيل للمشركين من الناس على وجه النصيحة والارشاد ﴿ اتبعوا ما انزل الله ﴾ كتاب الله الذى انزله فاعملوا بتحليل ما احل الله وتحريم ماحرم الله فى القرآن ولاتتبعوا خطوات الشيطان ﴿ قالوا بل ﴾ عاطفة للجملة التى تليها على الجملة المحذوفة قبلها ﴿ نتبع ماالفينا ﴾ اى وجدنا ﴿ عليه آباءنا ﴾ من اتخاذ الانداد وتحريم الطيبات ونحو ذلك لانهم كانوا خيرا منا فقلدوا آباءهم فانظروا ايها العقلاء الى هؤلاء الحمقى ماذا يجيبون فقال الله تعالى ردا عليهم بهمزة الانكار والتعجب مع واو الحال بعدها ﴿ أولوكان آباؤهم ﴾ لما اقتضت الهمزة صدر الكلام والواو وسطه قدر بين الهمزة والواو جملة لتقع الهمزة فى صدرها والمعنى أيتبعونهم ولوكان آباؤهم اى فى حال كون آبائهم ﴿ لايعقلون شيأ ﴾ من الدين لانهم كانوا يعقلون امر الدنيا ﴿ ولايهتدون ﴾ للصواب والحق يعنى هذا منكر مستبعد جدا لان اتباع من لاعقل له ولااهتداء الى طريق الحق لاوجه له اصلا ﴿ ومثل ﴾ واعظ ﴿ الذين كفروا ﴾ وداعيهم الى الحق ﴿ كمثل ﴾ الراعى ﴿ الذى ينعق ﴾ لعق الراعى والمؤذن بعين مهملة صوت وبالمعجمة نغق للغراب والمعنى يصوت ﴿ بما لايسمع ﴾ وهو البهائم اى لايدرك بالاسماع ﴿ الادعاء ﴾ صوتا من الناعق ﴿ ونداء ﴾ زجرا مجردا من غير فهم شئ آخر وحفظه كمايفهم العاقل ويجيب * قيل الفرق بين الدعاء والنداء ان الدعاء للقريب والندا للبعيد ويحتمل ان يكون الدعاء اعم من النداء والتشبيه المذكور فى الآية من قبيل التشبيه المفرق شبه داعى الكافر بالناعق ونفس الكفرة بالبهائم المنعوق بها ودعاء داعى الكفرة بنعيق الناعق بالبهائم والمعنى مثلك يامحمد ومثل الذين كفروا فى وعظهم ودعائهم الى الله وعدم اهتدائهم كمثل الراعى الذى يصيح بالغنم ويكلمها ويقول كلى واشربى وارعى وهى لاتفهم شيأ ممايقول لها كذلك هؤلاء الكفار كالبهائم لايعقلون عنك ولاعن الله شيأ ﴿ صم ﴾ اى هم صم يعنى كأنهم يتصاممون عن سماع الحق ﴿ بكم ﴾ بمنزلة الخرس فى ان لم يستجيبوا لما دعوا اليه ﴿ عمى ﴾ بمنزلة العمى من حيث اعراضهم عن الدلائل كأنهم لم يشاهدوها ثم انه تعالى لما شبههم بفاقدى هذه القوى الثلاث التى يتوسل بها الى تمييز الحق من الباطل واختيار الحق فرع على هذا التشبيه قوله ﴿ فهم لايعقلون ﴾ اى لايكتسبون الحق بما جبلوا عليه من العقل الغريزى لان اكتسابه انما يكون بالنظر والاستدلال ومن كان كالاصم والاعمى فى عدم استماع الدلائل ومشاهدتها كيف يستدل على الحق ويعقله ولهذا قيل من فقد حسا فقد فقد علما وليس المراد نفى اصل العقل لان نفيه رأسا لايصلح طريقا للذم وهكذا لاينفع الوعظ فى آخر الزمان لان آذان الناس مسدودة عن استماع الحق واذهانهم مصدودة عن قبوله : ونعم ماقال السعدى

فهم سخن چون نكند مستمع * قوت طبع از متكلم مجوى
فسحت ميدان ارادت بيار * تابزند مرد سخن كوى كوى

وفى قوله تعالى (ولوكان آباؤهم) الآية اشارة الى قطع النظر عن الاسلاف السوء واتباع اهل الاهواء المختلفة والبدع الذين لايعقلون شيأ من طريق الحق وضلوا فى تيه محبة الدنيا ويدعون

(انهم)

انهم اهل العلم وليسوا من اهله اتخذوا العلم مكسبا للمال والجاه وقطعوا الطريق على اهل الطلب قال تعالى فى بعض الكتب المنزلة [لاتسألن عن عالم قد اسكره حب الدنيا فاولئك قطاع الطريق على عبادى] فمن كان على جادة الحق وصراط الشريعة وعنده معرفة سلوك مقامات الطريقة يجوز الاقتداء به اذ هو من اهل الاهتداء الى عالم الحقيقة دون مدعى الشيوخة بطريق الارث من الآباء ولاحظ لهم من طريق الاهتداء فانهم لايصلحون للاقتداء : قال السعدى

چو كنعانرا طبيعت بى هنر بود * پيمبر زادكى قدرش نيفزود
هنر بنماى اكردارى نه كوهر * كل از خارست وابراهيم از آزر

❀ وفى التأويلات النجمية ان (مثل الذين كفروا) كان فى عالم الارواح عند الميثاق اذ خاطبهم الحق بقوله ألست بربكم (كمثل الذى ينعق بما لايسمع الادعاء ونداء) لانهم كانوا فى الصف الاخير اذ الارواح كانوا جنودا مجندة فى اربعة صفوف فكان فى الصف الاول ارواح الانبياء عليهم السلام وفى الثانى ارواح الاولياء وفى الثالث ارواح المؤمنين وفى الرابع ارواح الكافرين فاحضرت الذرات التى استخرجت من ظهر آدم من ذرياته واقيمت كل ذرة بازاء روحها فخاطبهم الحق ألست بربكم فالانبياء سمعوا كلام الحق كفاحا بلاواسطة وشاهدوا انوار جماله بلاحجاب ولهذا استحقوا ههنا النبوة والرسالة والمكالمة والوحى الله اعلم حيث يجعل رسالته والاولياء سمعوا كلام الحق وشاهدوا انوار جماله من انوار حجاب ارواح الانبياء ولهذا ههنا احتاجوا لمتابعة الانبياء فصاروا عند القيام باداء حق متابعتهم مستحق الالهام والكلام من وراء الحجاب والمؤمنون سمعوا خطاب الحق من وراء حجاب الانبياء وحجاب ارواح الاولياء ولهذا آمنوا بالغيب وقبلوا دعوة الانبياء وان بلغتهم من وراء حجاب رسالة جبريل وحجاب رسالة الانبياء فقالوا اسمعنا واطعنا ومما يدل على هذه التقريرات قوله تعالى (وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا اومن وراء حجاب) يعنى الاولياء (اويرسل رسولا) يعنى المؤمنين والكفار لما سمعوا من الخطاب نداء من وراء الحجب الثلاثة كانوا كمثل الذى ينعق بما لايسمع الادعاء ونداء فما شاهدوا من انوار كمال الحق لاقليلا ولا كثيرا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون ومافهموا شيأ من كلام الحق الا انهم سمعوا من ذرات المؤمنين من وراء الحجاب لما قالوا بلى فقالوا بالتقليد ولهذا ههنا قلدوا ماالفوا عليه آباءهم لقوله تعالى (اناوجدنا آباءنا على امة وانا على آثارهم مقتدون) فلما تعلقت ارواحهم بالاجساد وتكدرت بكدورات الحواس والقوى النفسانية واظلمت بظلمات الصفات الحيوانية وران على قلوبهم ما كانوا يكسبون من التمتعات البهيمية والاخلاق الشيطانية واللذات الجسمانية اصمهم الله واعمى ابصارهم فهم الآن (صم) عن استماع دعوة الانبياء بسمع القبول (بكم) عن قول الحق والاقرار بالتوحيد (عمى) عن رؤية آيات المعجزات (فهم لايعقلون) ابدا لانهم ابطلوا بالرين صفاء عقولهم الروحانية وحرموا من فيض الانوار الربانية : قال الصائب

چرا زغير شكايت كنم كه همچو حباب * هميشه خانه خراب هواى خويشتنم

وفى المثنوى :

كرچه ناصح را بود صد داعيه * پندرا اذنى ببايد واعيه

دراواسط دفتر يكم در بيان لغة اهل غرور ان ومحد ايمان ايشان ورايت

تو بصد تلطيف پنداش ميدهى * اوزپندت ميكند بهلوتهى
يك كس نامستمع زاستيزورد * صدكس كوينده را عاجز كند
زانبيا ناصحتر وخوش لهجه‌تر * كى بودكه رفت دمشان درحجر
زانچه كوه وسنك دركار آمدند * مى نشد بدبخت را بكشاده بند
آنچنان دلها كه بدشان ماومن * نعتشان شد بل اشد قسوة

فعلى العاقل ان يتدارك حاله بسلوك طريق الرضى والندم على مامضى ويزكى نفسه عن سفساف الاخلاق ويصفى قلبه الى ان تنعكس اليه انوار الملك الخلاق وذلك لايحصل غالبا الابتربية كامل من اهل التحقيق لان المرء محجوب عن ربه وحجابه الغفلة وهى وان كانت لاترفع ولاتزول الابفضل الله تعالى لكنه باسباب كثيرة ولااهتداء الى علاج المرض الاباشارة حكيم حاذق وذلك هو المرشد الكامل فاذا يزول الرين عن القلب وتنفتح روزنة البال الى الغيب فيكون اقرار السالك تحقيقا لاتقليدا وتوحيده تجريدا وتفريدا فحينئذ يعكس الامر فيكون اصم عن سماع اخبار ماسوى المحبوب الحقيقى ابكم عن افشاء سر الحقيقة اعمى عن رؤية الاغيار فى هذه الدار الفانية اللهم خلصنا من التقليد واوصلنا الى حقيقة التوحيد انك حميد مجيد ﴿ ياايها الذين آمنوا كلوا ﴾ رزقكم ﴿ من طيبات مارزقناكم ﴾ اى من حلالاته لان مارزقناكم اعم من الحلال والحرام عند اهل السنة اومن لذيذاته لانه اعم ايضا من المستلذ والمستكره * قال ابن الشيخ وهذا المعنى هو المناسب لهذا المقام واولى من حمله على الحلال الطاهر من الشبهة لان المقام مقام الامتنان بمارزقه من لذائذ الاحسان وطلب شكر المنعم المنان والطيب له ثلاثة معان المستلذ طبعا والمباح شرعا والطاهر وضعا وفى الآية اشارة الى انه لابأس بالتفكه بانواع الفواكه لانها من الطيبات وتركه افضل لئلا ينقص من درجته ويدخل تحت قوله تعالى ﴿ اذهبتم طيباتكم فى حيوتكم الدنيا ﴾ والامر باكل الطيبات لفائدتين . احديهما ان يكون اكلهم بالامر لابالطبع فيمتازون عن الحيوانات ويخرجون من حجاب الظلمة الطبع بنور الشرع . والثانى ليثيبهم بائتمار امر الاكل ﴿ واشكروا لله ﴾ الذى رزقكموها واحلها لكم والشكر صرف العبد جميع اعضائه الظاهرة والباطنة الى ماخلقت لاجله وهذا الامر ليس امر اباحة بل هو للايجاب اذلاشك فى انه يجب على العاقل ان يعتقد بقلبه ان من اوجده وانعم عليه بمالايحصى من النعم الجليلة مستحق لغاية التعظيم وان يظهر ذلك بلسانه وبسائر جوارحه ﴿ ان كنتم اياه تعبدون ﴾ اى ان كنتم مؤمنين بالله ومخصصين الله بالعبادة فاشكروا له فان الايمان يوجب ذلك وهو من شرائطه وهو مشهور فى كلامهم يقول الرجل لصاحبه الذى عرف انه يحبه ان كنت لى محبا فافعل كذا فيدخل حرف الشرط فى كلامه تحريكا له على مايؤمر به واعلاما انه من شرائط المحبة وليس المراد ان انتفاء الشرط يستلزم انتفاء المشروط فان من لايفعل هذه العبادة يجب الشكر عليه ايضا وعن النبى صلى الله عليه وسلم (يقول الله تعالى انى والانس والجن لفى نبأ عظيم اخلق ويعبد غيرى وارزق ويشكر غيرى) : قال السعدى

مكن كردن ازشكر منعم مپيچ * كه روز پسين سربر ارى بهيچ

﴿ انما حرم عليكم الميتة ﴾ اى ما مات بغير ذكاة مما يذبح والسمك والجراد مستثنيان بالعرف لانه اذا قيل فلان اكل ميتة لم يسبقا الى الفهم ولا اعتبار للعادة قالوا من حلف لا يأكل لحما فأكل سمكا لم يحنث وان اكل لحما فى الحقيقة قال الله تعالى ﴿لتأكلوا منه لحما طريا﴾ والمراد بتحريم الميتة تحريم اكلها وشرب لبنها او الانتفاع بها لان الاحكام الشرعية انما تتعلق بالافعال دون الاعيان ﴿ والدم ﴾ الجارى والكبد والطحال مستثنيان ايضا بالعرف فهما حلالان ﴿ ولحم الخنزير ﴾ قد انعقد الاجماع على ان الخنزير حرام لعينه فيكون جميع اجزائه محرما وانما خص الله لحمه بالذكر لانه معظم ما ينتفع به من الحيوان فهو الاصل وما عداه تبع له ﴿ وما اهل به لغير الله ﴾ اى وحرم ما رفع به الصوت عند ذبحه للصنم واصل الاهلال رفع الصوت وكانوا اذا ذبحوا لآلهتهم يرفعون اصواتهم بذكرها ويقولون باسم اللات والعزى فجرى ذلك من امرهم حتى قيل لكل ذابح وان لم يجهر بالتسمية مهل * قال العلماء لو ذبح مسلم ذبيحة وقصد بها التقرب الى غير الله صار مرتدا وذبيحته ميتة وذبائح اهل الكتاب تحل لنا لقوله تعالى ﴿وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم﴾ الا ان سموا غير الله فانها حينئذ لا تحل لهذه الآية فان قوله تعالى ﴿وطعام الذين﴾ الخ عام وقوله ﴿وما اهل به لغير الله﴾ خاص مقدم على العام ﴿ فمن ﴾ يحتمل ان تكون شرطية وموصولة ﴿ اضطر ﴾ اى احوج وألجئ الى اكل شئ مما حرم الله بان لا يجد غيرها وحد الاضطرار ان يخاف على نفسه او على بعض اعضائه التلف ﴿غير﴾ نصب على الحال فانه اذا صلح فى موضع لا فهو حال وان صلح فى موضع الا فهو استثناء والا فهو صفة وذو الحال ههنا فاعل فعل محذوف بعد قوله اضطر تقديره فمن اضطره احد امرين الى تناول شئ من هذه المحرمات احدهما الجوع الشديد مع عدم وجدان مأكول حلال يسد رمقه وثانيهما الاكراه على تناوله فتناول واكل حال كونه غير ﴿ باغ ﴾ على مضطر آخر بأن حصل ذلك المضطر الآخر من الميتة مثلا قدر ما يسد به جوعته فأخذه منه وتفرد بأكله وهلك الآخر جوعا وهذا حرام لان موت الآخر جوعا ليس اولى من موته جوعا ﴿ ولا عاد ﴾ من العدو وهو التعدى والتجاوز فى الامر لما حد له فيه اى غير متجاوز حد الشبع عند الاكل بالضرورة بان يأكل قدر ما يحصل به سد الرمق والجوعة ﴿فلا اثم عليه﴾ فى تناوله عند الضرورة ﴿ان الله غفور﴾ لما اكل فى حال الاضطرار ﴿رحيم﴾ بترخيصه ذلك ولم يذكر فى هذه الآية سائر المحرمات لانها ليست لحصر المحرمات بل هذه الآيات سيقت لنهيهم عن استحلال ما حرم الله وهم كانوا يستحلون هذه الاشياء فكانوا يأكلون الميتة ويقولون نأكلون ما قتلتم ولا نأكلون ما اماته الله وكذا يأكلون الدم ولحم الخنزير وذبائح الاصنام فبين انه حرمها فالمراد قصر الحرمة على ما ذكر مما استحلوه لا مطلقا * وقيل ذكر الميتة يتناول المتردية وهى الساقطة فى بئر او ماء او من علو والمنخنقة وهى ما اختنق بالشبكة او بحبل او خنق خانق والموقوذة وهى المضروبة بالخشب والنطيحة وهى المنطوحة وما اكل السبع ومتروك التسمية عمدا ونحوها ويكره عشرة من الحيوان الدم والغدة والقبل والدبر والذكر والخصيتان والمرارة والمثانة ونخاع الصلب. اما الدم فلقوله تعالى ﴿حرمت عليكم الميتة والدم﴾ واما ما سواه فلانها من الخبائث * قال الشيخ الشهير بأفتاده افندى ذكر

ان النبى عليه السلام لم يأكل الطحال ولا الكلية ولا الثوم وان لم يمنع عن اكلها فالاولى ان لا تؤكل اقتفاء لاثره ثم قيل فى وجهه ان المنى اذا نزل لم ينزل الا بعد اتصاله بالكلية . واما الطحال فلأنه من اطعمة اهل النار كذا فى واقعات الهدانى قدس سره ومن امتنع من الميتة حال المخمصة او صام ولم يأكل حتى مات اثم بخلاف من امتنع من التداوى حتى مات فانه لا يأثم لانه لا يقين بان هذا الدواء يشفيه ولعله يصح من غير علاج * وذكر فى الاشباه والنظائر انه يرخص للمريض التداوى بالنجاسات وبالخمر على احد القولين واختار قاضى خان عدمه واساغة اللقمة بها اذا غص اتفاقا واباحة النظر للطبيب حتى للعورة والسوأتين انتهى ويحل للعطشان شرب الخمر حالة الاضطرار على مانص عليه فى الخانية وماقال الصدر الشهيد من ان الاستشفاء بالحرام حرام فهو غير مجرى على اطلاقه لان الاستشفاء بالمحرم انما لا يجوز اذا لم نعلم ان فيه شفاء واما اذا علم ذلك وليس له دواء آخر غيره يجوزله الاستشفاء به ومعنى قول ابن مسعود رضى الله عنه ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم يحتمل ان عبدالله قال ذلك فى داء عرف له دواء غير محرم لانه حينئذ يستغنى بالحلال * عن الحرام وفى التهذيب يجوز للعليل شرب البول والدم للتداوى اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه كذا فى شرح الاربعين حديثا للعلامة الروم ابن الكمال * والاشارة فى قوله تعالى ﴿ انما حرم عليكم الميتة ﴾ انه كما حرم على الظواهر هذه المعهودات حرم على البواطن شهود غير الله فالميتة هى جيفة الدنيا ﴿والدم﴾ هى الشهوات النفسانية قال عليه السلام (ان الشيطان ليجرى فى ابن آدم مجرى الدم) ولولا ان الشهوات فى الدم مستكنة لما كان للشيطان اليه سبيل ولهذا قال عليه السلام (سدوا مجارى الشيطان بالجوع) لان الجوع يقطع مادة الشهوات ﴿ولحم الخنزير﴾ اشارة الى هوى النفس وتشبيه النفس بالخنزير لغاية حرصها وشرهها وخستها وخباثة ظاهرها وباطنها ﴿ وما اهل به لغير الله ﴾ هو كل مايتقرب به الى الله من الطاعات البدنية والخيرات المالية من غير اخلاص لله وفى الله بل للرياء والسمعة فى سبيل الهوى ﴿ فمن اضطر ﴾ اما الضرورة الحاجة النفسانية واما الضرورة امر الشرع باقامة احكام الواجبات عليه فليشرع فى شئ مما اضطر اليه ﴿غير باغ ﴾ اى غير حريص على الدنيا وجمعها من الحرام والحلال وغير مولع على الشهوات بالحرام والحلال وغير مقبل الى استيفاء حظوظ النفس فى الحرام والحلال وغير مواظب على الرياء فى الطاعات والخيرات من السنن والبدع ﴿ولا عاد﴾ اى غير متجاوز من الدنيا حد القناعة وهى مايسد الجوعة ويستر العورة ﴿ فلا اثم عليه ﴾ على من قام بهذه الشرائط ﴿ان الله غفور رحيم ﴾ يغفر للعاملين له بآثار الرحمة والقائمين به بانوار الرحمة والماحين فيه باوصاف الرحمة التقطته من التأويلات النجمية * والغفور والغفار هو الذى اظهر الجميل وستر القبيح والذنوب من جملة القبائح التى سترها باسباب الستر عليها فى الدنيا والتجاوز عن عقوبتها فى الآخرة وحظ العبد من هذا الاسم ان يستر من غيره مايحب ان يستر منه وقد قال عليه السلام (من ستر على مؤمن عورته ستر الله عورته يوم القيامة) والمغتاب والمتجسس والمكافئ على الاساءة بمعزل عن هذا الوصف وانما المتصف به من لا يفشى من خلق الله الا احسن مافيه كما روى عن عيسى عليه السلام انه مر مع الحواريين بكلب قد غلب نتنه فقالوا ما انتن هذه الجيفة

(فقال)

فقال عليه السلام ما احسن بياض اسنانها تنبيها على ان الذى ينبغى ان يذكر من كل شئ ما هو احسن كذا فى شرح الاسماء الحسنى للامام الغزالى قدس سره ﴿ ان الذين ﴾ نزلت فى احبار اليهود فانهم كانوا يرجون ان يكون النبى المنعوت فى التوراة منهم فلما بعث الله نبينا محمدا عليه السلام من غيرهم غيروا نعته حتى اذا نظر اليه السفلة يجدونه مخالفا لصفة محمد عليه السلام فلا يتبعونه فلا تزول رياستهم ﴿ يكتمون ما انزل الله من الكتاب ﴾ حال من العائد المحذوف اى انزله الله حال كونه من الكتاب وهو التوراة المشتمل على نعت محمد عليه السلام ﴿ ويشترون به ﴾ اى بدل المنزل المكتوم ﴿ ثمنا قليلا ﴾ اى يأخذون عوضا حقيرا من الدنيا يعنى المآكل التى يصيبونها من سفلتهم ﴿ اولئك ما يأكلون فى بطونهم الا النار ﴾ اما فى الآخرة فظاهر لانهم لا يأكلون يوم القيامة الا عين النار عقوبة لهم على اكلهم الرشوة فى الدنيا واما فى الدنيا فبأكل سببها فان اكلهم ما اخذوه من اتباعهم سبب مؤد الى ان يعاقبوا بالنار فاطلاق النار عليه من قبيل اطلاق اسم المسبب على السبب ومعنى فى بطونهم ملئ بطونهم يقال اكل فى بطنه واكل فى بعض بطنه يعنى ان المقصود من ذكر بطونهم متعلقا بقوله يأكلون انما هو بيان محل الاكل ومقر المأكول فلما لم يقل يأكلون فى بعض بطونهم علم ان محل الاكل هو تمام بطونهم فلزم امتلاءها ففيه مبالغة كأنهم ما كانوا متكئين على البطون عند الاكل فملأوا بطونهم ﴿ ولا يكلمهم الله يوم القيمة ﴾ اى لا يكلمهم الله بطريق الرحمة غضبا عليهم فليس المراد به نفى الكلام حقيقة لئلا يتعارض بقوله تعالى (فوربك لنسألنهم اجمعين) ونحوه بل هو كناية عن الغضب لان نفى الكلام لازم للغضب عرفا وعادة الملوك عند الغضب انهم يعرضون عن المغضوب عليهم ولا يكلمونهم كما انهم عند الرضى يتوجهون اليهم بالملاطفة ﴿ ولا يزكيهم ﴾ لا يثنى عليهم ولا يطهرهم من دنس الذنوب يوم يطهر المؤمنين من ذنوبهم بالمغفرة ﴿ ولهم عذاب اليم ﴾ وجع دآئم مؤلم ﴿ اولئك ﴾ المشترون بكتاب الله ثمنا قليلا ليسوا بمشترين للثمن وان قل بل ﴿ الذين اشتروا ﴾ بالنسبة الى الدنيا ﴿ الضلالة ﴾ التى ليست مما يمكن ان يشترى قطعا ﴿ بالهدى ﴾ الذى ليس من قبيل ما يبذل بمقابلة شئ وان جل ﴿ والعذاب ﴾ اى اشتروا بالنظر الى الآخرة العذاب الذى لا يتوهم كونه من المشترى ﴿ بالمغفرة ﴾ التى يتنافس فيها المتنافسون ﴿ فما اصبرهم على النار ﴾ اى ما اصبرهم على اعمال اهل النار حين تركوا الهدى وسلكوا مسالك الضلال فالمراد بالنار سببها اطلق عليه اسم النار للملابسة بينهما ومعنى التعجب راجع الى العباد فهو تعجب اى ايقاع للمخاطب فى العجب لامتناع التعجب فى شأنه تعالى لان التعجب منشأه الجهل بالسبب فانهم قالوا التعجب انفعال النفس مما خفى سببه وخرج عن نظائره فلا يجوز على الله تعالى ﴿ ذلك ﴾ العذاب بالنار ﴿ بان الله ﴾ اى بسبب انه ﴿ نزل الكتاب ﴾ اى جنس الكتاب ﴿ بالحق ﴾ اى حال كونه ملتبسا بالحق فلا جرم يكون من يرفضه بالتكذيب والكتمان ويركب متن الجهل والغواية مبتلى بمثل هذا من افانين العذاب ﴿ وان الذين اختلفوا فى الكتاب ﴾ اى فى جنس الكتاب الالهى بان آمنوا ببعض كتب الله وكفروا ببعضها اوفى التوراة بان آمنوا ببعض

آياتها وكفروا ببعض كالآيات المغيرة المشتملة على امر بعثة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ونعوته الكريمة اوفى القرآن بان قال بعضهم انه شعر وبعض سحر وبعض كهانة ﴿ لفي شقاق بعيد ﴾ اى خلاف بعيد عن الحق والصواب مستوجب لاشد العذاب * اعلم ان في هذه الآيات وعيدا عظيما لكل من يكتم الحق لغرض فاسد دنيوى فليحذروا اى العلماء ان يكتموا الحق وهم يعلمون وانما يكتمونه عن الملوك والامراء والوزراء وارباب الدنيا اما خوفا من اتضاع مرتبتهم ونقصان قدرهم عندهم واما طموحا الى احسانهم اولانهم شركاؤهم في بعض احوالهم من حب الدنيا وجمعها والحرص في طلبها اوطلب مناصبها وحب رياستها اوبالتنعم في المأكول والمشروب والملبوس والمركوب والمسكن والاواني وآلات البيت والامتعة والزينة في كل شئ والخدم والحيول وغيرذلك فعندذلك يداهنون ويأكلون ثمنا قليلا ولايأكلون الانار الحرص والشهوة والحسد التي تطلع على الافئدة وتأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب * واعلم ان في كل عمل وفعل وقول يصدر من العبد على خلاف الشرع شررا يجتنى من نار السعير فتحصل في قلب العبد تلك النار في الحال وفي التي تصدر من العبد على وفق الشرع شررا يجتنى من نارالمحبة فتظهر في القلب فتحرق كل محبوب غيرالله في قلب كما ان نار السعير تحرق في القلب الحسنات والاخلاق الحميدة فيأكلون نارا في الحال وانما قال مايأكلون في بطونهم الا النار لان فسادهم كان في باطل فكان عذابهم في البطون وانما لايكلمهم الله يوم القيامة لانهم كتموا كلام الله في الدنيا ولاتكلموه بالصدق فكان جزاء سيئة سيئة مثلها وانما لايزكيهم لان تزكية النفس للانسان مقدرة من الايمان والاعمال الصالحة بصدق النية من تهذيب الاخلاق بآداب الشرع فاولئك المداهنون من العلماء هم الذين اشتروا حب الدنيا بهدى اظهار الحق وآثروا الخلق على الحق والمداهنة على افضل الجهاد قال عليه السلام (ان افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر) وانما كانت افضل لان الجهاد بالحجة والبرهان جهاد أكبر بخلاف الجهاد بالسيف والسنان فانه جهاد اصغر ومدار كتمان الحق حب الدنيا وحبها رأس كل خطيئة * قال الحسن ان الزبانية الى فسقة حملة القرآن اسرع منهم الى عبدة الاوثان فيقولون ربنا مابالنا يتقدمون الينا فيقول الله ليس من يعلم كمن لايعلم فمن اشترى الدنيا بالدين فقدوقع في خسران مبين وكان دائما في منازعة الشيطان ــ كما حكي ــ ان رجلا قال للشيخ ابى مدين مايريد منا الشيطان شكاية منه فقال الشيخ انه جاء قبلك وشكا منك وقال اعلم انه سيشكوني ولكن الله ملكني الدنيا فمن نازعني في ملكي لااتسلى بدون ايمانه فمن كف يده عن الدنيا وزينتها فقد استراح من تعبها ومحنتها ــ وحكي ــ ان ذا القرنين اجتاز على قوم تركوا الدنيا وجعلوا قبور موتاهم على ابوابهم يقتاتون بنبات الارض ويشتغلون بالطاعة فأرسل ذوالقرنين الى ملكهم فقال مالي حاجة الى صحبة ذى القرنين فجاء ذوالقرنين فقال ماسبب قلة الذهب والفضة عندكم قال ليس للدنيا طالب عندنا لانها لاتشبع احدا فجعلنا القبور عندنا حتى لاننسى الموت ثم اخرج رأس انسان وقال هذا رأس ملك من الملوك كان يظلم الرعية ويجمع حطام الدنيا فقبضه الله تعالى وبقي عليه السيآت ثم اخرج رأسا آخر وقال ايضا هذا

رأس ملك عادل مشفق فقبضه واسكنه جنته ورفع درجته ثم وضع يده على رأس ذى القرنين وقال من أى الرأسين يكون رأسك فبكى ذو القرنين وقال ان ترغب فى صحبتى شاطرتك مملكتى وسلمت اليك وزارتى فقال هيهات وقال ذو القرنين ولم قال لان الناس اعداؤك بسبب المال والمملكة وجميعهم احبابى بسبب القناعة : قال السعدى قدس سره

در كوشهٔ قناعت نان پارهٔ ويبنه * درپيش اهل معنى بهتر زصد خزينه

﴿ ليس البر ﴾ هو كل فعل مرضى يفضى بصاحبه الى الجنة ﴿ ان تولوا ﴾ اى ان تصرفوا يا اهل الكتابين ﴿ وجوهكم ﴾ فى الصلاة ﴿ قبل المشرق والمغرب ﴾ اى مقابلهما ظرف مكان لقوله تولوا والبر منصوب على انه خبر مقدم وان تولوا اسمها لكونه فى تأويل المصدر والمصدر المؤول اعرف من المحلى باللام وهو يشبه الضمير من حيث انه لا يوصف ولا يوصف به فالاولى ان يجعل الاعرف اسما وغير الاعرف خبرا وذلك ان اليهود والنصارى اكثروا الخوض فى امر القبلة حين حول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى الكعبة وزعم كل واحد من الفريقين ان البر هو التوجه الى قبلته فرد عليهم وقيل ليس البر ما انتم عليه فانه منسوخ خارج من البر ﴿ ولكن البر ﴾ المعهود الذى ينبغى ان يهتم بشأنه ويجد فى تحصيله ﴿ من ﴾ اى بر من على حذف المضاف لان اسم لكن من اسماء المعانى وخبرها من اسماء الاعيان فامتنع الحمل لذلك ﴿ آمن بالله ﴾ وحده ايمانا بريئا من شائبة الاشراك لا كايمان اليهود والنصارى المشركين بقولهم عزيز ابن الله وقولهم المسيح ابن الله وقدم الايمان بالله فى الذكر لانه اصل لجميع الكمالات العلمية والعملية ﴿ واليوم الآخر ﴾ اى بالبعث الذى فيه جزاء الاعمال على انه كائن لا محالة وعلى ماهو عليه لا كما يزعمون من انهم لا تمسهم النار الا اياما معدودة وان آباءهم الانبياء ويشفعون لهم فالبر هو التوجه الى المبدأ والمعاد اللذين هما المشرق والمغرب فى الحقيقة ولما كان الايمان باليوم الآخر متفرعا على الايمان بالله لانا مالم نعلم باستحقاقه الالوهية وقدرته على جميع الممكنات لا يمكننا ان نعلم صحة الحشر والنشر وكان الايمان به محركا وداعيا الى الانقياد بالله فى جميع ما امر به ونهى عنه خوفا وطمعا ذكر الايمان به عقيب الايمان بالله ﴿ والملائكة ﴾ كلهم بانهم عباد الله ليسوا بذكور ولا اناث ولا بشر ولا اولاد الله مكرمون عنده متوسطون بينه وبين انبيائه بالقاء الوحى وانزال الكتب واليهود اخلوا بذلك حيث اظهروا عداوة جبريل ﴿ والكتاب ﴾ اى بجنس الكتاب الالهى الذى من افراده الفرقان واليهود اخلوا بذلك لانه مع قيام الدليل على ان القرآن كتاب الله تعالى ردوه ولم يقبلوه ﴿ والنبيين ﴾ جميعا بانهم المبعوثون الى خلقه والقائمون بحقه والصادقون عنه فى امره ونهيه ووعده ووعيده واخباره من غير تفرقة بين احد منهم واليهود اخلوا بذلك حيث قتلوا الانبياء وطعنوا فى نبوة محمد عليه السلام * واعلم ان الايمان بالملائكة والكتاب مؤخر عن الايمان بالنبيين الا انه قدم الايمان بهما فى الذكر رعاية للترتيب بحسب الوجود الخارجى ولم ينظر الى الترتيب فى العلم فان الملك يوجد اولا ثم يحصل بواسطته نزول الكتاب الى الرسل فتدعو الرسل الى ما فيها من الاحكام وهذا اى الايمان بالامور الخمسة المذكورة اصول الدين

وقواعد العقائد ﴿ وآتى المال ﴾ اى الصدقة من ماله ﴿ على حبه ﴾ حال من الضمير فى آتى والضمير المجرور للمال اى آتاه كائنا على حب المال كما قال عليه السلام لما سئل أى الصدقة افضل قال (ان تؤتيه وانت صحيح شحيح تأمل العيش وتخشى الفقر ولا تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد كان لفلان) : قال السعدى قدس سره

پريشان كن امروز گنجينه جست * كه فردا كليدش نه دردست تست

كنون بركف دست نه هرچه هست * كه فردا بدندان گزى پشت دست

﴿ذوى القربى﴾ مفعول اول لآتى بدلالة الحال وقدمهم لانهم احق بالصدقة لقوله عليه السلام (صدقتك على المسلمين صدقة وعلى ذى رحمك اثنتان) لانها صدقة وصلة وقال ايضا (افضل الصدقة على ذى الرحم الكاشح) ﴿واليتامى﴾ الفقراء منهم لا الاغنياء وقدم اليتامى على سائر المصارف لان الصغير الفقير الذى لا والد له ولا كاسب اشد احتياجا من المساكين ومن ذكر بعدهم ﴿والمساكين﴾ جمع مسكين والمسكين ضربان من يكف عن السؤال وهو المراد ههنا ومن ينبسط ويسأل وهذا القسم داخل فى قوله والسائلين وهو مبالغة الساكن فان المحتاج يزداد سكونه الى الناس على حسب ازدياد حاجته ﴿وابن السبيل﴾ اى المسافر البعيد عن ماله وسمى به لملازمته له كما تقول للص القاطع ابن الطريق وللمعمر ابن الليالى ولطير الماء ابن الماء والضيف لانه جاء من السبيل فكأنه ولد منه قال صلى الله عليه وسلم (من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه) وايضا (اكرموا الضيف ولو كان كافرا) ﴿والسائلين﴾ الذين الجأتهم الحاجة والضرورة الى السؤال وفى الحديث (للسائل حق ولو جاء على ظهر فرسه) : قال السعدى قدس سره

نه خواهندهٔ بردر ديگران * بشكرانه خواهنده ازدرمران

﴿وفى﴾ تخليص ﴿الرقاب﴾ بمعاونة المكاتبين جمع رقبة وهى مؤخر العنق واشتقاقها من المراقبة لانها مكان مراقبة الرقيب المشرف على القوم واذا قيل اعتق الله رقبته يراد ان الله تعالى خلصه من مراقبة العذاب اياه . وقيل المراد بهم ارقاء يشتريهم الاغنياء لاعتاقهم . وقيل المراد بهم الاسارى فان الاغنياء يؤتون المال فى تخليصهم فهذا هو البر ببذل الاموال على وفق مراد الله تعالى فى المصارف المذكورة واليهود اخلوا بذلك لانهم اكلوا اموال الناس بالباطل حين كتموا دلائل حقية الاسلام على اتباعهم واشتروا به ثمنا قليلا وعوضا يسيرا وهو ما يعود اليهم من هدايا السفلة ﴿ واقام الصلوة ﴾ المفروضة عطف على صلة من اى من آمن وآتى واقام واليهود كانوا يمنعون الناس من الصلاة والزكاة ﴿ وآتى الزكوة ﴾ المفروضة على ان المراد بما مر من ايتاء المال التنفل بالصدقة قدم على الفريضة مبالغة فى الحث عليه اوالاول لبيان المصارف والثانى لبيان وجوب الاداء ﴿ والموفون ﴾ عطف على من آمن فانه فى قوة ان يقال ومن اوفوا ﴿ بعهدهم ﴾ من الاوامر والنواهى اوالنذور ﴿ اذا عاهدوا ﴾ فيما بينهم وبين الله وفيما بينهم وبين الناس اذا وعدوا انجزوا واذا حلفوا اونذروا اوفوا واذا قالوا صدقوا واذا ائتمنوا ادوا وفى الحديث (من اعطى عهد الله ثم نقضه فالله لا ينظر اليه) اى انقطع نظره عنه (ومن اعطى ذمة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم غدر فالنبى خصمه يوم القيامة) واليهود نقضوا العهد

(قال الله)

قال الله تعالى ﴿ واوفوا بعهدى اوف بعهدكم ﴾ : وفى المثنوى

چون درختست آدمى وبيخ عهد * بيخ را تيمار مى بايد بجهد
عهد فاسد بيخ پوسيده بود * وز ثمار ولطف ببريده بود
شاخ وبرك نخل اكرچه سبز بود * بافساد بيخ سبزى نيست سود
ورندارد برك سبز وبيخ هست * عاقبت بيرون كند صد برك دست
تو مشو غره بعلمش عهد جو * علم چون قشر است وعهدش مغز او

﴿ والصابرين ﴾ منصوب على المدح اى بتقدير اعنى وهو فى الحقيقة والمعنى عطف على من آمن لكن غير سبكه تنبيها على فضيلة الصبر ومزيته اى واعنى الذين صبروا ﴿ فى البأساء ﴾ اى فى الفقر والشدة ﴿ والضراء ﴾ اى المرض والزمانة ﴿ وحين البأس ﴾ منصوب بالصابرين اى وقت الشدة والبأس شدة القتال خاصة وهو فى الاصل مطلق الشدة وزيادة الحين للاشعار بوقوعه احيانا وسرعة انقضائه واهل الكتاب اخلوا بذلك حيث كانوا فى غاية الخوف والجبن والحاصل انه لما حولت القبلة وكثر خوض اهل الكتاب فى نسخها صار كأنهم قالوا مدار البر والطاعة هو الاستقبال فانزل الله هذه الآية كأنه تعالى قال ما هذا الخوض الشديد فى امر القبلة مع الاعراض عن كل اركان الدين فصفة البر لا تحصل بمجرد استقبال المشرق والمغرب بل البر لا يحصل الا بمجموع الامور المذكورة ﴿ اولئك ﴾ اى اهل هذه الصفة ﴿ الذين صدقوا ﴾ فى الدين واتباع الحق وتحرى البر حيث لم تغيرهم الاحوال ولم تزلزلهم الاحوال ﴿ واولئك هم المتقون ﴾ عن الكفر وسائر الرذائل وتكرير الاشارة لزيادة تنويه شأنهم وتوسيط الضمير للاشارة الى انحصار التقوى فيهم والآية جامعة للكمالات الانسانية باسرها دالة عليها صريحا اوضمنا فانها بكثرتها وتشعبها منحصرة فى ثلاثة اشياء صحة الاعتقاد وحسن المعاشرة وتهذيب النفس وقد اشير الى الاول بقوله من آمن الى والنبيين والى الثانى بقوله وآتى المال الى وفى الرقاب والى الثالث بقوله واقام الصلوة الى آخرها ولذلك وصف المستجمع لها بالصدق نظرا الى ايمانه واعتقاده وبالتقوى اعتبارا بمعاشرته للخلق ومعاملته مع الحق واليه يشير قوله عليه السلام (من عمل بهذه الآية فقد استكمل الايمان) * قال شيخنا العلامه . ابقاه الله بالسلامه قيل لى فى قلبى احسن اخلاق المرء فى معاملته مع الحق التسليم والرضى واحسن اخلاقه فى معاملته مع الخلق العفو والسخاء انتهى كلامه * وحب المال من اغلب اخلاق النفس وكذا العجلة من الاخلاق الرديئة ولذلك قيل ان الصبر افضل من الشكر وفى الخبر (يؤتى بأشكر اهل الارض ليجزيه الله جزاء الشاكرين ويؤتى بالصابر فيقول الله هذا انعمت عليه فشكر وابتليتك فصبرت لأضعفن لك الاجر فيعطى اضعاف جزاء الشاكرين) والتحقيق ان تهذيب النفس انما يكون بالتوحيد بطريقه المخصوص كما ان اصل الايمان انما يحصل بالتوحيد والشهادة ﴿ يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص فى القتلى ﴾ الخطاب لائمة المؤمنين اوجب الله تعالى على الامام وعلى من يجرى مجراه ويقوم مقامه اقامة القصاص والتقدير يا ايها الائمة فرض عليكم استيفاء القصاص ان اراد ولى الدم استيفاءه ويحتمل ان يكون الخطاب متوجها على القاتل والمعنى يا ايها

در اوائل دفتر پنجم در بيان سبب عداوت عام وبيگانه زيستن با اوليا الخ

القاتلون عمدا كتب عليكم تسليم انفسكم عند مطالبة الولى بالقصاص وذلك لان القاتل ليس له ان يمتنع عن القصاص لكونه حق العبد بخلاف الزانى والشارب فان لهما الهرب من الحدود لكون ماعليهما من الحق حق الله تعالى والقصاص ان يفعل بالانسان مثل مافعل فهو عبارة عن التسوية والمماثلة فى الانفس والاطراف والجراحات . والقتلى جمع قتيل وفى للسبب اى بسبب قتل القتلى كما فى قوله عليه السلام (ان امرأة دخلت النار فى هرة ربطتها) اى بسبب ربطها اياها وحسن الوقف فى قوله القتلى ﴿الحر بالحر﴾ مبتدأ وخبر اى الحر مأخوذ ومقتول بمثله ﴿والعبد بالعبد والانثى بالانثى﴾ سبب النزول انه كان بين حيين من احياء العرب دماء فى الجاهلية وكان لاحدهما طول على الآخر اى قوة وفضل فاقسموا لنقتلن الحر منكم بالعبد والذكر بالانثى والاثنين بالواحد فتحاكموا الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين جاء الله بالاسلام فنزلت وامرهم الله ان يتباروا اى يتساووا ويتعادلوا . وقوله الحر بالحر لايفيد الحصر البتة بان لايجرى القصاص الا بين الحرين وبين العبدين وبين الانثيين بل يفيد شرع القصاص فى القتلى بين المذكورين من غير ان يكون فيه دلالة على سائر الاقسام فان قوله تعالى (كتب عليكم القصاص فى القتلى) جملة مستقلة بنفسها . وقوله الحر بالحر تخصيص لبعض جزئيات تلك الجملة بالذكر وتخصيص بعض جزئيات الجملة المستقلة بالذكر لايمنع ثبوت الحكم لسائر الجزئيات بل ذلك التخصيص يمكن ان يكون لفائدة سوى نفى الحكم عن سائر الصور وهى ابطال ماكان عليه اهل الجاهليه من انهم كانوا يقتلون بالعبد منهم الحر من قبيلة القاتل بالعبد المقتول والانثى القاتلة بالانثى المقتولة وليس فيه نفى جريان القصاص بين الحر والعبد والذكر والانثى بل فيه منع عن التعدى الى غير القاتل انتهى كلامه *والثورى وابو حنيفة يقتلان الحر بالعبد والمؤمن بالكافر ويستدلان بعموم قوله تعالى (وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس) فان شريعة من قبلنا اذا قصت علينا فى القرآن من غير دلالة على نسخها فالعمل بها واجب على انها شريعة لنا * وبما روى (المسلمون تتكافأ دماؤهم) وبأن التفاضل فى النفس غير معتبر بدليل قتل الجماعة بالواحد وبان القصاص يعتمد المساواة فى العصمة وهى بالدين او بالدار وهما سيان فيهما * ومالك والشافعى لايقتلان الحر بالعبد ولا المؤمن بالكافر كما قال الشافعى رحمه الله

خذوا بدمى هذا الغزال فانه * رمانى بسهمى مقلتيه على عمد
ولا تقتلوه اننى انا عبده * وفى مذهبى لايقتل الحر بالعبد

﴿فمن﴾ عبارة عن القاتل شرطية كانت اوموصولة ﴿عفى له من اخيه﴾ الضميران راجعان الى من ﴿شئ﴾ اى شئ من العفو تليل فارتفاع شئ على انه قائم مقام فاعل عفى بناء على انه فى حكم المصدر اى فى حكم قولك عفى عفو فان عفا وان كان لازما لايتعدى الى المفعول به الا انه يتعدى الى المفعول المطلق فيصلح ان يقام مصدره مقام الفاعل كما فى قوله تعالى (فاذا نفخ فى الصور نفخة) وقولهم سير بزيد بعض السير وشئ من السير وفائدة قوله شئ الاشعار بانه اذا عفى له طرف من العفو وبعض منه بان يعفى عن بعض الدم او عفا عنه بعض الورثة تم العفو وسقط القصاص ولم يجب الا الدية وعفا يتعدى الى الجانى والى

الذنب بعن فاذا تعدى الى الذنب بعن كما فى قوله تعالى (عفا الله عنك) عدى الى الجانى باللام يقال عفوت لفلان اذجني وعليه مافى الآية وعفو الجانى عبارة عن اسقاط موجب الجناية عنه وموجبها ههنا القصاص فكأنه قيل القاتل الذى عفى له عن جناية من جهة اخيه الذى هو ولى المقتول سواء كان العفو الواقع تاما بان اصطلح القاتل مع جميع اولياء القتيل على مال او بعض العفو بان وقع الصلح بينه وبين بعض الاولياء فانه على التقديرين يجب المال ويسقط القصاص فانه قد روى عن ابن عباس رضى الله عنهما ان هذه الآية نزلت فى الصلح عن القصاص على مال وسمى الله تعالى ولى الجناية اخا للقاتل استعطافا له عليه وتنبيها على ان اخوة الاسلام قائمة بينهما وان القاتل لم يخرج من الايمان بقتله ﴿ فاتباع بالمعروف ﴾ خبر مبتدأ محذوف اى واذا حصل شئ من العفو وبطل الدم بعفو البعض فالامر اتباع بالمعروف اى على ولى المقتول ان يطالب القاتل ببدل الصلح بالمعروف بترك التشديد والتضييق فى طلبه واذا اخذ الدية لايطلب الاكثر مما وجب عليه ﴿ واداء اليه باحسان ﴾ حث المعفو عنه وهو القاتل على تأدية المال بالاحسان اى وعلى القاتل ان يؤدى المال الى العافى باحسان فى الاداء بترك المطل والبخس والاذى ﴿ ذلك ﴾ اى الحكم المذكور من العفو والدية ﴿ تخفيف من ربكم ﴾ اى تيسير وتوسعة لكم ﴿ ورحمة ﴾ منه حيث لم يجزم بالعفو واخذ الدية بل خيركم بين الثلاث القصاص والدية والعفو وذلك لان فى شرع موسى عليه السلام القصاص وهو العدل فقط وفى دين عيسى عليه السلام العفو وهو الفضل فحسب وفى ملتنا يتشفى القصاص وللترفه الدية وللتكرم العفو ﴿ فمن اعتدى ﴾ اى تجاوز ماشرع له ﴿ بعد ذلك ﴾ التخفيف بان قتل غير القاتل او قتل القاتل بعد العفو او اخذ الدية فقد كان الولى فى الجاهلية يؤمن القاتل بقبول الدية ثم يظفر فيقتله وينبذ ماله الى اوليائه ﴿ فله ﴾ باعتدائه ﴿ عذاب اليم ﴾ نوع من العذاب شديد الالم اما فى الدنيا فبالاقتصاص بما قتله بغير حق واما فى الآخرة فبالنار ﴿ ولكم فى القصاص حيوة ﴾ اى فى هذا الجنس من الحكم الذى هو القصاص حياة عظيمة لانهم كانوا يقتلون بالواحد الجماعة كما قتل مهلهل بن ربيعة باخيه كليب حتى كاد يفنى بكر بن وائل وكان يقتل بالمقتول غير قاتله فتثور الفتنة ويقع فيما بينهم التشاجر والهرج والمرج وارتفاع الامن فلما جاء الاسلام بشرع القصاص كانت فيه اى حياة لانه اذا علم القاتل انه يقتل اذا قتل لايقدم على القتل واذا قتل فقتل ارتدع غيره فكان القصاص سبب حياة نفسين او اكثر وهو كلام فى غاية الفصاحة والبلاغة من حيث جعل الشئ محل ضده فان ضدية شئ لآخر تستلزم ان يكون تحقق احدهما رافعا للآخر والقصاص لاستلزامه ارتفاع الحياة ضدلها وقد جعل ظرفالها تشبيها له بالظرف الحقيقى من حيث ان المظروف اذا حواه الظرف لايصيبه مايخل به ويفسده ولاهو يتفرق ويتلاشى بنفسه كذلك القصاص يحمى الحياة من الآفات فكان من هذا الوجه بمنزلة الظرف لها ولاشك فيه اذ جعل الضد حاميا لضده اعتبار لطيف فى غاية الحسن والغرابة التى هى من نكت البلاغة وطرقها ﴿ ياأولى الالباب ﴾ اى ذى العقول الخالصة من شوب الاوهام ناداهم للتأمل فى

حكمة القصاص من استبقاء الارواح وحفظ النفوس ﴿ لعلكم تتقون ﴾ تعملون عمل اهل التقوى فى المحافظة على القصاص والحكم به والاذعان اوتتقون عن القتل مخافة القود * وفيه تحذير عن القتل فان من اعظم حقوق العباد الدماء وهى اول مايحاسب به العبد بالنسبة الى حقوق العباد كما ان الصلاة اول مايحاسب به بالنسبة الى حقوق الله تعالى وفى الحديث (يأتى المقتول معلقا رأسه باحدى يديه ملبيا قاتله بيده الاخرى تشخب اوداجه دما حتى يوقفا فيقول المقتول لله سبحانه هذا قتلنى فيقول الله تعالى للقاتل تعست ويذهب به الى النار) * واعلم ان الذنوب على ثلاثة اوجه * الاول فيما بين العبد وبين الله تعالى كالزنى واللواطة والغيبة والبهتان مالم يبلغ الى من بهته واغتابه فاذا بلغه و جعله فى حل وتاب المذنب فنرجوان الله يغفرله وكذلك اذا زنى بامرأة ولها زوج فلم يجعله ذلك الرجل فى حل لايغفرله لان خصمه الآدمى فاذاتاب وجعله فى حل فانه يغفرله ويكتفى بحل منه ولايذكر الزنى بان قال كل حق لى عليك فقدجعلتك فى حل منه ومن كل خصومة بينى وبينك وهذا صلح بالمعلوم على المجهول وذلك جائز كرامة لهذه الامة لان الامم السالفة مالم يذكر الذنب لايغفر لهم * والثانى ذنب فيما بينه وبين اعمال الله وهو ان يترك الصلاة والصوم والزكاة والحج فان التوبة لاتكفيه مالم يقض الصلاة وغيرها لان شرط التوبة ان يؤدى ماترك فاذا لم يؤد فكأنه لم يتب * والثالث فيما بينه وبين عباد الله وهوان يغصب اموالهم اويضر بهم اويشتمهم اويقتلهم فان التوبة لاتكفيه الا ان يرضى عنه خصمه اويجتهد فى الاعمال الصالحة حتى يوفق الله بينهما يوم القيامة فانه اذاتاب العبد وكان عليه حقوق العباد فعليه ان يردها الى اربابها وان عجز عن ايصالها واراد الله مغفرته يقول لخصمه يوم القيامة ارفع رأسك فيرفع نيرى قصورا عالية فيقول يارب لمن هذه فيقول الله تعالى انت قادر عليها فان ثمنها عفوك عن اخيك فيقول قد عفوت فيقول الله تعالى خذ يد اخيك واذهبا الى الجنة * والاشارة فى الآية ان الله تعالى كتب عليكم القصاص فى قتلاكم كما كتب على نفسه الرحمة فى قتلاه كما قال (من احبنى قتلته ومن قتلته فانا ديته) : وفى المثنوى

كر يكى سررا ببرد ازبدن * صدهزاران سربرآرد در زمن [١]
اقتلونى ياثقاتى لائما * ان فى قتلى حياتى دائما [٢]
ان فى موتى حياتى يافتى * كم افارق موطنى حتى متى
شير دنيا جويد اشكارى وبرك * شيرمولى جويد آزادى ومرك
جونكه اندرمرك بيندصدوجود * همجو پروانه بسوزاند وجود [٣]

فعلى العاقل ان يقتل نفسه بالرياضات الشديدة ويحيى قلبه بالحياة الطيبة الباقية اللهم وفقنا لمداواة هذه القلوب المرضى آمين ﴿ كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ﴾ اى حضر اسبابه وظهر امارته وآثاره من العلل والامراض اذلااقتدار على الوصية عند حضور نفس الموت والعامل فى اذا مدلول كتب لان الكتب بمعنى الايجاب لايحدث وقت حضور الموت بل الحادث تعلقه بالمكلف وقت حضور موته فكأنه قيل توجه عليكم ايجاب الله تعالى ومقتضى كتابه اذا حضر فعبرعن توجه الايجاب وتعلقه بكتب للدلالة على ان هذا المعنى مكتوب فى الازل

[١] در اواخر دفتر يكم در بيان كفتن پيغمبر بكوش ركابدار امير المؤمنين رضى الله عنه الخ

[٢] دراواخر دفتر يكم در بيان نفيه قصة امير المؤمنين على رضى الله عنه الخ

[٣] در اواخر دفتريكم در بيان آنكه فتح طلبيدن پيغمبر عليه السلام الخ

﴿ ان ترك خيرا ﴾ اى مالا قليلا اوكثيرا اومالا كثيرا يقال فلان ذومال ولايطلق ذلك لمن له مال قليل * وعن عائشة رضى الله عنها ان رجلا اراد ان يوصى قالت كم مالك قال ثلاثة الآف قالت كم عيالك قال اربعة قالت انما قال الله ان ترك خيرا وان هذا الشئ يسير فاتركه لعيالك واصل الخيران يكون لكل مايرغب فيه مماهو نافع لانه ضد الشر * قال فى اخوان الصفا الخير فعل ماينبغى فى الوقت الذى ينبغى من اجل ماينبغى ﴿ الوصية ﴾ نائب فاعل كتب اى فرض الايصاء ﴿ للوالدين والاقربين ﴾ ممن يرث وممن لايرث ﴿ بالمعروف ﴾ نصب حالا اى بالعدل لايزيد على الثلث ولايوصى للغنى ويدع الفقير وكان السبب فى نزول هذه الآية ان اهل الجاهلية كانوا يوصون بمالهم للبعدى رياء وسمعة وطلبا للفخر والشرف ويتركون الاقارب فى الفقر والمسكنة فصرف الله تعالى بهذه الآية فى بدء الاسلام ماكان يصرف الى الابعدين الى الوالدين والاقربين فعمل بها ماكان العمل بها صلاحا وحكمة ثم نسختها آية المواريث فى سورة النساء فالآن لايجب على احد ان يوصى لاحد قريب ولابعيد واذا اوصى فله ان يوصى لكل من الاقارب والاباعد الاللوارث ﴿ حقا ﴾ اى احق هذه الوصية حقا ﴿ على المتقين ﴾ المجتنبين عن ضياع المال وحرمان القريب يعنى ان كنتم متقين بالله لاتتركوا العمل بهذا * قال ابن الشيخ فى حواشيه فان قيل قوله على المتقين يقتضى ان يكون هذا التكليف مختصا بالمتقين وقد دل الاجماع على ان الواجبات والتكاليف عامة فى حق المتقين وغيرهم اجيب بان المراد بقوله حقا على المتقين انه لازم لكل من آثر التقوى وتحراها وجعلها طريقاله ومذهبا فيدخل فيه الكل ﴿ فمن بدله ﴾ الضمير راجع الى الوصية لكونها فى تأويل الايصاء اى غير الايصاء عن وجهه الشرعى والمشهور ان من غير ايصاء المحتضر هوالوصى اوالشاهد فالوصى يغير الوصية امافى الكتابة اوفى قسمة الحقوق والشاهد يغيرها امابتغيير وجه الشهادة اوبكتمها ويمكن ان يكون التبديل من سائر الناس بان منعوا من وصول المال الموصى به الى مستحقه فهؤلاء كلهم داخلون تحت قوله فمن بدله ﴿ بعد ماسمعه ﴾ اى بعد ماوصل اليه وتحقق لديه ﴿ فانما اثمه ﴾ اى مااثم الايصاء المغير اواثم التبديل الا ﴿ على الذين يبدلونه ﴾ لانهم خانوا وخالفوا الشرع لاعلى الموصى وهوالميت فانه برئ من الاثم ﴿ ان الله سميع ﴾ بالايصاء وتغييره ﴿ عليم ﴾ بثوابه وجزاء من غيره وهو يجازى كل واحد منهما بمايستحقه ﴿ فمن ﴾ شرطية اوموصولة ﴿ خاف ﴾ اى توقع وعلم فانه اذاعلم خاف فهو من اطلاق اسم اللازم على الملزوم ﴿ من موص ﴾ اى من الذى اوصى وهو يجوز ان يتعلق بخاف على انها لابتداء الغاية اوبمحذوف على انها حال من جنفا قدمت عليه لانها فى الاصل صفة له فلما تقدمت نصبت حالا ﴿ جنفا ﴾ اى ميلا عن الحق بالخطأ فى الوصية ﴿ اواثما ﴾ اى تعمدا للجنف يعنى اذاجهل الموصى موضع الوصية اوزاد على مقدار الوصية اواوصى بمالايجوز ايصاؤه ﴿ فأصلح ﴾ الظاهر ان المراد بالمصلح هوالوصى لانه اشد تعلقا بامر الوصية الا انه لاوجه لتخصيصه بالوصى بل ينبغى ان يدخل تحته كل من يتأتى منه رفع الفساد فى وصية الميت من الوالى والولى والوصى ومن يأمر بالمعروف والمفتى والقاضى والوارث ﴿ بينهم ﴾ اى بين الموصى لهم وهم الوالدان والاقربون فغير وصيته

باجرائها على طريق الشرع ﴿ فلا اثم عليه ﴾ اى لاوزر على المغير فى هذا التبديل لانه تبديل باطل الى حق بخلاف الاول ﴿ ان الله غفور رحيم ﴾ وعد للمصلح بالاثابة وذكر المغفرة لمطابقة ذكر الاثم وكون الفعل من جنس مايؤثم لان بعض التبديل وهو التبديل الى الباطل اثم وهذا من المشاكلة الصورية لاالمعنوية لان التبديل الى خير ليس من جنس الاثم لكن صورته صورة مايؤثم * واعلم ان الوصية مستحبة لحاجة الناس اليها فان الانسان مغرور بأمله اى يرجو الحياة مدة طويلة مقصر فى عمله فاذا عرض له المرض وخاف الهلاك يحتاج الى تدارك تقصيره بماله على وجه لو مات فيه يحقق مقصده المآلى ولو انهضه البرء يصرفه الى مطلبه الحالى * وفى الحديث (ان الله تصدق عليكم بثلث اموالكم فى آخر اعماركم زيادة لكم فى اعمالكم تضعونها حيث شئتم) ويوصى بفدية صلاته وصيامه لكل مكتوبة نصف صاع من الحنطة وكذا الوتر ولكل يوم من صوم رمضان ايضا نصف صاع من الحنطة وفى صوم النذر كذلك * قال فى تفسير الشيخ ومن كان عليه حج اوكفارة اى شئ من الواجبات فالوصية واجبة والا فهو بالخيار وعليه الفتوى ويوصى بارضاء خصمائه وديونه ـ حكى ـ ان الامام الشافعى رحمه الله لما مرض مرض موته قال مروا فلانا يغسلنى فلما مات بلغ خبر موته اليه فحضر وقال ائتونى بتذكرته فأتى بها فنظر فيها فاذا على الشافعى سبعون الف درهم دينا فكتبها على نفسه وقضاها وقال هذا غسلى اياه واياه اراد * وفى الخبر الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (من لم يوص لم يؤذن له فى الكلام مع الموتى) قيل يارسول الله وهل تتكلم الموتى قال (نعم ويتزاورون) * قال الامام نقلا عن بعض الائمة الاعلام الارواح قسمان منعمة ومعذبة . فاما المعذبة فهى محبوسة مشغولة عن التزاور والتلاقى . واما المنعمة المرسلة غير المحبوسة فتتلاقى وتتزاور وتتذاكر ما كان منها فى الدنيا ومايكون من اهل الدنيا فيكون كل روح مع رفيقه الذى هو على مثله عمله وهذه المعية ثابتة فى دار البرزخ وفى دار الجزاء والمرء مع من احب فى هذه الدور الثلاث فى كل موطن وموقف * فعلى العاقل ان يختار صحبة الاخيار ويتأهب آناء الليل واطراف النهار ولايغتر بالمال والمنال ولاينقطع عن الله بطول الآمل فان الدنيا فانية وكل من عليها فان فاتقوا الله كل حين وآن : قال الصائب

درسراين غافلان طول امل دانى كه جيست * آشيان كردست مارى در كبوترخانهٔ

والاشارة فى الآية انه ﴿ كتب عليكم ﴾ على الاغنياء الوصية بالمال وكتب على الاولياء الوصية بالحال فالاغنياء يوصون فى آخر اعمارهم بالثلث والاولياء يخرجون فى مبادى احوالهم عن الكل ﴿ اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية ﴾ اى يحضر قلب احدهم مع الله ويموت بنفسه بالارادة عن الصفات الطبيعية الحيوانية كما قال صلى الله عليه وسلم (موتوا قبل ان تموتوا) ويترك كل خير وشر كان مشربها من الدنيا والعقبى فعليه ان يوصى ﴿ للوالدين ﴾ وهما الروح العلوى والبدن السفلى فان النفس تولدت وحصلت بازدواجهما ﴿ والاقربين ﴾ وهم القلب والسر وباقى المتولدات البشرية بتركه وترك كل مشرب يظهر لهم من المشارب الروحانية الباقية والمشارب الجسمانية الفانية ﴿ بالمعروف ﴾ اى بالاعتدال من غير اسراف يفضى الى اتلاف محترزا فى الاحوال من الركون الى

شهوة من الشهوات وفى الاعمال مجتنبا عن الرسوم والعادات كما قال النبى عليه السلام (بعثت لرفع العادات وترك الشهوات) وقال (بعثت لاتمم مكارم الاخلاق) بان يجعل المشارب مشربا واحدا والمحابيب محبوبا واحدا والمذاهب مذهبا واحدا ﴿حقا على المتقين﴾ يعنى ما ذكرنا من الوصية بجملتها حق واجب على متقى الشرك الخفى ولهذا قال على المتقين وماقال على المسلمين والمؤمنين لانهم اهل الظواهر والمتقون هم اهل البواطن كما قال عليه السلام (التقوى ههنا) واشار الى صدره * واعلم ان القرآن انزل لاهل البواطن كما انزل لاهل الظواهر لقوله عليه السلام (ان للقرآن ظهرا وبطنا) فظاهره الاحكام لاهل الظواهر و الاحكام تحتمل النسخ كما نسخت هذه الآية فى الوصية الظاهرة وباطنه الحكم والحقائق فهى لاتحتمل النسخ ابدا ولهذا قال اهل المعانى ليس شئ من القرآن منسوخا يعنى وان كان دخل النسخ فى احكام ظاهره فلايدخل فى احكام باطنه فيكون ابدا معمولا بالمواعظ والاسرار والحقائق حق على المتقين لانه مخصوص بهداية المتقين كقوله تعالى ﴿هدى للمتقين﴾ فحكم الوصية فى حقهم غير منسوخ ابدا كذا فى التأويلات النجمية قدس الله نفسه الزكية ﴿ ياايها الذين آمنوا ﴾ قال اصحاب اللسان يا حرف نداء وهو نداء من الحبيب للحبيب وايها تنبيه من الحبيب للحبيب وآمنوا شهادة من الحبيب للحبيب * وقال الحسن اذا سمعت الله يقول ياايها الذين آمنوا فارفع لها سمعك فانه لامر تؤمر به اولنهى تنهى عنه * وقال جعفر الصادق لذة فى النداء ازال بها تعب العبادة والعناء يشير الى ان المحب يبادر الى امتثال امر محبوبه حتى لو امره بالقاء نفسه فى النار ﴿ كتب عليكم الصيام ﴾ اى فرض عليكم صيام شهر رمضان فانه تعالى قال بعده ﴿اياما معدودات﴾ وقال تعالى ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ بعد قوله ﴿ شهر رمضان ﴾ والصيام فى الشريعة هو الامساك نهارا مع النية من اهله عن المفطرات المعهودة التى هى معظم ماتشتهيه الانفس وهذا صوم عوام المؤمنين واما صوم الخواص فالامساك عن المنهيات واما صوم اخص الخواص فالامساك عما سوى الله تعالى ﴿ كما كتب ﴾ محل كما النصب على انه صفة مصدر محذوف اى كتب كتابا كائنا مثل ما كتب ومامصدرية اوعلى انه حال من الصيام وماموصولة اى كتب عليكم الصيام مشبها بالذى كتب ﴿ على الذين من قبلكم ﴾ من الانبياء عليهم السلام والامم من لدن آدم عليه السلام وفيه تأكيد للحكم وترغيب فيه وتطييب لانفس المخاطبين فان الصوم عبادة شاقة والشئ الشاق اذا عم سهل تحمله ويرغب كل احد فى اتيانه والظاهر ان التشبيه عائد الى اصل ايجاب الصوم لا الى كمية الصوم المكتوب وبيان وقته فكان الصوم على آدم ايام البيض وصوم عاشورا كان على قوم موسى والتشبيه لايقتضى التسوية من كل وجه كما يقال فى الدعاء اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم وكما قال عليه السلام (انكم سترون ربكم كالقمر ليلة البدر) فان هذا تشبيه الرؤية بالرؤية لاتشبيه المرئى بالمرئى ﴿ لعلكم تتقون ﴾ المعاصى فان الصوم يكسر الشهوة التى هى مبدأها كما قال عليه السلام (يامعشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فان الصوم له وجاء) قوله الشباب جمع شاب وهو عند اصحابنا من بلغ ولم يجاوز ثلاثين كذا قاله النووى والباءة

النكاح والتزوج وهو المباءة فی المنزل لان من تزوج امرأة بوأها منزلا والوجاء نوع من الاخصاء وهو ان يرض عروق الانثيين ويترك الخصيتين كماهما والمعنى على التشبيه اى الصوم يقطع شهوة الجماع ويدفع شر المنى كالخصاء والامر فی الحديث للوجوب لانه محمول على حالة التوقان باشارة قوله يامعشر الشباب فانهم ذووا التوقان على الجبلة السليمة * قال العلماء تسكين الشهوة يحصل بالصيام بالنهار والقيام بالليل وحذف الشهوات والتغافل عنها وترك محادثة النفس بذكرها * فان قلت ان الرجل يصوم ويقوم ولا يأكل ويجد من نفسه حركة واضطرابا * قلت ذلك من فرط فضل شهوة مقيمة فيه من الاول فليقطع ذلك عن نفسه بالهموم والاحزان الدائمة وذكر الموت وتقريب الاجل وقصر الامل والمداومة على المراقبة والمحافظة على الطاعة ﴿ اياما معدودات ﴾ اى موقتات ومقدرات بعدد معلوم اوقلائل فان القليل من المال يعد عدا والكثير يهال هيلا اى يصب صبا من غير كيل وعد فالله تعالى لم يفرض علينا صيام الدهر ولا صيام اكثره تخفيفا ورحمة وتسهيلا لامر التكليف على جميع الامم وانتصاب اياما بمضمر دل هو اى الصيام عليه اعنى صوموا اما على الظرفية اوالمفعولية اتساعا ﴿ فمن كان منكم مريضا ﴾ اى مرضا يضره الصوم اويضر معه ﴿ أوعلى سفر ﴾ اوراكب سفر وفيه ايماء بان من سافر فی اثناء اليوم لم يفطر لعدم استعلائه السفر استعلاء الراكب المركوب بل هو ملابس شيأ من السفر والرخصة انما ثبتت لمن كان على سفر وكلمة على فيها استعارة تبعية شبه تلبسه بالسفر باستعلاء الراكب واستيلائه على المركوب يتصرف فيه كيف يشاء وللدلالة على هذا المعنى عدل عن اسم الفاعل فلم يقل اومسافرا اذليس فيه اشارة بالاستيلاء على السفر ﴿ فعدة ﴾ اى فعليه صوم عدة ايام المرض والسفر فعدة من العد بمعنى المعدود ومنه يقال للجماعة المعدودة من الناس عدة ﴿ من ايام اخر ﴾ غير ايام مرضه وسفره ان افطر متتابعا اوغير متتابع والمقصود من الآية بيان ان فرض الصوم فی الايام المعدودات انما يلزم الاصحاء المعتبرين واما من كان مريضا اومسافرا فله تأخير الصوم عن هذه الايام الى ايام اخر ﴿ وعلى الذين يطيقونه ﴾ ذهب اكثر المفسرين الى ان المراد بالذين يطيقونه الاصحاء المقيمون خيرهم فی ابتداء الاسلام بين امرين بين ان يصوموا وبين ان يفطروا ويفدوا لئلا يشق عليهم لانهم كانوا لم يتعودوا الصوم ثم نسخ التخيير ونزلت العزيمة بقوله ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ فالمعنى اى وعلى المطيقين للصيام القادرين عليه ان افطروا ﴿ فدية ﴾ اى اعطاء فدية وهى ﴿ طعام مسكين ﴾ وهى نصف صاع من بر اوصاع من غيره والفدية فی معنى الجزاء وهو عبارة عن البدل القائم عن الشئ * وفی تفسير الشيخ يضيق من اطاق فلان اذازالت طاقته والهمزة للسلب اى لايقدرون على الصوم وهم الذين قدروا عليه فی حال الشباب ثم عجزوا عنه فی حال الكبر ﴿ فمن تطوع خيرا ﴾ اى من تبرع بخير فزاد فی الفدية اوتطوع تطوعا خيرا ﴿ فهو ﴾ اى التطوع ﴿ خيرله ﴾ وذكر فی الخير المتطوع ثلاثة اوجه . احدها ان يزيد على مسكين واحد فيطعم مكان كل يوم مسكينين او اكثر . وثانيها ان يطعم المسكين الواحد اكثر من القدر الواجب . وثالثها ان يصوم مع الفدية فهو خير كله ﴿ وان تصوموا ﴾ فی تأويل المصدر مرفوع بالابتداء اى صومكم ايها المرضى والمسافرون

والذين يطيقونه ﴿ خير لكم ﴾ من الفدية ﴿ ان كنتم تعلمون ﴾ ما فى الصوم من الفضيلة وبراءة الذمة والجواب محذوف ثقة بظهوره اى اخترتموه * وفى الاشباه الصوم فى السفر افضل الا اذا خاف على نفسه او كان له رفقة اشتركوا معه فى الزاد واختاروا الفطر انتهى وانما فضل الصوم للمسافر لان الصوم عزيمة له والتأخير رخصة والاخذ بالعزيمة افضل واما ماروى ان النبى عليه السلام (قال ليس من البر الصيام فى السفر) فمحمول على ما اذا كان الصوم يضعفه حتى يخاف عليه الهلاك كذا فى شرح المجمع لابن الملك * والسفر المبيح للفطر مسيرة ثلاثة ايام ولياليها عند ابى حنيفة رحمه الله * واعلم ان الله تعالى امرنا بصيام شهر كامل ليوافق عدد السنة فى الاجر الموعود بقوله (من جاء بالحسنة فله عشر امثالها) فالشهر الكامل ثلاثمائة وستة ايام شوال ستون يوما فان نقص يوم من عدد الشهر لم ينقص من الثواب روى ان رسول الله عليه السلام صام ثمانية رمضانات خمسة منها كانت تسعة وعشرين يوما والباقى ثلاثين يوما وافترض الصيام بعد خمس عشرة سنة من النبوة بعد الهجرة بثلاث سنين وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما بعث الله نبيه عليه السلام بشهادة ان لا اله الا الله فلما صدق زاد الصلاة فلما صدق زاد الزكاة فلما صدق زاد الصيام فلما صدق زاد الحج ثم الجهاد ثم اكمل لهم الدين واول من فرض الصوم على الاغنياء لاجل الفقراء فى زمن الملك طهمورث ثالث ملوك بنى آدم وقع القحط فى زمانه فامر الاغنياء بطعام واحد بعد غروب الشمس وبامساكهم بالنهار شفقة على الفقراء وايثارا عليهم بطعام النهار وتعبدا وتواضعا لله تعالى * والصوم سبب للولوج فى ملكوت السموات وواسطة الخروج عن رحم مضايق الجسمانيات المعبر عنه بالنشأة الثانية كما اشير اليه بقول عيسى عليه السلام [لن يلج ملكوت السموات من لم يولد مرتين] بل مجاهدة الصوم رابطة مشاهدة اللقاء واليه يشير الحديث القدسى (الصوم لى وانا اجزى) يعنى انا جزاؤه لا حورى ولا قصورى ولهذا علق سبحانه نيل سعادة الرؤية بالجوع حيث قال فى مخاطبة عيسى عليه السلام (تجوع ترانى) : قال السعدى

ندارند تن پروران آگهى * كه پرمعده باشد زحكمت تهى

وانما اضيف الصوم الى الله فى (الصوم لى) لانه لا رياء فيه بل سر لا يعلمه الا الله وانما يكون الله سبحانه جزاء صومه اذا امسك قلبه وسره وروحه عما سواه تعالى وهو الصوم الحقيقى عند الخواص : قال فى المثنوى

هر كرا دارد هوسها جان پاك * زود بيند حضرت وايوان پاك

والاشارة فى قوله تعالى ﴿ يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام ﴾ ان الصوم كما يكون للظاهر يكون للباطن وباطن الخطاب يشير الى ان صوم القلب والروح والسر الذين آمنوا شهود انوار الحضور مع الله فصوم القلب صومه عن مشارب المعقولات وصوم الروح عن ملاحظة الروحانيات وصوم السر صونه عن شهود غير الله فمن امسك عن المفطرات فنهاية صومه اذا هجم الليل ومن امسك عن الاغيار فنهاية صومه ان يشهد الحق وفى قوله عليه السلام (صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته) عند التحقيق انها عائدة الى الحق فينبغى ان يكون صوم العبد ظاهرا وباطنا

م الجد فى المثنوى لكن النظم نظم المولوى فليحفظ مصححه

لرؤية الحق وافطاره بالرؤية قوله تعالى كتب عليكم الصيام اى على كل عضو فى الظاهر وعلى كل صفة فى الباطن. فصوم اللسان عن الكذب والفحش والغيبة . وصوم العين عن النظر فى الغفلة والريبة . وصوم السمع عن استماع المناهى والملاهى وعلى هذا فقس الباقى . وصوم النفس عن التمنى والحرص والشهوات . وصوم القلب عن حب الدنيا وزخارفها .وصوم الروح عن نعيم الآخرة ولذاتها. وصوم السر عن رؤية وجود غير الله واثباته ﴿ كما كتب على الذين من قبلكم ﴾ هى اشارة الى ان اجزاء وجود الانسان من الجسمانية والروحانية قبل التركيب كانت صائمة عن المشارب كلها فلما تعلق الروح بالقالب صارت اجزاء القالب مستدعية للحظوظ الحيوانية والروحانية بقوة امداد الروح وصار الروح بقوة حواس القالب متمتعا من المشارب الروحانية والحيوانية فالآن كتب عليهم الصيام وهم مركبون كما كتب على الذين من قبلكم من المفردات ﴿ لعلكم تتقون ﴾ من مشارب المركبات وتصومون فيها مع حصول استعداد الشراب ليفطروا عن مشارب يشرب بها عباد الله اذا سقاهم ربهم شرابا طهورا فيطهركم طهورية هذا الشراب من دنس استدعاء الحظوظ الحيوانية والروحانية كما قال ولكن يريد ليطهركم فلما افل كوكب استدعاء الحظوظ طلعت شمس استدعاء اللقاء من مطلع الالتقاء فحينئذ يتحقق انجاز ماوعد سيد الانبياء بقوله (للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه) ثم اخبر عن كمال لطفه مع العباد بتقليل الاعداد فى قوله ﴿ اياما معدودات ﴾ والاشارة فيها هوان صومكم فى ايام قلائل معدودة متناهية وثمرات صومكم فى ايام غير معدودة ولامتناهية فلايهولنكم سماع ذكره كذا فى التأويلات النجمية ﴿ شهر رمضان ﴾ مبتدأ خبره مابعده فيكون المقصود من ذكر هذه الجملة المنبهة على فضله ومنزلته الاشارة الى وجه تخصيصه من بين الشهور بان فرض صومه ثم اوجب صومه بقوله ﴿ فمن شهد منكم الشهر ﴾ المعهود ﴿ فليصمه ﴾ وسمى الشهر شهرا لشهرته * ورمضان مصدر رمض اذا احترق فاضيف اليه الشهر وجعل المجموع علما ومنع من الصرف للتعريف والالف والنون* وانما سمى بذلك امالارتماض الاكباد واحتراقها من الجوع والعطش وامالارتماض الذنوب بالصيام فيه اولوقوعه ايام رمض الحر اى شدة وقوعه على الرمل وغيره* قيل انهم نقلوا اسماء الشهور من اللغة القديمة فسموها بالازمنة التى وقعت هى فيها وقت التسمية فوافق هذا الشهر ايام رمض الحر فسمى به كما يسمى بربيع لموافقته الربيع وجمادى لموافقته جمود الماء *اورمضان اسم من اسماء الله تعالى والشهر مضاف اليه ولذلك روى (لاتقولوا جاء رمضان وذهب رمضان ولكن قولوا جاء شهر رمضان فان رمضان اسم من اسماء الله تعالى) ﴿ الذى انزل فيه القرآن ﴾ جملة الى بيت العزة فى السماء الدنيا ثم نزل به جبريل نجوما فى ثلاث وعشرين سنة حسبما تقتضيه المشيئة الربانية وعن النبى عليه السلام (نزلت صحف ابراهيم اول ليلة من رمضان وانزلت التوراة لست مضين منه والانجيل لثلاث عشرة والقرآن لاربع وعشرين) والقرآن من القرء وهو الجمع لانه جمع علم الاولين والآخرين ﴿ هدى للناس ﴾ اى انزل حال كونه هداية للناس الى سواء الصراط بمافيه من الاعجاز وغيره ﴿ وبينات من الهدى والفرقان ﴾ اى وحال كونه آيات واضحات ممايهدى الى الحق ويفرق بينه وبين الباطل بمافيه من الحكم والاحكام فالهدى على قسمين

مايكون بينا جليا ومالايكون كذلك والاول افضل القسمين فذكر الجنس اولا ثم اردفه باشرف نوعيه بل بالغ فيه فكأنه قيل انه هدى بل هويين من الهدى ولاشك انه فى غاية المبالغة لانه فى المرتبة الثالثة فالعطف فى وبينات من باب عطف التشريف ﴿ فمن ﴾ الفاء للتفريع والترتيب ﴿ شهد ﴾ اى حضر موضع الاقامة من المصر اوالقرية كائنا ذلك الحاضر ﴿ منكم الشهر ﴾ منصوب على الظرف اى فى الشهر دون المفعول به لان المقيم والمسافر يشهدان الشهر ﴿ فليصمه ﴾ اى فليصم فيه بحذف الجار وايصال الفعل الى المجرور اتساعا * والمراد بالشاهد العاقل البالغ الصحيح لان كل واحد من الصبي والمجنون يشهد موضع الاقامة فى الشهر مع انه لايجب عليهما الصوم وهذا اى الحتم ينسخ التخيير بين الصوم والافطار والفداء ﴿ ومن كان مريضا ﴾ وان كان مقيما حاضرا فيه ﴿ أو على سفر ﴾ وان كان صحيحا وعلى بمعنى فى وحروف الصفات يقام بعضها مقام بعض ﴿ فعدة من ايام اخر ﴾ اى فعليه صيام ايام اخر واعاد تخيير المريض والمسافر وترخيصهما فى الافطار لان الله تعالى ذكر فى الآية الاولى تخيير المقيم المطيق والمسافر والمريض ونسخ فى الثانية تخيير المقيم بقوله (فليصمه) فلواقتصر على هذا احتمل ان يعود النسخ الى تخيير الجميع فاعاد بعض النسخ بترخيص المسافر والمريض ليعلم انه باق على ما كان ﴿ يريد الله بكم اليسر ﴾ حيث اباح الفطر بالسفر والمرض واليسر ماتسهل ﴿ ولا يريد بكم العسر ﴾ اى مشقة بالصوم فى المرض والسفر لغاية رأفته وسعة رحمته * قال محمد بن على الترمذى قدس سره اليسر اسم الجنة لان جميع اليسر فيها والعسر اسم جهنم لان جميع العسر فيها معناه يريد الله بصومكم ادخال الجنة ولايريد بكم ادخال النار * قال شيخنا العلامة الفضلى قدس سره فى الآية ان مراده تعالى بان يأمركم بالصوم يسر الدارين لاعسرهما اما اليسر فى الدنيا فالترقى الى الملكية والروحانية والوصول الى اليقظة والمعرفة واما العسر فيها فالبقاء مع البشرية والحيوانية والاتصاف بالاوصاف الطبيعية والنفسانية واما اليسر فى الآخرة فهو الجنة والنعمة والقربة والوصلة والرؤية واما العسر فيها فهو الجحيم وعذابها ودركاتها انتهى كلامه * وقال نجم الدين فى تأويلاته يعنى يريد الله بكم اليسر الذى هو مع العسر فلا تنظر فى امتثال الامر الى العسر ولكن انظر الى اليسر الذى هو مع العسر فان العاقل اذا سقاه الطبيب شرابا مرا أمر من بلاء المرض موجبا للصحة فلا ينظر العاقل الى مرارة الشراب ولكن ينظر الى حلاوة الصحة ولايبالى بمرارة الشراب فيشربه بقوة الهمة انتهى : قال السعدى قدس سره

وبالست دادن برنجور قند * كه داروى تلخش بود سودمند
زعلت مدار اى خردمند بيم * جوداروى تلخت فرستد حكيم

﴿ ولتكملوا العدة ﴾ اى وانما امرناكم بمراعاة العدة بعد ايجاب صوم رمضان كما قال تعالى (فعدة) اى فعليكم عدة ماافطرتم لتكملوا عدد ايام الشهر بقضاء ماافطرتم بسبب مرضكم

(اوسفر كم) ﴿ ولتكبروا الله ﴾ اى انما علمناكم كيفية القضاء وهو المدلول عليه بقوله تعالى (من ايام اخر) مطلقا فانه يجوز ان يقضى على سبيل التوالى اوالتفريق لتعظموا الله حامدين ﴿ على ماهداكم ﴾ مامصدرية اى على هدايته اياكم الى طريق الخروج عن عهدة التكليف ﴿ ولعلكم تشكرون ﴾ اى انما رخصنالكم بالافطار لكى تشكروا الله على هذة النعمة باللسان والقلب والبدن وفى الحديث (من حافظ على ثلاث فهو ولى الله حقا ومن ضيعهن فهو عدوالله حقا الصلاة والصوم والغسل من الجنابة) وفى بعض الخبر (ان الجنان يشتقن الى اربعة نفر صائمى رمضان وتالى القرآن وحافظى اللسان ومطعمى الجيران وان الله يغفر للعبد المسلم عند افطاره ماشت اليه رجلاه وماقبضت عليه يداه ومانظرت اليه عيناه وماسمعته اذناه ومانطق به لسانه وماحدث به قلبه) وفى الحديث (اذا كان يوم القيامة وبعث من فى القبور اوحى الله الى رضوان انى اخرجت الصائمين من قبورهم جائعين عاطشين فاستقبلهم بشهواتهم من الجنان فيصيح ويقول أيها الغلمان والولدان عليكم باطباق من نور فيجتمع اكثر من عدد الرمل وقطرات الامطار وكواكب السماء واوراق الاشجار بالفاكهة الكثيرة والاشربة اللذيذة والاطعمة الشهية فيطعم من لقى منهم ويقول كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم فى الايام الخالية) وعن النبى عليه السلام (انه قال رأيت ليلة المعراج عند سدرة المنتهى ملكا لم ار مثله طولا وعرضا طوله مسيرة الف الف سنة وله سبعون ألف رأس فى كل رأس سبعون الف وجه فى كل وجه سبعون الف لسان وعلى كل رأس الف ذؤابة من نور وعلى كل ذؤابة الف الف لؤلؤة معلقة بقدرة الله تعالى وفى جوف كل لؤلؤة بحر من نور وفى ذلك البحر حيتان طول كل حوت مقدار مائتى عام مكتوب على ظهرهن لااله الاالله محمد رسول الله وذلك الملك واضع احدى يديه على رأسه والاخرى على ظهره وهو فى حظيرة القدس فاذا سبح اهتز العرش بحسن صوته فسألت عنه جبريل فقال هذا ملك خلقه الله تعالى قبل آدم بالفى عام فقلت اين كان هذا الى هذه الغاية فقال ان الله مرجا فى الجنة عن يمين العرش فكان هو فيه فامره الله فى ذلك المكان ان يسبح لك ولامتك بسبب صوم شهر رمضان فرأيت صندوقين بين يديه على كل صندوق الف قفل من نور وسألت جبريل عن الصندوقين فقال سل منه فسألته فقال ان فيهما براءة الصائمين من امتك من عذاب النار طوبى لك ولامتك) * اعلم انه لابد من النية فى الاعمال خصوصا فى الصوم وهى ان يعلم بقلبه انه يصوم ولايخلو مثلا عن هذا فى ليالى شهر رمضان والامساك قديكون للعادة اولعدم الاشتهاء اوللمرض اوللرياضة اويكون للعبادة فلا يتعين له الا بالنية وهى شرط لكل يوم لان صوم كل يوم عبادة على حدة ألايرى انه لوافسد صوم يوم لايمنع صحة الباقى بخلاف التراويح فانه لايلزم النية فى كل شفع لان الكل بمنزلة صلاة واحدة وهو الأصح وتجوز النية الى نصف النهار دفعا للحرج ومايروى من الاحاديث فى نفى الصوم الا بالتبييت فمحمولة على نفى الفضيلة بخلاف القضاء والكفارات والنذر المطلق لان الزمان غير متعين لها فوجب التبييت نفيا للمزاحمة ويعتبر نصف النهار من طلوع الفجر الثانى فيكون الى الضحوة الكبرى فينوى قبلها ليكون الاكثر منويا فيكون له حكم الكل حتى لونوى بعد

ذلك لايجوز لخلو الاكثر عن النية تغليبا للاكثر * والاحتياط فى النية فى التراويح ان ينوى التراويح اوينوى قيام الليل اوينوى سنة الوقت اوقيام رمضان * والتراويح سنة مؤكدة واظب عليها الخلفاء الراشدون قال عليه السلام (ان الله فرض عليكم الصيام وسننت قيامه) واما قول عمر رضى الله عنه نعمت البدعة هذه يعنى قيام رمضان فمعناه ان النبى صلى الله عليه وسلم وان كان قد صلاها الا انه تركها ولم يحافظ عليها ولاجمع الناس اليها فمحافظة عمر عليها وجمع الناس اليها وندبهم بدعة لكنها بدعة محمودة ممدوحة كذا فى تفسير القرطبى عند قوله تعالى ﴿بديع السموات والارض﴾ فى الجزء الاول وكان النبى صلى الله عليه وسلم يبشر اصحابه بقدوم رمضان ويقول (قدجاءكم شهر رمضان شهر مبارك كتب الله عليكم صيامه تفتح فيه ابواب السماء وتغلق فيه ابواب الجحيم وتغل فيه الشياطين وفيه ليلة خير من الف شهر من حرم خيرها فقد حرم) * قال بعض العلماء هذا الحديث اصل فى تهنئة الناس بعضهم بعضا بشهر رمضان * قال السخاوى فى المقاصد الحسنة التهنئة بالشهور والاعياد مما اعتاده الناس وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما رفعه (من لقى اخاه عنده الانصراف من الجمعة فليقل تقبل الله مناومنك) ويروى فى جملة حقوق الجار من المرفوع (ان اصابه خير هنأه اومصيبة عزاه اومرض عاده) * ومن آداب الصيام حفظ الجوارح الظاهرة وحراسة الخواطر الباطنة ولن يتم التقرب الى الله تعالى الا بترك ماحرم الله * قال ابوسليمان الدارانى قدس سره لأن اصوم النهار وافطر الليل على لقمة حلال احب الى من قيام الليل والنهار وحرام على شمس التوحيد ان تحل قلب عبد فى جوفه لقمة حرام ولاسيما فى وقت الصيام فليجتنب الصائم اكل الحرام فانه سم مهلك للدين * والسنة تعجيل الفطور وتأخير السحور فان صوم الليل بدعة فاذا اخر الافطار فكأنه وجد صائما فى الليل فصار مرتكبا للبدعة كذا فى شرح عيون المذاهب * ولنا ثلاثة اعياد عيد الافطار وهو عيد الطبيعة . والثانى عيد الموت حين القبض بالايمان الكامل وهو عيد كبير. والثالث عيد التجلى فى الآخرة وهو اكبر الاعياد وروى الترمذى وصححه عن زيد بن خالد (من فطر صائما كان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجر الصائم شئ) وكان حماد بن سلمة الامام الحافظ يفطر فى كل ليلة من شهر رمضان خمسين انسانا واذا كانت ليلة الفطر كساهم ثوبا ثوبا وكان يعد من الابدال * واخرج السيوطى فى الجامع الصغير والسخاوى فى المقاصد عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما انه قال عليه السلام (خيار امتى فى كل قرن خمسمائة والابدال اربعون فلا الخمسمائة ينقصون ولا الاربعون كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا آخر) قالوا يارسول الله دلنا على اعمالهم قال عليه السلام (يعفون عمن ظلمهم ويحسنون الى من اساءهم ويتواسون فيما اتاهم الله) وفى الحديث (من اشبع جائعا اوكسا عاريا اوآوى مسافرا اعاذه الله من اهوال يوم القيامة) وكان عبدالله بن المبارك ينفق على الفقرآء وطلبة العلم فى كل سنة مائة الف درهم ويقول للفضيل بن عياض لولاك واصحابك ماتجرت وكان يقول للفضيل واصحابه لاتشتغلوا بطلب الدنيا اشتغلوا بالعلم وانا اكفيكم المؤنة * وكان يحيى البرمكى يجرى على سفيان الثورى كل شهر الف درهم وكان سفيان يدعوله فى سجوده ويقول اللهم ان يحيى كفانى امر الدنيا

فاكفه امر آخرته فلما مات يحيى رآه بعض اصحابه فى النوم فقال ماصنع الله بك قال غفرلى بدعاء سفيان : قال الصائب

تيره روزان جهانرا بچراغى درياب * تاپس ازمرك ترا شمع مزارى باشد

جعلنا الله واياكم من العاملين بمقتضى كتابه ومدلول خطابه ﴿ واذا سألك عبادى عنى ﴾ وجه اتصال هذه الآية بماقبلها ان الله تعالى لما امرهم بصوم الشهر ومراعاة العدة وحثهم على القيام بوظائف التكبير والشكر عقبه بهذه الآية الدالة على انه تعالى خبير باحوالهم مطلع على ذكرهم وشكرهم سميع باقوالهم مجيب لدعائهم مجازيهم على اعمالهم تأكيدا له وحثا عليه * وسبب النزول ماروى ان اعرابيا قال لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فنناديه فقال تعالى ايماء الى سرعة اجابة الدعاء منهم اذا سألك عبادى عنى ﴿ فانى قريب ﴾ اى فقل لهم انى قريب بالعلم والاحاطة فهو تمثيل لكمال علمه بافعال العباد واقوالهم واطلاعه على احوالهم بحال من قرب مكانه منهم فيكون لفظ قريب استعارة تبعية تمثيلية وانما لم يحمل على القرب الحقيقى وهو القرب المكانى لانه ممتنع فى حقه تعالى لانه لوكان فى مكان لما كان قريبا من الكل فان من كان قريبا من حملة العرش يكون بعيدا من اهل الارض ومن كان قريبا من اهل المشرق يكون بعيدا من اهل المغرب وبالعكس * قال ابو موسى الاشعرى لما توجه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى خيبر اشرف الناس على واد فرفعوا اصواتهم بالتكبير لا اله الا الله والله اكبر فقال صلى الله عليه وسلم (اربعوا على انفسكم انكم لاتدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا قريبا وهو معكم) وهذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال اهل الغفلات الجهر لقلع الخواطر كما ان المناسب لاهل الحضور الخفاء : قال السعدى

دوست نزديكتر ازمن بمنست * وين عجبتركه من ازوى دورم

﴿ اجيب دعوة الداع اذا دعان ﴾ تقرير للقرب المجازى المراد فى هذا المقام وهو الحالة الشبيهة بالقرب المكانى وقد تقرر ان اثبات مايلائم المستعار منه للمستعار له يرشح الاستعارة ويقررها وايضا وعد للداعى بالاجابة * فان قلت انا نرى الداعى يبالغ فى الدعوات والتضرع فلا يجاب * قلت ان هذه الآية مطلقة والمطلق محمول على المقيد وهو قوله تعالى (بل اياه تدعون فيكشف ماتدعون اليه ان شاء) فالمعنى اجيب دعوة الداع اذا دعانى ان شئت اواذا وافق القضاء اواذا لم يسأل محالا اوكانت الاجابة خيرا له والاجابة اعطاء ماسئل والله تعالى يقابل مسألة السائل بالاسعاف ودعاء الداعى بالاجابة وضرورة المضطرين بالكفاية ﴿ فليستجيبوا لى ﴾ اى فليجيبوا اذا دعوتهم للايمان والطاعة كما اجيبهم اذا دعونى لمهماتهم واستجابه واستجاب له واجابه واحد قطع مسألته بتبليغة مراده واصله من الجوب والقطع ﴿ وليؤمنوا بى ﴾ امر بالثبات على ماهم عليه * قال ابن الشيخ الاستجابة عبارة عن الانقياد والاستسلام والايمان عبارة عن صفة القلب وتقديمها على الايمان يدل على ان العبد لا يصل الى نور الايمان وقوته الا بتقديم الطاعات والعبادات. ومعنى الفاء فيه انه تعالى قال انا اجيب دعاءك مع انى غنى عنك مطلقا فكن انت ايضا مجيبا لدعائى مع انك محتاج الى من كل الوجوه فما اعظم

(هذا)

هذا الكرم ﴿ لعلهم يرشدون ﴾ راجين اصابة الرشد وهو الاهتداء لمصالح الدين والدنيا ومعنى الآية انهم اذا استجابوا وآمنوا اهتدوا لمصالح دينهم ودنياهم لان الرشيد من كان كذلك * اعلم ان عدم الدعاء بكشف الضر مذموم عند اهل الشريعة والطريقة لانه كالمقاومة مع الله ودعوى التحمل لمشاقه : وفى المثنوى

تافرود آيد بلا بى دافعى * چون نباشد ازتضرع شافعى

فالتسبب واجب للعوام والمبتدئين فى السلوك والتوكل افضل للمتوسطين. واما الكاملون فليس يمكن حصر احوالهم فالتوكل والتسبب عندهم سيان - روى - ان ابراهيم الخليل عليه السلام لما القى فى النار لقيه جبريل فى الهواء فقال ألك حاجة فقال أما اليك فلا فقال فاسأل الله الخلاص فقال عليه السلام حسبى من سؤالى علمه بحالى وهذا مقام اهل الحقيقة من المكملين الفانين عن الوجود ومايتعلق به والباقين بالرب فى كل حال فأين انت من هذا فاسأل الله عفوه ومغفرته وقد كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكلم الناس بقدر مراتبهم ولذا قال لاعرابى ارسل ابلا له توكلا عليه تعالى (اعقلها وتوكل على الله) امر بعقل الدابة لانه اراد بالتوكل التحرز عن الفوات وحث بعضهم على التوكل كتوكل الطير وذلك اذا لم يسكن الى سابق القضاء * ثم اجابة الدعاء وعد صدق من الله لاخلف فيه ومن دعا بحاجة فلم تقض للحال فذلك لوجوه. منها ان الاجابة حاصلة لامحالة فان اجابة الدعوة غير قضاء الحاجة وقضاء الحاجة غير اجابة الدعوة فان اجابة الدعوة هو ان يقول العبد يارب فيقول الله تعالى له لبيك عبدى وهذا موعود موجود لكل متوجه راشد وقضاء الحاجة اعطاء المراد وايصال المرتاد وذلك قد يكون للحال وقد يكون بعد مدة وقد يكون فى الآخرة وقد يكون الخيرة له فى غيره. ومنها ان الاجابة ليست بجهة واحدة بل لها جهات وفى الحديث (دعوة المسلم لاترد الا لاحدى ثلاث اما ان يدعو بائم اوقطيعة رحم واما ان يدخر له فى الآخر واما ان يصرف السوء عنه بقدر مادعا). ومنها ان الاجابة مقيدة بالمشيئة كما سبق. ومنها انه شرط لهذه الاجابة اجابة العبد اياه فيما دعاه اليه لقوله تعالى ﴿فليستجيبوا لى وليؤمنوا بى﴾. ومنها ان للدعاء شرائط وآدابا وهى اسباب الاجابة فمن استكملها كان من اهل الاجابة ومن اخل بها كان من اهل الاعتداء فلا يستحق الجواب والاسباب منها مايتعلق باهل العموم ويطول ذكرها ان استوفيت ههنا. ومنها مايتعلق بالخصوص وهى التزكية فالاجابة موقوفة على تزكية الداعى فعليه ان يزكى البدن اولا فيصلحه بلقمة الحلال وقد قيل الدعاء مفتاح باب السماء واسنانه لقمة الحلال وقال عليه السلام (الرجل يطيل السفر يمد يده الى السماء اشعث اغبر يقول يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنى يستجاب لذلك) - حكى - انه كان بالكوفة اناس يستجاب دعاؤهم كلما دخل عليهم وال كانوا يدعون عليه فيهلك فدبر الحجاج الحيلة عليهم حين ولى عمل الكوفة من ابن مروان فدعاهم الى مأدبته فلما اكلوا قال امنت من دعائهم ان يستجاب حيث دخل فى بطونهم طعام حرام ويزكى الداعى نفسه ويطهرها من الاوصاف البشرية والاخلاق الذميمة لانها قاطعات لطريق الدعاء ويزكى قلبه عن رين التعلقات الانسانية من النفسانى والروحانى ويصفيه بالاذكار وينوره بنور الاخلاق فان هذه اسباب

در اواسط دفتر سوم در بيان فرمان آمدن بملائك كه از روى زمين قبضه خاك بردار الخ

القربة بها يرفع الدعاء الى الله كما قال تعالى ﴿ اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه ﴾ ويزكى الروح عن دنس الالتفات لغيرالله ليتعرض لنفحات الطافه ويزكى السر عن وصمة الشرك بان يوجهه الى الحق فى الدعاء لطلب الحق لا لطلب غيرالحق من الحق ليستجيب دعاءه ولا يخيب رجاءه كما قال (ألا من طلبنى وجدنى ومن طلب غيرى لم يجدنى) وان الله وعد الاجابة على طلبه بالدعاء فقال ﴿ اجيب دعوة الداع اذا دعان ﴾ اى اذا طلبنى : قال السعدى

خلاف طريقت بود كاوليا * تمنا كنند ازخدا جز خدا

فمن اخل ببعض هذه الشرائط لم يلزمه الاجابة كمن اخل بركن من اركان الصلاة لم يلزمه القبول الا ان الجبار يجبر كل خلل وكسر يكون فى اعمال العباد بفضله وكرمه وفى الحقيقة ان افضاله مع العباد مقدم على اعمالهم وانه يعطى قبل السؤال ويحقق مراد العبد بعد سؤاله بجميع النوال والدعاء على قسمين داع بالدعاء وقارئ للدعاء فللداعى يفتح ابواب السموات حتى يبلغ دعاؤه العرش وقارئ الدعاء لا يبلغ الا الاذن * قال الفنارى فى تفسير الفاتحة ثم لصحة التصور وجودة الاستحضار اثر عظيم فى الاجابة اعتبره النبى عليه الصلاة والسلام وحرض عليه عليا رضى الله تعالى عنه لما علمه الدعاء وفيه اللهم اهدنى وسددنى فقال له اذكر بهدايتك هداية الطريق وبالسداد سداد السهم فامره باستحضار هذين الامرين وقت الدعاء فهذا هو سر اجابة دعاء الرسل والكمل والامثل فالامثل واستقامة التوجه حال الطلب والنداء عند الدعاء شرط قوى فى الاجابة فمن تصوره تصورا صحيحا من رؤية وعلم سابقين اوحاضرين حال الدعاء ثم دعاه سيما بعد امره له بالدعاء والتزامه الاجابة فانه يجيبه لا محالة امامن زعم انه يقصد مناداة زيد وهو يستحضر غيره ثم لم يجد الاجابة فلا يلومن الا نفسه اذ لم يناد القادر على الاجابة وانما توجه الى ماانشأه من صفات تصوراته بالحالة الغالبة عليه اذذاك لكن سؤاله قديثمر بشفاعة حسن ظنه بربه وشفاعة المعية الآلهية وحيطته فالمتوجه بالخطأ مصيب من وجه كالمجتهد المخطئ مأجور غير محروم بالكلية انتهى كلام الفنارى * وفى رسالة القشيرى فى الخبر المروى (ان العبد يدعو الله سبحانه وهو يحبه فيقول ياجبريل اخر حاجة عبدى فانى احب ان اسمع صوته وان العبد ليدعوه وهو يبغضه فيقول ياجبريل اقض حاجة عبدى فانى اكره ان اسمع صوته) ـ حكى ـ انه وقع ببغداد قحط فامر الخليفة المسلمين بالخروج للاستسقاء فخرجوا واستسقوا فلم يسقوا فامر اليهود فخرجوا وسقوا فتحير الخليفة ودعا علماء المسلمين وسألهم فلم يفرجوا عنه فجاء سهل ابن عبدالله وقال ياامير المؤمنين انا معاشر المسلمين احبنا الله لدين الاسلام وهدانا ويحب دعاءنا وتضرعنا فلهذا لم يعجل اجابتنا وهؤلاء ابغضهم ولعنهم فلهذا عجل اجابتهم وصرفهم عن بابه قال عليه السلام (قوام الدنيا باربعة اشياء بعلم العلماء وعدل الامراء وسخاوة الاغنياء ودعوة الفقراء) وينبغى ان يسأل الله تعالى باسمائه الحسنى العظام والادعية المأثورة عن السلف الكرام وينبغى ان يتوسل الى الله تعالى بالانبياء والاولياء الصالحين * وللدعاء اماكن يظن فيها الاجابة مثلا عند رؤية الكعبة والمساجد الثلاثة وبين الجلالتين من سورة الانعام وفى الطواف وعند الملتزم وفى البيت وعند زمزم وعند شرب مائه وعلى الصفا والمروة

وفى السعى وخلف المقام وفى عرفات والمزدلفة ومنى وعند الجمرات الثلاث وعند قبور الانبياء عليهم السلام * وقيل لا يصح قبر نبى بعينه سوى قبر نبينا عليه الصلاة والسلام وقبر ابراهيم عليه السلام داخل السور من غير تعيين وجرب استجابة الدعاء عند قبور الصالحين بشروط معروفة عند اهلها اللهم أفض علينا من بركات الصالحين ﴿ احل لكم ﴾ تقديم الظرف على القائم مقام الفاعل للتشويق فان ماحقه التقديم اذا اخر تبقى النفس مترقبة اليه فيتمكن عندها وقت وروده فضل تمكن اى ابيح لكم ﴿ ليلة الصيام ﴾ اى فى ليلة يوم الصوم وهى الليلة التى يصبح الرجل فى غداتها صائما ﴿ الرفث ﴾ اصل الرفث قول الفحش والتكلم بالقبيح ثم جعل ذلك اسما لما يتكلم به عند النساء من معانى الافضاء ثم جعل كناية عن الجماع لان الجماع لايخلو عن شئ من التصريح بما يجب ان يكنى عنه من الالفاظ الفاحشة وعن ابن عباس رضى الله عنهما الرفث كلمة جامعة لكل مايريده الرجل من المرأة كالغمز والتقبيل ﴿ الى نسائكم ﴾ عدى الرفث بالى وان كان المشهور تعديته بالباء تقول رفثت بالمرأة لتضمنه معنى الافضاء قال تعالى ﴿ وقد افضى بعضكم الى بعض ﴾ اراد به الجماع وكان الرجل فى ابتداء الاسلام اذا امسى فى رمضان حل له الاكل والشرب والجماع الى ان يصلى العشاء الاخيرة او يرقد فاذا صلاها او رقد ولم يفطر حرم عليه الطعام والشراب والنساء الى القابلة ثم ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه واقع اهله بعد صلاة العشاء الاخيرة فلما اغتسل اخذ يبكى ويلوم نفسه فأتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وقال يارسول الله انى اعتذر الى الله واليك من نفسى هذه الخاطئة انى رجعت الى اهلى بعد العشاء فوجدت رائحة طيبة فسولت لى نفسى فجامعت اهلى فقال عليه السلام (ما كنت جديرا بذلك ياعمر) فقام رجال فاعترفوا بمثله فنزلت الآية وصارت زلته سببا للرحمة فى جميع الامة ﴿ هن لباس لكم وانتم لباس لهن ﴾ استئناف مبين لسبب الاحلال وهو صعوبة الصبر عنهن مع شدة المخالطة وكثرة الملابسة بهن وجعل كل من الرجل والمرأة لباسا للآخر لتجردهما عند النوم واعتناقهما واشتمال كل منهما على الآخر اولان كلا منهما يستر حال صاحبه ويمنعه من الفجور وعما لايحل كما جاء فى الحديث (من تزوج فقد احرز ثلثى دينه) او المعنى هن سكن لكم وانتم سكن لهن كما قال تعالى ﴿ وجعل منها زوجها ليسكن اليها ﴾ ولايسكن شئ الى شئ كسكون احد الزوجين الى الآخر ﴿ علم الله ﴾ فى الازل ﴿ انكم كنتم تختانون انفسكم ﴾ تخونونها وتظلمونها بتعريضها للعقاب وتنقيص حظها من الثواب بمباشرة النساء فى ليالى الصوم والخيانة ضد الامانة وقد ائتمن الله العباد على ما امرهم به ونهاهم عنه فاذا عصوه فى السر فقد خانوه وقد قال الله تعالى (لا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتكم) : قال الصائب

ترابكوهر دل كرده اند امانت دار * زدزد امانت حق را نكاه دار مخسب

﴿ فتاب عليكم ﴾ عطف على علم اى قبل توبتكم وتجاوز عنكم لما تبتم مما اقترفتموه ﴿ وعفا عنكم ﴾ اى محا اثره عنكم ﴿ فالآن ﴾ اى لما نسخ التحريم ظرف لقوله ﴿ باشروهن ﴾ اصله فعل بمعنى حان ثم جعل اسما للزمان الحاضر وعرف بالالف واللام وبنى على الفتحة والمباشرة الزاق البشرة بالبشرة كنى بها عن الجماع الذى يستلزمها وجميع

مايتبعه يدخل فيه وفيه دليل على جواز نسخ السنة بالكتاب ان كانت حرمة الاكل والشرب والجماع ثابتة بالسنة واما اذا كان ثبوت حرمتها بشريعة من قبلنا فلا على ماذهب اليه بعضهم ﴿ وابتغوا ماكتب الله لكم ﴾ اى واطلبوا ماقدره الله تعالى واثبته فى اللوح المحفوظ من الولد وفيه ان المباشر ينبغى ان يكون غرضه الولد والتناسل فانه الحكمة فى خلق الشهوة وشرع النكاح لاقضاء الشهوة وحدها وفى الحديث (تناكحوا تناسلوا تكثروا فانى اباهى بكم الامم يوم القيامة) ﴿ وكلوا واشربوا ﴾ ليالى الصوم عطف على قوله باشروهن ﴿ حتى يتبين ﴾ يظهر ﴿ لكم الخيط الابيض ﴾ هواول مايبدو من بياض النهار كالخيط الممدود دقيقا ثم ينتشر ﴿ من الخيط الاسود ﴾ هو مايمتد من سواد الليل مع بياض النهار فان الصبح الصادق اذا بدا يبدو كأنه خيط ممدود فى عرض الافق ولاشك انه يبقى معه بقية من ظلمة الليل بحيث يكون طرفها الملاصق لمايبدو من الفجر كأنه خيط اسود فى جنب خيط ابيض لان نور الصبح انما ينشق فى خلال ظلمة الليل فشبها بخيطين ابيض واسود ﴿ من الفجر ﴾ اى انشقاق عمود الصبح بيان للخيط الابيض واكتفى ببيانه عن بيان الاسود لدلالته عليه والتقدير حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الفجر من الخيط الاسود من الليل . قوله حتى يتبين غاية للامور الثلاثة اى المباشرة والاكل والشرب ففى تجويز المباشرة الى الصبح دلالة على جواز تأخير الغسل اليه وصحة صوم من اصبح جنبا لان المباشرة اذا كانت مباحة الى انفجار الصبح لم يمكنه الاغتسال الا بعد الصبح بالضرورة والا لكانت المباشرة قبل آخر الليل بقدر مايسع الاغتسال حراما وهو مخالف لكلمة حتى ﴿ ثم اتموا الصيام ﴾ اى اديموا الامساك عن المباشرة والاكل والشرب فى جميع اجزاء النهار ﴿ الى ﴾ غاية ﴿ الليل ﴾ وهو دخول الليل وذاك بغروب الشمس والاتمام اداؤه على التمام وفى الحديث (اذا اقبل الليل وادبر النهار وغابت الشمس فقد افطر الصائم) اى دخل وقت الافطار وانما ذكر الاقبال والادبار وان لم يكونا الا بغروب الشمس لبيان كمال الغروب كيلا يظن احد انه اذا غاب بعض الشمس جاز الافطار اولانه قد يكون فى واد بحيث لايشاهد غروب الشمس فيحتاج الى ان يعمل بهما قالوا فيه دلالة على جواز النية بالنهار فى صوم رمضان وعلى نفى صوم الوصال اما الاول فلان الله تعالى لما اباح المباشرة والاكل والشرب الى الفجر تبين ان ابتداء الصوم يكون بعد الفجر فيكون قوله اتموا ثم ابتدئوا بالصوم واتموه الى الليل فيكون هو امرا بالصوم بعد الفجر والصوم ليس مجرد الامساك بل هو الامساك مع النية فيكون قوله ثم اتموا الصيام امرا بنية الصوم بعد الفجر واما الثانى فلان الله تعالى جعل الليل غاية الصوم وغاية الشئ مقطعه فيكون بعدها الافطار وينتفى الوصال قال بعضهم الليل غاية وجوب الصوم فاذا دخل الليل لايجب الصوم واما ان الصوم لايجوز بعد دخول الليل فلا دلالة للآية عليه ولان مثل هذه الاوامر اى باشروهن وكلوا واشربوا انما يكون للاباحة والرخصة لاللوجوب فلاتدل الآية على نفى صوم الوصال ولما ظن ان حال الاعتكاف كحال الصوم فى ان المباشرة تحرم فيه نهارا لاليلا بين ان المباشرة تحرم على المعتكف نهارا وليلا معا فقال ﴿ ولاتباشروهن ﴾ اى لاتجامعوهن

﴿وانتم﴾ اى والحال انتم ﴿عاكفون فى المساجد﴾ مقيمون فيها بنية الاعتكاف وهو فى الشرع لزوم المسجد والمكث لطاعة الله فيه والتقرب اليه وهو من الشرائع القديمة قال تعالى ﴿ان طهرا بيتى للطائفين والعاكفين﴾ نزلت فيمن كان يعتكف فى المسجد وداعرضت له حاجة الى امرأته خرج فجامعها ثم اغتسل فرجع الى المسجد فنهوا عن ذلك فالجماع يحرم على المعتكف ويفسد الاعتكاف ولفظ المساجد يدل على جواز الاعتكاف فى كل مسجد الا ان المسجد الجامع افضل حتى لا يحتاج الى الخروج الى الجمعة * والاعتكاف من اشرف الاعمال اذا كان عن اخلاص لان فيه تفريغ القلب عما سوى الله تعالى * قال عطاء مثل المعتكف كرجل له حاجة الى عظيم فيجلس على بابه ويقول لا ابرح حتى يقضى حاجتى فكذلك المعتكف يجلس فى بيت الله ويقول لا ابرح حتى يغفر لى وفى الحديث من مشى فى حاجة اخيه فكأنما اعتكف عشرين سنة ومن اعتكف يوما جعل الله بينه وبين النار ثلاثة خنادق كل خندق ابعد مما بين الخافقين) * وفى الخلوة والانقطاع عن الناس فوائد جمة يسلم منه الناس ويسلم هو منهم وفيها خمول النفس والاعراض عن الدنيا وهو اول طريق الصدق والاخلاص وفيها الانس بالله والتوكل والرضى بالكفاف فان المعاشر للناس والمخالط يتكلف فى معيشته البتة فاذا لا يفرق غالبا بين الحلال والحرام فيقع فى الهلاك ويسلم المتخلى ايضا من مداهنة الناس وغير ذلك من المعاصى التى يتعرض الانسان لها غالبا بالمخالطة * قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده افندى قدس سره التصوف عبارة عن الاجتناب عن كل ما فيه شائبة الحرمة وصون لسانه عن الكلام اللغو والخلوة والاربعون ليست الا هذا فانه وحدة فى الكثرة والمقصود من الخلوة ايضا ذلك ولكن مايكون فى الكثرة على الوجه الذى ذكرنا اثبت واحكم لان مايكون بالخلوة يزول اذا اختلط بين الناس وليس كذلك ماذكر فطريقنا طريق النبى عليه السلام وطريق الاصحاب رضى الله تعالى عنهم والنبى عليه السلام لم يعين الاربعين بل الاعتكاف فى العشر الاخير من رمضان نعم فعل ذلك موسى عليه السلام قال تعالى ﴿وواعدنا موسى ثلاثين ليلة واتممناها بعشر﴾ والخلوتية اخذوا من ذلك كذا فى واقعات الهدائى قدس سره ﴿تلك﴾ اى الاحكام التى ذكرت من اول آية الصيام الى هنا ﴿حدود الله﴾ جمع حد وهو الحاجز بين الشيئين وجعل ماشرعه الله تعالى لعباده من الاحكام حدودا لهم لكونها امورا حاجزة بين الحق والباطل ولكونها مانعة من مخالفاتها والتخطى عنها ﴿فلا تقربوها﴾ اى ان تنتهوا فلا تقربوها فضلا عن تجاوزها نهى ان يقرب الحد الحاجز بين الحق والباطل لئلا يدانى الباطل فضلا ان يتخطى كما قال عليه السلام (ان لكل ملك حمى وان حمى الله محارمه فمن رتع حول الحمى يوشك ان يقع فيه) وهو ابلغ من قوله فلا تعتدوها ولما بين تعالى احكام الصوم على وجه الاستقصاء فى هذه الالفاظ القليلة بيانا شافيا قال بعده ﴿كذلك﴾ اى بيانا مثل هذا البيان الوافى الواضح فالكاف فى محل النصب على انه صفة مصدر محذوف ﴿يبين الله آياته للناس﴾ والآيات دلائل الدين ونصوص الاحكام والمقصود من تعظيم البيان هدايته ورحمته على عباده فى هذا البيان ﴿لعلهم يتقون﴾ مخالفة اوامره ونواهيه * والتقوى اتقاء الشرك . ثم بعده اتقاء المعاصى والسيآت . ثم بعده اتقاء الشهوات . ثم يدع بعده الفضلات وفى الحديث

(لايبلغ العبد درجة المتقين حتى يدع مالا بأس به حذرا مما به بأس) : قال السعدى قدس سره

ترا آنكه چشم ودهان داد وكوش * اكر عاقلى در خلافش مكوش
چو پاك آفريدت بهش باش و پاك * كه ننكست نا پاك رفتن بخاك
مرو زير بار كنه اى پسر * كه حمال عاجز بود در سفر
مكن عمر ضايع بافسوس وحيف * كه فرصت عزيزست والوقت سيف

جعلنا الله واياكم من اهل اليقظة واليقين ﴿ ولاتأكلوا اموالكم بينكم بالباطل ﴾ اى لايأكل بعضكم مال بعض بالوجه الذى لم يبحه الله تعالى ولم يشرعه كالغصب والنهب والسرقة واليمين الكاذبة وكالاكساب الخبيثة كالقمار والرشى وحلوان الكاهن والمغنى والنائحة وكالحيلة ووجوه الخيانة * قوله (بينكم) نصب على الظرفية فيتعلق بقوله (تأكلوا) ومعنى كون الاكل بينهم وقوع التداول والتناول لاجل الاكل بينهم وليس المراد بالاكل المنهى عنه نفس الاكل خاصة لان جميع التصرفات المتفرعة على الاسباب الباطلة حرام الاانه شاع فى العرف ان يعبر عن انفاق المال بأى وجه كان بالاكل لان الاكل معظم المقصود من المال وقوله (بالباطل) متعلق بالفعل المذكور اى لاتأكلوها بالسبب الباطل * نزلت فى رجلين تخاصما فى ارض بينهما فاراد احدهما ان يحلف على ارض اخيه بالكذب فقال النبى عليه السلام (انما انا بشر مثلكم يوحى الى وانتم تختصمون الى ولعل بعضكم ألحن بحجته من بعض فأقضى له على نحو مااسمع منه فمن قضيت له شيأ من حق اخيه فانما اقضى له قطعة من نار) فبكيا وقال كل واحد منهما انا حل لصاحبى فقال (اذهبا فتوخيا ثم استهما ثم ليحلل كل واحد منكما صاحبه) * قوله ألحن بحجته اى اقوم بها واقدر عليها من صاحبه والتوخى قصد الحق والاستهام الاقتراع وفيه دلالة ظاهرة على ان حكم القاضى لاينفذ باطنا كما عند الشافعى وحمله ابو حنيفة على الاموال والاملاك دون عقود النكاح وفسخها وموضع بيانه مشبعا كتاب القضاء فى الفقه ﴿ وتدلوا بها الى الحكام ﴾ عطف على المنهى عنه فيكون مجزوما بلا الناهية المذكورة بواسطة العاطف والادلاء الالقاء وضمير بها للاموال بتقدير المضاف والباء فيه مثلها فى قوله تعالى (ولاتلقوا بايديكم الى التهلكة) والمعنى ولاتلقوا امر الاموال والحكومة فيها الى الحكام ﴿ لتأكلوا ﴾ بالتحاكم اليهم ﴿ فريقا ﴾ اى طائفة وبعضا ﴿ من اموال الناس بالاثم ﴾ الباء سببية متعلقة بقوله لتأكلوا اى بمايوجب اثما كشهادة الزور واليمين الكاذبة والصلح مع العلم بان المقضى له ظالم والمقضى به حق المقضى عليه وقيل ولاتلقوا بعضها الى امراء الظلم وقضاة السوء على وجه الرشوة ﴿ وانتم تعلمون ﴾ انكم على الباطل وارتكاب المعصية مع العلم بقبحها اقبح وصاحبها احق بالتوبيخ و يقال الدنيا ثلاثة اشياء حلال وحرام وشبهة فالحرام يوجب العقاب والشبهة توجب العتاب والحلال يوجب الحساب : قال الحكيم السنايى

اين جهان برمثال مردارست * كركسان اندرون هزار هزار
اين مرانرا همى زند مخلب * وان مرين را همى زند منقار
آخر الامر بكذرند همه * وز همه باز ماند اين مردار

فعلى العاقل ان يجتنب عن حقوق العباد والمظالم ـ حكى ـ انه لما مات انوشروان كان يطاف

بتابوته فى جميع مملكته و ينادى مناد من له علينا حق فليأت فلم يوجد احد فى ولايته له عليه حق من درهم ــ روى ــ ان اباحنيفة كان له على بعض المجوس مال فذهب الى داره ليطالبه به فلما وصل الى باب داره وقع نعله على نجاسة فنفض نعله فانقلعت النجاسة عن نعله ووقعت على حائط دار المجوسى فتحير ابو حنيفة رحمه الله وقال ان تركتها كان ذلك شيأ يقبح جدار ذلك المجوسى وان حككتها احفر التراب من الحائط فدق الباب فخرجت الجارية فقال لها قولى لمولاك ان اباحنيفة بالباب فخرج اليه وظن انه يطالبه بالمال واخذ يعتذر فقال ابو حنيفة رحمه الله ههنا ماهو اولى بالاعتذار وذكر قصة الجدار وانه كيف السبيل الى التطهير فقال المجوسى فانا ابدأ بتطهير نفسى فأسلم فى الحال والنكتة ان ابا حنيفة لما احترز عن ظلم ذلك المجوسى فى ذلك القدر القليل فلأجل بركة ذلك اسلم المجوسى ونجا من شقاوة الابد فمن احترز عن الظلم نال سعادة الدارين والا فقد وقع فى الخذلان ــ حكى ــ ان نصرانيا كان يحمل امرأته على حمار فأتى بعض قرى المسلمين فقطع واحد من الرنود ذنب حماره فوثب الحمار وسقطت المرأة وانكسرت يداها والقت حملها ايضا فذهب النصرانى الى قاضى تلك القرية شاكيا فقال القاضى لذلك الرند خذ هذا الحمار وامسكه حتى ينبت ذنبه والمرأة حتى تحمل حملا وتصح عندك يداها فقال النصرانى أهكذا حكم شريعتكم ثم رفع رأسه الى السماء وقال الهى انت حليم ولا صبر لى على هذا فاحكم يا ناظر الملهوفين و يا ناصر المظلومين فمسخ الله ذلك القاضى فصار حجرا من ساعته ففى هذه الحكاية شيأن. الاول ان هذا القاضى بظلمه وقع فيما وقع من البلاء العظيم . والثانى انه يجب الاحتراز عن الظلم وان كان المظلوم كافرا فان دعاء الكافر يسمع ﴿ والاشارة فى الآية ان الاموال خلقت لمصالح قوام النفس وان النفس خلقت للقيام بمراسم العبودية لقوله ﴿ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ﴾ ليعلموا ان الاموال والانفس لله فلا يتصرفون فيهما الا بامر الله ﴿ولا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل﴾ بهوى النفس والحرص والشهوة والاسراف على الغفلة وكلوا بالحق والقناعة والتقوية على الطاعة والقيام بالعبودية ﴿و﴾ لا ﴿ تدلوا بها الى الحكام﴾ وهى النفس الامارة بالسوء ﴿لتأكلوا فريقا من اموال الناس﴾ من الاموال التى خلقت للاستعانة بها على العبودية ﴿بالاثم﴾ اى بالقطيعة والغفلة مستعينين بها على المعصية كالحيوانات والبهائم فيكون حاصلكم ومرجعكم ومثواكم النار ويأكلون كما تأكل الانعام والنار مثوى لهم ﴿ وانتم تعلمون﴾ حاصل الامر ولا تعملون به كذا فى التأويلات النجمية ﴿ يسألونك عن الاهلة ﴾ روى ان معاذ بن جبل وثعلبة بن غنم الانصاريين قالا يارسول الله ما بال الهلال يبدو دقيقا مثل الخيط ثم يزيد حتى يمتلئ ويستوى ثم لا يزال ينقص حتى يعود كما بدا اولا ولا يكون على حالة واحدة فأنزل الله تعالى ﴿يسألونك عن الاهلة ﴾ وهى جمع هلال والهلال اول ما يظهر لك من نور القمر الى ثلاث ليال وسمى هلالا لان الناس يرفعون اصواتهم بالذكر عند رؤيته من قولهم استهل الصبى اذا صرخ حين يولد واهل القوم بالحج اذا رفعوا اصواتهم بالتلبية ﴿ قل ﴾ يا محمد ﴿ هى ﴾ الاهلة ﴿ مواقيت ﴾ جمع ميقات من الوقت والفرق بينه وبين المدة والزمان ان المدة المطلقة امتداد حركة الفلك من مبدئها الى منتهاها والزمان مدة مقسومة الى

الماضى والحال والمستقبل والوقت الزمان المفروض لامر ﴿ للناس ﴾ اى لمايتعلق بهم من امور معاملاتهم ومصالحهم ﴿ والحج ﴾ واموره المتعلقة باوقات مخصوصة * فان قلت لما كانت الاهلة مواقيت يوقت بها الناس عامة مصالحهم علم منه كونها ميقاتا للحج لانه من جملة المصالح المتوقفة على الوقت فلم خصه بالذكر * قلت الخاص قد يذكر بعد العام للتنبيه على مزيته فالحج من حيث انه يراعى فى ادائه وقضائه الوقت المعلوم بخلاف سائر العبادات التى لايعتبر فى قضائها وقت معين وحاصل الخطاب ان الهلال يبدو دائما و يظهر لكم على حسب مصلحتكم لقربه وبعده من الشمس كما بين فى فن الهيئة *قال فى التيسير ثم الشمس على حالة واحدة لانها ضياء للعام وقوام لمصالح الناس والقمر يتغير لان الله علق به ما قلنا من المواقيت وذلك يعرف بهذه الاختلافات ودبر عز وجل هذا التدبير لحاجة الناس الى ذلك انتهى ﴿ وليس البر بان تأتوا البيوت من ظهورها ﴾ كان الانصار اذا احرم الرجل منهم بالحج او العمرة لم يدخل حائطا ولا بيتا ولا دارا من بابه فان كان من اهل المدر نقب نقبا فى ظهر بيته يدخل منه ويخرج او يتخذ سلما فيصعد منه وان كان من اهل الوبر خرج من خلف الخيمة والفسطاط ولا يدخل ولا يخرج من الباب حتى يحل من احرامه و يرون ذلك برا الا ان يكون من الحمس وهم قريش وسببه انهم ظنوا انه لابد فى الاحرام من تغيير جميع العادات فغيروا عادتهم فى الدخول كما غيروا فى اللباس والتطيب وقالوا لا ندخل بيوتا من الابواب حتى ندخل بيت الله تعالى وكان منهم من لايستظل بسقف بعد احرامه ولا يأقط الاقط ولا يجز الوبر وهذه اشياء وضعوها من عند نفوسهم من غير شرع فعرفهم الله تعالى ان هذا التشديد ليس ببر ولا قربة ﴿ ولكن البر ﴾ بر ﴿ من اتقى ﴾ المحارم والشهوات دون دخول البيت من ظهر * وفى الكشاف فان قلت ما وجه اتصاله بما قبله قلت كأنه قيل لهم عند سؤالهم عن الاهلة وعن الحكمة فى نقصانها وتمامها معلوم ان كل مايفعله الله تعالى لايكون الا حكمة بالغة ومصلحة لعباده فدعوا السؤال عنه وانظروا فى واحدة تفعلونها انتم مماليس من البر فى شئ وانتم تحسبونها برا ﴿ وائتوا البيوت من ابوابها ﴾ حال الاحرام اذ ليس فى العدول بر ﴿ واتقوا الله ﴾ فى تغيير احكامه والاعتراض على افعاله ﴿ لعلكم تفلحون ﴾ اى لكى تظفروا بالبر والهدى * وللآية تأويل آخر قاله الحسن قال كان فى الجاهلية من هم بسفر او امر يصنعه فمنع عن ذلك لم يدخل داره من الباب حتى يحصل له ذلك وكان قريش وقبائل العرب من خرج لسفر او حاجة ثم رجع ولم يظفر بذلك كان ذلك طيرة فنهاهم الله عن ذلك واخبر ان الطيرة ليس بر والبر بر من لم يخف غيره وتوكل عليه ــ حكى الجاحظ ــ قال تحاورت انا وابراهيم بن سيار المعروف بالنظام حديث الطيرة فقال اخبرك انى جعت حتى اكلت الطين وماصبرت على ذلك حتى قلبت قلبى أتذكر هل ثمة رجل اصيب عنده غداء او عشاء فقصدت الاهواز وهى من بلدان فارس وماعرف بها واحدا وما كان ذلك الاشيأ امر به الضجر فوافيت الفرضة فلم اجد بها سفينة فتطيرت من ذلك ثم انى رأيت سفينة فى صدرها خرق وهشم فتطيرت ايضا فقلت للملاح ماسمك قال « ديوزاده » بالفارسى وهو اسم الشيطان فتطيرت وركبت معه فلما قربنا من الفرضة صحت يا حمال ومعى لحاف سمل وبعض مالابدلى منه فكان اول حمال اجابنى

اعور فازددت طيرة وقلت فى نفسى الرجوع اسلم ثم ذكرت حاجتى الى اكل الطين وقلت من لى بالموت فلما صرت الى الخان وانا حائر مااصنع سمعت قرع باب البيت الذى انا فيه فقلت من هذا قال رجل يريدك فقلت من انا قال ابراهيم بن سيار النظام فقلت فى نفسى هذا عدو أو رسول سلطان ثم انى تحاملت وفتحت الباب فقال ارسلنى اليه ابراهيم بن عبدالعزيز ويقول لك وان كنا اختلفنا فى المقالة فانا نرجع بعد ذلك الى حقوق الاخلاق والحرية وقد رأيتك حيث مررت على حال كرهتها وينبغى ان يكون برحت بك حاجة فان شئت فاقم مكانك مدة شهر أو شهرين فعسى نبعث لك ببعض مايكفيك زمنا من دهرك وان اشتهيت الرجوع فهذه ثلاثون دينارا فخذها وانصرف وانت احق من عذر قال نورد على امور اذهلتنى اما واحدها فانى لم اكن ملكت قط ثلاثة دنانير والثانى انه لم يطل مقامى وغيبتى عن اهلى والثالث ماتبين لى من الطيرة انها باطلة كذا فى شرح رسالة الوزير ابن زيدون فظهر انه قد يكون ماتكرهه النفس خيرا كما حكى انه وقع قحط فى زمن شيخ فعين لكل من طلبته على طريق التفاؤل مكسبا فجاء فى فال واحدمنهم قطع الطريق فانتقل ذلك الرجل فلقى بعض الحرامية واجتمع بهم فنهبوا جماعة من التجار فبعد اخذ أموالهم ربطوا ايديهم وامروا هذا الرجل ان يذبحهم بعيدا عنهم فتفكر الرجل فخطر بباله ان يطلقهم ويعطيهم السلاح ويطهروا الطريق من القطاع ففعلوا وهم غافلون ثم سألوا عن هذا الرجل فحكى حاله فجاؤا الى شيخه وسلموا الاموال وصاروا من جملة احبائه فعليك بالتسليم والقبول لكى تنال المأمول : قال الصائب

چون سرو در مقام رضا ايستاده ام * آسوده خاطرم زبهار وخزان خويش

ثم فى قوله ﴿ وليس البر ﴾ الآية اشارة الى ان لكل شئ سببا ومدخلا لايمكن الوصول اليه ولا الدخول الا باتباع ذلك السبب والمدخل كقوله تعالى ﴿ وآتيناه من كل شئ سببا فاتبع سببا ﴾ فسبب الوصول الى حضرة الربوبية والمدخل فيها هو التقوى وهى اسم جامع لكل بر من اعمال الظاهر واحوال الباطن والقيام باتباع الموافقات واجتناب المخالفات وتصفية الضمائر ومراقبة السرائر فبقدر السلوك فى مراتب التقوى يكون الوصول الى حضرة المولى كقوله تعالى ﴿ ان اكرمكم عندالله اتقاكم ﴾ وقال عليه السلام (عليكم بتقوى الله فانه جماع كل خير) فقوله ﴿ وليس البر بان تأتوا البيوت من ظهورها ﴾ اى غير مدخلها بمحافظة ظواهر الاعمال من غير رعاية حقوق بواطنها بتقوى الاحوال ﴿ ولكن البر من اتقى ﴾ اى حق التقوى كقوله تعالى ﴿ اتقوا الله حق تقاته ﴾ قيل فى معناه ان يطاع فلايعصى ويذكر فلاينسى ويشكر فلايكفر ﴿ واتوا البيوت من ابوابها ﴾ اى ادخلوا الامور من مداخلها ثم ذكر مدخل الوصول وقال ﴿ واتقوا الله ﴾ اى اتقوا بالله عما سواه يقال فلان اتقى بترسه يعنى اجعلوا الله محرزكم ومتقاكم ومفركم ومفزعكم ومرجعكم منه اليه كما كان حال النبى عليه السلام يقول (اعوذ بك منك) ﴿ لعلكم تفلحون ﴾ لكى تنجوا و تخلصوا من مهالك النفوس باعانة الملك القدوس كذا فى التأويلات النجمية ﴿ وقاتلوا ﴾ جاهدوا ﴿ فى ﴾ نصرة ﴿ سبيل الله ﴾ واعزازه والمراد بسبيل الله دينه لانه طريق الى الله ومرضاته ﴿ الذين يقاتلونكم ﴾ يعنى قريشا وكان ذلك قبل ان

امروا بقتال المشركين كافة المقاتلين منهم والمحاجزين لان هذه الآية اول اية نزلت فى القتال بالمدينة فلما نزلت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقاتل من قاتله ويكف عمن كف عنه اى يقاتل من واجهه للقتال وناجزه ويكف عن قتال من لم يناجز وان كان بينه وبينهم محاجزة وممانعة ويؤيده ماروى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ان هذه الآية نزلت فى صلح الحديبية وذلك ان النبى عليه السلام خرج مع اصحابه للعمرة فى ذى القعدة سنة ست من الهجرة وكانوا الفا واربعمائة فنزل فى الحديبية وهو موضع فى قرب مكة كثير المياه والاشجار وصدهم المشركون عن البيت الحرام فاقام شهرا وصالحه المشركون على ان يرجع ذلك العام ويأتى مكة فى العام المقبل ويعتمر فرضى بما قالوا وان يصدوهم عن البيت وكره الاصحاب قتالهم فى الشهر الحرام وفى الحرم فانزل الله تعالى ﴿ وقاتلوا ﴾ الآية ﴿ ولاتعتدوا ﴾ بابتداء القتال فى الحرم محرمين ﴿ ان الله لايحب المعتدين ﴾ اى لايريد بهم الخير ﴿ واقتلوهم حيث ثقفتموهم ﴾ اين وجدتموهم فى الحرم والحل وفى الاشهر الحرم وهم الذين هتكوا حرمة الشهر والحرم بالبداية فجازوهم بمثله واصل الثقف الحذق فى ادراك الشئ علما كان او عملا فهو يتضمن معنى الغلبة ﴿ واخرجوهم من حيث اخرجوكم ﴾ اى من مكة لانهم اخرجوا المسلمين منها اولا واخرج عليه الصلاة والسلام منها ثانيا من لم يؤمن به منهم يوم الفتح ﴿ والفتنة ﴾ فى الاصل عرض الذهب على النار لاستخلاصه من الغش ثم صار اسما لكل ما كان سببا للامتحان تشبيها بهذا الاصل اى المحنة التى يفتتن بها الانسان ويمتحن كالاخراج من الوطن ﴿ اشد من القتل ﴾ اصعب منه لدوام تعبها وتألم النفس بها فتكون هذه الجملة متعلقة بقوله ﴿ واخرجوهم من حيث اخرجوكم ﴾ تذييلا له وحثا على الاخراج والمعنى ان اخراجكم اياهم ليس اهون عليهم من القتل بل هو اشد من قتلكم اياهم فيصلح جزاء لاصرارهم على الكفر ومناجزتهم لحربكم وقتالكم * قيل لبعض الحكماء مااشد من الموت قال الذى يتمنى فيه الموت جعل الاخراج من الوطن من الفتن والمحن التى يتمنى عندها الموت ويحتمل ان تكون متعلقة بقوله ﴿ واقتلوهم حيث ثقفتموهم ﴾ فيكون المقصود حث المؤمنين على قتلهم اياهم فى الحرم اى لاتبالوا بقتلهم انما وجدتموهم فان فتنتهم اى تركهم فى الحرم وصدهم اياكم عن الحرم اشد من قتلكم اياهم فيه ﴿ ولاتقاتلوهم عند المسجد الحرام ﴾ اى لاتفاتحوهم بالقتل هناك وهتك حرمة المسجد الحرام ﴿ حتى يقاتلوكم فيه ﴾ حتى يبدأوكم بالقتال فى الحرم وهذا بيان لشرط كيفية قتالهم فى هذه البقعة خاصة فيكون تخصيصا لقوله ﴿ واقتلوهم حيث ثقفتموهم ﴾ ﴿ فان قاتلوكم ﴾ ثمة ﴿ فاقتلوهم ﴾ فيه ولا تبالوا بقتالهم ثمة لانهم الذين هتكوا حرمته فاستحقوا اشد العذاب ﴿ كذلك ﴾ اى مثل ذلك الجزاء على ان الكاف فى محل الرفع بالابتداء ﴿ جزاء الكافرين ﴾ يفعل بهم مثل ما فعلوا بغيرهم ﴿ فان انتهوا ﴾ عن القتال وكذا عن الكفر فان الانتهاء عن مجرد القتال لايوجب استحقاق المغفرة فضلا عن استحقاق الرحمة ﴿ فان الله غفور رحيم ﴾ يغفر لهم ماقد سلف ﴿ وقاتلوهم ﴾ اى المشركين ﴿ حتى لاتكون ﴾ الى ان لاتوجد ولاتبقى ﴿ فتنة ﴾ اى شرك يعنى قاتلوهم حتى يسلموا فلايقبل

(من)

من الوثنى الا الاسلام فان أبى قتل ﴿ ويكون الدين لله ﴾ خالصا له ليس للشيطان نصيب فيه ﴿ فان انتهوا ﴾ بعد مقاتلتكم عن الشرك ﴿ فلاعدوان الا على الظالمين ﴾ اى فلا تعتدوا على المنتهين اذلا يحسن ان يظلم الا من ظلم فحذف نفس الجزاء واقيمت علته مقامه والعلة لما كانت مستلزمة للحكم كنى بها عنه كأنه قيل فان انتهوا فلاتعدوا عليهم لان العدوان مختص بالظالمين والمنتهون عن الشرك ليسوا بظالمين فلاعدوان عليهم وسمى مايفعل بالكفار عدوانا وظلما وهو فى نفسه حق وعدل لكونه جزاء الظلم للمشاركة كقوله تعالى (فجزاء سيئة سيئة) ﴿ الشهر الحرام ﴾ يقابل ﴿ بالشهر الحرام ﴾ فى هتك الحرمة حيث صدهم المشركون عام الحديبية فى ذى القعدة وكان بين القوم ترامى بسهام وحجارة واتفق خروجهم لعمرة القضاء فيه سنة سبع من الهجرة وكرهوا ان يقاتلوهم لحرمته فنزلت هذه الآية وقيل لهم هذا الشهر الحرام بذلك الشهر وهتكه بهتكه فلا تبالوا به ﴿ والحرمات قصاص ﴾ يعنى من هتك حرمة أى حرمة كانت من حرمة الشهر وحرمة الاحرام وحرمة الحرم اقتص منه فان مراعاة هذه الحرمات انما تجب فى حق من يراعيها واما من هتكها فانه يقتص منه ويعامل معه بمثل فعله والاوضح ان المراد بالحرمات كل حرمة وهى مايجب المحافظة عليه نفسا كان اوعرضا يجرى فيها القصاص فلما هتكوا حرمة شهركم بالصد وهو عين التعرض للقتال فافعلوا بهم مثله وادخلوا عليهم عنوة اى قهرا وغلبة فان منعوكم فى هذه السنة عن قضاء العمرة بالمقاتلة ونحوها فاقتلوهم كما قال تعالى ﴿ فمن اعتدى عليكم ﴾ اى تجاوز بقتالكم فى الشهر الحرام ﴿ فاعتدوا عليه بمثل مااعتدى عليكم ﴾ اى بعقوبة مماثلة لجناية اعتدائه وهذا اعتداء على سبيل القصاص وهو اعتداء مأذون فيه لاعلى سبيل الابتداء فانه ظلم حرام وهو المراد بقوله تعالى فلاتعتدوا ﴿ واتقوا الله ﴾ اذا انتصرتم ممن ظلمكم فلا تظلموهم باخذ اكثر من حقكم ولاتعتدوا الى مالم يرخص لكم ﴿ واعلموا ان الله مع المتقين ﴾ والمعية وهى القرب المعنوى تدل على انه تعالى يحرسهم ويصلح شؤونهم بالنصر والتمكين — روى — انه عليه السلام واصحابه دخلوا ذلك العام مكة وطافوا بالبيت ونحروا الهدى وكان المشركون شرطوا له بعد قضاء العمرة الاقامة بمكة ثلاثا وكان النبى عليه السلام تزوج ميمونة بنت الحارث فاحب المقام بمكة ليولم عليها فطالبوه بالخروج منها والوفاء بما عاهد ففعل واولم على ميمونة وبنى بها بسرف * واعلم ان الله تعالى امرنا بالغزو فى سبيله ليظهر من يدعى بذل الوجود فى سبيل الله وامرنا بالزكاة ببذل المال ليتبين من يدعى محبة الله فالغزو معيار المحبة الالهية لان كل انسان جبل على حب الحياة والمال فامتحن بالغزو والزكاة فى سبيل الله قطعا لدعوى المدعين لان الكل يدعى محبة الله وهذا هو السر فى اجهد ولهذا قال سيدنا على رضى الله تعالى عنه خير الخصال فى الفتى الشجاعة والسخاوة وهما توأمان فكل شجيع سخى وعن عبدالله بن عمرعن ابيه رضى الله تعالى عنهما قال سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما الاسلام قال (طيب الكلام واطعام الطعام وافشاء السلام) قيل فأى المسلمون افضل قال (من سلم الناس من لسانه ويده) قيل فأى الصلاة افضل قال (طول القيام) قيل فأى الصدقة افضل قال (جهد من مقل) قيل فأى الايمان افضل قال (الصبر والسماحة)

قيل فأى الجهاد افضل قال (من عقر جواده واهريق دمه) قيل فأى الرقاب افضل قال (اغلاها ثمنا) والجهاد جهادان ظاهر وباطن فالظاهر مع الكفار والباطن مع النفس والشيطان وهذا اصعب لان الكافر ربما يرجع اما بالمحاربة اوبالصلح اوببذل النفس والمال بوجه من الوجوه والشيطان لا يرجع عنك دون ان يسلب الدين : وفى المثنوى

اى شهان كشتيم ماخصم برون * ماند خصمى زوبتر دراندرون

كشتن اين كار عقل وهوش نيست * شير باطن سخرهٔ خركوش نيست

سهل شيرى دان كه صفها بشكند * شير آنست آنكه خودرا بشكند

❁ قال فى التأويلات القاشانية ﴿ وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم ﴾ من الشيطان وقوى النفس الامارة ﴿ولا تعتدوا﴾ فى قتالها بأن تميتوها عن قيامها بحقوقها والوقوف على حدودها حتى تقع فى التفريط والقصور والفتور ﴿ ان الله لا يحب المعتدين﴾ لكونهم خارجين عن ظل المحبة والوحدة التى هى العدالة ﴿ واقتلوهم حيث ثقفتموهم ﴾ اى ازيلوا حياتهم وامنعوهم عن افعالهم بهواها الذى هو روحها حيث كانوا ﴿واخرجوهم من حيث﴾ مكة الصدر عند استيلائهم عليها كما ﴿اخرجوكم﴾ منها باستنزالكم الى بقعة النفس واخراجكم من مقر القلب ﴿والفتنة﴾ التى هى عبادة هواها واصنام لذاتها وشهواتها ﴿اشد﴾ من قمع هواها واماتتها بالكلية اومحنتكم وبلاؤكم بها عند استيلائها اشد عليكم ﴿من القتل﴾ الذى هو اماتتها ومحوها بالكلية لزيادة الضرر والالم هناك ﴿ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام﴾ الذى هو مقام القلب اى عند الحضور القلبى اذا وافقوكم فى توجهكم فانهم اعوانكم على السلوك حينئذ ﴿حتى يقاتلوكم﴾ فيه وينازعوكم فى مطالبه ويجروكم عن حياة القلب ودين الحق الى مقام النفس ودينهم الذى هو عبادة العجل ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ من تنازعهم وتجاذب دواعيهم وتعبدهم الهوى ﴿ويكون الدين كله لله ﴾ بتوجه جميعها الى جناب القدس ومشايعها للسر فى التوجه الى الحق الذى ليس للشيطان والهوى فيه نصيب ﴿فان انتهوا فلا عدوان﴾ عليهم ﴿الا على الظالمين﴾ على العادين المجاوزين عن حدودهم انتهى مافى التأويلات

❁ وقال الشيخ نجم الدين قدس سره فى قوله تعالى ﴿ الشهر الحرام ﴾ الآية الاشارة ان مايفوتكم من الاوقات والاوراد بتوانى النفس وغلبات صفاتها فتداركوه الشهر بالشهر واليوم باليوم والساعة بالساعة والوقت بالوقت والاوراد بالاوراد واقضوا الفائت والحقوق فكل صفة من صفات النفس اذا استولت عليكم فعالجوها بضدها البخل بالسخاوة والغضب بالحلم والحرص بالترك والشهوة بالرياضة وعلى هذا القياس واتقوا الله فى افراط الاعتداء احترازا عن هلاك النفس بكثرة المجاهدات واعلموا ان الله مع المتقين بالنصرة على جهاد النفس ﴿وانفقوا فى سبيل الله﴾ الانفاق صرف المال الى وجوه المصالح والمراد بالسبيل الدين المؤدى الى ثواب الله ورحمته فكل ما امر الله به من الانفاق فى اعزاز الدين واقامته فهو داخل فى هذه الآية سواء كان فى اقامة الحج اوالعمرة اوجهاد الكفار اوصلة الارحام اوتقوية الضعفاء من الفقراء والمساكين اورعاية حقوق الاهل والاولاد اوغير ذلك مما يتقرب به الى الله تعالى امر تعالى بالجهاد بالمال بعد الامر به بالنفس اى واصرفوا اموالكم فى سبيل الله ولا تمسكوا كل الامساك ﴿ ولا تلقوا ﴾ الالقاء طرح الشئ حيث تراه ثم صار

در اوائل دفتر پنجم دربيان تفسير رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر

اسما لكل طرح عرفا وتعديته بالى لتضمنه معنى الانتهاء ﴿ بأيديكم ﴾ الباء زائدة فى المفعول به لان القى يتعدى بنفسه قال تعالى (فالقى موسى عصاه) ولايقال القى بيده الافى الشر والمراد بالايدى الانفس فان اليد لازم للنفس وتخصيص اليد من بين سائر الجوارح اللازمة لها لان اكثر الاعمال يظهر بالمباشرة باليد والمعنى لاتطرحوا انفسكم ﴿ الى التهلكة ﴾ اى الهلاك بالاسراف وتضييع وجه المعاش لتكون الآية نظير قوله تعالى (والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما) اوبالكف عن الغزو والانفاق فى مهماته فان ذلك مما يقوى العدو ويسلطه عليكم ويؤيده ماروى عن ابى ايوب الانصارى رضى الله تعالى عنه انه قال ان الله تعالى لما اعز دينه ونصر رسوله قلنا فيما بيننا انا قد تركنا اهلنا واموالنا حتى فشا الاسلام ونصر الله نبيه فلو رجعنا الى اهلنا واموالنا فاقمنا فيها واصلحنا ماضاع منا فانزل الله تعالى (وانفقوا فى سبيل الله ولاتلقوا بأيديكم الى التهلكة) اى الى مايكون سببا لهلاككم من الاقامة فى الاهل والمال وترك الجهاد فمازال ابوايوب يجاهد فى سبيل الله حتى كان آخر غزوة غزاها بقسطنطينية فى زمن معاوية فتوفى هناك ودفن فى اصل سور قسطنطينية وهم يستشفون به وفى الحديث (من مات ولم يحدث نفسه بالغزو مات على شعبة من النفاق) ﴿ واحسنوا ﴾ اى تفضلوا على الفقراء ﴿ ان الله يحب المحسنين ﴾ اى يريد بهم الخير — روى — ان الحجاج لما ولى العراق كان يطعم فى كل يوم على الف مائدة يجمع على كل مائدة عشر انفس وكان يرسل الرسل الى الناس لحضور الطعام فكثر عليه ذلك فقال ايها الناس رسولى اليكم الشمس اذا طلعت فاحضروا للغداء واذا غربت فاحضروا للعشاء فكانوا يفعلون ذلك واستقل الناس يوما فقال مابال الناس قد قلوا فقال رجل ايها الامير انك اغنيت الناس فى بيوتهم عن الحضور الى مائدتك فاعجبه ذلك وقال اجلس بارك الله عليك هذا كرم الحجاج واحسانه الى الخلق مع كونه اظلم اهل زمانه : قال السعدى قدس سره

كرم كن كه فردا كه ديوان نهند * منازل بمقدار احسان نهند

وحكى الهدائى قال اقبل ركب من بنى اسد ومن قيس يريدون النعمان فلقوا حاتما وهو المشهور بالجود فقالوا تركنا قوما يثنون عليك خيرا وقد ارسلوا اليك رسالة فقال ماهى فانشد الاسديون شعرا للنابغة فيه فلما انشده قالوا انا نستحيى ان نسألك شيأ وان لنا لحاجة قال ماهى قالوا صاحب لنا قد أرجل يعنى فقدت راحلته فقال حاتم فرسى هذه فاحملوه عليها فاخذوها وربطت الجارية فلوها بثوبها فافلت يتبع امه وتبعته الجارية لترده فصاح حاتم مايتبعكم فهو لكم فذهبوا بالفرس والفلو والجارية كذا فى شرح رسالة ابن زيدون الوزير * قيل لما عرج النبى عليه السلام اطلع على النار فرأى حظيرة فيها رجل لاتمسه النار فقال عليه السلام مابال هذا الرجل فى هذه الحظيرة لاتمسه النار فقال جبريل عليه السلام هذا حاتم طى صرف الله عنه عذاب جهنم بسخائه وجوده كذا فى انيس الوحدة وجليس الخلوة * وفى الاحاديث القدسية (ياعيسى أتريد ان تطير على السماء مع الملائكة المقربين كن فى الشفقة كالشمس وفى الستر كالليل وفى التواضع كالارض وفى الحلم كالميت وفى السخاوة كالنهر الجارى) * قال بعض اهل الحقيقة وهو حسن جدا (وانفقوا فى سبيل الله) ارواحكم (ولاتلقوا بايديكم الى

التهلكة﴾ بمنعكم انفسكم عن الشهادة ﴿فى سبيل الله﴾ التى هى الحياة الابدية فتهلكوا يعنى بفوت هذه الحياة واحسنوا تسليم انفسكم الى الله فقد اشتراها منكم ﴿ان الله يحب المحسنين﴾ : وفى المثنوى

مرك بى مركى بود مارا حلال * برك بى بركى بود مارا نوال
ظاهرش مرك وبباطن زندكى * ظاهرش ابتر نهان پايندكى
چون مراسوى اجل عشق وهواست * نهى لا تلقوا بايديكم مراست
زانكه نهى از دانهٔ شيرين بود * تلخ را خود نهى حاجت كى شود
دانهٔ كش تلخ باشد مغز و پوست * تلخى و مكروهيش خود نهى اوست
دانهٔ مردن مرا شيرين شده است * بل هم احياء پى من آمده است

در اواخر دفتر پنجم دربيان بقيهٔ قصهٔ امير المؤمنين على رضى الله عنه

❀ قال فى التأويلات النجمية ﴿وانفقوا فى سبيل الله﴾ باموالكم وانفسكم ذلكم خير لكم ﴿ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة﴾ بالامتناع عن تسليم المبيع فتهلكوا بمنع الثمن وهو الجنة وبافراط الاعتداء وتفريطه فى جهاد النفس بالافراط بان يبرز واحد على رهط وبالتفريط بان يفر واحد من اثنين فى جهاد الكفار ﴿واحسنوا﴾ مع نفوسكم بوقايتها من نار الشهوات ومع قلوبكم برعايتها وحفظها من رين الغفلات ومع ارواحكم بحمايتها عن حجب التعلقات ومع اسراركم بكلاءتها عن ملاحظة المكونات ومع الخلق بدفع الاذيات واتصال الخيرات ومع الله بالعبودية فى المأمورات والمنهيات والصبر على المضرات والبليات والشكر على النعم والمسرات والتوكل عليه فى جميع الحالات وتفويض الامور اليه فى الجزئيات والكليات والتسليم للاحكام الازليات والرضى بالاقضية الاوليات والفناء عن الارادات المحدثات فى ارادته القديمة بالذات ﴿ان الله يحب المحسنين﴾ الذين هم فى العبادة بوصف المشاهدة انتهى ما فى التأويلات باختصار ﴿واتموا الحج والعمرة﴾ الحج فرض على من استطاع اليه سبيلا بالاتفاق والعمرة سنة عند ابى حنيفة رحمه الله لا تلزم الا بالشروع كنفل الصلاة والمعنى ان من شرع فى أى واحد منهما فليتمه قالوا ومن الجائز ان لا يكون الدخول فى شئ واجبا ابتداء الا انه بعد الشروع فيه يكون اتمامه واجبا ﴿لله﴾ متعلق باتموا واللام لام المفعول من اجله وفائدة التخصيص به هنا ان العرب كانت تقصد الحج للاجتماع والتظاهر وحضور الاسواق وكل ذلك ليس لله فيه طاعة ولا قربة فامر الله بالقصد اليه لاداء فرضه وقضاء حقه والمعنى اكملوا اركانهما وشرائطهما وسائر افعالهما المعروفة شرعا لوجه الله تعالى من غير اخلال منكم بشئ منها واخلصوهما للعبادة ولا تشوبوهما بشئ من التجارة والاغراض الدنيوية واجعلوا النفقة من الحلال * واركان الحج خمسة الاحرام والوقوف بعرفة والطواف والسعى بين الصفا والمروة وحلق الرأس اوالتقصير فركن الحج ما لا يحصل التحلل الا بالاتيان به وواجباته هو الذى اذا تركه يجبر بالدم وسننه ما لا يجب بتركه شئ وكذا افعال العمرة تشتمل على هذه الامور الثلاثة فاركانها اربعة الاحرام والطواف بالبيت والسعى بين الصفا والمروة والحلق * وللحج تحللان واسباب التحلل ثلاثة رمى جمرة العقبة يوم النحر وطواف الزيارة والحلق واذا وجد شيآن من هذه الاشياء الثلاثة حصل التحلل وبالثالث حصل التحلل الثانى وبعد التحلل الاول يستبيح جميع المحظورات اى محظورات الاحرام الا النساء وبالثانى

يستبيح الكل واتفقت الامة على انه يجوز اداء الحج والعمرة على ثلاثة اوجه الافراد والتمتع والقران فصورة الافراد ان يحرم بالحج مفردا ثم بعد الفراغ منه يعتمر من الحل اى الذى بين المواقيت وبين الحرم وصورة التمتع ان يبتدئ باحرام العمرة فى اشهر الحج ويأتى بمناسكها ثم يحرم بالحج من مكة فيحج فى هذا العام وصورة القران ان يحرم بالحج والعمرة معا بان ينويهما بقلبه ويأتى بمناسك الحج وحينئذ يكون قد اتى بالعمرة ايضا لان مناسك العمرة هى مناسك الحج من غير عكس اويحرم بالعمرة ثم يدخل عليها الحج قبل ان يفتتح الطواف فيصير قارنا ولواحرم بالحج ثم ادخل عليه العمرة لم ينعقد احرامه بالعمرة والافضل عندنا من هذه الوجوه هو القران وفى الحديث (تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفى الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحج المبرور جزاء الا الجنة) ﴿ فان احصرتم ﴾ اى منعتم وصددتم عن الحج والوصول الى البيت بمرض اوعدو اوعجز اوذهاب نفقة اوراحلة اوسائر العوائق بعد الاحرام باحد النسكين وهذا التعميم عند ابى حنيفة رحمه الله لان الخطاب وان كان للنبى واصحابه وكانوا ممنوعين بالعدو لكن الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ﴿ فما استيسر ﴾ اى فعليكم ماتيسر ﴿ من الهدى ﴾ من اما تبعيضية اوبيانية اى حال كونه بعض الهدى اوالكائن من الهدى جمع هدية كتمر وتمرة وهو مايهدى الى البيت تقربا الى الله من النعم ايسره شاة واوسطه بقرة واعلاه بدنة ويسمى هديا لانه جار مجرى الهدية التى يبعثها العبد الى ربه بان بعثها الى بيته والمعنى ان المحرم اذا احصر واراد ان يتحلل تحلل بذبح هدى تيسر عليه من بدنة اوبقرة اوشاة حيث احصر فى أى موضع كان عند الشافعى واما عندنا فيبعث به الى الحرم ويجعل للمبعوث على يده يوم ذبحه امارة اى علامة فاذا جاء اليوم وظن انه ذبح تحلل لقوله تعالى ﴿ ولا تحلقوا رؤسكم ﴾ اى لا تحللوا بحلق رؤسكم ﴿ حتى يبلغ الهدى محله ﴾ حتى تعلموا ان الهدى المبعوث الى الحرم بلغ مكانه الذى وجب ان ينحر فيه . والمحل بالكسر من الحلول وهو النزول يطلق على الزمان والمكان فمحل الدين وقت وجوب قضائه ومحل الهدى المكان الذى يحل فيه ذبحه وهو الحرم عندنا لقوله تعالى (ثم محلها الى البيت العتيق) والمراد الحرم كله لان كله يتبع البيت وهذا الحكم عام لجميع الحاج من المفرد والقارن والمتمتع والمعتمر يعنى لا يجوز له ان يحلق رأسه الا ان يذبح هديه وان لم يحصر يعنى فى منى والحلق افضل من التقصير ولو حلق ربع الرأس يكتفى به لكن حلق كله اولى اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم هذا فى الحج واما فى غيره فكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يحلق رأسه الا قليلا بل هو معدود ويتركه فى اكثر الازمان وكان على رضى الله عنه يحلق رأسه منذ ماسمع قوله عليه السلام (تحت كل شعرة جنابة) ﴿ فمن ﴾ يجوز ان تكون شرطية وموصولة ﴿ كان منكم مريضا ﴾ مرضا محوجا الى الحلق حال الاحرام ومريضا خبر كان ومنكم حال منه لانه فى الاصل صفة له فلما تقدم عليه انتصب حالا ﴿ اوبه اذى ﴾ اى الم كائن ﴿ من رأسه ﴾ كجراحة اوقمل اوصداع اوشقيقة والمعنى يثبت على احرامه من غير حلق حتى يذبح هديه الا ان يضطر الى الحلق فان حلق ضرورة ﴿ ففدية ﴾ اى فعليه فدية ﴿ من صيام ﴾ اى صيام ثلاثة ايام ﴿ أو صدقة ﴾ على ستة مساكين لكل

مسكين نصف صاع من بر ﴿أو نسك﴾ بضمتين جمع نسيكة وهى الذبيحة اعلاها بدنة واوسطها بقرة وادناها شاة واو للتخيير ﴿فاذا امنتم﴾ من خوفكم وبرئتم من مرضكم وكنتم فى حال امن وسعة لا فى حال احصار ﴿فمن تمتع بالعمرة الى الحج﴾ اى فمن انتفع بالتقرب الى الله تعالى بالعمرة قبل الانتفاع بتقربه بالحج فى اشهره اومن استمتع بعد التحلل من عمرته باستباحة محظورات الاحرام الى ان يحرم بالحج ﴿فما استيسر من الهدى﴾ اى فعليه دم تيسر عليه بسبب التمتع وهو هدى المتعة وهو نسك عند ابى حنيفة رحمه الله لا يذبحه الا يوم النحر ويأكل منه كالاضحية ﴿فمن لم يجد﴾ اى الهدى ﴿فصيام ثلثة ايام﴾ صيام مصدر اضيف الى ظرفه معنى وهو فى الاصل مفعول به على الاتساع اى فعليه صيام ثلاثة ايام ﴿فى الحج﴾ اى فى وقته واشهره بين الاحرامين احرام العمرة واحرام الحج ان شاء متفرقة وان شاء متتابعة والاحب ان يصوم سابع ذى الحجة وثامنه وتاسعه فلا يصح يوم النحر وايام التشريق ﴿وسبعة اذا رجعتم﴾ اى نفرتم وفرغتم من اعمال الحج اطلق عليه الرجوع على طريق اطلاق اسم المسبب وارادة السبب الخاص وهو النفر والفراغ فانه سبب للرجوع ﴿تلك﴾ اى صيام ثلاثة وسبعة ﴿عشرة﴾ فذلكة الحساب وفائدتها ان لا يتوهم ان الواو بمعنى او كما فى قوله تعالى (مثنى وثلث ورباع) وان يعلم العدد جملة كما علم تفصيلا وعلمان خير من علم فان اكثر العرب لا يحسنون الحساب فكان الرجل اذا خاطب صاحبه بعدد متفرقة جمعها له ليسرع فهمه اليها وان المراد بالسبعة هو العدد دون الكثرة فانه يطلق بهما ﴿كاملة﴾ صفة مؤكدة لعشرة فان الوصف قد يكون للتأكيد اذا افاد الموصوف معنى ذلك الوصف نحو الهين اثنين والتأكيد انما يصار اليه اذا كان الحكم المؤكد مما يهتم بشأنه وتخفى عليه والمؤكد ههنا هو رعاية هذا العدد فى هذا الصوم آكد دليل لبيان ان رعايته من المهمات التى لا يجوز اهمالها البتة ﴿ذلك﴾ اشارة الى نفس التمتع عندنا والى حكم التمتع عند الشافعى وهو لزوم الهدى لمن يجده من المتمتع ولزوم بدله لمن لا يجده ﴿لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام﴾ اى لازم للذى لا يسكن مكة واهل الرجل اخص الناس اليه وانما ذكر الاهل لان الغالب ان الانسان يسكن حيث يسكن اهله فعبر بسكون الاهل عن سكون نفسه وحاضروا المسجد الحرام عندنا هم اهل مكة ومن كان منزله داخل المواقيت فلا متعة ولا قران لهم فمن تمتع اوقرن منهم فعليه دم جناية لا يأكل منه وحاضروا المسجد الحرام ينبغى لهم ان يعتمروا فى غير اشهر الحج ويفرد واشهر الحج للحج والقارن والمتمتع الآفاقيان دمهما دم نسك يأكلان منه وعند الشافعى حاضروا المسجد الحرام اهل الحرم ومن هو على مسافة لا تقصر فيها الصلاة ﴿واتقوا الله﴾ فى المحافظة على اوامره ونواهيه وخصوصا فى الحج ﴿واعلموا ان الله شديد العقاب﴾ لمن لم يتقه كى يصدكم العلم به عن العصيان : قال السعدى قدس سره

مرو زير بار گنه اى پسر * كه حمال عاجز بود در سفر
تو پيش از عقوبت در عفو كوب * كه سودى ندارد فغان زير چوب

اعلم ان اتمام الحج كما يكون عن طريق الظاهر كذلك يكون عن طريق الباطن * وعن بعض الصالحين انه حج فلما قضى نسكه قال لصاحبه هل تم حجنا ألم تسمع قول ذى الرمة

تمام الحج ان تقف المطايا * على خرقاء واضعة اللثام

وخرقاء اسم حبيبة الشاعر واضعة اللثام اى مكشوفة الوجه مسفرة جعل الوقوف عليه كبعض مناسك الحج الذى لا يتم الا به وحقيقة ماقال هوانه كما قطع البوادى حتى وصل الى بيته وحرمه ينبغى ان يقطع اهواء النفس ويخرق حجب القلب حتى يصل الى مقام المشاهدة ويبصر آثار كرمه بعد الرجوع عن حرمه ﷺ قال فى التأويلات النجمية حج العوام قصد البيت وزيارته وحج الخواص قصد رب البيت وشهوده كما قال الخليل عليه السلام انى ذاهب الى ربى سيهدين وكان من قصد الله وطلبه وتوجه اليه بالكلية وفدى بنفسه وماله وولده فى الله واتخذ ما سواه عدوا كما قال ﴿فانهم عدو لى الا رب العالمين﴾ كان الخليل عليه الصلاة والسلام وهذا كله من مناسك الحج الحقيقى فلذلك جعله الله اول من بنى بيت الله وطاف وحج واذن فى الناس بالحج وسن المناسك وكان الحج صورة ومعنى مقامه عليه السلام وكما كان له مقام كان للنبى عليه السلام حال والحال اتم من المقام لان المقامات من المنازل والاحوال من المواهب فيمكن سلوك المقامات بغير المواهب ولا يمكن المواهب بغير سلوك المقامات فلما كان الخليل من اهل المقامات قال ﴿انى ذاهب الى ربى سيهدين﴾ ولما كان النبى عليه الصلاة والسلام من اهل المواهب قيل ﴿سبحان الذى اسرى بعبده﴾ فلما كان ذهابه بنفسه فى الحج الحقيقى بقى فى السماء السابعة وحصر فقيل له ﴿فان احصرتم فما استيسر من الهدى﴾ فهدى باسمعيل وما اسرى بالنبى عليه السلام وكان ذهابه بالله مااحصره شئ فقيل له ﴿فأتموا الحج والعمرة لله﴾ فأتم حجه ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين اوادنى ثم اتى عمرته بان تجلى له القدر المقصود عن كشوف التعزز بشهود وانجلت غمامة المحبة عن شموس الوصلة وجرى بين المحبين ماجرى فأوحى الى عبده ما اوحى ثم نودى من سرادقات الجلال فى اتمام الحج والاكمال يوم الحج الاكبر عند وقوفه بعرفات فى حجة الوداع وهو آخر الحجات اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا انتهى مافى التأويلات * ثم اعلم ان كل قلب لا يصلح لمعرفة الرب ولا كل نفس تصلح لخدمة الرب ولا كل نفيس مال يصلح لخزانة الرب فتعجل بها العبد فى تدارك حالك وكن سخيا بمالك فان لم يكن فبنفسك وان كان لك قدرة على بذلهما فبهما الا يرى ان ابراهيم عليه السلام كيف اعطى ماله للضيفان وبدنه للنيران وولده للقربان وقلبه للرحمن حتى تعجب الملائكة من سخاوته فاكرمه الله بالخلة قال الله تعالى ﴿واتخذ الله ابراهيم خليلا﴾ * قال مالك ابن دينار خرجت الى مكة فرأيت فى الطريق شابا اذا جن عليه الليل رفع وجهه نحو السماء وقال يامن تسره الطاعات ولا تضره المعاصى هب لى مايسرك واغفرلى مالا يضرك فلما احرم الناس ولبوا قلت له لم لا تلبى فقال يا شيخ وماتغنى التلبية عن الذنوب المتقدمة والجرائم المكتوبة والمعاصى السالفة اخشى ان اقول لبيك فيقال لى لا لبيك ولا سعديك لا اسمع كلامك ولا انظر اليك ثم مضى فما رأيته الا بمنى وهو يقول اللهم اغفرلى اللهم ان الناس قد ذبحوا وتقربوا اليك وليس لى شئ اتقرب به اليك سوى نفسى فتقبلها منى ثم شهق شهقة وخرميتا رحمهم الله منا بكمال كرمك واوصلنا الى حضرتك العليا وحرمك ﴿الحج﴾ بحذف المضاف اى وقته لان الحج فعل

والفعل لايكون اشهرا ﴿ اشهر ﴾ هى شوال وذوالقعدة وعشر ذى الحجة عندنا وانما سمى شهران وبعض شهر أشهرا مع ان جمع القلة لايطلق على ماهو اقل من الثلاثة اقامة للبعض مقام الكل اواطلاقا للجمع على مافوق الواحد ﴿ معلومات ﴾ معروفات بين الناس لانهم توارثوا علمها والشرع جاء مقررا لما عرفوه ولم يغير وقته عما كان قبله وفائدة توقيت الحج بهذه الاشهر ليعلم ان شيأ من افعال الحج لايصح الافيها والاحرام وان كان ينعقد فى غيرها ايضا عند ابى حنيفة الا انه مكروه يعنى ان الاحرام عنده من شرائط الحج فيجوز تقديمه على وقت ادائه كما يجوز تقديم الطهارة على اداء الصلاة . وقولهم وقت الحج اشهر ليس المراد به انها وقت احرامه بل المراد انها وقت ادائه بماشرة اعماله و مناسكه والاشهر كلها وقت لصحة احرامه لقوله تعالى (يسألونك عن الاهلة قل هى مواقيت للناس والحج) فجعل الاهلة كلها مواقيت للحج ومعلوم ان الاهلة كلها ليست مواقيت لصحة اداء الحج فتعين ان المراد انها مواقيت لصحة الاحرام حتى من احرم يوم النحر لان يحج فى السنة القابلة يصح احرامه من غير كراهة عند ابى حنيفة كذا فى حواشى ابن الشيخ ﴿ فمن فرض فيهن الحج ﴾ اى اوجبه على نفسه بالتلبية اوتقليد الهدى وذلك لان الحج عبادة لها تحليل وتحريم فلايشرع بمجرد النية كالصلاة فلابد من فعل يشرع به فيه وهو ماذكرنا من التلبية اوتقليد الهدى وهو جعل القلادة فى عنقه وسوقه ﴿ فلارفث ﴾ اى فلاجماع و مادونه مما يفضى الى ذلك كالقبلة و الغمز وهو محظور الاحرام فقبل الوقوف بعرفة مفسد وبعده موجب للبدنة وحرمت دواعيه لئلا يقع فيه والرفث ومايليه من الفسوق والجدال وان كانت على صورة النفى بمعنى ان شيأ منها لايقع فى خلال الحج الا ان المراد بها النهى لان ابقاءها خبرا على ظاهرها يستلزم الخلف فى خبر الله للعلم بان هذه الاشياء كثيرا ماتقع فى خلال الحج وانما اخرجت على صورة الاخبار للمبالغة فى وجوب الانتهاء عنها كأن المكلف اذعن كونها منهيا عنها فاجتنب عنها فالله تعالى يخبر بانها لا توجد فى خلال الحج ولايأتى بها احد منكم ﴿ ولافسوق ﴾ ولاخروج من حدود الشرع بارتكاب المحظورات والفسق هو المعاصى بانواعها فيدخل فيه السباب والتنابز بالالقاب وغير ذلك ﴿ ولاجدال ﴾ اى لامراء مع الخدم والرفقة والمكارين لانه يفضى الى التضاغن وزوال التأليف فاما الجدال على وجه النظر فى امر من امور الدين فلابأس به ﴿ فى الحج ﴾ اى فى ايامه وانما امر باجتناب ذلك وهو واجب الاجتناب فى كل حال لانه مع الحج اقبح واشنع كلبس الحرير فى الصلاة والتطريب فى قرآءة القرآن والمنهى عنه التطريب الذى تخرج الحروف به عن هيآتها كما يفعله بعض القرآء من الالحان العجيبة والانغام الموسيقية واما تحسين القراءة و مدها فهو مندوب اليه قال عليه السلام (حسنوا القرآن باصواتكم) فان الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا والتطريب المقبول سبب للرقة واقبال النفس وبه قال ابو حنيفة رحمه الله وجماعة من السلف ﴿ وما ﴾ شرطية ﴿ تفعلوا من خير يعلمه الله ﴾ علم الله تعالى بما يفعله العبد من الخير كناية عن اثابته عليه . نهى عن ثلاثة اشياء من المعاصى ورغب فى كل الطاعات فهو حث على فعل الخير عقيب النهى عن الشر فيدخل فيه استعمال الكلام الحسن مكان القبيح والبر والتقوى

(مكان)

مكان الفسوق والوفاق والاخلاق الجميلة مكان الجدال ﴿وتزودوا﴾ اى اجعلوا زادكم معدكم وآخرتكم اتقاء القبائح ﴿فان خير الزاد التقوى﴾ لاما تتخذ من الطعام وتحقيق الكلام ان لانسان له سفران سفر فى الدنيا وسفر من الدنيا فالسفر فى الدنيا لابد له من زاد وهو الطعام والشراب والمركب والمال والسفر من الدنيا لابد له ايضا من زاد وهو معرفة الله ومحبته والاعراض عما سواه بالاشتغال فى طاعته والاجتناب عن مخالفته ومناهيه وهذا الزاد خير من زاد المسافر فى الدنيا لان زاد الدنيا يخلصك من عذاب منقطع وزاد الآخرة يخلصك من عذاب دائم وزاد الدنيا فان وزاد الآخرة يوصلك الى لذات باقية خالصة . وقيل كان اهل اليمن لايتزودون ويخرجون بغير زاد ويقولون نحن متوكلون ونحن نحج بيت الله أفلا يطعمنا فيكون كلا على الناس واذا قدموا مكة سألوا الناس وربما يفضى بهم الحال الى النهب والغصب فقال الله تعالى ﴿تزودوا﴾ اى ما تتبلغون به وتكفون به وجوهكم من الكعك والزيت والسويق والتمر ونحوها واتقوا الاستطعام وابرام الناس والتثقيل عليهم ﴿فان خير الزاد التقوى﴾ من السؤال والنهب ﴿واتقون يااولى الالباب﴾ فان قضية اللب خشية الله وتقواه حثهم على التقوى ثم امرهم بان يكون المقصود بها هو الله فيتبرأوا عن كل شئ سواه وهو مقتضى العقل المعرى عن شوائب الهوى فلذلك خص اولى الالباب بالخطاب فان من لم يتقه فكأنه لالب له * فعلى العاقل تخليص العقل من الشوائب وتهذيب النفس وتكميلها بالوصول الى اعلى المراتب : قال الشاعر

ولم ار فى عيوب الناس شيأ * كنقص القادرين على التمام

قال الامام اعلم ان الانسان فيه قوى ثلاث . قوة شهوانية بهيمية وقوة غضبية . سبعية شيطانية . وقوة وهمية عقلية ملكية والمقصود من جميع العبادات قهر القوى الثلاث اعنى الشهوانية والغضبية والوهمية فقوله ﴿فلا رفث﴾ اشارة الى قهر القوة الشهوانية وقوله ﴿ولا فسوق﴾ اشارة الى قهر القوة الغضبية التى توجب المعصية والتمرد وقوله ﴿ولا جدال﴾ اشارة الى قهر القوة الوهمية التى تحمل الانسان على الجدال فى ذات الله وصفاته وافعاله واحكامه واسمائه وهى الباعثة للانسان على منازعة الناس ومماراتهم والمخاصمة معهم فى كل شئ فلما كان الشر محصورا فى هذه الامور الثلاثة لاجرم قال ﴿فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحج﴾ اى فيمن قصد معرفة الله ومحبته والاطلاع على نور جلاله والانخراط فى سلك الخواص من عباده انتهى ما قال الامام * قالوا من سهل عليه المشى فى طريق الحج فهو الافضل فان كان يضعف ويؤدى ذلك الى سوء الخلق وقصور عن عمل فالركوب افضل كما ان الصوم افضل للمسافر والمريض ما لم يفض الى ضعف وسوء خلق * قال ابو جعفر محمد الباقر مايعبأ بمن يؤم هذا البيت اذا لم يأت بثلاث . ورع يحجزه عن محارم الله . وحلم يكف به غضبه . وحسن الصحابة لمن يصحبه من المسلمين فهذه الثلاث يحتاج اليها المسافر خصوصا الى الحج فمن كملها فقد كمل حجه والافلا : ونعم ما قال السعدى قدس سره

ازمن بكوى حاجئ مردم كزايرا * كوپوستين خلق بآزار ميدرد

حاجى تونيستى شترست ازبراى آنك * بيچاره خار ميخورد وبار ميبرد

فينبغى ان يجتهد الحاج قبل مفارقة رفيقه والجمال فى ان يتحالوا من الظالم ان كانت جرت بينهم مثل غيبة ونميمة اواخذ عرض اوتعرض لمال فما سلم من ذلك الا القيل واذا ذكر رفيقه فليثن عليه خيرا وليغض عما سوى ذلك فقدكان السلف بعد قفولهم اى رجوعهم من السفر لا يذكر احدهم صاحبه الا بخير وليحذر من نظفت صحيفة علمه من الذنوب بالغفران ان يرجع الى وسخ المعاصى ❀ ثم الاشارة ان قصد القاصدين الى الله تعالى انما يكون فى اشهر معلومات من حياتهم الفانية فى الدنيا فاما بعد انقضاء الآجال فلا يفيد لاحد السعى كما لا ينفع للحاج القصد بعد مضى اشهر الحج قال تعالى ﴿يوم يأتى بعض آيات ربك لا ينفع نفسا ايمانها﴾ الآية وكما ان للحاج مواقيت معينة يحرمون منها فكذلك للقاصدين الى الله ميقات وهى ايام الشباب من بلاغية الصورة الى بلوغ الاربعين وهو حد بلاغية المعنى قال تعالى ﴿حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة﴾ ولهذا قال المشايخ الصوفى بعد الاربعين نادر يعنى ان كان ظهور ارادته وطلبه يكون بعد الاربعين فوصوله الى المقصد الحقيقى يكون نادرا مع اركانه ولكن من يكون طلبه وصدقه فى الارادة قبل الاربعين وماامكنته الوصلة يقرب فى الاحتمال ان يكون بعد الاربعين حصول مقصوده بان يبذل غاية مجهوده بشرائطه وحقوقه وحدوده ومن فاته اوان الطلب فى عنفوان شبابه مستبعدة له الوصلة فى حال مشيبه فجرى منه عليه الحيف بان ضيع اللبن فى الصيف ولكن يصلح للعبادة التى آخرها الجنة ووقف بعض المشايخ على باب الجامع والخلق يخرجون منه فى ازدحام وغلبة وكان ينظر اليهم ويقول هؤلاء حشو الجنة وللمجالسة اقوام آخرون كذا فى التأويلات النجمية * وقال القاشانى وقت الحج ازمنة وهو من وقت بلوغ الحلم الى الاربعين ثلاثة اعصر كل عصر بمثابة شهر . عصر من سن النمو . وعصر من سن الوقوف . وبعض من سن الكهولة كما قال تعالى فى وصف البقرة ﴿لا فارض ولا بكر عوان﴾ بين ذلك انتهى : قال الحافظ

عشق وشباب ورندى مجموعهٔ مرادست * جون جمع شد معانى كوى بيان توان زد

﴿ليس عليكم جناح﴾ اى اثم من الجنوح وهو الميل عن القصد ﴿ان تبتغوا﴾ اى فى ان تقصدوا وتطلبوا ﴿فضلا من ربكم﴾ اى عطاء ورزقا منه يريد الربح بالتجارة فى ايام الحج فان الآية نزلت ردا على من يقول لا حج للتاجر والجمال لكن الحق ان التجارة وان كانت مباحة فى الحج الا ان الاولى تركها فيه لقوله تعالى ﴿وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ والاخلاص ان لا يكون له حامل على الفعل سوى كونه طاعة وعبادة ﴿فاذا افضتم من عرفات﴾ الهمزة فى افضتم للتعدية والمفعول محذوف اى دفعتم انفسكم منها بكثرة بعد غروب الشمس ورجعتم بعد الوقوف بها * وفى التيسير وحقيقة الافاضة هنا هو اجتماع الكثير فى الذهاب والمسير. وعرفات علم للموقف وليس بجمع حقيقة بل هو من قبيل ما زيدت حروفه لزيادة معناه فانه للمبالغة فى الانباء عن المعرفة روى انه نعته جبريل لابراهيم عليهما السلام فلما ابصره عرفه فسمى ذلك الموضع عرفات اولان جبريل عليه الصلاة والسلام كان يدور به فى المشاعر اى مواضع المناسك ويقول عرفت فيقول عرفت فلما رآه قال عرفت اولان آدم عليه الصلاة والسلام لما اهبط الى الارض وقع بالهند وحواء بجدة فجعل كل واحد منهما يطلب صاحبه

(فاجتمعا)

فاجتمعا بعرفات يوم عرفة وتعارفا اولغير ذلك كما ذكر فى التفاسير * وفيه دليل على وجوب الوقوف بعرفات لان الاضافة مأمور بها وهى موقوفة على الحضور فيها والوقوف بها ومالم يتم الواجب الا به فهو واجب فيكون الوقوف واجبا ﴿فاذكروا الله﴾ بالتلبية والتهليل والتسبيح والتحميد والثناء والدعوات ﴿عند المشعر الحرام﴾ قزح وهو الجبل الذى يقف عليه الامام وعلى الميقدة وفى المغرب الميقدة هو موضع بالمشعر الحرام على قزح كان اهل الجاهلية يوقدون عليها النار وتقييد محل الذكر والوقوف بقوله (عند المشعر الحرام) للتنبيه على ان الوقوف فيما يقرب من جبل قزح افضل من الوقوف فى سائر مواضع ارض مزدلفة وذلك لا ينافى صحة الوقوف فى جميع مواضعها كما ان عرفات كلها موضع الوقوف لكن الوقوف بقرب جبل الرحمة افضل واولى والمشعر العلم اى للعبادة . والشعائر العلامات من الشعار وهو العلامة ووصفه بالحرام لحرمته فلا يفعل فيه مانهى عنه ﴿واذكروه كما هداكم﴾ اى كما علمكم كيف تذكرونه مثل كون الذكر ذكرا كثيرا وعلى وجه التضرع والخيفة والطمع ناشئا عن الرغبة والرهبة ومشاهدة جلال المذكور وجماله كما قال عليه السلام (الاحسان ان تعبد الله كأنك تراه) فالمقصود من الكاف مجرد التقييد لا التشبيه اى اذكروه على الوجه الذى هداكم اليه لا تعدلوا عما هديتم اليه كما تقول افعل كما علمتك وليس هذا تكرارا لقوله (فاذكروا الله عند المشعر الحرام) لان الاول لبيان محل الذكر والوقوف وتعليم النسك المناسب لذلك المحل واوجب بالثانى ان يكون ذكرنا اياه كهدايته ايانا اى موازيا لها فى الكم والكيف ﴿وان﴾ هى المخففة واللام هى الفارقة ﴿كنتم من قبله﴾ اى من قبل ماذكر من هدايته اياكم ﴿لمن الضالين﴾ غير العالمين بالايمان والطاعة * قال القاشانى ان الله تعالى هدى اولا الى الذكر باللسان فى مقام النفس . ثم الى الذكر بالقلب وهو ذكر الافعال اى تصور آلاء الله ونعمائه ثم الى ذكر السر وهو معاينة الافعال ومكاشفة علوم تجليات الصفات . ثم الى ذكر الروح وهو مشاهدة انوار تجليات الصفات مع ملاحظة نور الذات . ثم الى ذكر الخفى وهو مشاهدة جمال الذات مع بقاء الاثنينية . ثم الى ذكر الذات وهو الشهود الذاتى بارتفاع البعد وان كنتم من قبل الهدى الى هذه المقامات لمن الضالين عن طريق هذه الاذكار انتهى * ولما امر بذكر الله تعالى اذا فعلت الافاضة امر بان تكون الافاضة من حيث افاض الناس مرتبا الامر الثانى على الاول بكلمة ثم فقال ﴿ثم افيضوا﴾ اى ارجعوا ﴿من حيث افاض الناس﴾ اى من عرفة لا من المزدلفة كانت قريش وحلفاؤها وهم الحمس يقفون بالمزدلفة ويقولون نحن اهل الله وسكان حرمه فلا نخرج من الحرم ويستعظمون ان يقفوا مع الناس بعرفات لكونها من الحل وسائر العرب كانوا يقفون بعرفات اتباعا لملة ابراهيم عليه السلام فاذا افاض الناس من عرفات افاض الحمس من المزدلفة فانزل الله هذه الآية فأمرهم ان يقفوا بعرفات وان يفيضوا منها كما يفعله سائر الناس والمراد بالناس العرب كلهم غير الحمس . والحمس فى الاصل جمع احمس وهو الرجل الشجاع والاحمس ايضا الشديد الصلب فى الدين والقتال وسميت قريش وكنانة وجديلة وقيس حمسا لتشددهم فى دينهم وكانوا لا يستظلون ايام منى ولا يدخلون البيوت من ابوابها وكذلك كان من حالفهم اوتزوج منهم ﴿واستغفروا الله﴾ من جاهليتكم فى تغيير المناسك ومخالفتكم

فی الموقف ﴿ ان الله غفور رحیم ﴾ یغفر ذنب المستغفر وینعم علیه فامر النبی علیه السلام ابابکر رضی الله تعالی عنه ان یخرج بالناس جمیعا الی عرفات فیقف بها ـ روی ـ ان الله تعالی یباهی ملائکته باهل عرفات ویقول (انظروا الی عبادی جاؤا من کل فج عمیق شعثا غبرا اشهدوا انی غفرت لهم) ویروی ان الشیطان ماروئی فی یوم هو أصغر واحقر واذل منه یوم عرفة وماذلك الالمایری من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام اذ قال ان من الذنوب ذنوبا لایکفرها الاالوقوف بعرفة وفی الحدیث (اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله تعالی لایغفرله) والحجة الواحدة افضل من عشرین غزوة فی سبیل الله * وقیل ان البعیر اذا حج علیه مرة بورك فی اربعین من امهاته واذا حج علیه سبع مرات کان حقا علی الله ان یرعاه فی ریاض الجنة ومصداق ذلك ماقال النهرانی رحمه الله بلغنی ان وقاد تنور حمام اتی بسلسلة عظام جمل لیوقدها قال فألقیتها فی المستوقد فخرجت منه فألقیتها فعادت فخرجت فعدت فألقیتها الثالثة فعادت فخرجت بشدة حتی وقعت فی صدری واذا بصوت هاتف یقول ویحك هذه عظام جمل قد سعی الی مکة عشر مرات کیف تحرقها بالنار واذا کانت هذه الرأفة والرحمة بمطیة الحاج فکیف به * ثم ان الفضل علی ثلاثة اقسام بالنسبة الی احوال العبد فان التنوع راجع الی تغیر احوال العباد لا الی تغیر صفة من صفات الحق تعالی . فالاول منها مایتعلق بالمعاش الانسانی من المال والجاه ونوع یتعلق بالغذاء واللباس الضروری وهذا الفضل مفسر بالرزق قال الله تعالی ﴿ وابتغوا من فضل الله ﴾. والثانی منها مایتعلق بالمصالح الاخرویة للعبد وهو نوعان مایتعلق باعمال البدن علی وفق الشرع ومتابعة الشارع ومجانبة طریق الشیطان المنازع قال تعالی ﴿ یبتغون فضلا من الله ورضوانا ﴾ ومایتعلق باعمال القلب وتزکیة النفس قال تعالی ﴿ ولولا فضل الله علیکم ورحمته مازکا منکم من احد ابدا ﴾. والقسم الثالث منها مایتعلق بالله تعالی وهو نوعان مایتعلق بمواهب القربة قال تعالی ﴿ وبشر المؤمنین بان لهم من الله فضلا کبیرا ﴾ ای قربا کبیرا فانه اکبر من الدنیا والآخرة ومایتعلق بمواهب الوصلة قال تعالی ﴿ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ﴾ یعنی فضل مواهب الوصلة اعظم من الکل ولکل قسم من هذه الاقسام الثلاثة مقام فی الابتغاء . اما الذی یتعلق بالمصالح الاخرویة وهو فضل الرحمة فمقام ابتغائه بترك الموجود وبذل المجهود وهو فی السیر الی عرفات . واما الذی یتعلق بالله وهو فضل المواهب فمقام ابتغائه عند الوقوف بعرفات وعرفات اشارة الی المعرفة وهی معظم ارکان الوصلة . واما الذی یتعلق بالمصالح الدنیویة وهو فضل الرزق فمقام ابتغائه بعد استکمال الوقوف بعرفات المعرفة عند الافاضة . فی الآیة تقدیم وتأخیر ای اذا افضتم من عرفات فلیس علیکم الخ وذلك لان حال اهل السلوك فی البدایة ترك الدنیا والتجرید عنها . وفی الوسط التوکل والتفرید . وفی النهایة المعرفة والتوحید فلایسلم الشروع فی المصالح الدنیویة الا لاهل النهایة لقوتهم فی المعرفة وعلوهمتهم بان یطهرالله قلوبهم من رجز حب الدنیا الدنیة ویملأ ها نورا بالالطاف الخفیة فلا اعتبار للدنیا وشهواتها ونعیم الآخرة ودرجاتها عند الهمم العالیة فلا یتصرفون فی شیٔ منها وتصرفهم بالله وفی الله ولله لالحظوظ النفس بل لمصالح الدین واصابة الخیر الی الغیر کذا فی التأویلات النجمیة : قال فی المثنوی

كاريا كانرا قياس ازخودمكير * كرجه ماند در نوشتن شير شير

اللهم اجعل هممنا مقصورة على جنابك آمين ﴿ فاذا قضيتم مناسككم ﴾ اى اتممتم عباداتكم التى امرتم بها فى الحج وفرغتم منها ﴿ فاذكروا الله كذكركم آباءكم ﴾ يعنى فاتركوا عادة الجاهلية واتبعوا سنن الاسلام واشتغلوا بذكر رب الانام وكانت العرب اذا قضوا مناسكهم وقفوا بمنى بين المسجد والجبل ويذكرون مفاخر آبائهم ومحاسن ايامهم يريد كل واحد منهم بذلك حصول الشهرة والترفع له بمآثر سلفه فنهاهم الله عن ذلك وامرهم بان يجعلوا بدل ذكرهم آباءهم ذكر الله تعالى وتمجيده والثناء عليه اذ الخير كله من عنده وآباؤهم عبيده ونالوا ما نالوا بافضاله : قال السعدى قدس سره

كراز حق نه توفيق خيرى رسد * كى ازبنده خيرى بغيرى رسد

﴿ او اشد ذكرا ﴾ مجرور معطوف على الذكر بجعله ذاكرا على المجاز اى اذكروه ذكرا كان مثل ذكركم المتعلق بآبائكم او كذكر هو اشد منه وابلغ ذكرا وتحقيقه ان افعل انما يضاف الى ما بعده اذا كان من جنس ما قبله كقولك وجهك احسن وجه اى احسن الوجوه فاذا نصب ما بعده كان غير الذى قبله كقولك زيد افره عبدا فالفراهة للعبد لا لزيد والمذكور قبل اشد هنا هو الذكر والذكر لا يذكر حتى يقال اشد ذكرا انما قياسه ان يقال للذكر اشد ذكر جرا اضافة فوجه النصب انه يجعل الذكر ذاكرا مجازا ويجوز نسبة الذكر الى الذكر بان يسمع انسان الذكر فيذكر فكأن الذكر قد ذكر لحدوثه بسببه ﴿ فمن الناس ﴾ اى من الذين يشهدون الحج ﴿ من يقول ﴾ فى ذكره مقتصرا على طلب الدنيا ﴿ ربنا آتنا فى الدنيا ﴾ اى ايتاءنا ومنحتنا فى الدنيا خاصة من الجاه والغنى والنصرة على الاعداء وما هو من الحظوظ العاجلة وهم المشركون لانهم لا يسألون فى حجهم الا الدنيا ﴿ وماله فى الآخرة من خلاق ﴾ اى نصيب وحظ لان همه مقصور على الدنيا حيث سأل فى اعز المواقف احقر المطالب واعرض عن سؤال النعيم الدائم والملك العظيم ﴿ ومنهم ﴾ اى من الذين يشهدون الحج ﴿ من يقول ﴾ فى ذكره طالبا خير الدارين ﴿ ربنا آتنا فى الدنيا حسنة ﴾ هى الصحة والكفاف والتوفيق للخير * وفى التيسير الحسنة جامعة لكل الخيرات فى الدارين ﴿ وفى الآخرة حسنة ﴾ هى الثواب والرحمة * قال الشيخ ابو القاسم الحكيم حسنة الدنيا عيش على سعادة وموت على شهادة وحسنة الآخرة بعث من القبر على بشارة وجواز على الصراط على سلامة ﴿ وقنا ﴾ اى احفظنا ﴿ عذاب النار ﴾ بالعفو والمغفرة * وعن على كرم الله وجهه ان الحسنة فى الدنيا المرأة الصالحة وفى الآخرة الحوراء وعذاب النار المرأة السوء : قال السعدى

جو مستور باشد زن خوب روى * بديدار اودر بهشتست شوى

وتلخيصه اكثروا ذكر الله وسلوه سعادتكم فى داريه وترك ذكر من قصر دعاءه على طلب الآخرة فقط لان طالب الآخرة فقط بحيث لا يحتاج الى طلب حسنة من الدنيا لا يوجد فى الدنيا ﴿ اولئك ﴾ اشارة الى الفريق الثانى وهم الداعون بالحسنتين لانه تعالى ذكر حكم الفريق الاول بقوله وماله ﴿فى الآخرة من خلاق﴾ ﴿لهم نصيب مما كسبوا﴾ من للتبعيض اى لهم

در اوائل دفتر بكم در بيان حكايت مرد بقال وروغن ريختن طوطى

نصيب عظيم كائن من جنس ما كسبوا من الاعمال الحسنة وهو الثواب الذى هو المنافع الحسنة اومن اجل ما كسبوا لانهم استحقوا ذلك الثواب الحسن بسبب اعمالهم الحسنة ومن اجلها فتكون من ابتدائية لان العلة مبدأ الحكم ثم اومأ الى قدرته محذرا من الموت وحاثا على اعمال الخير بقوله ﴿ والله سريع الحساب ﴾ والحساب يراد به نفس الجزاء على الاعمال فان الحساب سبب للاخذ والعطاء واطلاق اسم السبب على المسبب جائز شائع اى يحاسب العباد على كثرتهم وكثرة اعمالهم فى مقدار لمحة لعدم احتياجه الى عقد يد اووعى صدر اونظر وفكر فاحذروا من الاخلال بطاعة من هذا شأن قدرته اويوشك ان يقيم القيامة ويحاسب الناس * وفى خطبة بعض المتقدمين ولت الدنيا حذاء ولم يبق الا الصبابة كصبابة الاناء فليبادر المؤمن الى الطاعات واكتساب الحسنات والذكر فى كل الحالات * قال الحسن البصرى اذكرونى بما يذكر الصغير اباه فانه اول ما يتكلم يقول ياأب ياأب * فعلى كل مسلم ان يقول يارب يارب وعن النبى عليه السلام (اغبط اوليائى عندى مؤمن خفيف الحاذ ذوحظ من الصلاة احسن عبادة ربه واطاعه فى السر وكان غامضا فى الناس لايشار اليه بالاصابع وكان رزقه كفافا فصبر على ذلك) ثم نقر بيده فقال (هكذا عجلت منيته قلت بواكيه قل تراثه) وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر ان يقول ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ﴿ والاشارة فاذا قضيتم مناسك وصلتكم وبلغتم مبلغ الرجال البالغين من اهل الكمال فلا تأمنوا مكرالله ولا تهملوا وظائف ذكر الله فاذكروا الله كما تذكرون فى حال طفوليتكم آباءكم للحاجة والافتقار بالعجز والانكسار وفى حال رجوليتكم للحجة والافتخار بالمحبة والاستظهار فاذكروا الله افتقارا وافتخارا اواشد ذكرا واكد فى الافتخار لانه يمكن للطفل الاستغناء عن الله بولى وكذلك البالغ يحتمل ان يفتخر بغير الله ولكن العباد ليس لهم من دون الله من ولى ولاواق فمن الناس من اهل الطلب والسلوك من يقول بتسويل النفس وغرورها بحسبان الوصول والكمال عند النسيان وتغير الاحوال ربنا آتنا فى الدنيا حسنة يعنى تميل نفسه الى الدنيا وتنسى المقصد الاصلى ويظن الطالب الممكور انه قد استغنى عن الاجتهاد فهمل وظائف الذكر ورياضة النفس ومخاطرة القلب ومراقبة السر فاستولت عليه النفس وغلب عليه الهوى واستهوته الشياطين فى الارض حيران حتى اوقعته فى اودية الهجران والفراق وماله فى الآخرة من خلاق ومنهم اى من اهل الوصول وارباب الفتوة من يقول ربنا آتنا فى الدنيا حسنة نعمة من النعم الظاهرة كالعافية والصحة والسعة والفراغة والطاعة واستطاعة البدن والوجاهة والارشاد والاخلاق وفى الآخرة حسنة نعمة من النعم الباطنة هى الكشوف والمشاهدات وانواع القربات والمواصلات وقنا عذاب النار اى نار القطيعة وحرقة الفراق اولئك لهم نصيب اى لهؤلاء البالغين الواصلين نصيب وافر مما كسبوا من المقامات والكرامات ومما سألوا من ايتاء الحسنات والله سريع الحساب لكلا الفريقين فيما سألوه اى يعطيهم بحسب نياتهم على قدر هممهم وطوياتهم كذا فى التأويلات النجمية ﴿ واذكروا الله ﴾ اى كبروه اعقاب الصلوات وعند ذبح القرابين ورمى الجمار وغيرها ﴿ فى ايام معدودات ﴾ فى ايام التشريق هى ثلاثة ايام بعد يوم النحر . اولها يوم القر وهو الحادى عشر

من ذى الحجة يستقر الناس فيه بمنى . والثانى يوم النفر الاول لان بعض الناس ينفرون فى هذا اليوم من منى . والثالث يوم النفر الثانى وهذه الايام الثلاثة مع يوم النحر ايام رمى جمار وايام التكبير ادبار الصلوات وفى الحديث (كبر دبر كل صلاة من يوم عرفة الى آخر ايام التشريق) وسميت معدودات لقلتهن كقوله تعالى ﴿دراهم معدودة﴾ اى قليلة. والايام المعلومات فى قوله تعالى ﴿ويذكروا اسم الله﴾ فى ايام معلومات فى سورة الحج عشر ذى الحجة آخرهن يوم النحر * وفى الكواشى معدودات جمع معدودة وايام جمع يوم ولا ينعت المذكر بمؤنث فلا يقال يوم معدودة وقياسه فى ايام معدودة لان الجمع قد ينعت بالمؤنث كقوله تعالى ﴿لن تمسنا النار الا اياما معدودة﴾ قلوا ووجهه انه اجرى معدودات على لفظ ايام وقابل الجمع بالجمع مجازا انتهى ﴿ فمن تعجل ﴾ اى استعجل وطلب الخروج من منى ﴿ فى يومين ﴾ فى تمام يومين بعد يوم النحر واكتفى برمى الجمار فى يومين من هذه الايام الثلاثة فلم يمكث حتى يرمى فى اليوم الثالث ﴿ فلا اثم عليه ﴾ بهذا التعجيل وهو مرخص له فعند ابى حنيفة رحمه الله ينفر قبل طلوع الفجر من اليوم الثالث ومحصله ان على الحاج ان يبيت بمنى الليلة الاولى والثانية من ايام التشريق ويرمى كل يوم بعد الزوال احدى وعشرين حصاة عند كل جمرة سبع حصيات ورخص فى ترك البيتوتة لرعاء الابل واهل سقاية الحاج ثم كل من رمى اليوم الثانى من ايام التشريق واراد ان ينفر بعد البيتوتة فى الليلة الاولى والثانية من ايام التشريق ورمى يوميهما فذلك له واسع لقوله تعالى ﴿فمن تعجل فلا اثم عليه﴾ ومن لم ينفر حتى غربت الشمس فعليه ان يبيت حتى يرمى اليوم الثالث ثم ينفر ﴿ ومن تأخر ﴾ عن الخروج حتى رمى فى اليوم الثالث قبل الزوال اوبعده ثم يخرج اذا فرغ من رمى الجمار كما يفعل الناس الآن وهو مذهب الشافعى والامامين ﴿ فلا اثم عليه ﴾ بترك الترخص والمعنى انهم مخيرون بين التعجيل والتأخير * فان قلت أليس التأخير بافضل * قلت بلى ويجوز ان يقع التخيير بين الفاضل والافضل كما خير المسافر بين الصوم والافطار وان كان الصوم افضل وانما ورد بنفى الاثم تصريحا بالرد على اهل الجاهلية حيث كانوا فريقين منهم من جعل المتعجل آثما ومنهم من جعل المتأخر آثما فورد القرآن بنفى الاثم عنهما جميعا ﴿ لمن اتقى ﴾ خبر مبتدأ محذوف اى الذى ذكر من التخيير ونفى الاثم عن المتعجل والمتأخر لمن اتقى اى مختص بمن اتقى المناهى لانه الحاج على الحقيقة والمنتفع به لانه تعالى قال (انما يتقبل الله من المتقين) ومن كان ملوثا بالمعاصى قبل حجه وحين اشتغاله به لا ينفعه حجه وان كان قد ادى الفرائض ظاهرا ﴿ واتقوا الله ﴾ اى حال الاشتغال باعمال الحج وبعده ليعتد باعمالكم فان المعاصى تأكل الحسنات عند الموازنة ﴿ واعلموا انكم اليه تحشرون ﴾ اى تبعثون وتجمعون للجزاء على اعمالكم وهو تأكيد للامر بالتقوى وموجب للامتثال به فان علم بالحشر والمحاسبة والجزاء كان ذلك من اقوى الدواعى الى ملازمة التقوى وكانوا اذا رجعوا من حجهم يجترئون على الله بالمعاصى فشدد فى تحذيرهم * قال ابو العالية يجيئ الحاج يوم القيامة ولا اثم عليه اذا اتقى فيما بقى من عمره فلم يرتكب ذنبا بعدما غفر له فى الحج والمذنب المصر اذا حج فلا يقبل منه لعوده الى ما كان عليه فعلامة الحج المبرور ان يرجع زاهدا فى الدنيا راغبا فى الآخرة فاذا

رجع من الحج المبرور رجع وذنبه مغفور ودعاؤه مستجاب فلذلك يستحب تلقيه بالسلام وطلب الاستغفار منه * والحج المبرور مثل حج ابراهيم بن ادهم مع رفيقه الصالح الذى صحبه من بلخ فرجع من حجه زاهدا فى الدنيا راغبا فى الآخرة وخرج عن ملكه وماله واهله وعشيرته وبلاده واختار بلاد الغربة وقنع بالاكل من عمل يده امامن الحصاد اومن نظارة البساتين * قال بعضهم الحر الكريم لاينقض العهد القديم واذا دعتك نفسك الى نقض عهد مولاك فقل لها معاذالله انه ربى احسن مثواى : وفى المثنوى

نقض ميثاق وشكست توبها * موجب لعنت شود در انتها [١]

چون ترازوى توكژ بودودغا * راست چون جويى ترازوى جزا [٢]

وعن بعضهم قدمت من الحج مع قوم فدعتنى نفسى الى امر سوء فسمعت هاتفا ناحية البيت يقول ويلك ألم تحج ويلك ألم تحج فعصمنى الله الى الساعة ولاشك ان بعض الاعمال يكون حجابا للمرء اذا استداليه واعتمد عليه ـ حكى ـ ان بعض الاتراك كان يلازم مجلس شيخ الاسلام احمد النامقى الجامى قدس سره ويرى فوق قفاه نورا كالترس فاتفق له ان يحج فلما رجع زالت عنه تلك الحال فسأل الشيخ عن سببه فقال انك كنت قبل الحج صاحب تضرع ومسكنة والآن غرك حجك واعطيت نفسك قدرا ومنزلة فلذا نزلت عن رتبتك ولم تر النور. ومما يجب على الحاج اتقاؤه المحارم وان لايجعل نفقته من كسب حرام فان الله لايقبل الا الطيب ـ وحكى ـ عن بعض من حج انه توفى فى الطريق فى رجوعه فدفنه اصحابه ونسوا الفأس فى قبره فنبشوه ليأخذوا الفأس فاذا عنقه ويداه قد جمعتا فى حلقة الفأس فردوا عليه التراب ثم رجعوا الى اهله فسألوهم عن حاله فقالوا صحب رجلا فاخذ ماله فكان يحج منه وفى الحديث (من حج بيت الله من كسب الحلال لم يخط خطوة الا كتب الله له بها سبعين حسنة وحط عنه سبعين خطيئة ورفع له سبعين درجة) ذكره فى الخالصة واذا أراد أن يحج بمال حلال ليس فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقضى دينه من ماله * وعن ابى القاسم الحكيم انه كان يأخذ جائزة السلطان فكان يستقرض لجميع حوائجه وما يأخذه من السلطان كان يقضى به ديونه * وعن ابى يوسف قال هذا جواب ابيح فى مثل هذا كذا فى خزانة الفتاوى ﴿ومن الناس من يعجبك قوله﴾ اى تستحسن ظاهر قوله وتعده حسنامقبولا فان الاعجاب استحسان الشئ والميل اليه والتعظيم له * قال الراغب التعجب حيرة تعرض للانسان عند الجهل بسبب الشئ وحقيقة العجبى كذا ظهر لى ظهورا لم اعرف سببه ﴿فى الحيوة الدنيا﴾ متعلق بالقول اى يسرك مايقوله فى معنى الدنيا وحقها لان دعواه محبتك انما هو لطلب حظ من الدنيا فكلامه اذا فى الدنيا لا فى الآخرة اويعجبك قوله فى الدنيا بحلاوته وفصاحته لافى الآخرة لما انه يظهر هناك كذبه وقبحه ﴿ويشهد الله على ما فى قلبه﴾ اى يقول الله شاهد أن ما فى قلبى من المحبة والاسلام موافق لما فى لسانى ﴿وهو الد الخصام﴾ اى اشد فى العداوة والخصومة للمسلمين على ان الخصام مصدر كالقتال والجدال واضافة الألد اليه بمعنى فى . والالد شدة الخصومة * نزلت فى الاخنس بن شريف الثقفى وكان حسن المنظر حلو المنطق يوالى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ويدعى الاسلام ودعوى

[١] در اوائل دفتر پنجم در بيان آنكه نقض عهد وتوبه موجب بلاست بلكه فاعلش مسخ است الخ

[٢] در اواسط دفتر پنجم در بيان فنا برحمى مزد رحمة الله تعالى معطى النعم قبل استحقاقها الخ

المحبة والخلوص بدون المواطأة من فعل الملاحدة والزنادقة والمحب لايفعل الا مايحب محبوبه قال الشاعر

تعصى الاله وانت تظهر حبه * هذا لعمرى فى الفعال بديع
لوكان حبك صادقا لأطعته * ان المحب لمن أحب مطيع

قال الحافظ

بصدق كوش كه خورشيد زايد ازنفست * كه ازدروغ سيه روى كشت صبح نخست

﴿ واذا تولى ﴾ اى أدبر وانصرف عن مجلسك اواذا غلب وصار واليا ﴿ سعى فى الارض ﴾ السعى سير سريع بالاقدام وقديستعار للجد فى العمل والكسب وانما جيئ بقوله فى الارض مع ان السعى على كلا المعنيين لايكون الا فى الارض للدلالة على كثرة فساده فان لفظ الارض عام يتناول جميع اجزائها وعموم الظرف يستلزم عموم المظروف فكأنه قيل أى مكان حل فيه من الارض افسد فيه فيلزم كثرة فساده ﴿ ليفسد فيها ﴾ علة لسعى ﴿ ويهلك ﴾ الاهلاك الاضاعة ﴿ الحرث ﴾ اى الزرع ﴿ والنسل ﴾ ماخرج من كل انثى من اجناس الحيوان يقال نسل ينسل اذا خرج منفصلا والحرث والنسل وان كانا فى الاصل مصدرين فالمراد بهما ههنا معنى المفعول فان الولد نسل ابويه اى مخرج منفصل منهما وذلك كما فعله الاخنس بثقيف اذبيتهم اى اتاهم ليلا واهلك مواشيهم وزرعهم لانه كان بينه وبينهم عداوة اوكما يفعله ولاة السوء بالقتل والاتلاف اوبالظلم حتى يمنع الله بشؤمه القطر فيهلك الحرث والنسل وفى الحديث (لما خلق الله تعالى اسباب المعيشة جعل البركة فى الحرث والنسل) فاهلاكهما غاية الافساد وفى الحديث (يجاء بالوالى يوم القيامة فينبذ به على جسر جهنم فيرتج به الجسر ارتجاجة لايبقى منه مفصل الازال عن مكانه فان كان مطيعا لله فى عمله مضى وان كان عاصيا انخرق به الجسر فيهوى به فى جهنم مقدار خمسين عاما) ﴿ والله لايحب الفساد ﴾ اى لايرتضيه ويبغضه ويغضب على من يتعاطاه * فان قيل كيف حكم الله تعالى بانه لايحب الفساد وهو بنفسه مفسد للاشياء * قيل الافساد فى الحقيقة اخراج الشئ من حالة محمودة لالغرض صحيح وذلك غير موجود فى فعل الله تعالى ولاهو آمر به ولامحب له وماتراه من فعله ونظنه بظاهره فسادا فهو بالاضافة الينا واعتبارنا له كذلك فاما بالنظر الآلهى فكله صلاح ﴿ واذا قيل له ﴾ اى لهذا المنافق والمفسد على نهج العظة والنصيحة ﴿ اتق الله ﴾ خف من الله فى صنعك السوء واترك ماتباشره من الفساد والنفاق ﴿ اخذته العزة بالاثم ﴾ اى حملته الانفة التى فيه وحميته الجاهلية على الاثم والذنب الذى نهى عنه اوعلى رد قول الواعظ لجاجا وعنادا من قولك اخذته بكذا اذا حملته عليه وألزمته اياه فالباء للتعدية وصلة الفعل الذى قبلها ﴿ فحسبه جهنم ﴾ مبتدأ وخبر اى كافيه دخول النار والخلود فيها على ماعمله وهو وعيد شديد ﴿ ولبئس المهاد ﴾ اى والله لبئس الفراش جهنم * قال ابن مسعود رضى الله تعالى عنه من اكبر الذنب عند الله ان يقال للعبد اتق الله فيقول عليك نفسك * وقيل لعمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه اتق الله فوضع خده على الارض تواضعا لله تعالى * ثم انه تعالى لما وصف فى الآية المتقدمة حال من يبذل دينه لطلب الدنيا ذكر

فی هذه الآية من يبذل دنياه ونفسه لطلب الدين وماعندالله يوم الدين فقال ﴿ ومن الناس من يشرى نفسه ﴾ اى يبيعها ويبذلها فان المكلف لما بذل نفسه فی طاعة الله من الصوم والصلاة والحج والجهاد والزكاة وتوصل بذلك الى وجدان ثواب الله صار المكلف كأنه باع نفسه من الله تعالى بمانال من ثوابه وصار تعالى كأنه اشترى منه نفسه بمقابلة ما اعطاه من ثوابه وفضله ﴿ ابتغاء مرضاة الله ﴾ اى طلبا لرضاه ﴿ والله رؤف بالعباد ﴾ ولذلك يكلفهم التقوى ويعرضهم للثواب ومن جملة رأفته بعباده ان ماشتراه منهم من انفسهم واموالهم انما هو خالص ملكه وحقه ثم انه تعالى يشترى منهم ملكه الخالص المحصور بمالايعد ولايحصى من فضله ورحمته رحمة واحسانا وفضلا واكراما * وقيل نزلت فی صهيب بن سنان الرومى خرج من مكة يريد الهجرة الى النبى عليه الصلاة والسلام بالمدينة وهو ابن مائة سنة اتبعه نفر من مشركى قريش وقتلوا نفرا كانوا معه وكان معه كنانة فيها سهامه وكان راميا مصيبا فقال يامعشر قريش لقد علمتم انى من ارماكم رجلا والله لااضع سهمى الا فی قلب رجل وايم الله لاتصلون الى حتى ارمى بكل سهم فی كنانتى ثم اضرب بسيفى مابقى فی يدى ثم افعلوا ماشئتم ولن ينفعكم كونى فيكم فانى شيخ كبير ولى مال فی دارى بمكة فارجعوا وخذوه وخلونى ومااناعليه من الاسلام ففعلوا وسار هو الى المدينة فلما دخلها لقيه ابوبكر فقال له ربح البيع ياصهيب فقال وماذاك ياابابكر فأخبره بمانزل فيه ففرح بذلك صهيب . فيشرى حينئذ بمعنى يشترى لجريان الحال على صورة الشراء لانه اشترى نفسه من المشركين ببذل ماله لهم * واعلم ان المؤمنين باعوا باختيارهم انفسهم فكان ثمن نفس المؤمن الجنة اما الاولياء فانهم باعوا باختيارهم انفسهم فكان ثمن نفس الاولياء مرضاة الله تعالى وبينهما فروق كثيرة فعلى السالك ان يخرج من اوطان البشرية ويغترب عن ديار الاقران حتى يكون مجاهدا حقيقيا وشهيدا معنويا قال عليه الصلاة والسلام (طوبى للغرباء) وقال ايضا (من مات غريبا فقد مات شهيدا) يشير بذلك الى الانقطاع من الخلق الى الخالق وذلك لايكون الا بمخالفة الجمهور فی العادات والشهوات وفی الحديث (ياانس ان استطعت ان تكون ابدا على وضوء فافعل فان ملك الموت اذاقبض روح العبد وهو على وضوء كتب له شهادة) وذلك لان الوضوء اشارة الى الانفصال عماسوى الله تعالى كما ان الصلاة اشارة الى الاتصال بالله تعالى وفی الحديث ايضا (دم على الطهارة يوسع عليك الرزق) فالطهارة الصورية سبب لتوسيع الرزق الصورى وكذا طهارة الباطن سبب لتوسيع الرزق المعنوى من المعارف والالهامات والواردات وعند ذلك يحيى القلب بالحياة الطيبة وتموت النفس عن صفاتها وليس ذلك الا اثر الجهاد الحقيقى فمن تخلص من قيد النفس ومات بالاختيار فهو حى ابدا : وفی المثنوى

اى بسا نفس شهيد معتمد * مرده در دنيا وزنده مى رود

دراواخر دفتر پنجم دربيان حكايت آن مجاهد كه ازهميان هر روز يك درم در خندق انداختى

ولابد للعبد من العروج من الخلق الى الخالق ومن الحاجة التامة لنفسه الى الغنى التام بالحق فی تحصيل كل الخيرات ودفع كل الآفات فاذا فر الى الله ووصل الى جماله وغرق فی مشاهدة جلاله شاهد سر قوله تعالى ﴿قل الله ثم ذرهم﴾ واول الامر ترك الاموال ثم ترك الاولاد ثم ترك النفس. فعند الاول يتجلى توحيد الافعال. وعند الثانى يتجلى توحيد الصفات. وعند الثالث

(يتجلى)

يتجلى توحيد الذات وهو اعلى الدرجات * فعلى العاقل اكثار ذكر الله فانه سبب لتصفية الباطن وصقالة القلب قال تعالى ﴿ واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون ﴾ ولا فلاح اعظم من ان يصل الطالب الى المطلوب اللهم اجعلنا مفلحين ﴿ يا ايها الذين آمنوا ﴾ بالسنتهم على ان الخطاب للمنافقين ﴿ ادخلوا فى السلم كافة ﴾ اى استسلموا لله تعالى واطيعوه جملة ظاهرا وباطنا. فالسلم بمعنى الاستسلام والطاعة وكافة حال من ضمير الفاعل فى ادخلوا وهذه حال تؤكد معنى العموم فى ضمير الجمع فان قولك قام القوم كافة بمنزلة قاموا كلهم وتاء كافة وقاطبة وعامة ليست للتأنيث وان كان اصلها ان تدل عليه بل انما دخلت لمجرد كون الكلمة منقولة الى معنى كل وجميع او المعنى ادخلوا فى الاسلام بكليته ولا تخلطوا به غيره فالخطاب لمؤمنى اهل الكتاب فانهم كانوا يراعون بعض احكام دينهم القديم كما روى ان عبد الله بن سلام واصحابه كانوا يتمسكون ببعض شرائع التوراة من تعظيم السبت وتحريم لحم الابل وألبانها واشياء كانوا يرون الكف عن ذلك مباحا فى الاسلام وان كان واجبا فى شريعتهم فثبتوا على ذلك مع اعتقادهم حلها استيحاشا من مفارقة العادة وقالوا يارسول الله ان التوراة كتاب الله فدعنا فلنقرأ منها فى صلاتنا بالليل فقال عليه السلام (لا تمسكوا بشئ مما نسخ ودعوا ما الفتموه ولا تستوحشوا من النزوع عنه) فانه لا وحشة مع الحق وانما هو من تزيين الشيطان ﴿ ولا تتبعوا خطوات الشيطان ﴾ جمع خطوة بالضم والسكون وهو مابين القدمين اى لا تسلكوا مسالكه ولا تطيعوه فيما دعاكم اليه من السبل الزائغة والوساوس الباطلة ﴿ انه لكم عدو مبين ﴾ ظاهر العداوة يريد ان يفسد عليكم بهذه الوساوس اسلامكم ﴿ فان زللتم ﴾ الزلل فى الاصل عثرة القدم ثم يستعمل فى العدول عن الاعتقاد الحق والعمل الصائب فالمعنى اخطأتم الحق وتعديتموه علما كان او عملا ﴿ من بعد ما جاءتكم البينات ﴾ اى الحجج والشواهد على ان ما دعيتم الى الدخول فيه هو الحق ﴿ فاعلموا ان الله عزيز ﴾ غالب على امره لا يعجزه الانتقام منكم ﴿ حكيم ﴾ لا ينتقم الا بالحق * وفى الآية تهديد بليغ لاهل الزلل عن الدخول فى السلم فان الوالد اذا قال لولده ان عصيتنى فانت عارف بى وبشدة سطوتى لاهل المخالفة يكون قوله هذا ابلغ فى الزجر من ذكر الضرب وغيره وكما انها مشتملة على الوعيد منبئة عن الوعد ايضا من حيث انه تعالى اتبعه بقوله حكيم فان اللائق بالحكمة ان يميز بين المحسن والمسئ فكما يحسن ان ينتظر من الحكيم تعذيب المسئ فكذلك ينتظر منه اكرام المحسن واثابته بل هذا أليق بالحكمة واقرب الى الرحمة ﴿ هل ينظرون ﴾ استفهام فى معنى النفى ونظر بمعنى انتظر اى ينتظر من يترك الدخول فى السلم ويتبع خطوات الشيطان ﴿ الا ان يأتيهم الله ﴾ اى الا اتيان الله اى عذابه على حذف المضاف لان الله تعالى منزه عن المجئ والذهاب المستلزمين للحركة والسكون لان كل ذلك محدث فيكون كل ما يصح عليه المجئ والذهاب محدثا مخلوقا له والاله القديم يستحيل ان يكون كذلك . وسئل على رضى الله عنه أين كان تعالى قبل خلق السموات والارض قال أين سؤال عن المكان وكان الله تعالى ولا مكان وهو اليوم على ما كان ومذهب المتقدمين فى هذه الآية وما شاكلها ان يؤمن الانسان بظاهرها ويكل علمها الى الله لانه لا يأمن فى تعيين مراد

الله تعالى من الخطأ فالاولى السكوت ومذهب جمهور المتكلمين انه لابد من التأويل على سبيل التفصيل ﴿ فى ظلل ﴾ كائنة ﴿ من الغمام ﴾ والظلل جمع ظلة وهى ما أظلك والغمام السحاب الابيض الرقيق سمى غماما لانه يغم اى يستر ولا يكون السحاب ظلة الا اذا كان مجتمعا متراكما فالظلل من الغمام عبارة عن قطع متفرقة كل قطعة تكون فى غاية الكثافة والعظم وكل قطعة ظلة ﴿ والملائكة ﴾ اى ويأتيهم الملائكة فانهم وسائط فى اتيان امره تعالى بل هم الآتون ببأسه على الحقيقة . وتلخيصه قد قامت الحجج فلم يبق الا نزول العذاب *فان قلت لم يأتهم العذاب فى الغمام كما فعل بقوم يونس وقوم عاد وقوم شعيب * قلت لان الغمام مظنة الرحمة فاذا نزل منه العذاب كان الامر افظع وأهول لان الشر اذا جاء من حيث لا يحتسب كان اغم كما ان الخير اذا جاء من حيث لايحتسب كان أسر فكيف اذا جاء الشر من حيث يحتسب الخير ولذلك كانت الصاعقة من العذاب المستفظع لمجيئها من حيث يتوقع الخير اى الغيث ومن ثمه اشتد على المتفكرين فى كتاب الله تعالى قوله ﴿ وبدا لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون ﴾ فان تفسيره على ما قالوا عملوا اعمالا حسبوها حسنات فاذا هى سيآت وذلك لتجويزهم ان يكون عملهم كذلك فيجيئهم الشر من حيث يتوقعون الخير فخافوا من ذلك ــ روى ــ أن محمد بن واسع تلا هذه الآية فقال آه آه الى ان فارق الدنيا ﴿ وقضى الامر ﴾ اى اتم امر اهلاكهم وفرغ منه وهو عطف على يأتيهم داخل فى حيز الانتظار وانما عدل الى صيغة الماضى دلالة على الحقيقة فكأنه قد كان ﴿ والى الله ﴾ لا الى غيره ﴿ ترجع الامور ﴾ اى امور الخلق واعمالهم هو القاضى بينهم يوم القيامة والمثيب والمعاقب فينبغى للمؤمن ان يكون فى جانب الانقياد ويحترز عن الهوى وخطوات الشيطان وعن النبى عليه السلام انه قال (ان الله تعالى اظهر الشكاية من امتى) وقال (انى طردت الشيطان لاجلهم فهم يعصونى ويطيعون الشيطان) : قال السعدى قدس سره

كجا سر برآريم ازين عار وننك * كه با او بصلحيم وباحق بجنك
نظر دوست نادر كند سوى تو * چو در روى دشمن بود روى تو
ندانى كه كمتر نهد دوست پاى * چو بيند كه دشمن بود در سراى

فمن أعظم الطاعات طرد الشيطان وأن يتهم النفس دائما * كما روى ان رجلا صام اربعين سنة ثم دعا الحاجة ومع ذلك لم تجب دعوته وذم نفسه وقال يا مأوى الشر ذلك من شركك فاوحى الى نبى ذلك الزمان قل له ان قتلك لنفسك احب الى من صيام اربعين سنة : قال السعدى

خورنده كه خيرى برآيد زدست * به از صائم الدهر دنيا پرست

واعلم ان فى قوله تعالى ﴿ يا أيها الذين آمنوا ادخلوا فى السلم ﴾ معنى عاما ومعنى خاصا فالعام خطاب عام مع جميع من آمن اى ادخلوا فى شرائط الاسلام فى الباطن كما فى الظاهر ومن شرائطه ما قال النبى عليه السلام (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من أمنه الناس) * واما المعنى الخاص فخطاب خاص مع شخص الانسان وجميع اجزائه الظاهرة والباطنة فينبغى ان يدخل أركانه فى الاسلام بالفعل . فالعين بالنظر . والاذن بالسمع . والفم بالاكل . والفرج

(بالشهوة)

بالشهوة . واليد بالبطش . والرجل بالمشى ودخول واحد منها فى الاسلام بأن يستسلم لاوامر الحق ويجتنب نواهيه بل يترك مالا يعنيه أصلا و يقع على مالا بد له منه . ودخول جميع اجزائه الظاهرة فى شرائع الاسلام ميسر للمنافق . فاما ادخال اجزائه الباطنة فمعركة ابطال الدين ومنزلة الرجال البالغين فدخول النفس فى الاسلام بخروجها عن كفر صفاتها الذميمة وترك مألوفاتها واطمئنانها بالعبودية ليستحق بها دخول مقام العباد المخصوصين به بخطابه تعالى اياها كقوله تعالى ﴿ يا أيتها النفس المطمئنة ﴾ الآية . ودخول القلب فى الاسلام بتصفيته عن رذائل اخلاق النفس وتحليته بشمائل أخلاق الروح . ودخول الروح فى الاسلام بتخلقه بأخلاق الله وتسليم الاحكام الازلية وقطع النظر والتعلق عما سوى الله بتصرف جذبات الالوهية . ودخول السر فى الاسلام بفنائه فى الله وبقائه بالله ﴿ ولا تتبعوا خطوات الشيطان ﴾ اى لا تكونوا على سيرته وصفته وهى الاباء والاستكبار فانه ضد الاسلام ﴿ انه لكم عدو مبين ﴾ لعداوته الغريزية لكم لاختلاف جبلته وجبلتكم وقصوره عن نور فطرتكم لكونه نارى الخلقة لايطلب منكم الا ان تكونوا ناريين مثله لا نوريين فهو عدو فى الحقيقة فى صورة المحب ﴿ فان زللتم ﴾ اى زلت اقدامكم عن صراط الاسلام الحقيقى ﴿ من بعد ما جاءتكم البينات ﴾ دلائل تجليات أفعال الصفات ﴿ فاعلموا ان الله عزيز ﴾ فلعزته لايهدى اليه كل ذليل دنى الهمة قصير النظر ﴿ حكيم ﴾ يهدى من يشاء الى سرادقات عزته ﴿ هل ينظرون الا ان يأتيهم الله فى ظلل من الغمام ﴾ الاان تجلى الله فى ظل صفات قهرية من جملة تجليات الصفات الساترة لشمس الذات وهو ملائكة القوى السماوية ﴿ وقضى ﴾ فى اللوح ﴿ الامر ﴾ امر اهلاكهم ﴿ والى الله ترجع الامور ﴾ بالفناء كذا فى التأويلات النجمية ﴿ سل ﴾ أمر للرسول عليه السلام بالسؤال او لكل أحد يصلح ان يخاطب ﴿ بنى اسرائيل ﴾ يعنى هؤلاء الموجودين فى عصرك من رؤساء بنى اسرائيل ﴿ كم آتيناهم ﴾ اى آتينا آبائهم واسلافهم ﴿ من آية بينة ﴾ اى معجزة ظاهرة على ايدى انبيائهم لايخفى على المتفكر أنها من عند الله كالعصا واليد البيضاء وانزال المن والسلوى وغيرها اوالمراد آيات كتبهم الشاهدة على صحة دين الاسلام . قوله كم آتيناهم محل هذه الجملة النصب او الخفض على انها مفعول ثان للسؤال فانه يتعدى الى مفعولين الى الاول بنفسه والى الثانى بحرف الجر اما عن واما الباء نحو سألته عن كذا وبكذا قال الله تعالى ﴿ فاسأل به خبيرا ﴾ وقد يحذف حرف الجر فمن ثمة جاز فى محل كم النصب والخفض بحسب التقديرين وتمييز كم من آية بينة والاحسن اذا فصل بين كم ومميزها ان يؤتى بمن وهذا السؤال سؤال تقريع وتبكيت كما يسأل الكفرة يوم القيامة وتقرير لمجيئ البينات فكم استفهامية خبرية وليس المراد حقيقة الاستفهام ﴿ ومن يبدل ﴾ التبديل تصيير الشئ على غير ما كان عليه اى يغير ﴿ نعمة الله ﴾ التى هى آياته الباهرة فانها سبب للهدى الذى هو أجل النعم وتبديلهم اياها أن الله اظهرها لتكون اسباب هداهم فجعلوها اسباب ضلالتهم فكفروا بها وتركوا الشكر عليها ﴿ من بعد ما جاءته ﴾ اى من بعد ماوصلت اليه وتمكن من معرفتها والتصريح بذلك مع ان التبديل لا يتصور قبل المجيئ للاشعار بانهم قد بدلوها بعد ماوقفوا على تفاصيلها ﴿ فان الله شديد

العقاب ﴾ تعليل للجواب كأنه قيل ومن يبدل نعمة الله عاقبه أشد عقوبة فانه شديد العقوبة لمن بدل النعمة فى الدنيا والآخرة وقد عاقبهم فى الدنيا بالقتل وذلك فى بنى قريظة وبالاجلاء وذلك فى بنى النضير ويوم القيامة يعذبون فى السعير * قال ابن التمجيد وتبديل النعمة جرم بغير علم ومع العلم اشد جرما ولذلك كان وعيد العلماء المقصرين أشد من الجاهلين بالاحكام لان الجهل قد يعذر به وان كان الاعتذار به غير مقبول فى باب التكاليف ﴿ زين للذين كفروا الحيوة الدنيا ﴾ اى حسنت فى اعينهم واشربت محبتها فى قلوبهم حتى تهالكوا عليها وتهافتوا فيها معرضين عن غيرها والتزيين من حيث الخلق والايجاد مستند الى الله تعالى اذ ما من شئ الا وهو خالقه • كل من الشيطان والقوى الحيوانية ومافى الدنيا من الامور البهية والاشياء الشهية مزين بالعرض ﴿ ويسخرون من الذين آمنوا ﴾ اى يستهزؤن بالفقراء من المؤمنين كعبد الله بن مسعود وعمار وصهيب وحبيب وبلال وغيرهم رضى الله تعالى عنهم ويسترذلونهم ويقولون تركوا لذات الدنيا وعذبوا انفسهم بالعبادات وفوتوا الراحات وكراماتها وهو عطف على زين ومن للابتداء فكأنهم جعلوا السخرية مبتدأة منهم ﴿ والذين اتقوا ﴾ يعنى اطاعوا الله و اختاروا الفقر من المؤمنين و انما ذكروا بعنوان التقوى للايذان بان اعراضهم عن الدنيا للاتقاء عنها لكونها مخلة بتبتلهم الى جناب القدس شاغلة لهم وللاشارة الى انه لا يسعد عنده الا المؤمن المتقى ﴿ فوقهم يوم القيمة ﴾ يعنى فوق المشركين لانهم فى اعلى عليين وهم فى اسفل سافلين فتكون الفوقية حقيقة اولانهم فى اوج الكرامة وهم فى حضيض الذل والمهانة فتكون الفوقية مجازا . ويوم منصوب بالاستقرار الذى تعلق به فوقهم ﴿ والله يرزق من يشاء ﴾ اى فى الدارين ﴿ بغير حساب ﴾ كثير « بى اندازه » لانه تعالى لا يخاف نفاد ماعنده لانه غنى لا نهاية لمقدوراته فالله تعالى يوسع بحسب الحكمة والمشيئة على عباده فمنهم من تكون التوسعة عليه استدراجا كهؤلاء الكفرة وقارون واضرابهم ومنهم من تكون كرامة كاغنياء المؤمنين وسليمان وامثالهم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (وقفت على باب الجنة فرأيت اكثر اهلها المساكين ووقفت على باب النار فرأيت اكثر أهلها النساء) واذا اهل الجسد محبوسون الا من كان منهم من اهل النار فقد امر به الى النار : قال الحافظ

ازين رباط دودر چون ضرورتست رحيل * رواق وطاق معيشت چه سربلند وچه پست
بهست ونيست مرنجان ضمير وخوش دل باش * كه نيستيست سرانجام هر كمال كه هست
ببال و پر مرو ازره كه تير پرتابى * هوا گرفت زمانى ولى بخاك نشست

ـ يحكى ـ ان عيسى عليه السلام سافر ومعه يهودى فكان مع عيسى ثلاثة اقراص فأعطاها اليهودى وقال احفظها ثم بعد ساعة أكل اليهودى واحدا منها فقال عيسى اعط الاقراص الثلاثة فقدم قرصين فقال اين ثالثها فقال اليهودى لم تكن اكثر من هذا فمشيا حتى شاهد من عيسى عجائب فأقسم عليه عيسى لذلك حتى يقر بالقرص الثالث فلم يقر فلحقا بثلاث لبنات من الذهب فقال اليهودى اقسم ذلك فقال عيسى واحدة لى وواحدة لك وواحدة لمن اكل القرص الثالث فقال اليهودى انا اكلت القرص الثالث فقال عيسى ابعد عنى فقد شاهدت قدرة الله ولم تقر به والآن قد اقررت بالدنيا فترك اللبنات عند اليهودى ومشى وجاء ثلاثة من اللصوص وقتلوا اليهودى

(وخذوا)

واخذوا اللبنات ثم بعثوا من جملتهم واحدا ليأتى لهم بطعام فلما غاب عنهما تشاورا فى قتله وقالا اذا رجع قتلناه واخذنا نصيبه فذهب واشترى سما فطرحه فى الطعام الذى اشتراه حتى يأكل ذلك الطعام صاحباه فيموتا ويأخذ اللبنات فلما قدم عليهم قاما وقتلاه ثم اكلا الطعام فماتا فعبر عليهم عيسى فوجد اليهودى وهؤلاء الثلاثة مقتولين فتعجب من ذلك فنزل جبريل واخبره بالقصة * فينبغى للعاقل ان لايغتر بكثرة الدنيا وان لايهتم فى جمعها بل يزرع فيها بذر العمل كى يحصد فى الآخرة لان الدنيا مزرعة الآخرة ولاينبغى للاغنياء ان يحقروا الفقراء بالغرور بكثرة دنياهم ولايسخروا منهم لان هذه الصفة من صفات الكفرة : قال السعدى

چو منعم كند سفله را روزكار * نهد بر دل تنك درويش بار
چو بام بلندش بود خود پرست * كند بول وخاشاك بر بام پست

﴿ والاشارة فى الآية ان الله اذا فتح باب الملكوت على قلب عبد من خواصه يريه آياته فى الملك والملكوت فان تغير باحواله اوتعجب بكماله فيقبل على شئ من مرادات النفس ويبدل نعمته بموافقة النفس ورضاها ﴿فان الله شديد العقاب﴾ بان يغير عليه احواله ويسلب عنه كماله ويشهده قوله تعالى ﴿ان الله لايغير مابقوم حتى يغيروا مابانفسهم﴾ ومن شدة عقابه انه اذا اذنب عبد ذنبا صغيرا ولم يتب منه وأصر عليه ان يعاقبه بالابتداء بكبيرة مثل تبدل النعمة ليعاقبه بزوال النعمة فى الدنيا ودوام النقمة فى العقبى. وايضا من شدة عقابه ان ﴿زين للذين كفروا الحيوة الدنيا﴾ ويمكر بهم حتى يغلب عليهم حب الدنيا ﴿ويسخرون من الذين آمنوا﴾ من فقرائهم وكبرائهم حملهم شدة العقوبة على الوقيعة فى اوليائه واستحقار احبابه وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون ﴿والذين اتقوا فوقهم يوم القيامة والله يرزق من يشاء﴾ من درجات أعلى عليين ودركات أسفل سافلين ﴿بغير حساب﴾ بغير نهاية الى أبد الآباد فان مالانهاية له لامدخل له تحت الحساب وفيه معنى آخر بغير حساب يعنى مايرزق العبد فى الدنيا من الدنيا فلحرامها عذاب ولحلالها حساب وما يرزق العبد فى الآخرة من النعيم المقيم فبغير حساب كذا فى التأويلات النجمية ﴿كان الناس امة واحدة﴾ اى جماعة واحدة متفقين فى الايمان واتباع الحق من وقت آدم الى مبعث نوح عليهما السلام وكان بينهما عشرة قرون كل قرن ثمانون سنة كما عند الاكثر ﴿فبعث الله النبيين﴾ اى فاختلفوا فبعث الخ بدلالة قوله تعالى ﴿ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه﴾ ﴿مبشرين﴾ بالثواب لمن آمن وأطاع ﴿ومنذرين﴾ محذرين بالعقاب لمن كفر وعصى ﴿وأنزل معهم الكتاب﴾ أى كتاب او مع كل واحد منهم ممن له كتاب كتابه الخاص لامع كل واحد منهم على الاطلاق اذلم يكن لبعضهم كتاب وانما كانوا يأخذون بكتب من قبلهم وعموم النبيين لاينافى خصوص الضمير العائد اليه بمعونة المقام ﴿بالحق﴾ اى حال كون ذلك الكتاب ملتبسا بالحق والعدل والصدق شاهدا به ﴿ليحكم﴾ اى الله تعالى ﴿بين الناس فيما اختلفوا فيه﴾ اى فى الحق الذى اختلفوا فيه بعد الاتفاق ﴿وما اختلف فيه﴾ اى فى الحق ﴿الا الذين أوتوه﴾ اى الكتاب المنزل لازالة الاختلاف والتعبير عن الانزال بالايتاء للتنبيه من اول الامر على كمال تمكنهم من الوقوف على مافى تضاعيفه من الحق فان الانزال لايفيد تلك الفائدة اى عكسوا الامر

حيث جعلوا ما انزل لازالة الاختلاف سببا لاستحكامه ورسوخه ﴿ من بعد ماجاءتهم البينات ﴾ اى رسخت فى عقولهم ومن متعلق بما اختلف ولم تمنع الامن ذلك كقولك ماقام الازيد يوم الجمعة ﴿ بغيا بينهم ﴾ مفعول له لقوله وما اختلف فالاستثناء متعلق بثلاثة اشياء والتقدير وما اختلف فيه الا الذين الخ وما اختلفوا فيه الامن بعدالخ وماكان الاختلاف الاللبغى والتهالك على الدنيا وللحسد والظلم كما فعل قابيل بهابيل وماقتله لاشكال الحق عليه بل حسدا منه على اخيه وهكذا فى كل عصر وهذا فعل الرؤساء ثم العامة اتباعا لهم وفعلهم مضاف اليهم فتبين ان الاختلاف فى الحق امر متقادم فى الاسلام ﴿ فهدى الله الذين آمنوا ﴾ بالكتاب ﴿ لما اختلفوا فيه ﴾ متعلق بهدى وما موصولة ومعناه هدى الى مااختلفوا فيه ﴿ من الحق ﴾ بيان لما ﴿ بإذنه ﴾ اى بأمره وتيسيره ولطفه وارادته ورحمته حتى ابصروا الحق بنور التوفيق من الباطل ﴿ والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ﴾ لايضل سالكه ﴿ أم حسبتم ان تدخلوا الجنة ﴾ خاطب به النبى عليه السلام والمؤمنين بعد ماذكر اختلاف الامم على الانبياء بعد مجئ الآيات تشجيعا لهم على الثبات على المصابرة على مخالفة الكفرة فان عاقبة الامر النصر. وأم منقطعة الاخبار المتقدم الى الانكار المدلول عليه بهمزة الاستفهام اى ماكان ينبغى ان تحسبوا ذلك فتقدر ببل والهمزة قيل اضراب عن وتظنوا اولم حسبتموه ﴿ ولما يأتكم ﴾ اى والحال لم يجئكم ﴿ مثل الذين خلوا ﴾ اى صفة الذين مضوا ﴿ من قبلكم ﴾ من الانبياء ومن معهم من المؤمنين ولم تبتلوا بعد بما ابتلوا به من الاحوال الهائلة التى هى مثل فى الفظاعة والشدة وهو متوقع ومنتظر ﴿ مستهم البأساء ﴾ بيان له على الاستئناف كأنه قيل كيف نن مثلهم وحالهم العجيبة فقيل مستهم البأساء اى الشدة من الخوف والفاقة ﴿ والضراء ﴾ اى الآلام والامراض ﴿ وزلزلوا ﴾ اى ازعجوا ازعاجا شديدا بما اصابهم من الشدائد ﴿ حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه ﴾ اى انتهى امرهم من الشدة الى حيث اضطرهم الضجر الى ان يقول الرسول وهو اعلم الناس بشؤون الله واوثقهم بنصره والمؤمنون المقتدون بآثاره المستضيئون بانواره ﴿ متى ﴾ اى يأتى ﴿ نصر الله ﴾ الذى وعدناه طلبا وتمنياله واستطالة لمدة الشدة والعناء فان الشدة وان قصر فهو طويل فى عين المبتلى بها فلامحالة يستبطئ النصر فاجابهم الله بقوله ﴿ ألا ان نصر الله قريب ﴾ اسعافا لهم الى طلبتهم من عاجل النصر اى أنا ناصر أوليائى لامحالة ونصرى قريب منهم فان كل آت قريب ولما كان الجواب بذكر القرب دل ذلك على ان السؤال كان واقعا عن زمان النصر أقريب هو أم بعيد ولوكان السؤال عن وقوع أصل النصر بمعنى انه هل يوجد أولا لما كان الجواب مطابقا للسؤال * وفى الآية اشارة الى ان الوصول الى الله والفوز بالكرامة عنده برفض الهوى واللذات ومكابدة الشدائد والرياضات كما قال عليه السلام (حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات) كذا فى تفسير القاضى : ونعم ماقيل

فلك مشام كسى خوش كند ببوى مراد * كه خاك معركه باشد عبير وعنبراو

وعن خباب بن الارت رضى الله تعالى عنه قال لما شكونا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم مانلقى من المشركين قال (ان من كان قبلكم من الامم كانوا يعذبون بانواع البلاء

فلايصرفهم ذلك عن دينهم حتى ان الرجل كان يوضع على رأسه المنشار فيشق فلقتين ويمشط الرجل بأمشاط الحديد بما دون العظم من لحم وعصب مايصرفه ذلك عن دينه واسم الله ليتمن الله هذا الامر حتى يسير الراكب منكم من صنعاء الى حضرموت لايخشى الا الله والذئب على غنمه ولكنكم تعجلون) قالوا كل نبي بعث الى امته اجهد حتى قال متى نصر الله ووقع ذلك للرسول عليه السلام حين وقع له ضجر شديد قبل فتح مكة فقال في يوم الاحزاب حيث ضيق لاصحابه صبر حتى ضجوا وطلبوا النصرة فارسل الله ريحا وجنودا وهزم الكفار بهما. ومن شدائده عليه السلام غزوة الخندق حين اصاب المسلمين مااصابهم من الجهد وشدة الخوف والبرد وضيق العيش وانواع الاذى كما قال تعالى ﴿وبلغت القلوب الحناجر﴾ ولو اطلعت على مااصابهم من عداوة اليهود واسرار النفاق واذى القوم يمينا وشمالا ببذل المجهود حين هاجروا الى المدينة لكفى ذلك عبرة في هذا الباب فنحن اولى بمقاساة امثال هذه الشدائد خصوصا في هذا الزمان الذي لانجد بدا من طعن الناس واذاهم اذالبلاء على الانبياء ثم على الاولياء ثم الامثل فالامثل

غبار لازمهٔ آسيا بود صائب * امان زحادثهٔ آسمان چه ميخواهى

❁ قال في التأويلات النجمية عند قوله تعالى ﴿كان الناس امة واحدة﴾ الآية الخصال الذميمة التي عليها اكثر الناس كلها عارضة لهم فانهم كانوا حين أشهدهم الله على انفسهم امة واحدة وولدوا على الفطرة لقوله عليه السلام (كل مولود يولد على فطرة الاسلام فأبواه يهودانه اوينصرانه اويمجسانه) وماقال عليه السلام اويسلمانه لمعنيين. احدهما ان الكفر يحصل بالتقليد ولكن الايمان الحقيقي لايحصل به . والثاني ان الابوين الاصلين هما الانجم والعناصر فعلى التقديرين الولد بتربية الآباء والامهات يضل عن سبيل الحق ويزل قدمه عن الصراط المستقيم التوحيد والمعرفة ولوكان نبيا يحتاج الى هاد يهدى الى الحق كما قال تعالى لنبينا صلى الله عليه وسلم ﴿ووجدك ضالا فهدى﴾ ولكن من السعادة والشقاوة كتاب كما قال عليه السلام (مامن نفس الا وقد كتب في كتابها من اهل الجنة اوالنار وكتب شقية اوسعيدة) فقالوا افلا نتكل على كتابنا يارسول الله وندع العمل قال (اعملوا فكل ميسر لما خلق له اما اهل الشقاوة فييسرون لعمل اهل الشقاوة واما اهل السعادة فييسرون لعمل اهل السعادة) فلابد من مقاساة بأساء الترك والتجريد والفقر والافتقار حتى يحصل دخول جنة الجمال ودار القرار فلم يضجروا من طول مدة الحجاب وكثرة الجهاد في الفراق وعيل صبرهم عن مشاهدة الجمال وذوق الوصال وطلبوا نصر الله بالتجلى على قمع صفات النفوس مع قوة مصابرتهم وحسن تحملهم لما يقول المحبوب ويريد بهم حتى جاء نصر الله فرفع الحجاب وظهر انوار الجمال

﴿يسألونك ماذا ينفقون﴾ اى أى شئ يتصدقون به من اصناف اموالهم * نزلت حين حث النبي عليه السلام على التصدق في سبيل الله وسأل عمرو بن الجموح وهو شيخ هم أى فان وله مال عظيم فقال ماذا ننفق يارسول الله من اموالنا واين نضعها ﴿قل ما انفقتم من خير﴾ اى أى شئ انفقتم من أى خير كان وهو بيان للمنفق والمال يسمى خيرا لان حقه ان يصرف الى جهة الخير فصار بذلك كأنه نفس الخير ﴿فللوالدين﴾ * فان قلت كيف طابق الجواب السؤال وهم قد سألوا عن بيان ماينفقون واجيبوا ببيان المصرف * قلت قد تضمن قوله (ما انفقتم من خير) بيان ماينفقونه

وهو كل خير وبنى الكلام على ماهو أهم وهو بيان المصرف لان النفقة لايعتدبها الا ان تقع موقعها ﴿ والاقربين واليتامى ﴾ اى المحتاجين ﴿ والمساكين وابن السبيل ﴾ ولم يتعرض للسائلين والرقاب اما اكتفاء بماذكر فى المواقع الاخر واما بناء على دخولهم تحت عموم قوله تعالى ﴿ وما ﴾ اى أى شئ ﴿ تفعلوا من خير ﴾ فانه شامل لكل خير واقع فى أى مصرف كان ﴿ فان الله به عليم ﴾ اى ان تفعلوا خيرا فان الله يعلم كنهه ويوفى ثوابه . والمراد بهذه الآية الحث على بر الوالدين وصلة الارحام وقضاء حاجة ذى الحاجة على سبيل التطوع ولاينافيه ايجاب الزكاة وحصر مصارفها فى الاصناف الثمانية كما ذكر فى قوله تعالى (انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله وابن السبيل) ﴿ كتب ﴾ اى فرض ﴿ عليكم القتال ﴾ اى قتال الكفرة والجمهور على ان الجهاد فرض على الكفاية مثل صلاة الجنازة ورد السلام ﴿ وهو ﴾ اى والحال ان القتال ﴿ كره لكم ﴾ شاق عليكم مكروه فالكره مصدر بمعنى الكراهة نعت به للمبالغة كأن القتال فى نفسه كراهة لفرط كراهتهم له وهذه الكراهة من حيث نفور الطبع منه لما فيه من مؤونة المال ومشقة النفس وخطر الروح لا انهم كرهوا امر الله تعالى وكراهة الطبع لاتوجب الذم بل تحقق معنى العبودية اذا فعل ذلك اتباعا للشرع مع نفرة الطبع فاما كراهة الاعتقاد فهى من صفات المنافقين ﴿ وعسى ان تكرهوا شيأ ﴾ وهو جميع ما كلفوه من الامور الشاقة التى من جملتها القتال ﴿ وهو خير لكم ﴾ لان فى الغزو احدى الحسنيين اما الظفر والغنيمة واما الشهادة والجنة . وعسى كلمة تجرى مجرى لعل وهى من العباد للترجى ومن الله للترجية ﴿ وعسى ان تحبوا شيأ ﴾ وهو جميع مانهوا عنه من الامور المستلذة التى من جملتها القعود عن الغزو ﴿ وهو شر لكم ﴾ لما فيه من فوات الغنيمة والاجر وغلبة الاعداء وتخريب الديار ﴿ والله يعلم ﴾ ماهو خير لكم دينا ودنيا فلذا يأمركم به ﴿ وانتم لاتعلمون ﴾ ذلك ولذلك تكرهونه : قال فى المثنوى

مالتصوف قال وجدان الفرح * فى الفؤاد عند اتيان الترح [١]

جمله در زنجير بيم و ابتلا * ميروند اين ره بغير اوليا [٢]

يعنى ان المقلد يجرى الى الحضرة بالاضطرار بخلاف الولى * قال ذوالنون المصرى رحمه الله انما دخل الفساد على الخلق من ستة اشياء . الاول ضعف النية بعمل الآخرة . والثانى صارت ابدانهم رهينة لشهواتهم . والثالث غلب عليهم حلول الامل مع قرب الاجل . والرابع آثروا رضى المخلوقين على رضى الخالق . والخامس اتبعوا اهواءهم ونبذوا سنة نبيهم وراء ظهورهم . والسادس جعلوا قليل زلات السلف حجة انفسهم ودفنوا كثير مناقبهم * فعلى العاقل ان يجاهد مع النفس والطبيعة ليرتفع الهوى والشهوات والبدعة ويتمكن فى القلوب حب العمل بالكتاب والسنة * قال ابراهيم الخواص رحمه الله كنت فى جبل لكام فرأيت رمانا فاشتهيته فدنوت فأخذت منه واحدة فشققتها فوجدتها حامضة فمضيت وتركتها فرأيت رجلا مطروحا قد اجتمع عليه الزنابير فقلت السلام عليك فقال وعليك السلام ياابراهيم فقلت كيف عرفتنى فقال من عرف الله لايخفى عليه شئ فقلت له ارى لك حالا مع الله فلو سألته ان يحميك ويقيك الاذى من هذه الزنابير فقال

[١] در اواخر دفتر سوم دربيان وجه عبرت گرفتن ازين حكايت ومعنى ان مع العسر يسرا

[٢] در اواخر دفتر سوم دربيان آنكه طاغى درمين قاهرى در مقهوريست

وارى لك حالا مع الله فلو سألته ان يقيك شهوة الرمان فلدغ الرمان يجد الانسان ألمه فى الآخرة ولدغ الزنابير يجد ألمه فى الدنيا فتركته ومشيت : قال السعدى قدس سره

مبر طاعت نفس شهوت پرست * كه هر ساعتش قبلهٔ ديكرست

كند مرد را نفس اماره خوار * اكر هوشمندى عزيزش مدار

﴿وفى التأويلات القاشانية ﴿كتب عليكم القتال﴾ قتال النفس والشيطان ﴿وهو كره﴾ مكروه ﴿لكم﴾ مر أمر من طعم العلقم واشد من ضغم الضيغم . وحقيقة الجهاد رفع الوجود المجازى فانه الحجاب بين العبد والرب كما قيل وجودك ذنب لا يقاس عليه ذنب آخر وكما قال ابن منصور

بينى وبينك انى قد يزاحمنى * فارفع بجودك لى انى من البين

﴿وعسى ان تكرهوا شيأ وهو خير لكم﴾ لاحتجابكم بهوى النفس وحب اللذة العاجلة عما فى ضمنه من الخير الكثير واللذة العقلية الروحانية التى تستحقر تلك الشدة السريعة الانقضاء بالقياس الى ذلك الخير الباقى واللذات السرمدية ﴿وعسى ان تحبوا شيأ﴾ من اللذات الجسمانية وتمتعات النفس ﴿وهو شر لكم﴾ للنفس بحرمانها من اللذات الروحانية ﴿والله يعلم﴾ ان فى كراهة النفوس ما اودع من راحة القلوب ﴿وانتم لا تعلمون﴾ ان حياة القلوب فى موت النفوس وفى حياة النفوس موت القلوب كما قال قدس سره

اقتلونى يا ثقات * ان فى قتلى حياتا فى حيات [١]

خنجر و شمشير شد ريحان من * مرك من شد بزم و نركسدان من [٢]

﴿يسألونك عن الشهر الحرام﴾ روى ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بعث عبد الله بن جحش وهو ابن عمته صلى الله عليه وسلم اخت ابيه فى جمادى الآخرة قبل قتال بدر بشهرين على رأس سبعة عشر شهرا من مقدمه المدينة وبعث معه ثمانية رهط من المهاجرين سعد بن ابى وقاص الزهرى وعكاشة بن محصن الاسدى وعتبة بن غزوان السلمى واباحذيفة بن ربيعة وسهيل بن بيضاء وعامر بن ربيعة وواقد بن عبد الله وخالد بن بكير وكتب لاميرهم عبد الله بن جحش كتابا وقال (سر على اسم الله ولا تنظر فى الكتاب حتى تسير يومين فاذا نزلت فافتح الكتاب واقرأه على اصحابك ثم امض لما امرتك ولا تكرهن احدا من اصحابك على السير معك) فسار عبد الله يومين ثم نزل وفتح الكتاب فاذا فيه (بسم الله الرحمن الرحيم اما بعد فسر على بركة الله بمن تبعك من اصحابك حتى تنزل بطن نخلة فترصد بها عير قريش لعلك ان تأتينا منها بخير) فلما نظر فى الكتاب قال سمعا وطاعة ثم قال لاصحابه ذلك وقال انه نهانى ان اكره احدا منكم فمن كان يريد الشهادة فلينطلق ومن كره فليرجع ثم مضى ومضى معه اصحابه لم يتخلف عنه منهم احد حتى كان بمعدن فوق الفرع بموضع من الحجاز يقال له بحران فاضل سعد بن ابى وقاص وعتبة بن غزوان بعيرا لهما يعتقبانه فتخلفا فى طلبه ومضى بقية اصحابه حتى نزلوا بطن نخلة بين مكة والطائف فبينما هم كذلك مرت عير قريش تحمل زبيبا وادما وتجارة من تجارة الطائف فيهم عمرو بن الحضرمى والحكم بن كيسان مولى هشام بن المغيرة واخوه نوفل بن عبد الله المخزوميان فلما رأوا اصحاب رسول الله هابوهم فقال عبد الله ابن جحش ان القوم قد ذعروا منكم فاحلقوا رأس رجل منكم فليتعرض لهم فحلقوا رأس

[١] دراواخر دفتر سوم دربيان جواب صدر عاشق عاذلان ولعيبت كنند كان را [٢] در اواخر دفتر يكم دربيان افتادن ركابدار در پاى امير المؤمنين على كه اى امير سر ابكنش الخ

عكاشة ثم اشرف عليهم فقال قوم عمار لابأس عليكم فأمنوا وكان ذلك فى آخر يوم من جمادى الآخرة وكانوا يرونه من جمادى وهو من رجب فتشاور القوم وقالوا ان تركتموهم الليلة ليدخلن الحرم فليمنعن منكم فاجمعوا امرهم فى مواقعة القوم فرمى واقد بن عبدالله السهمى عمرو ابن الحضرمى بسهم فقتله وكان اول قتيل من المشركين وهو اول قتيل فى الهجرة واستأسروا الحكم بن كيسان وعثمان بن عبدالله وكان اول اسيرين فى الاسلام وافلت نوفل على فرس له فاعجزهم واستاق المؤمنون العير والاسيرين حتى قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت قريش قد استحل محمد الشهر الحرام شهرا يأمن فيه الخائف ويبذعر فيه الناس لمعايشهم اى يتفرقون فى البلاد فسفك فيه الدماء واخذ الحرائب وعير بذلك اهل مكة من كان بها من المسلمين وقالوا يامعشر الصباة استحللتم الشهر الحرام وقاتلتم فيه وبلغ ذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال عليه السلام لابن جحش واصحابه (ما امرتكم بالقتال فى الشهر الحرام) ووقف العير والاسيرين اى جعلها موقوفة وماقسمها بين الغانمين وابى ان يأخذ شيأ من ذلك ينتظر الاذن من الله فعظم ذلك على اصحاب السرية وظنوا ان قد هلكوا وسقط فى ايديهم وقالوا يارسول الله انا قتلنا ابن الحضرمى ثم امسينا فنظرنا الى هلال رجب فلا ندرى أفى رجب اصبناه ام فى جمادى فاكثر الناس فى ذلك فانزل الله هذه الآية فاخذ رسول الله العير فعزل منها الخمس وكان اول خمس فى الاسلام وقسم الباقى بين اصحاب السرية وكانت اول غنيمة فى الاسلام وبعث اهل مكة فى فداء اسيريهم فقال بل نقفهما حتى يقدم سعد وعتبة وان لم يقدما قتلناهما بهما فلما قدما فاداهما فاما الحكم بن كيسان فاسلم واقام مع رسول الله بالمدينة فقتل يوم بئر معونة شهيدا واما عثمان بن عبدالله فرجع الى مكة فمات بها كافرا واما نوفل فضرب بطن فرسه يوم الاحزاب ليدخل الخندق فوقع فى الخندق مع فرسه فتحطما جميعا وقتله الله فطلب المشركون جيفته بالثمن فقال صلى الله تعالى عليه وسلم خذوه فانه خبيث خبيث الجيفة والدية. والمعنى يسألك المسلمون استعلاما اوالكفار تعنتا عن الشهر الحرام اى رجب سمى به لتحريم القتال فيه ﴿ قتال فيه ﴾ بدل اشتمال من الشهر لان الشهر مشتمل على القتال ﴿ قل ﴾ يامحمد فى جوابهم ﴿ قتال فيه كبير ﴾ اثم عظيم عندالله وقتال مبتدأ خبره كبير وجاز الابتداء بالنكرة لانها وصفت بفيه. والاكثر ان هذه الآية مفسوخة بقوله تعالى (اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم) ﴿ وصد عن سبيل الله ﴾ مبتدأ قد تخصص بالعمل فيما بعده اى ومنع عن الاسلام الموصل للعبد الى الله تعالى ﴿ وكفر به ﴾ اى بالله تعالى ﴿ والمسجد الحرام ﴾ عطف على سبيل الله وحيث كان الصد عن سبيل الله فردا من افراد الكفر به تعالى لم يقدح العطف المذكور فى حسن هذا العطف لانه ليس باجنبى محض اى منع المسلمين عن دخول مكة وزيارة بيت الله ﴿ واخراج اهله ﴾ اى اهل المسجد وهو النبى عليه السلام والمؤمنون ﴿ منه ﴾ اى من المسجد الحرام وهو عطف على وكفر به وجعل المسلمين اهل المسجد وان كانوا خارجين عن مكة لانهم قائمون بما يجب عليهم. من حقه لانهم يصيرون اهلاله فى العاقبة فسماهم باسم العاقبة ولم يسم الكفار اهل المسجد وان كانوا بمكة لان مقامهم

(بمكة)

بمكة عارض ﴿ اكبر عندالله ﴾ خبر للاشياء المعدودة اى هذه الاشياء الاربعة اكبر اثما وعقوبة من قتل المسلمين ابن الحضرمى فى الشهر الحرام لان القتال يحل بحال والكفر لايحل بحال ولانهم كانوا متأولين فى القتال لانهم شكوا فى اليوم ولاتأويل للكفار فى الكفر ﴿ والفتنة ﴾ اى ماارتكبوه من الاخراج والشرك وصد الناس عن الاسلام ابتداء وبقاء ﴿ اكبر من القتل ﴾ اى افظع من قتل الحضرمى فى الشهر الحرام فلما نزلت هذه الآية كتب عبدالله بن انيس الى مؤمنى مكة اذا عيركم المشركون بالقتال فى الشهر الحرام فعيروهم انتم بالكفر واخراج رسول الله من مكة ومنعهم المسلمين عن البيت ﴿ ولا يزالون يقاتلونكم ﴾ بيان لاستحكام عداوتهم واصرارهم على الفتنة فى الدين اى لا يزال الكفار عن قتالكم ايها المؤمنون ﴿ حتى يردوكم عن دينكم ﴾ اى كى يصرفوكم عن دينكم الحق الى دينهم الباطل ﴿ ان استطاعوا ﴾ اشارة الى تصلبهم فى الدين وثبات قدمهم فيه كأنه قيل وأنى لهم ذلك وهو كقول الرجل لعدوه ان ظفرت بى فلاتبق على ولاترحمنى وهو واثق بانه لايظفر به وهو تطييب لقلوب المؤمنين ﴿ ومن يرتدد منكم عن دينه ﴾ اظهار التضعيف لسكون الدال الثانية وبالفتح والادغام على التحريك لالتقاء الساكنين باخف الحركات والارتداد النكوص وهو تحذير من الارتداد اى من يفعل ذلك باضلالهم واغوائهم ﴿ فيمت وهو كافر ﴾ بان لم يرجع الى الاسلام . وفيه ترغيب فى الرجوع الى الاسلام بعد الارتداد الى حين الموت ﴿ فاولئك ﴾ المصرون على الارتداد الى حين الموت ﴿ حبطت ﴾ بطلت وتلاشت ﴿ اعمالهم ﴾ التى كانوا عملوها فى حالة الاسلام حبوطا لاتلافى له قطعا ﴿ فى الدنيا ﴾ وهو قطع حياته وقتله عند الظفر به لارتداده وفوات موالاة المسلمين ونصرهم والثناء الحسن وزوال النكاح وحرمانه من مواريث المسلمين ونحو ذلك مما يجرى على نفس المرتد واهله وماله ﴿ والآخرة ﴾ وهو الثواب وحسن المآب لان عبادتهم لم تصح فى الدنيا فلم يجازوا عليها فى الآخرة وليس المراد من احباط العمل ابطال نفس العمل لان الاعمال اعراض كما توجد تفنى وتزول واعدام المعدوم محال بل المراد به ماذكر من ان الردة الحادثة تزيل ثواب الايمان السابق وثواب ماسبق من ثمراته . وظاهر الآية يقتضى ان تكون الوفاة على الردة شرطا لثبوت الاحكام المذكورة وهى حبوط الاعمال فى الدنيا والآخرة وكون صاحبها من اصحاب النار خالدا فيها وان لايثبت شئ من هذه الاحكام ان اسلم المرتد بعد ردته ولهذا احتج الشافعى بهذه الآية على ان الردة لاتحبط الاعمال حتى يموت صاحبها عليها وعند ابى حنيفة رحمه الله ان الردة تحبط الاعمال مطلقا اى وان رجع مسلما تمسكا بعموم قوله تعالى ﴿ ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون ﴾ وقوله ﴿ ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله ﴾ ويتفرع عليه مسألتان . الاولى ان جماعة من المتكلمين قالوا شرط صحة الايمان والكفر حصول الوفاة عليهما فلا يكون الايمان ايمانا الا اذا مات المؤمن عليه وايضا لايكون الكفر كفرا الا اذا مات الكافر عليه والمسألة الثانية ان المسلم اذا صلى ثم ارتد والعياذ بالله ثم اسلم فى الوقت قال الشافعى لا اعادة عليه . وقال ابو حنيفة يلزمه قضاء ماادى وكذا الكلام فى الحج ﴿ واولئك

اصحاب النار ﴾ ملازموها ﴿ هم فيها خالدون ﴾ كدأب سائر الكفرة فلابد للمؤمن من العمل الصالح ومن الصون عما يبطله وسبب الارتداد عدم اليقين والا فكيف يحوم حول الموحد الحقيقى شيطان وشرك وهو قد تخلص من البرازخ والقيود ووصل الى الرب المعبود والعمل الصالح هو ماارید به وجه الله فان غيره فاسد لاينفع لصاحبه اصلا : قال الحافظ

فردا كه پيشگاه حقيقت شود پديد * شرمنده رهروی كه عمل برمجاز كرد

واحسن الحسنات التوحيد لانه اس الكل ولذلك لا يوزن قال عليه السلام (ان كل حسنة تعملها توزن يوم القيامة الا شهادة ان لااله الاالله فانها لاتوضع فى ميزان لانها لو وضعت فى ميزان من قالها صادقا ووضعت السموات والارضون السبع مافيهن كان لااله الاالله ارجح من ذلك) وجميع الاعمال الصالحة يزيد فى نور الايمان . فعليك بالطاعة والحسنات والوصول الى المعارف الالهية فان العلم بالله افضل الاعمال ولذلك لما قيل يارسول الله أى الاعمال افضل قال (العلم بالله) فقيل نسأل عن العمل وتجيب عن العلم فقال (ان قليل العمل ينفع مع العلم وان كثير العمل لاينفع مع الجهل) وذلك انما يحصل بتصفية الباطن مع صيقل التوحيد وانواع الاذكار ولايعقلها الا العالمون : قال فى المثنوى

ذكر حق كن بانك غولانرا بسوز * چشم نركس را ازين كركس بدوز

قال الشيخ الحسن محمد بن السراج سمعت الجنيد قدس سره يقول رأيت ابليس فى المنام كأنه عريان فقلت ألا تستحي من الناس فقال لوكان هؤلاء من الناس لما اتلاعب بهم كما يتلاعب الصبيان بالكرة فقلت ومن الناس فقال قوم فى المسجد الشونيزى قد انحلوا جسمى واحرقوا قلبى كلما هممت بهم اشاروا الى الله تعالى فاكاد احرق بنور ذكرهم قال فانتبهت وجئت الى المسجد الشونيزى بليل فلما دخلت المسجد اذا انا بثلاث انفس جلوس ورؤسهم مغطاة برقعاتهم فلما أحسوابى اخرج واحد رأسه فقال يا اباالقاسم انت كما قيل بشئ صرت تقبله وتسمعه انظر الى اجتهادهم فى طاعة الله وصفاء اسرارهم عما سواه تعالى فهم من اهل الاسلام الحقيقى * يقول الفقير ناظم هذه الدرر قال لى شيخى العلامة ابقاه الله بالسلامة فى قوله عليه السلام (بدا الاسلام غريبا وسيعود غريبا) المراد بالاسلام هو الاسلام الحقيقى وصاحب لايرتد ابدا وكونه غريبا ان لايوجد له انيس : قال فى المثنوى

بود كبرى درزمان بايزيد * كفت اورا يك مسلمان سعيد
كه چه باشد كرتو اسلام آورى * تا بيابى صد نجات سرورى
كفت اين اسلام اكرهست اى مريد * آنكه دارد شيخ عالم بايزيد
مؤمن ايمان اويم در نهان * كرچه مهرم هست محكم بر دهان
باز ايمان كرخود ايمان شماست * نى بدان ميلستم و نى مشتهاست
آنكه صدميلش سوى ايمان بود * چون شمارا ديد زآن فاترشود
زانكه نامى بيندو معنيش نى * چون بيابانرا مفازه كفتنى

﴿ ان الذين آمنوا ﴾ نزلت فى السرية فان الله تعالى لما فرج عنهم بالآية السابقة ماكانوا فيه من الغم الشديد بقتالهم فى الشهر الحرام طمعوا فيما عندالله من ثوابه فقالوا يارسول الله

در اوائل دفتر دوم در بیان تخیل بر حقیقت سخن الخ

در اواخر دفتر پنجم در بيان دعوت كردن مسلمان كبر را الخ

(لاعقاب)

لاعقاب علينا فيما فعلنا فهل نعطى اجرا وثوابا ونطمع ان يكون سفرنا هذا سفر غزو وطاعة فأنزل الله تعالى هذه الآية لانهم كانوا مؤمنين مهاجرين وكانوا بسبب هذه المقاتلة مجاهدين والذين ثبتوا على ايمانهم فلم يرتدوا ﴿والذين هاجروا﴾ اى فارقوا منازلهم واهلهم ﴿وجاهدوا﴾ المجاهدة استفراغ مافى الوسع اى حاربوا المشركين ﴿فى سبيل الله﴾ فى طاعته لاعلاء دينه ﴿اولئك يرجون﴾ بمالهم من مبادى الفوز ﴿رحمة الله﴾ اى ثوابه ولا يحبط اعمالهم كاعمال المرتدين اثبت لهم الرجاء دون الفوز بالمرجو للايذان بانهم عالمون بان العمل غير موجب للاجر وانما هو بطريق التفضل منه تعالى لا لان فى فوزهم اشتباها ﴿والله غفور﴾ مبالغ فى مغفرة ما فرط من عباده خطأ ﴿رحيم﴾ يجزل لهم الاجر والثواب * قال قتادة هؤلاء خيار هذه الامة ثم جعلهم الله اهل رجاء كما تسمعون وانه من رجا طلب ومن خاف هرب ـ روى ـ انه مر ابو عمرو البكندى يوما بسكة فرأى اقواما ارادوا اخراج شاب من المحلة لفساده وامرأة تبكى قيل انها امه فرحمها ابو عمرو فشفع له اليهم وقال هبوه منى فى هذه المرة فان عاد الى فساده فشأنكم فوهبوه منه فمضى ابو عمرو فلما كان بعد ايام اجتاز بتلك السكة فسمع بكاء العجوز من وراء ذلك الباب فقال فى نفسه لعل الشاب عاد الى فساده فنفى من المحلة فدق عليها الباب وسألها عن حال الشاب فقالت انه مات فسألها عن حاله فقالت لما قرب اجله قال لا تخبرى الجيران بموتى فلقد آذيتهم فانهم سيشتموننى ولا يحضرون جنازتى فاذا دفنتنى فهذا خاتم لى مكتوب عليه بسم الله الرحمن الرحيم فادفنيه معى فاذا فرغت من دفنى فتشفعى لى الى ربى ففعلت وصيته فلما انصرفت عن رأس القبر سمعت صوته يقول انصرفى يا اماه فقد قدمت على رب كريم ونعم ماقيل

ببهانه ميدهد ببها نميدهد ـ قيل ـ ان الحجاج لما احضرته الوفاة كان يقول اللهم اغفر لى فان الناس يزعمون انك لا تفعل ومات بواسط سنة خمس وتسعين وهى مدينته التى انشأها وكان يوم موته يسمى عرس العراق ولم يعلم بموته حتى اشرفت جارية من القصر وهى تبكى وتقول ألا ان مطعم الطعام ومفلق الهام قد مات ثم دفن ووقف رجل من اهل الشام على قبره فقال اللهم لا تحرمنا شفاعة الحجاج وحلف رجل من اهل العراق بالطلاق ان الحجاج فى النار فاستفتى طاوس فقال يغفر الله لمن يشاء وما اظنها الا طلقت فيقال انه استفتى الحسن البصرى فقال اذهب الى زوجتك وكن معها فان لم يكن الحجاج فى النار فما يضركما انكما فى الحرام فقد وقفت من هذا المذكور على ان الله تعالى غفور رحيم يغفر لعبده وان جاء بمثل زبد البحر ذنبا فاللازم للعباد الرجاء من الله تعالى * قال الراغب وهذه المنازل الثلاثة التى هى الايمان والمهاجرة والجهاد هى المعنية بقوله ﴿اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله﴾ ولا سبيل الى المهاجرة الا بعد الايمان ولا الى جهاد الهوى الا بعد هجران الشهوات ومن وصل الى ذلك فحق له ان يرجو رحمته * واعلم ان الهجرة على قسمين. صورية وقد انقطع حكمها بفتح مكة كما قال عليه السلام (لا هجرة بعد الفتح) . ومعنوية وهى السير عن موطن النفس الى الله لفتح كعبة القلب وتخليصها من اصنام الشرك والهوى فيجرى حكمها الى يوم القيامة. وكذا الجهاد فى سبيل الله على قسمين. اصغر وهو الجهاد مع الكفار. واكبر وهو الجهاد مع النفس وانما كان هذا الجهاد اكبر لان غاية

الاول اصلاح الظاهر وغاية الثانی اصلاح الباطن وهو اصعب واقوى . وايضا غاية الاول الوصول الى الجنة والرحمة . وغاية الثانی الوصول الى مشاهدة الحق والجمال المطلق . وايضا غاية الاول الشهادة . وغاية الثانی الصديقية والصديقون اعلى منزلة من الشهداء كما قال تعالى ﴿فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء﴾ فقدم ذكر الصديقين على ذكر الشهداء فاذا وصل المرء الى صلاح النفس بالجهاد الاكبر الذی هو اعز من الكبريت الاحمر يرحم العباد ولا يقصد لهم الضرر ـ حكى ـ ان بعضهم جاء الى بعض المشايخ وخدمه وقال له اريد ان تعلمنی الاسم الاعظم فقال له وفيك اهلية له قال نعم قال اذهب الى باب البلد ثم اخبرنی بما جرى فيه فذهب و جلس على باب البلد فاذا بشيخ حطاب معه حطب على حمار فضربه جندی و اخذ حطبه ظلما فلما رجع الرجل الى الشيخ واخبره بالقصة قال له الشيخ لو كنت تعلم الاسم الاعظم ماتصنع بالجندی قال كنت ادعو عليه بالهلاك فقال له الشيخ اعلم ان الحطاب هو الذی علمنی الاسم الاعظم واعلم ان الاسم الاعظم لا يصلح الا لمن يكون على هذه الصفة من الصبر والرحمة على الخلق والشفقة عليهم : قال السعدی قدس سره

مكن تاتوانی دل خلق ريش * وگر ميكنی ميكنی بيخ خويش

ثم ان قلة الكلام من انفع الاشياء فی اصلاح النفس كما ان اللقمة الطيبة انفع فی اصلاح الطبيعة وصفاء القلب : قال فی المثنوی

طفل جان از شير شيطان باز كن * بعد ازانش با ملك انباز كن
تا تو تاريك و ملول و تيرهٔ * دانكه با ديو لعين همشيرهٔ
لقمهٔ كو نور افزود و كمال * آن بود آورده از كسب حلال
روغنی كايد چراغ ما كشد * آب خوانش چون چراغی را كشد

در اواسط دفتر پنجم در بيان تعظيم كردن ساحران موسى را ع

﴿يسألونك﴾ قال ابن عباس رضی الله عنهما مارأيت قوما كانوا خيرا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ما سألوه الاعن ثلاث عشرة مسألة كلها فی القرآن ماكانوا يسألونه الاعما ينفعهم وينفع المسلمين ﴿عن الخمر﴾ اى عن حكم تعاطيها بقرينة الجواب لان الحل والحرمة والاثم والطاعة انما هی من عوارض افعال المكلفين ولا اثم فی ذوات الاشياء واعيانها ويدخل فی تعاطی الخمر البيع والشراء وغيرهما مما يدخل تحت التصرف على خلاف الشرع . والخمر مصدر خمره اى ستره سمى به من عصير العنب ماغلى واشتد وقذف بالزبد لتغطيتها العقل والتميز كأنها نفس الستر كما سميت سكرا لانها تسكرها اى تحجزها ﴿و﴾ عن تعاطی ﴿الميسر﴾ مصدر ميمی من يسر كالموعد والمرجع يقال يسرته اذا قمرته واشتقاقه اما من اليسر لانه اخذ المال بيسر من غير كد وتعب واما من اليسار لانه سلب له ويدخل فيه جميع انواع القمار والشطرنج وغيرهما حتى لعب الصبيان بالجوز و الكعاب ﴿قل فيهما﴾ اى فی تعاطی الخمر والميسر واستعمالهما ﴿اثم كبير﴾ لما ان الاول مسلبة للعقول التی هی قطب الدين والدنيا مع كون كل منهما متلفة للاموال ﴿و منافع للناس﴾ من كسب الطرب والمغالاة بثمن الخمر اذا جلبوها من الاطراف وفيها تقوية الضعيف وهضم الطعام والاعانة على الباءة اى الجماع

وتسلية المحزون وتشجيع الجبان وتسخية البخيل وتصفية اللون وانطاق الفتى الى وتهييج الهمة . ومنافع الميسر اصابة المال من غير كد ولاتعب وانتفاع الفقراء بلحم الجزور فانهم كانوا يفرقونها على المحتاجين * قال الواقدي، وربما قمر الواحد منهم فى مجلس مائة بعير فيصيب مالا عظيما بلا نصب ولا ثمن ثم يعطيه المحتاجين فيكتسب المدح والثناء ﴿ واثمهما اكبر من نفعهما ﴾ وفى الخمر ايقاع العداوة والبغضاء والصد عن ذكر الله وعن الصلاة وهى تسفه الحليم ويصير شاربها بحيث يلعب ببوله وعذرته وقيئه كما ذكر ابن ابى الدنيا انه مر على سكران وهو يبول فى يده ويمسح به وجهه كهيئة المتوضئ ويقول الحمد لله الذى جعل الاسلام نورا والماء طهورا . وفى الميسر انه اذا ذهب ماله من غير عوض ساءه ذلك فعادى صاحبه وقصده بالسوء * قال المفسرون تواردت فى الخمر اربع آيات نزلت بمكة ﴿ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا﴾ فطفق المسلمون يشربونها وهى لهم حلال يومئذ ثم ان عمر ومعاذا ونفرا من الصحابة رضى الله تعالى عنهم قالوا افتنا يارسول الله فى الخمر فانها مذهبة للعقل فنزلت ﴿يسألونك عن الخمر والميسر﴾ الآية فشربها قوم وقالوا نأخذ منفعتها ونترك اثمها وتركها آخرون وقالوا لاحاجة لنا فيما فيه اثم كبير ثم ان عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه دعا ناسا منهم فشربوا وسكروا فام احدهم فقرأ قل ياايها الكافرون اعبد ما تعبدون الى آخر السورة بدون لا فى لا اعبد فنزلت ﴿لاتقربوا الصلوة وانتم سكارى﴾ الآية فقل من يشربها وقالوا لاخير فى شئ يحول بيننا وبين الصلاة وشربها قوم فى غير حين الصلاة حتى كان الرجل يشربها بعد صلاة العشاء فيصبح وقد زال عنه السكر ويشرب بعد الصبح فيصحو اذا جاء وقت الظهر ثم اتخذ عتبان بن مالك ضيافة ودعا رجالا من المسلمين فيهم سعد بن ابى وقاص رضى الله عنه وكان قد شوى لهم رأس بعير فأكلوا منه وشربوا الخمر حتى سكروا منها ثم انهم افتخروا عند ذلك وانتسبوا وتناشدوا الاشعار فانشد سعد قصيدة فيها هجاء الانصار وفخر لقومه فاخذ رجل لحى البعير فضرب به رأس سعد فشجه موضحة فانطلق سعد الى رسول الله وشكا اليه الانصارى فقال عمر اللهم بين لنا فى الخمر بيانا شافيا فنزل ﴿انما الخمر والميسر﴾ فى المائدة الى قوله ﴿فهل انتم منتهون﴾ فقال عمر انتهينا يارب . وحرمت الخمر فى السنة الثالثة من الهجرة بعد غزوة الاحزاب بايام * قال القفال والحكمة فى وقوع التحريم على هذا الترتيب انه تعالى علم ان القوم كانوا ألفوا شرب الخمر وكان انتفاعهم به كثيرا وعلم انه لو منعهم دفعة واحدة لشق عليهم فلاجرم استعمل فى التحريم هذا التدريج وهذا الرفق ثم لما نزل التحريم اريقت الخمر * قال ابن عمر رضى الله عنهما خرجنا بالحباب الى الطريق فمنا من كسر حبه ومنا من غسله بالماء والطين ولقد غودرت ازقة المدينة بعد ذلك حينا كلما مطرت استبان فيها لون الخمر وفاحت منها ريحها وحرمت الخمر ولم يكن يومئذ للعرب عيش اعجب منها وماحرم الله عليهم شيأ اشد من الخمر — روى — ان جبريل عليه السلام قال للنبي عليه السلام ان الله تعالى شكر لجعفر الطيار رضى الله عنه اربع خصال كان عليها فى الجاهلية وهو عليها فى الاسلام فسأل النبي عليه الصلاة والسلام جعفرا عن ذلك فقال يارسول الله لولا ان الله اطلعك عليها لما اخبرتك بها ماشربت الخمر قط لانى رأيتها تزيل العقل

وانا الى ان ازيد فيه احوج مني الى ان ازيله . وما عبدت صنما قط لانى رأيته لايضر ولاينفع . ومازنيت قط لغيرتى على اهلى . وما كذبت قط لانى رأيته دناءة * قال عمرو ابن الادهم من اكابر سادة بنى تميم ذاماللخمر لوكان العقل يشترى ما كان شئ انفس منه فالعجب لمن يشترى الحمق بماله فيدخله فى رأسه فيقئ فى جيبه ويسلح فى ذيله * وعن على رضى الله عنه لووقعت قطرة فى بئر فبنيت فى مكانها منارة لم اوذن عليها ولووقعت فى بحر ثم جف فنبت فيه الكلأ لم ارعه * وعن ابن عمر رضى الله عنهما لوادخلت اصبعى فيها لم تتبعنى وهذا هو الايمان والتقى حقا فينبغى للمسلم ان لايخطر بباله شرب الخمر فضلا عن شربها وينقطع عن شاربها فانه اذا خالط شارب الخمر يخاف عليه ان يصيبه من عناره : قال الحسين الواعظ الكاشى

ترا رحمان همى كويدكه اى مؤمن مخور باده * ترا ترسا همى كويدكه درصغرا مخور حلوا
نمى مانى زنا پاكى براى كفتهٔ رحمان * بمانى شهد وشكررا براى كفتهٔ ترسا

وعن بعض الصحابة انه قال من زوج ابنته لشارب الخمر فكأنما ساقها الى الزنى معناه ان شارب الخمر يقع منه الطلاق وهو لايشعر . فالذى يجب على الولى ان لايزوج ابنته ولااخته من فاسق ولاممن يتعاطى المنكرات * واعلم ان خل الخمر حلال ولو بعلاج كالقاء الماء الحار او الملح اوالخبز ولايكره تخليلها وفى الحديث (خير خلكم خل خمركم) هذا هو البيان فى الخمر * واما الميسر فهو القمار والياسر القامر وكان اصل الميسر فى الجزور وذلك ان اهل الثروة من العرب كانوا يشترون جزور اويضمنون ثمنه ولا يؤدونه ليظهر بالقمار انه على من يجب فينحرونها ويجزئونها عشرة اجزاء وقيل ثمانية وعشرين ثم يسهمون عليها بعشرة قداح يقال لها الازلام والاقلام سبعة منها لها انصباء الفذ وله نصيب واحد والتوأم وله نصيبان والرقيب وله ثلاثة والحلس وله اربعة والنافس وله خمسة والمسبل وله ستة والمعلى وله سبعة وثلاثة منها لا انصباء لها وهى المنيح والسفيح والوغد ثم يجعلون القداح فى خريطة تسمى الربابة ويضعونها على يدى عدل عندهم يسمى المجيل والمفيض ثم يجيلها ويجلجلها اى يحركها باليد ويدخل يده فيخرج باسم رجل رجل قدحا قدحا فمن خرج له قدح من ذات الانصباء اخذ النصيب المعين له ومن خرج له قدح مما لا نصيب له وهو الثلاثة لم يأخذ شيأ وغرم ثمن الجزور وكانوا يدفعون تلك الانصباء الى الفقراء ولايأكلون منها ويفتخرون بذلك ويذمون من لايدخل فيه ويسمونه البرم وهو اللئيم العديم المروءة والكرم فهذا اصل القمار الذى كانت العرب تفعله فنهى المسلمون عنه * واختلف فى الميسر هل هو اسم لذلك القمار المعين اوهو اسم لجميع انواع القمار * فقال بعض العلماء المراد من الآية جميع انواع القمار من النرد والشطرنج وغيرهما * وروى أن رجلا خاطر رجلا على ان يأكل كذا كذا بيضة على كذا كذا من المال فقال على رضى الله عنه هذا قمار * وعن ابن سيرين كل شئ فيه خطر فهو من الميسر وعن النبى عليه السلام (اياكم وهاتين الكعبتين المشئومتين فانهما من مياسر العجم) يريد ان النرد والشطرنج ميسر يشير به الى انهما حرام * واما السبق فى الخف والحافر والنشاب فخص بدليل : قال السعدى قدس سره

كهل كشتى و همچنان طفلى * شيخ بودى و همچنان شابى

(تو)

توببازى نشسته درحب وراست * ميرسد تير چرخ بزمانى

جاى كريه است برمصيبت پير * كه توكودك هنوز لعانى

❁ والاشارة فى الآية ان خمر الظاهر كما يتخذ من اجناس مختلفة من العنب والتمر والزبيب والحبوب كالحنطة والشعير والذرة فكذلك خمر الباطل من اجناس مختلفة كالغفلة والشهوة والهوى وحب الدنيا وامثالها وهذه خمور تسكر منها النفوس والعقول الانسانية وفيها اثم كبير ولهذا كل مسكر حرام ومايسكر كثيره فقليله حرام . ومنها مايسكر القلوب والارواح والاسرار فهو شراب الواردات فى اقداح المشاهدات من ساقى تجلى الصفات فاذا دارت على النفوس وانخمدت شهواتها وسكرت القلوب بالمواجيد عن المواجيد والارواح بالشهود عن الوجود والاسرار بلحظ الجمال عن ملاحظة الكمال فهذا شراب نافع للناس حلال فالعجب كل العجب ان قوما اسكرهم وجود الشراب وقوما اسكرهم شهود الساقى كقولهم

فاسكر القوم دور كاس * وكان سكرى من المدير

وفى المثنوى

ما اكر قلاش اكر ديوانه ايم * مست آن ساقى و آن پيمانه ايم [۱]

مست مى هشيار كردد از دبور * مست حق نايد بخود از نفخ صور [۲]

جرعهٔ چون ريخت ساقىٔ الست * برسر اين شوره خاك زير دست [۳]

جوش كرد آن خاك ومازان جرششيم * جرعهٔ ديكركه بس بى كوششيم

واثم الاعراض عن كؤس الوصال فى النهاية اكبر من نفع الطلب الف سنة فى البداية وكما ان سكران الخمر ممنوع من الصلاة فسكران الغفلة والهوى محجوب عن المواصلات واما اثم الميسر فهو ان آثار القمار هى شعار اكثر الديار فى سلوك طريق الحيل والخداع بالفعل والكذب والفحش فى المقال وانه كبير عند الاخيار بعيد عن خصال الابرار واما نفعه فعدم الالتفات الى الكونين وبزل نقوش العالمين فى فردانية نقش الكعبتين واثمهما اكبر من نفعهما لان اثمهما للعوام ونفعهما للخواص والعوام اكثر من الخواص وقليل ماهم كذا فى التأويلات النجمية قدست نفسه الزكية ﴿ ويسألونك ماذا ينفقون ﴾ هو كما يصلح سؤالا عن جنس المنفق يصلح سؤالا عن كميته وقدره فانه لما نزل قوله تعالى (قل ماانفقتم من خير فللوالدين) قال عمرو بن الجموح ماانفق فنزل ﴿ قوله قل العفو ﴾ اى انفقوا العفو وهو نقيض الجهد وهو المشقة ونقيضه اليسر والسهولة فكأنه قيل قل انفق ماسهل وتيسر ولم يشق عليك انفاقه فالعفو من المال مايسهل انفاقه والجهد من المال مايعسر انفاقه والقدر المنفق انما يكون انفاقه سهلا اذا كان فاضلا عن حاجة نفسه وعياله ومن عليه مؤونته ﴿ كذلك ﴾ اى مثل مابين ان العفو اصلح من الجهد والكاف فى محل النصب صفة لمصدر محذوف اى تبيينا مثل هذا التبيين وافراد حرف الخطاب مع تعدد المخاطبين باعتبار القبيل او الفريق او القوم مما هو مفرد اللفظ ومجموع المعنى ﴿ يبين الله لكم الآيات ﴾ الدالة على الاحكام الشرعية لابيانا ادنى منه وتبيين الآيات تنزيلها مبينة الفحوى واضحة المدلول لانه تبيينها بعد ان كانت مشتبهة وملتبسة ﴿ لعلكم تتفكرون فى الدنيا والآخرة ﴾

[۱] در اواخر دفتر دوم دربيان دعا وتوبه آموختن رسول عليه السلام بيماررا

[۲] در اوائل دفتر سوم دربيان رسيدن خواجه وقومش الخ

[۳] در اوائل دفتر پنجم دربيان سبب نام نهادن فرجى در ابتداء حال درويش

ـ يروى ـ ان اول من قال سبحان الله جبريل عليه السلام وذلك انه لما خلقه الله وقع نظره على العرش وعظمته فقال سبحان الله فمن قالها نال ثواب جبريل . واول من قال الحمد لله آدم الصفى عليه الصلاة والسلام حين نفخ فيه الروح فمن قالها نال نصيبا من فضل آدم . واول من قال لااله الاالله نوح النجى عليه السلام حين مشاهدة الطوفان وشدة البلاء فمن قالها اخذ حظا وافرا من ثواب نوح . واول من قال الله اكبر ابراهيم الخليل عليه السلام حين شاهد فداء اسماعيل وهو الكبش فمن قالها نال فيضا من فيض ابراهيم اللهم اجعلنا من الذاكرين الشاكرين آمين يارب العالمين ﴿ويسألونك عن اليتامى﴾ اى عن مخالطتهم لان السؤال عن الشئ ينصرف الى ماهو معظم المقصود منه وهو ههنا المخالطة والكفالة وذلك بعد نزول قوله تعالى ﴿ان الذين يأكلون اموال اليتامى ظلما﴾ فتركوا مخالطتهم ومؤاكلتهم حتى لوكان عند رجل يتيم يجعل له بيتا على حدة وطعاما على حدة وعزلوا اموال اليتامى عن اموالهم وكان يصنع لليتيم طعام فيفضل منه شئ فيتركونه ولايأكلونه حتى يفسد فاشتد ذلك عليهم فقال عبدالله بن رواحة يارسول الله مالكلنا منازل يسكنها اليتامى ولا كلنا نجد طعاما وشرابا نفردهما لليتيم فنزلت هذه الآية ﴿قل اصلاح لهم﴾ اى مداخلتهم على وجه الاصلاح لهم ولاموالهم ﴿خير﴾ من مجانبتهم وترك الخلطة والنظر عليهم . واصلاح مصدر حذف فاعله تقديره واصلاحكم لهم خير للجانبين اى جانبى المصلح والمصلح له اما الاول فلمافيه من الثواب واما الثانى فلما فيه من توفر اموال اليتامى والتزايد ﴿وان تخالطوهم﴾ وتعاشروهم على وجه ينفعهم ﴿فاخوانكم﴾ اى فهم اخوانكم فى الدين الذى هواقوى من العلاقة النسبية ومن حق الاخ ان يخالط الاخ بالاصلاح والنفع * قال ابن عباس رضى الله عنهما المخالطة ان تأكل من تمره ولبنه وقصعته وهو يأكل من تمرك ولبنك وقصعتك وهو اذا اصاب من مال اليتيم بقدر عمله له اودونه فلايزيد على اجر مثله وقد قال تعالى ﴿ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف﴾ وقد تكون المخالطة بخلط المال وتناول الكل منه وهو منهى شرعا * قال ابوعبيد هذه الآية عندى اصل لمايفعله الرفقاء فى الاسفار فانهم يتخارجون النفقات بينهم بالسوية وقد يتفاوتون فى قلة المطعم وكثرته وليس كل من قل مطعمه تطيب نفسه بالتفضل على رفيقه فلما كان هذا فى اموال اليتامى واسعا كان فى غيرهم اوسع ولولا ذلك لخفت ان يضيق فيه الامر على الناس وقد حملت المخالطة على المصاهرة وهو ان يكون ابنا فيزوجه ابنته اوتكون بنتا فيزوجها ابنه فتتأكد الالفة ويخلطه بنفسه وبعشيرته ايناسا لوحشته وازالة لوحدته وهو مروى عن الحسن ﴿والله يعلم﴾ بمعنى المعرفة المتعدية الى واحد ﴿المفسد﴾ لمال اليتيم ﴿من المصلح﴾ لماله اى لايخفى على الله من داخلهم بافساد واصلاح فيجازيه على حسب مداخلته فاحذروه ولاتحروا غير الاصلاح وفى تقديم المفسد مزيد تهديد ومن لتضمين العلم معنى التميز اى يعلم من يفسد فى امورهم عند المخالطة مميزا له ممن يصلح فيها ﴿ولوشاء الله﴾ اعناتكم وهو الحمل على مكروه ولايطيقه ﴿لاعنتكم﴾ لحملكم على العنت وهو المشقة فلم يطلق لكم مداخلتهم يقال عنت فلان اذا وقع فى امر يخاف منه التلف ﴿ان الله عزيز﴾ غالب يقدر على الاعنات

﴿ حكيم ﴾ يحكم ماتقتضيه الحكمة وتسعه الطاقة وهو دليل على مايفيده كلمة لو من انتفاء مقدمها * واعلم ان مخالطة الايتام من اخلاق الكرام وفى الترحم عليهم فوائد جمة قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (من وضع يده على رأس يتيم ترحما عليه كانت له بكل شعرة تمر عليها يده حسنة) وفى الحديث (ثلاثة فى ظل عرش الله يوم القيامة امرأة مات عنها زوجها وترك عليها يتامى صغارا فخطبت فلم تتزوج وقالت اقيم على اليتامى حتى يغنيهم الله اويموت) يعنى اليتيم (اوهى ورجل له مال صنع طعاما فاطاب صنيعه واحسن نفقته فدعا اليه اليتيم والمسكين وواصل الرحم يوسع له فى رزقه ويمد له فى اجله ويكون تحت ظل عرشه) قال الله تعالى (ياموسى كن لليتيم كالاب الرحيم وكن للارامل كالزوج الشفيق وكن للغريب كالاخ الرفيق اكن لك كذلك) : قال الحافظ

تيمار غريبان سبب ذكر جميلست * جانا مكر اين قاعده درشهر شما نيست

وفى الحديث (انا وكافل اليتيم) اى القائم بمصالحه سواء كان من مال نفسه ام من مال اليتيم وسواء كان اليتيم قريبا اولا (كهاتين فى الجنة) واشار بالسبابة والوسطى يعنى ان كافل اليتيم يكون فى الجنة مع حضرة النبى عليه الصلاة والسلام لا ان درجته تبلغ درجته : قال الشيخ سعدى قدس سره

چو بينى يتيمى سر افكنده پيش * مده بوسه برروى فرزند خويش
ألا تانكريد كه عرش عظيم * بلرزد همى چون بكريد يتيم

ويجتنب كل الاجتناب عن اخلال حق من حقوقه واكل حبة من ماله وعن ظلمه وقهره ــ يحكى ــ ان رستم بن زال بارز مع اسفنديار فلم يقدر عليه مع زيادة قوته وكان اسفنديار يجرحه فى كل حمل دون رستم وكان بدن اسفنديار كجلد السمك لايعمل فيه شئ ثم ان رستم تشاور مع ابيه زال فى ذلك فقال له ابوه انك لاتقدر عليه الا ان تعمل سهما ذا فقارين وتصيب به عينى اسفنديار ففعل ذلك فرمى فاصاب فغلب عليه بذلك فيحكى فى سبب ذلك ان اسفنديار كان قد ضرب فى شيبته يتيما بغصن ففقأ به عينه وابكاه ثم ان اليتيم اخذ ذلك الغصن وغرسه فلما صار شجرا اخذ رستم غصنا من اغصانه ونحت منه سهمه الذى اصاب به عينى اسفنديار * ويؤدب اليتيم الذى فى حجره كتأديبه ولده فانه مسئول عنه يوم القيامة ويصلح حاله * والتأديب على انواع . منها الوعيد . ومنها الضرب . ومنها حبس المنافع والعطية والبر فان بين النفوس تفاوتا فنفس تخضع بالغلظة والشدة ولواستعملت معها الرفق والبر لافسدها ونفس بالعكس وقد جعل الله الحدود والتعزير لتأديب العباد على قدر مايأتون من المنكر فادب الاحرار الى السلطان وادب المماليك والاولاد الى السادات والآباء وهو مأجور على التأديب ومسئول عنه قال الله تعالى ﴿ قوا انفسكم واهليكم نارا ﴾ وفى الحديث (كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته) وفى قوله تعالى ﴿ وان تخالطوهم فاخوانكم ﴾ اشارة الى ان المرء ينبغى ان يتعود الاكل مع الناس فان شر الناس من اكل وحده وفى الحديث (ان من احب الطعام الى الله ما كثرت عليه الايدى) ذكره فى العوارف وذكر فى المصابيح ان اصحاب النبى عليه السلام قالوا يارسول الله انا نأكل ولانشبع قال (لعلكم تفترقون) قالوا نعم قال (فاجتمعوا على طعامكم واذكروا اسم الله

(تعالى)

تعالى) * ومن اللطائف ما يحكى انه قيل لجحين صاحب النوادر تغديت عند فلان قال لا ولكن مررت ببابه وهو يتغدى فقيل كيف علمت قال رأيت غلمانه بايديهم قسى البنادق يرمون الطير فى الهواء قيل لبخيل من اشجع الناس فقال من يسمع وقع اضراس الناس فلا تنشق مرارته وفى الحديث (من اضاف مؤمنا فكأنما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فكأنما اضاف آدم وحواء) كذا فى الرسالة العلية لحسين الواعظ ﴿ ولا تنكحوا ﴾ بفتح التاء اى لا تتزوجوا ﴿ المشركات ﴾ اى الحربيات فان الكتابيات وان كانت من المشركات الا انه يجوز تزوجها عند الجمهور استدلالا بقوله تعالى فى سورة المائدة (والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم) وسورة المائدة كلها ثابتة لم ينسخ منها شئ اصلا ﴿ حتى يؤمن ﴾ اى يصدقن بالله وبمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم - روى - انه عليه السلام بعث مرثدا الغنوى الى مكة ليخرج منها اناسا من المسلمين سرا فاتته عناق وكان يهواها فى الجاهلية فقالت ألا تخلو فقال ان الاسلام حال بيننا فقالت هل لك ان تتزوج بى فقال نعم ولكن استأمر رسول الله عليه السلام فاستأمره فنزلت ﴿ ولأمة مؤمنة ﴾ مع مابها من خساسة الرق وقلة الخطر ﴿ خير ﴾ بحسب الدين والدنيا ﴿ من مشركة ﴾ اى امرأة مشركة مع مالها من شرف الحرية ورفعة الشأن ﴿ ولو اعجبتكم ﴾ تلك المشركة بجمالها ومالها ونسبها وبغير ذلك من مبادى الاعجاب وموجبات الرغبة والواو للحال ومعنى كونها للحال كونها عاطفة لمدخولها على حال محذوفة قبلها والتقدير خير من مشركة على كل حال ولو فى هذه الحالة والمقصود من مثل هذا التركيب استقصاء الاحوال * وفى تفسير الكواشى لو هنا بمعنى ان وكذا كل موضع وليها الفعل الماضى وكان جوابها مقدما عليها والمعنى وان كانت المشركة تعجبكم وتحبونها فان المؤمنة خير لكم ﴿ ولا تنكحوا ﴾ بضم التاء من الانكاح ﴿ المشركين ﴾ اى الكفار اعم من الوثنى وغيره اى لا تزوجوا منهم المؤمنات سواء كن حرائر ام اماء ﴿ حتى يؤمنوا ﴾ ويتركوا ماهم عليه من الكفر * قال ابن الشيخ فى حواشيه اى لا تزوجوهم الصغيرات من بناتكم ومن فى حكمهن ممن هو تحت ولايتكم ولا تزوج البالغات من المؤمنات منهم انفسهم فقوله ولا تنكحوا من قبيل تغليب الذكور على الاناث ولا خلاف فى هذا الحكم فان المشرك هنا باق على عمومه ولا يحل تزويج المؤمنة من الكافر البتة على اختلاف انواع الكفر ﴿ ولعبد مؤمن ﴾ مع مابه من ذل المملوكية ﴿ خير من مشرك ﴾ مع مابه من عز المالكية ﴿ ولو اعجبكم ﴾ بماله وجماله وخصاله ﴿ اولئك ﴾ المذكورون من المشركين والمشركات ﴿ يدعون ﴾ من يقارنهم ويعاشرهم ﴿ الى النار ﴾ اى الى ما يؤدى اليها من الكفر والفسوق فلا بد من الاجتناب عن مقارنتهم ومقاربتهم ﴿ والله ﴾ اى واولياؤه يعنى المؤمنين حذف المضاف واقام المضاف اليه مقامه تفخيما لشأنهم ﴿ يدعو الى الجنة والمغفرة ﴾ اى الى الاعتقاد الحق والعمل الصالح الموصلين اليهما فهم الاحقاء بالمواصلة ﴿ باذنه ﴾ متعلق بيدعو اى يدعو ملتبسا بتوفيقه الذى من جملته ارشاد المؤمنين لمقارنيهم الى الخير ونصيحتهم اياهم ﴿ ويبين آياته ﴾ المشتملة على الاحكام الفائقة والحكم الرائقة ﴿ للناس لعلهم يتذكرون ﴾ اى لكى يتذكروا ويعملوا بما فيها فيفوزوا بما دعوا اليه من الجنة والغفران

وايراد التذكر ههنا للاشعار بانه واضح لايحتاج الى التفكر كما فى الاحكام السابقة * فى الآية نهى عن مواصلة الكفار وترغيب فى مواصلة المؤمنين ولاينبغى للمؤمن ان تعجبه المشركة بمالها وجمالها فان من المسلمات من تدفع التعجب * وفى المحيط مسلم رأى نصرانية سمينة وتمنى ان يكون هو نصرانيا حتى يتزوجها يكفر وهذا من حماقته فان السمان الحسنة كثيرة فى الملة الحنيفية ولكن علة الضم هى الجنسية كما قال تعالى (الزانى لاينكح) الازانية اومشركة (وميل الطباع القذرة الى الدنيا العذرة قال تعالى (الخبيثات للخبيثين والطيبات للطيبين) : ونعم ماقيل

همه مرغان كند باجنس پرواز * كبوتر با كبوتر باز باباز

ومن بلاغات الزمخشرى لاترض لمجالستك الااهل مجانستك اى لاترض ان يكون لك جليس من غير جنسك فان العذاب الشديد ليس الاهو * قال فى اسئلة الحكم واما اختلاف الاخلاق فمن تعارف الارواح بعضها ببعض فى عالم الارواح قبل تلاقى الاشباح فى عالم الشهادة فمن تعارف روحه بروح صالح صلح بتعارفه الازلى فمن هنا اختلاف الاخلاق صلاحها وفسادها فلابد من مناسبة امامن الجهة الجسمانية اومن الجهة الروحانية فالجهة الجسمانية راجعة الى قابلية الطين والطبيعة الروحانية راجعة الى المناسبة الروحانية السابقة انتهى * قال الامام السخاوى فى المقاصد الحسنة عند قوله عليه السلام (الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وماتناكر منها اختلف) سبب ورود هذا الحديث مارويته عائشة رضى الله عنها ان امرأة كانت بمكة تدخل على نساء قريش تضحكهن فلما هاجرن ووسع الله تعالى دخلت المدينة قالت عائشة فدخلت على فقلت لها فلانة الى من قدمت قالت اليكن قلت فأين نزلت قالت على فلانة امرأة كانت تضحك بالمدينة قالت عائشة ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال (فلانة المضحكة عندكم) قالت عائشة نعم قال (فعلى من نزلت) قالت على فلانة المضحكة قال (الحمد لله ان الارواح) الخ : قال بعضهم

بينى وبينك فى المحبة نسبة * مستورة عن سر هذا العالم
نحن اللذان تحابيت ارواحنا * من قبل خلق الله طينة آدم

انتهى كلام السخاوى : قال الحسين الكاشفى

جاذب هر جنس راهم جنس دان * جنس بر جنس است عاشق جاودان

وفى المثنوى

تلخ باتلخان يقين ملحق شود * كى دم باطل قرين حق شود
طيبات آمد بسوى طيبين * مر خبيثين را خبيثاتست هين

* واعلم انه ركز فى العقول الميل الى الخير ومخالفة الشر فللعاقل ان يتذكر فان من كان بصيرا بنفسه ومتأملا فى حاله ينقطع عن اخوانه الداعين الى خلاف الحق ويصيخ الى داعى الهوى وقد قال بعض كبار العجم (الله بسى باقى هوس) قال تعالى (انا جعلنا ماعلى الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا) والمقربون قد فروا الى الله تعالى من جميع مافى ارض الوجود ولم يلتفتوا الى شئ سوى وجه الكريم ولم يريدوا من المولى غير المولى فكانوا احسن نية وعملا وهذا صراط مستقيم اللهم الهمنا رشدنا واعذنا من شر نفسنا انك انت المجيب ﴿ ويسألونك ﴾ لعل حكاية الاسئلة

دراوائل دفتر دوم دربيان كلاه بردن كوزكانانك عمر بهمه صوفى زنخدانست

الثلاثة بالواو وحكاية ماعداها بغير عطف انهم سألوا عن هذه الحوادث فى وقت واحد فكأنه قيل يجمعون لك بين السؤال عن الخمر والميسر والسؤال عن الانفاق والسؤال عن كذا وعن كذا بخلاف ماعداها فانهم سألوها فى اوقات متفرقة ﴿ عن المحيض ﴾ مصدر كالمجئ والمبيت والحيض هو اللوث الخارج من الرحم فى وقت معتاد والسؤال فيه نوع ابهام الاانه تبين بالجواب ان سؤالهم كان عن مخالطة النساء فى حالة الحيض ﴿ قل هو اذى ﴾ اى الحيض شئ مستقذر مؤذ من يقربه نفرة منه وكراهة له ـ روى ـ ان اهل الجاهلية كانوا لايساكنون الحيض ولا يؤاكلوهن كدأب المجوس واليهود واستمر الناس على ذلك الى ان سأل عن ذلك ابو الدحداح فى نفر من الصحابة فقال يارسول الله كيف نصنع بالنساء اذا حضن أنقربهن ام لا فنزلت ﴿ فاعتزلوا النساء فى المحيض ﴾ المحيض هنا اسم لمكان ظهور الحيض وهو الفرج اى فاجتنبوا مجامعتهن لماروى ان المسلمين اخذوا بظاهر الاعتزال فأخرجوهن من بيوتهم فقال ناس من الاعراب يارسول الله البرد شديد والثياب قليلة فان آثرناهن هلك سائر اهل البيت وان استأثرنا بها هلكت الحيض فقال صلى الله عليه وسلم (انما امرتم ان تعتزلوا مجامعتهن اذا حضن ولم يأمركم باخراجهن من البيوت كفعل الاعاجم) وهو الاقتصاد بين افراط اليهود وتفريط النصارى فانهم كانوا يجامعوهن ولايبالون بالحيض ﴿ ولاتقربوهن ﴾ بالجماع ﴿ حتى يطهرن ﴾ من الحيض اوينقطع دمهن فذهب ابو حنيفة رحمه الله الى ان له ان يقربها اذا كانت ايامها عشرة بعد انقطاع الدم وان لم تغتسل وفى اقل الحيض لايقربها حتى تغتسل اويمضى عليها وقت صلاة ﴿ فاذا تطهرن ﴾ اى اغتسلن فان التطهر هو الاغتسال ﴿ فأتوهن من حيث امركم الله ﴾ اى من المأتى الذى حلله لكم وهو القبل ﴿ ان الله يحب التوابين ﴾ من الذنوب ﴿ ويحب المتطهرين ﴾ المتنزهين عن الفواحش والاقذار كمجامعة الحائض والاتيان فى غير المأتى ﴿ نساؤكم حرث لكم ﴾ اى مواضع حرث لكم شبهن بها لمابين مايلقى فى أرحامهن من النطف وبين البذور من المشابهة من حيث ان كلا منهما مادة لمايحصل منه . والفرق بين الحرث والزرع ان الحرث القاء البذر وتهيئة الارض والزرع مراعاته وانباته ولهذا قال تعالى (افرأيتم ماتحرثون ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون) فأثبت لهم الحرث ونفى عنهم الزرع ﴿ فأتوا حرثكم ﴾ لماعبر عنهن بالحرث عبر عن مجامعتهن بالاتيان ﴿ أنى شئتم ﴾ أنى هنا بمعنى كيف اى كيف شئتم ومن أى شق وجهة اردتم بعد ان يكون المأتى واحدا وهو موضع الحرث لان الدبر ليس موضع الحرث فلم يمكن حمل قوله أنى شئتم على التخيير فى الامكنة حتى يجوز اتيان النساء فى ادبارهن فيكون محمولا على التخيير فى الكيفيات ويدل على هذا ماروى فى سبب نزول الآية من ان اليهود كانوا يزعمون ان من اتى امرأته فى قبلها من دبرها يأتى ولده احول فذكر ذلك لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فنزلت الآية ردا عليهم ببيان ان المقصود من عقد النكاح هو اتيان موضع الحراثة على أى كيفية كانت وفى الحديث (ملعون من اتى امرأته فى دبرها) وهو اللواطة الصغرى والاتيان فى دبر الذكر اكبر لواطة منه * قال الامام من قبل غلاما بشهوة فكأنما زنى بامه سبعين مرة ومن زنى مع امه مرة فكأنما زنى بسبعين بكرا ومن زنى مع البكر مرة فكانما زنى بسبعين الف

امرأة وحكم اللواطة التعزير والحبس فى السجن حتى يتوب وعندهما يحد حد الزنى فيجلد ان لم يكن محصنا ويرجم ان كان محصنا ﴿ وقدموا لانفسكم ﴾ من الاعمال الصالحة مايكون الثواب الموعود له ذخيرة محفوظة لكم عند الله ليوم احتياجكم اليه ولاتكونوا فى قربانهن على قيد قضاء الشهوة بل كونوا فى قيد تقديم الطاعة مع ملاحظة الحكم المقصود من شرع النكاح وهو الولد ﴿ واتقوا الله ﴾ بالاجتناب عن معاصيه التى من جملتها ماعد من الامور ﴿ واعلموا انكم ملاقوه ﴾ الهاء راجع الى الله تعالى فلابد من حذف مضاف اى ملاقوا جزائه فتزودوا مالا تفضحون به ﴿ وبشر ﴾ يامحمد ﴿ المؤمنين ﴾ الذين تلقوا ماخوطبوا به من الاوامر والنواهى بحسن القبول والامتثال بمايقصر عنه البيان من الكرامة والنعيم المقيم

درامان خانهٔ ايمان بنشين ايمن باش * كرامان بايدت البته مرو زين مأمن

فالعلامة فى ذلك ان الذى يكون ايمانه عطاء يمنعه ايمانه من الذنوب ويرغبه فى الطاعات والذى هو عارية لايمنعه من الذنوب ولا يرغبه فى الطاعات اى لايحثه على الطاعات لانه لاتدبير له فى مكان هو فيه عارية اى لايستقر الايمان فى مكان هو فيه عارية وفى قوله تعالى ﴿ واعلموا انكم ملاقوه ﴾ اشارة الى ان على المرء ان يتذكر مرجعه ومصيره ويتدارك ماينتفع به فى معاده من الاعمال الصالحة واقل المرتبة العمل للآخرة . واما اعلى المراتب وافضل المقاصد والمطالب فالله تعالى كما قال تعالى (قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون) وذلك لان العمل لله تعالى لالطلب الجنة ولا لخوف النار وفى التأويلات النجمية كما ان للنساء محيضا فى الظاهر وهو سبب نقصان ايمانهن لمنعهن عن الصلاة والصوم فكذلك للرجال محيض فى الباطن هو سبب نقصان ايمانهم لمنعهم عن حقيقة الصلاة وهى المناجاة وعن حقيقة الصوم وهى الامساك عن مشتهيات النفس وكما ان المحيض هو سيلان الدم من الفرج فكذلك الهوى هو غلبات دواعى الصفات البشرية والحاجات الانسانية فكلما غلب الهوى تكدر الصفا وحصل الاذى وقد قيل قطرة من الهوى تكدر بحرا من الصفا فحينئذ منعت النفس عن الصلاة والصوم فى الحقيقة وان كانت مشغولة بهما . وطبقات المؤمنين ثلاث العوام والخواص وخاص الخاص . اما العوام فلما كانوا اهل الغيبة عن الحقيقة ابيح لهم السكون الى اشكالهم اذا كان على وصف الاذن وقيل لهم (نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم) انى شئتم واما الخواص فلما كانوا بوصف الحضور يلزم عليهم المساكنة الى امثالهم وقيل لهم (قل الله ثم ذرهم) فهم سلكوا مسالك التفريد حتى وصلوا الى كعبة التوحيد . واما خاص الخاص فهم الرجال البالغون الواصلون الى عالم الحقيقة المتصرفون فيما سوى الله بخلافة الحق فهم رجال الله ومادون الله نساؤهم فقيل لهم (نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم) فهم الانبياء وخواص الاولياء فكما ان الدنيا مزرعة الآخرة لقوم فالدنيا والآخرة مزرعتهم ومحرثهم يحرثون فيهما انى شاؤا وكيف شاؤا ومايشاؤن الا ان يشاء الله فقد فنيت مشيئتهم فى مشيئة الله وبقيت قدرة تصرفهم بتقويته فيقدمون لانفسهم لابانفسهم بل هو المقدم لمايقدمون وهو المؤخر لمايؤخرون ثم قال (واتقوا الله واعلموا انكم ملاقوه) يعنى ياخواص الاولياء المتصرفين فى حرث الدنيا والآخرة اتقوا الله بالله فانكم ملاقوا الله لايحجبكم منه شئ (وبشر المؤمنين) بأنهم ملاقوا الله ايضا ان اتقوا الله بالله يعنى مرتبة خواص

الاولياء ميسرة للمؤمنين اذا سعوا فى طلبها حق سعيها : قال الحافظ

جمال يار ندارد نقاب ويرده ولى * غبار ره بنشان تانظر توانى كرد

﴿ ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بين الناس ﴾ روى ان بشير ابن نعمان الانصارى كان قدطلق زوجته التى هى اخت عبدالله بن رواحة واراد ان يتزوجها بعد ذلك وكان عبدالله قدحلف على ان لايدخل على بشير ولايكلمه ولايصلح بينه وبين اخته فاذاقيل له فى ذلك قال قدحلفت بالله ان لاافعل ولايحل لى الا ان لااحفظ يمينى وابرفيه فانزل الله تعالى هذه الآية . والعرضة فعلة بمعنى المعروض جعل اسما لمايعرض دون الشئ اى يجعل قدامه بحيث يصير حاجزا ومانعا منه من عرض العود على الاناء اى جعل العود على الاناء وستره به بحيث يكون حاجزا وحائلا بين الاناء ومايتوجه اليه والمعنى لاتجعلوا ذكر الله والحلف به مانعا لما حلفتم عليه من انواع الخير كالبر والاتقاء والاصلاح فان الحلف بالله لايمنع ذلك فيكون لفظ الايمان مجازا مرسلا عن الخيرات المحلوف عليها سمى المحلوف عليه يمينا لتعلق اليمين به واللام فى لأيمانكم متعلق بقوله عرضة تعلق المفعولية لاتعلق العلية لان العرضة ماعرضته دون الشئ فاعترضه اى ماتجعله انت قدام شئ آخر فيقع قدامه فيكون المعنى لاتجعلوا الحلف بالله شيأ عرض او وقع قدام المحلوف عليه الذى هو البر والخير ويصير مانعا من الاتيان به وان تبروا عطف بيان لايمانكم اى للامور المحلوف عليها التى هى البر والتقوى والاصلاح ﴿ والله سميع ﴾ لايمانكم ﴿ عليم ﴾ بنياتكم حتى ان تركتم الحلف تعظيما لله واجلالا له من ان تستشهدوا باسمه الكريم فى الاغراض العاجلة يعلم مافى قلوبكم ونيتكم فحافظوا على ماكلفتموه وفى المثنوى

ازپى آن كفت حق خودرا سميع * تا ببندى لب ز كفتار شنيع
ازپى آن كفت حق خودرا بصير * كه بود ديدويت هردم نذير
ازپى آن كفت حق خودرا عليم * تانينديشى فسادى تو زبيم

والآية عامة فى كل من كان يحلف بالله ان لايحسن لاحد ولايتقى من العصيان فيعمل مااشتهت نفسه وان لايصلح بين الناس اذا وقع فيهم العداوة والبغضاء فكانه قال تعالى كل ذلك خير وطاعة لايمنعها حلفكم فان حلفتم عليها فلتكفروا عن حلفكم ولتفعلوا تلك الخيرات من البر والتقوى والاصلاح بين الناس ولاتقولوا نحن حلفنا بالله فنخاف من اليمين به ان نفعله فنحنث فى يميننا فالحنث اولى من البر فيمايتعلق بالبر والتقوى والاصلاح قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا فليكفر عن يمينه ثم ليفعل الذى هو خير) والكفارة قبل اليمين غير جائزة وبعد الحنث واجبة اتفاقا . ولاتجوز قبل الحنث بعين اليمين عند اسحق رحمه الله * وفى الشرعة ولايروج سلعته اى متاعه بالحلف لاصادقا ولاكاذبا لانه ان كان كاذبا فقد جاء باليمين الغموس وهى من الكبائر التى تزر الديار بلاقع وان كان صادقا قدجعل الله عرضة لايمانه واساء فيه اذ الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر الله من غير ضرورة ومن حلف بالله فى كل قليل وكثير انطلق لسانه بذلك ولايبقى اليمين فى قلبه فلايؤمن اقدامه على الايمان

الكاذبة فيختل ماهو الغرض الاصلى من اليمين وفى الخبر (ويل للتاجر من بلى والله ولا والله) * وفى بستان العارفين ويكره ان يصل على النبى عليه السلام فى عرض السلعة فيقول صلى الله على محمد مااجود هذا وقال عليه السلام (التجار هم الفجار) قيل ولم يارسول الله وقد أحل الله البيع فقال (لانهم يحلفون ويأثمون ويحدثون فيكذبون) ولا يحلف على الله بشئ نحو ان يقول والله ليفعلن الله كذا ولو اقسم ولى الله مثل القسم المذكور لابرّ الله وصدقه فى يمينه كرامة له * وكان ابو حفص رحمه الله يمشى ذات يوم فاستقبله رستاقى مدهوش فقال له ابو حفص ما اصابك قال ضل حمارى ولا املك غيره فوقف ابو حفص وقال وعزتك لا اخطو خطوة مالم ترد حماره فظهر الحمار فى الوقت كذا فى شرح المشارق ﴿ لايؤاخذكم الله باللغو ﴾ اللغو ماسقط من الكلام عن درجة الاعتبار يقال لغا لغوا اذا قال باطلا ﴿ فى ايمانكم ﴾ جمع يمين وهو الحلف وسميت بها لمعنيين . احدهما انها من اليمين التى هى اليد اليمنى وكانوا اذا تحالفوا فى العهود تصافحوا بالايمان فسميت بذلك . والثانى ان اليمين هى القوة قال تعالى (لأخذنا منه باليمين) وسميت به لان الحالف يتقوى بيمينه على حفظ ماحلف عليه من فعل اوترك والمراد باللغو فى الايمان مالاعقد معه ولاقصد وهو ان يحلف الرجل بالله على شئ يظن انه صادق فيه وليس كذلك سواء كان الذى يحلف عليه ماضيا اوغيره فليس له اثم ولا كفارة هذا عند ابى حنيفة واما عند الشافعى فلغو اليمين ماسبق اليه اللسان بلاقصد الحلف نحو لا والله وبلى والله مما يؤكدون به كلامهم من غير اخطار الحلف بالبال ولو قيل لواحد منهم سمعتك تحلف فى المسجد الحرام لانكر ذلك ولعله قال لا والله الف مرة . وفى الآية معنيان احدهما لايعاقبكم الله باللغو فى ايمانكم ظنا انكم صادقون فيه ﴿ ولكن يؤاخذكم ﴾ المؤاخذة مفاعلة من الاخذ وهى المعاقبة ههنا ﴿ بما كسبت قلوبكم ﴾ انطوت عليه واقترفت قلوبكم من قصد الاثم بالكذب فى اليمين وهو ان يحلف الرجل على مايعلم انه خلاف مايقوله وهى اليمين الغموس وسميت بالغموس لانغماس صاحبها فى الاثم بها. وثانيهما لاتلزمكم الكفارة بلغو اليمين الذى لاقصد معه ولكن تلزمكم الكفارة بمانوت قلوبكم وقصدت من اليمين لابكسب اللسان وحده * وفى التيسير ان هذه الآية فى مؤاخذة الآخرة فاما المؤاخذة المذكورة فى قوله تعالى (ولكن يؤاخذكم بماعقدتم الايمان) فهى المؤاخذة بالكفارة لكنها فى اليمين المعقودة فالآيتان فى مؤاخذتين مختلفتين ﴿ والله غفور ﴾ حيث لم يؤاخذكم باللغو مع كونه ناشئا عن قلة المبالاة ﴿ حليم ﴾ حيث لم يعجل بالمؤاخذة وفيه ايذان بان المؤاخذة المعاقبة لاايجاب الكفارة اذ هى التى تتعلق بها المغفرة والحلم دونه * والفرق بين الحليم والصبور انه الذى لايشمئز من الامر ثم لايستفزه غضب ولايعتريه غيظ ولايحمله على المسارعة الى الانتقام مع غاية الاقتدار عجلة وطيش كما قال الله تعالى (ولو يؤاخذ الله الناس بظلمهم ماترك عليها من دابة) وحظ العبد من وصف الحليم ظاهر فالحلم من محاسن خصال العباد وفى الحديث (ان الرجل المسلم ليدرك بالحلم مرتبة الصائم القائم) : قال الحسين الواعظ الكاشفى

علم باحلم حال دوى بود * علم بى حلم خاك كوى بود

(بردبارى)

بردباری چو زینت خردست * هر کرا حلم نیست زیور نیست

ثم انه قال قال العلماء اذا حلف بشئ ثم حنث انكان مستقبلا فعليه كفارة وهواليمين المنعقدة وان كان ماضيا فانكان الحالف عالما بالواقع وحلف على خلافه فاليمين كبيرة ولا كفارة عند ابى حنيفة فى الكبائر وعندالشافعى تجب الكفارة فيه وهواليمين الغموس وانكان الحالف جاهلا بالواقع ويرى انه صادق فيه وليس كذلك فلا كفارة فيه وهو يمين اللغو عند ابى حنيفة واليمين الغموس عند الشافعى ويحكم فيه بالكفارة واليمين بالله اوباسم من اسمائه اوبصفة من صفاته فاليمين بالله انيقول والذين اصلى لهوالذى نفسى بيده واليمين باسمائه كقوله والله والرحمن ونحوه واليمين بصفته كقوله وعزةالله وعظمته وجلال الله وقدرته ونحوها ومن حلف بغيرالله مثل انقال والكعبة وبيت الله ونبى الله اوحلف بابيه ونحوه فلايكون يمينا ولاتجب به الكفارة اذاخالف وهى يمين مكروهة قال الشافعى واخشى انتكون معصية وفى الحديث (من حلف بغيرالله فقدأشرك بالله) معناه من حلف بغيرالله تعالى معتقدا تعظيم ذلك الغير فقد أشرك المحلوف به معالله فى التعظيم المختص به ولولم يكن على قصد التعظيم والاعتقاد به فلابأس به كقوله لاوابى ونحو ذلك كما جرت به العادة * قال على الرازى اخاف الكفر على من قال بحياتى وبحياتك وماشبهه ولولاان العامة يقولونه ولايعلمونه لقلت انه الشرك لانه لايمين الابالله ولايحلف بالبراءة من الاسلام فمن فعل ذلك صادقا لن يرجع الى الاسلام سالما وانكان كاذبا خيف عليه الكفر وفى الحديث (من حلف بملة غير الاسلام كاذبا فهو كما قال) وظاهر الحديث يدل على ان المسلم انقال انافعل كذا فانا يهودى ففعل يكفر وبه عمل الشافعى وقال الحنفية لايكفر فحملوا الحديث على التهديد واما ان علقه بالماضى كقوله ان فعلت كذا فانا يهودى وقدفعل فقداختلفت الحنفية والصحيح انه لايكفر انكان يعلم انه يمين وانكان عنده انه يكفر بالحلف يكفر لانه رضى بالكفر وهو محمل الحديث عندالاكثر * وفى الفتاوى البزازية والفتوى على انه يمين يلزم عليه الكفارة * والاشارة فى الآية ان ما يجرى على الظواهر من غير قصد ونية فى البواطن ليس له كثير خطر فى الخير والشر ولازيادة اثر ولوكان له اثر فى الخير لما عاب على قوم (يقولون بالسنتهم ماليس فى قلوبهم) وكذا ما يجرى على اللسان بنية القلب بلافعل الجوارح لوكان مؤثرا فى القبول لما عاب قوما بقوله (كبر مقتا عندالله ان تقولوا مالاتفعلون) ولوكان له اثر فى البر لما وسع على قوم بقوله (لايؤاخذكم الله باللغو فى ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم) وماعفا عن قوم بقوله (الامن اكره وقلبه مطمئن بالايمان) وذلك لان القلب كالارض للزراعة والجوارح كالآلات للحراثة والاعمال والاقوال كالبذر فالبذر مالم يقع فى الارض المربية للزراعة لاينبت وانكان فى آلة من آلات الحراثة فافهم جدا * واما انكان لما يجرى على الظواهر من الخير ادنى آثار فى القلب ولوكان مثقال ذرة فان الله من كمال فضله وكرمه لايضيعه حتى يكون القليل كثيرا والصغير عظيما وانكان لما يجرى على الظواهر من الشر ادنى اثر فى القلب فان الله تعالى من غاية لطفه واحسانه لايؤاخذ العبد به بل يحلم عنه ويترتب عليه

ويغفرله كماقال ﴿والله غفور حليم ﴾ كذا فى التأويلات النجمية ﴿ للذين يؤلون من نسائهم ﴾ الايلاء الحلف وحقه ان يستعمل بعلى لكن لما ضمن هذا القسم معنى البعد عدى بمن اى للذين يبعدون من نسائهم مؤلين ﴿ تربص اربعة اشهر ﴾ اى انتظار هذه المدة واضافته الى الظرف على الاتساع فى الظرف بجريه مجرى المفعول به كما يقال بينهما مسيرة يوم اى مسيرة فى يوم اى لهم ان ينتظروا فى هذه المدة من غير مطالبة بفيء اوطلاق . والايلاء من الزوجة ان يقول الرجل والله لااقربك اربعة اشهر فصاعدا على التقييد بالاشهر اولا اقربك على الاطلاق ولو حلف على ان لايطأها اقل من اربعة اشهر لايكون مؤليا بل هو حالف اذا وطئها قبل مضى تلك المدة يجب عليه كفارة يمين على الاصح . وللايلاء حكمان حكم الحنث وحكم البر. فحكم الحنث وجوب الكفارة بالوطئ فى مدة الايلاء ان كان اليمين بالله ولزوم الجزاء من نحو الطلاق اوالعتاق اوالنذر المسمى ان كان القسم بذلك وحكم البر وقوع طلقة بائنة عند مضى مدة الايلاء وهى اربعة اشهر ان كانت المنكوحة حرة وان كانت المنكوحة امة الغيرتبين بمضى شهرين * قال قتادة كان الايلاء طلاقا لاهل الجاهلية * وقال سعيد بن المسيب كان ذلك من ضرار اهل الجاهلية كان الرجل لايحب امرأته ولايحب ان يتزوجها غيره فيحلف ان لايقربها ابدا فيتركها لاايما ولاذات بعل وكانوا فى ابتداء الاسلام يفعلون ذلك ايضا فازال الله ذلك الضرر عنهن وضرب للزوج مدة يتروى فيها ويتأمل فان رأى المصلحة فى ترك هذه المضارة فعله وان رأى المصلحة فى المفارقة فارقها ﴿ فان فاؤا ﴾ اى ان رجعوا عما حلفوا عليه من ترك الجماع ﴿ فان الله غفور رحيم ﴾ يغفر للمولى بفيئته التى هى كتوبته اثم حنثه عند تكفيره اوماقصد بالايلاء من ضرار المرأة ﴿ وان عزموا الطلاق ﴾ اصل العزم اوالعزيمة عقد القلب على امضاء شئ تريد فعله اى حققوه واكدوه بان ثبتوا فى المدة على ترك القربان حتى مضت المدة ﴿ فان الله سميع ﴾ لطلاقهم ﴿ عليم ﴾ بغرضهم فيه * والاشارة فى تحقيق الآيتين ان يعلم العبد ان الله لايضيع حق احد من عباده لاعلى نفسه ولاعلى غيره فلما تقاصر لسان الزوجة لكونها اسيرة فى يد الزوج فالله تعالى تولى الامر بمراعاة حقها فامر الزوج بالرجوع اليها اوتسريحها فاذا كان حق صحبة الاشكال محفوظا عليك حتى لو اخللت به اخذك بحكمه فحق الحق احق بان يجب مراعاته * وفى تعيين تربص اربعة اشهر فى الفيئ اشارة عجيبة وهى انها مدة تعلق الروح بالجنين كما قال عليه السلام (ان احدكم يجمع خلقه) اى يحرز ويقر مادة خلقه (فى بطن امه) اى فى رحمها من قبيل ذكر الكل وارادة الجزء (اربعين يوما)وعن ابن مسعود رضى الله عنه ان النطفة اذا وقعت فى الرحم فاراد الله ان يخلق منها تنشر فى بشرة المرأة تحت كل ظفر وشعرة فتمكث اربعين ليلة ثم تنزل دما فى الرحم فذاك جمعها (ثم تكون علقة) وهى قطعة دم غليظ جامد (مثل ذلك)اربعين يوما(ثم تكون مضغة) وهى قطعة لحم قدرما يمضغ (مثل ذلك ثم يرسل الله اليه الملك فينفخ فيه الروح) وهذا يدل على ان التصوير يكون فى الاربعين الثالثة (ويؤمر باربع كلمات) يعنى يؤمر الملك بكتابة اربع قضايا وهو معطوف على قوله تكون علقة لان الكتابة فى الاربعين الثانية (بكتب رزقه) روى على صيغة المجهول والمعلوم (واجله) وهو يطلق على مدة الحياة كلها

وهو المراد هنا وعلى منتهاها ومنه قوله تعالى ﴿فاذا جاء اجلهم﴾ وعمله وشقى وهو من وجبت له النار اوسعيد وهو من وجبت له الجنة قدم ذكر الشقى لانه اكثر الناس كذا قال القاضى المراد بكتبه هذه الاشياء اظهارها للملك والاقتضاؤه تعالى سابق على ذلك . فاذا تمهد هذا فمن وقع له من اهل القصد وقفة اوفترة فى اثناء السلوك من ملالة النفس اونفرة الطبع فعلى الشيخ وعلى الاصحاب ان لايفارقوه فى الحقيقة وان يتعاونوا بالهمم العلية لاستجلابه ويتربصوا اربعة اشهر الرجوع فان فاء الى صدق الطلب ورعاية حق الصحبة واستغفر مماجرى منه ونفخ فيه روح الارادة مرة اخرى اقبلوا عليه وعفوا عمالديه فان هذا ربيع لايرعاه الا المهزولون وربع لايسكنه الاالمعزولون ومنهل لايرده الااللاهون وباب لايقرعه الاالماكثون بل هذا شراب لايذوقه الاالعارفون وغناء لايطرب عليه الاالعاشقون وان عزموا بعد مضى اربعة اشهر طلاق منكوحة المواصلة واصروا على ذنب المفارقة فلهم التمسك بعروة هذا فراق بينى وبينك فان الله سميع بمقالتهم عليم بحالتهم : قال السعدى قدس سره

نه مارا درميان عهد و وفا بود * جفا كردى و بد عهدى نمودى

هنوزت كرسر صلحست بازآى * كزان محبوبتر باشى كه بودى

قال اوحد المشايخ فى وقته ابو عبدالله الشيرازى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المنام وهو يقول من عرف طريقا الى الله فسلكه ثم رجع عنه عذبه الله بعذاب لم يعذب به احدا من العالمين كذا فى لواقح الانوار القدسية فى مناقب العلماء والصوفية ﴿والمطلقات﴾ المراد بها ذوات الاقراء من الحرائر المدخول بهن لانه لاعدة على غير المدخول بها وان عدة من لاتحيض لصغر اوكبر اوحمل بالاشهر ووضع الحمل وان عدة الامة قرءان اوشهران واصل التطليق رفع القيد اى المخليات من حبال ازواجهن ﴿يتربصن﴾ خبر فى معنى الامر اى ليتربصن وينتظرن ﴿بانفسهن﴾ الباء للتعدية اى يحملن انفسهن على التربص ويجعلنها متربصة ﴿ثلثة قروء﴾ نصب على الظرفية اى مدة ثلاثة قروء فلاتتزوجن الى انقضائها . والقروء جمع قرء وهو من الاضداد فى كلام العرب يقع على الطهر والحيض والمشهور انه حقيقة فيهما كالشفق اسم للحمرة والبياض جميعا . ذهب ابو حنيفة واصحابه الى ان القروء هى الحيض لان الله تعالى جعل الاعتداد بالاشهر بدلا من الاعتداد بالقرء كما قال ﴿واللائى يئسن من المحيض من نسائكم فعدتهن ثلثة اشهر﴾ فلما شرع ذلك عند ارتفاع الحيض دل على ان الاصل كان هو الحيض وتمسك الشافعى بقوله تعالى ﴿فطلقوهن لعدتهن﴾ على ان المراد بالقروء الاطهار لان اللام فى لعدتهن للوقت ووقت العدة لايجوز ان يكون وقت الحيض لانه تعالى امر بالطلاق والطلاق فى وقت الحيض منهى عنه . وجوابه ان معناه فطلقوهن مستقبلات لعدتهن وهى الحيض الثلاث فالطلاق يقع ثم تأخذ المرأة وتشرع فى العدة وليس معنى الآية ان الطلاق واقع فى العدة وفائدة الخلاف بين الشافعى وابى حنيفة ان مدة العدة عند الشافعى اقصر وعند ابى حنيفة اطول حتى لوطلقها فى حال الطهر يحسب بقية الطهر قرأ وان حاضت عقيبه فى الحال فاذا شرعت فى الحيضة الثالثة انقضت عدتها وعند ابى حنيفة مالم تطهر من الحيضة الثالثة ان كان الطلاق فى حال الطهر

اومن الحيضة الرابعة ان كان الطلاق فى حال الحيض لايحكم بانقضاء عدتها ﴿ ولايحل لهن ان يكتمن ﴾ اى يخفين ﴿ ماخلق الله فى ارحامهن ﴾ من الحبل والحيض بان تقول المرأة لست بحامل اولست بحائض وهى حائض لتبطيل حق الزوج من الولد والرجعة وذلك اذا ارادت المرأة فراق زوجها فكتمت حملها لئلاينتظر بطلاقها ان تضع وربما اسقطت الحمل خوفا ان يعود ولئلايشفق على الولد فيترك تسريحها اوكتمت حيضها استعجالا للطلاق لان الطلاق السنى انمايكون فى الطهر. وفيه دليل على قبول قولهن فى ذلك نفيا واثباتا ﴿ ان كن يؤمن بالله واليوم الآخر ﴾ اى فلايجترئن على ذلك فان قضية الايمان بالله واليوم الآخر الذى يقع فيه الجزاء والعقوبة منافية له قطعا. وفيه تهديد شديد على النساء وليس المراد ان ذلك النهى مشروط بكونها مؤمنة لان المؤمنة والكافرة فى هذا الحكم سواء ﴿ وبعولتهن ﴾ جمع بعل والبعلة المرأة واصل البعل السيد والمالك سمى الزوج بعلا لقيامه بامر زوجته كانه مالك لها ورب والتاء فى البعولة لتأنيث الجمع فان الجمع لكونه بمعنى الجماعة فى حكم المؤنث والتاء زائدة لتأكيد التأنيث ودلت تسمية الزوج بعلا بعد طلاقها الصريح على ان النكاح قائم والحل ثابت والضمير لبعض افراد المطلقات لان هن عام شامل للمطلقة بالطلاق الرجعى والبائن ولاحق لازواج المطلقات البوائن فى النكاح والرجعة ﴿ احق بردهن ﴾ الى النكاح والرجعة اليهن ﴿ فى ذلك ﴾ اى فى زمان التربص فان حق الرجعة انما يثبت للزوج مادامت فى العده واذا انقضى وقت العدة بطل حق الرد والرجعة . وافعل هنا بمعنى الفاعل والمعنى ان ازواجهن حقيقون بردهن اذلا معنى للتفضيل هنا فان غير الازواج لاحق لهم فيهن البتة ولاحق ايضا للنساء فى ذلك حتى لوابت من الرجعة لم يعتد بذلك ﴿ ان ارادوا ﴾ اى الازواج بالرجعة ﴿ اصلاحا ﴾ لمابينهم وبينهن واحسانا اليهن ولم يريدوا مضارتهن كما كانوا يفعلونه فى الجاهلية كان الرجل يطلق امرأته فاذاقرب انقضاء عدتها راجعها ثم بعدمدة طلقها يقصد بذلك تطويل العدة عليها وليس المراد به شرطية قصد الاصلاح بصحة فان الرجعة صحيحة وان راجعها مضارا بها بل هو الحث عليه والزجر عن قصد الضرار ثم انه تعالى لمابين ان المقصود من الرجعة اصلاح حالها لاايصال الضرر اليها بين ان لكل واحد من الزوجين حقا على الآخر فقال ﴿ ولهن ﴾ عليهم من الحقوق ﴿ مثل الذى ﴾ لهم ﴿ عليهن بالمعروف ﴾ قوله بالمعروف متعلق بماتعلق به لهن من الاستقرار اى استقر لهن بالمعروف اى بالوجه الذى لاينكر فى الشرع وعادات الناس فلايكلفهن ماليس لهم ولايعنف احد الزوجين صاحبه ووجه المماثلة بين الحقين هو الوجوب واستحقاق المطالبة لاالاتحاد فى جنس الحقوق مثلا اذا استحقت المرأة على الزوج المهر والنفقة والمسكن لايستحق هو عليها ايضا جنس هذه الحقوق ﴿ وللرجال عليهن درجة ﴾ اى زيادة فى الحق وفضل فيه وفضل الرجل على المرأة فى العقل والدين ومايتفرع عليهما مما لاشك فيه وفضله المناسب بهذا المقام امران. الاول كون مايستحق هو عليها افضل وازيد مماتستحق هى عليه فانه مالك لها مستحق لنفسها لاتصوم تطوعا الاباذنه ولاتخرج من بيتها الاباذنه وقادر على الطلاق فاذا طلقها فهو قادر على مراجعتها شاءت المرأة اوابت . واما المرأة

(فلا)

فلاتملك شيأ من هذه الامور وانما حقها فيه المهر والكفاف وترك الضرار . والثانى ماشار اليه الزجاج بقوله معناه ان المرأة تنال من الرجل من اللذات المتفرعة على النكاح مثل ماينال الرجل منها وله الفضيلة عليها بنفقته والقيام عليها فالفضيلة على هذا فضيلة ماالتزمه فى حقها مما يتعلق بالرحمة والاحسان كالتزام المهر والنفقة والمسكن والذب عنها والقيام بمصالحها ومنعها عن مواقع الآفات عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لوكنت آمرا لاحد ان يسجد لاحد غير الله لامرت المرأة ان تسجد لزوجها) لما عظم الله من حقه عليها قال تعالى ﴿ الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم﴾ فكان قيام المرأة بخدمة الرجل آكد وجوبا لهذه الحقوق الزائدة ﴿والله عزيز﴾ يقدر على الانتقام ممن يخالف احكامه ﴿حكيم﴾ تنطوى شرائعه على الحكم والمصالح * واعلم ان مقاصد الزوجية لاتتم الا اذا كان كل واحد من الزوجين مراعيا حق الآخر مصلحا لاحواله مثل طلب النسل وتربية الولد ومعاشرة كل واحد منهما الآخر بالمعروف وحفظ المنزل وتدبير مافيه وسياسة ماتحت ايديهما الى غير ذلك مما يستحسن شرعا ويليق عادة وفى الحديث (جهاد المرأة حسن التبعل) يقال امرأة حسنة التبعل اذا كانت تحسن عشرة زوجها والقيام بتعلقه فى بيت الزوج وفى الحديث (ايما امرأة ماتت وزوجها راض عنها دخلت الجنة) كما فى رياض الصالحين. ومن الحقوق التزين قال ابن عباس رضى الله عنهما انى لاتزين لامرأتى كما تتزين لقوله تعالى ﴿ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف﴾ ويقال ان المرأة مثل الحمامة اذا نبت لها جناح طارت كذا الرجل اذا زين امرأته بالثياب فلاتجلس بالبيت. وقال رجل مادخل دارى شر قط فقال حكيم ومن اين دخلت امرأتك : قال السعدى قدس سره

دلارام باشد زن نيك خواه * ولى اززن بد خدايا پناه

وقال بعضهم

عصمت زن را بنقام جمال * جلوه حرامست مكريا حلال

ـ حكى ـ انه كان فى بنى اسرائيل رجل صالح وكان له امرأة يحبها حبا شديدا فبعث الله اليه ان يسأله ثلاث حوائج فقال لامرأته حوائجى كثيرة لاادرى ما اعمل فقالت امرأته اسأل حاجة لى وحاجتين لك قال ماتريدين قالت اسأل ربك ان يصيرنى فى صورة ماكانت صورة احسن منها واجمل فسأل ربه فاضاء البيت من حسنها وجمالها فقامت لتخرج من بيتها فقال زوجها الى اين تذهبين قالت الى بعض السلاطين الالاضيع حسنى وجمالى بمثلك ومنع الزوج خروجها ثم بلغ الخبر الى بعض السلاطين فجاء اعوانه واخذوها من زوجها جبرا فقال الرجل اللهم بقى لى عندك حاجتان اجعلها قردة فمسخها الله تعالى قردة فردها الملك من عنده فجاءت الى زوجها ثم قال الرجل اللهم ردها كما كانت اولا فذهبت الحوائج كلها عبثا لاهى افلحت ولاهو ﴿ والاشارة ان المطلقات لما امرن بالعدة وفاء لحق الصحبة وان كان الانقطاع من الزوج لامن الزوجة امرن ان لايقفن غير مقامه بالسرعة ويصبرون حتى يمضى مقدار من المدة الى آخر العدة وكلها دلالات على وفاء الربوبية فى رعاية العبودية فان الله تعالى من كمال كرمه يرخى زمام الفضل

بالاصطناع وان كان من العبد الفصل والانقطاع ويمهل العبد الى انقضاء عدة الجفاء ولايعرض عنه سريعا لاقامة شرط الوفاء لعل العبد فى مدة العدة يتنبه من نوم الغفلة وتحرك داعيته فى ضمير قلبه من نتائج محبة ربه وان ابتلاء بمحنة الفرقة فيقرع باصبع الندامة باب التوبة ويقوم على قدم الغرامة فى طلب الرجعة والاوبة فيقال من كمال الفضل والنوال ياقارع الباب دع نفسك وتعال من طلب منا فلاحا فليلزم عتبتنا مساء وصباحا ﴿ الطلاق ﴾ اى التطليق الرجعى المتقدم ذكره الذى قال تعالى فيه ﴿وبعولتهن احق بردهن﴾ ﴿مرتان﴾ اى دفعتان وذلك لايكون الا على سبيل التفريق فان من اعطى الى آخر درهمين لم يجز أن يقال اعطاه مرتين حتى يعطيه اياها دفعتين فالجمع بين الطلقتين والثلاث فى الايقاع حرام عند ابى حنيفة رحمه الله الا انه سنى الوقوع لا سنى الايقاع فالطلاق الذى يثبت فيه للزوج حق المراجعة هو ان يوجد طلقتان فقط واما بعد الطلقتين بان طلق ثلاثا فلايثبت للزوج حق الرجعة البتة ولاتحل له المرأة الا بعد زوج آخر ثم قوله ﴿ الطلاق مرتان ﴾ وان كان ظاهره الخبر فان معناه الامر لأن حمله على ظاهره يؤدى الى وقوع الخلف فى خبر الله تعالى لانه قد يوجد ايقاع الطلاق على وجه الجمع ولا يجوز الخلف فى خبر الله فكان المراد منه الامر كأنه قيل طلقوهن مرتين اى دفعتين ﴿ فامساك ﴾ اى فالحكم بعد هاتين الطلقتين امساك لهن ﴿ بمعروف ﴾ وهوان يراجعها لا على قصد المضارة بل على قصد الاصلاح وحسن المعاشرة ﴿ اوتسريح ﴾ اى تخلية ﴿ باحسان ﴾ بان يترك المراجعة حين تبين بانقضاء العدة . ومعنى الاحسان فى التسريح انه اذا تركها ادى اليها حقوقها المالية ولايذكرها بعد المفارقة بسوء ولاينفر الناس عنها وجملة الحكم فى هذا الباب ان الحر اذا طلق زوجته طلقة اوطلقتين بعد الدخول بها يجوز له ان يراجعها من غير رضاها مادامت فى العدة وان لم يراجعها حتى تنقضى عدتها اوطلقها قبل الدخول بها اوخالعها فلاتحل له الا بنكاح جديد باذنها واذن وليها فان طلقها ثلاثا فلاتحل له مالم تنكح زوجا غيره واما العبد اذا كانت تحته امة فطلقها طلقتين فانها لاتحل له الا بعد نكاح زوج آخر والاعتبار بالمرأة فى عدد الطلاق عند ابى حنيفة رحمه الله فيملك العبد على زوجته الحرة ثلاث طلقات ولايملك الحر على زوجته الامة الا طلقتين ﴿ ولايحل لكم ﴾ ـ روى ـ ان جميلة بنت عبدالله بن ابى بن سلول كانت تبغض زوجها ثابت بن قيس فاتت رسول الله عليه السلام وقالت لاانا ولاثابت ولايجمع رأسى ورأسه شئ . والله ماعيبه فى دين ولاخلق ولكنى اكره الكفر فى الاسلام ما اطيقه بغضا انى رفعت جانب الخباء فرأيته اقبل فى عدة فاذا هو اشدهم سوادا واقصرهم قامة واقبحهم وجها فنزلت فاختلعت منه بحديقة اصدقها اى سماها ثابت صداقا لها يعنى لما قالت جميلة ماقالت قال ثابت يارسول الله مرها فلترد على الحديقة التى اعطيتها فقال عليه السلام لها (ماتقولين) قالت نعم وازيده فقال عليه السلام (لاحديقته فقط) ثم قال لثابت (خذ منها مااعطيتها وخل سبيلها) ففعل وكان ذلك اول خلع فى الاسلام . والخطاب فى لكم مع الاحكام ليطابق قوله تعالى ﴿ فان خفتم ﴾ فانه خطاب مع الحكام والحكام وان لم يكونوا آخذين ومؤتين حقيقة الا انهم هم الذين يأمرون بالاخذ والايتاء عند الترافع اليهم فكأنهم هم الذين يأخذون

ويؤتون ﴿ ان تأخذوا مما آتيتموهن ﴾ اى تأخذوا منهن بمقابلة الطلاق ما اعطيتموهن من المهور ﴿ شيأ ﴾ اى نزرا يسيرا فضلا عن استرداد الكثير ﴿ الاان يخافا ﴾ اى الزوجان ﴿ ألا يقيما حدودالله ﴾ اى ان لا يراعيا مواجب الزوجية. قوله (الاان يخافا) استثناء مفرغ وان يخافا محله النصب على انه مفعول من اجله مستثنى من العام المحذوف تقديره ولا يحل لكم ان تأخذوا بسبب من الاسباب شيأ الا بسبب خوف عدم اقامة حدودالله ﴿ فان خفتم ﴾ ايها الحكام ﴿ ألا يقيما حدود الله ﴾ اى الحقوق التى اثبتها النكاح وذلك بمشاهدة بعض الامارات والمخايل ﴿ فلاجناح عليهما فيما افتدت به ﴾ اى فيما اعطته المرأة من بدل الخلع لا على الزوج فى اخذ مافدت به نفسها ولا عليها فى اعطائه اياه هذا اذاكان النشوز من قبل المرأة لانها ممنوعة عن اتلاف المال بغير حق اما اذاكان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له ان يأخذ شيأ مما آتاها لقوله تعالى (فلا تأخذوا منه شيأ) ولا يضيق عليها ليلجئها الى الافتداء فان ذلك منهى عنه قال تعالى فى سورة النساء (ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما آتيتموهن) وعموم قوله تعالى (فيما افتدت به) يشعر بجواز المخالعة على قدر المقبوض من الزوج وعلى الازيد والاقل وعليه جمهور الفقهاء ثم ان ظاهر الآية انه لا يباح الخلع الا عند الغضب والخوف وجمهور المجتهدين على جوازه فى حالة الخوف وفى غير حالة الخوف فلابد حينئذ ان يجعل (قوله الاان يخافا) استثناء منقطعا كما فى قوله تعالى (وما كان لمؤمن ان يقتل مؤمنا الا خطأ)اى لكن ان قتل خطأ فدية مسلمة الى اهله * قال البغوى ويجوز الخلع فى غير حال النشوز غير انه يكره لما فيه من قطع الوصلة بلا سبب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان من ابغض الحلال الى الله الطلاق) ﴿ تلك ﴾ اى الاحكام المذكورة ﴿ حدودالله ﴾ اوامره ونواهيه ﴿ فلا تعتدوها ﴾ اى لا تتجاوزوا عنها بالمخالفة والرفض ﴿ ومن يتعد حدودالله فاولئك ﴾ المتعدون ﴿ هم الظالمون ﴾ اى لانفسهم بتعريضها لسخط الله وعقابه * اعلم ان المرأة اذا برئت من مواقع الخلل واتصفت بالعفة فعلى الزوج ان يعاشرها بالمعروف ويصبر على سائر اوضاعها وسوء خلقها ويتأدب بآداب النبي صلى الله عليه وسلم وكان عليه السلام يحسن المعاشرة مع ازواجه المطهرة فحسن معاشرتهن والصبر عليهن مما يحسن الاخلاق فلاجرم يعد الصابر من المجاهدين فى سبيل الله — روى — ان بعض المتعبدين كان يحسن القيام على زوجته الى ان ماتت وعرض عليه التزويج فامتنع وقال الوحدة اروح لقلبى قال فرأيت فى المنام بعد جمعة من وفاتها كأن ابواب السماء قد فتحت وكأن رجالا ينزلون ويسيرون فى الهواء يتبع بعضهم بعضا فكلما نظر الى واحد منهم يقول لمن وراءه هذا هو المشئوم فيقول الآخر نعم ويقول الثالث كذلك فخفت ان اسألهم الى ان مر بى آخرهم فقلت له من هذا المشئوم فقال انت قلت ولم قال كنا نرفع عملك مع اعمال المجاهدين فى سبيل الله تعالى فمنذ جمعة امرنا ان نضع عملك مع المخالفين فلاندرى ما احدثت فقال لاخوانه زوجونى فلم يكن يفارقه زوجتان وثلاث : فى المثنوى

مردى كان مبركه بزورست وبردلى * بانفس اكر جهاد كنى مرد كاملى

ولا يتيسر هذا الا الواحد بعد واحد كما قيل وللحروب رجال وان انت تريد الطلاق فصدق نفسك: كما قيل

هر كه زنفس شوم را داد طلاق * جفتش نبود بزير اين نيلى طاق
از مزبلهٔ نفس قدم بيرون نه * تاروحت كند نسيم وصل استنشاق

ومادام عجوز نفسك تشوش باطنك وتخرب بيت قلبك فالعروس التي هي تجلي الروح لاتتراءى من وراء نقاب السر ولاتجيء بيت مشاهدتك رحم الله امرأ عرف قدره ولم يتعد طوره ﴿ والاشارة في الآية ان اهل الصحبة لايفارقون بجريمة واحدة صدرت من الرفيق الشفيق والصديق الصدوق ولا بجريمتين بل يتجاوزون مرة اومرتين . وفي الثالثة ﴿فامساك بمعروف اوتسريح باحسان﴾ اماصحبة جميلة اوفرقة جميلة كما تجاوز الخضر عن موسى عليهما السلام مرتين وفي الثالثة قال هذا ﴿فراق بيني وبينك﴾ واما الصحبة من غير تعظيم وحرمة وذهاب لذة العمر بالاخلاق الذميمة واضاعة الوقت في تحصيل المقت فغير مرضية في الطريقة ولامحمودة في الشريعة بل قاطعة طريقة الحق وليس لاهل الصحبة اذا اتفقت المفارقة ان يستردوا خواطرهم من الرفقاء بالكلية ويقطعوا رحم الاخوة في الدين ويأخذوا منهم قلوبهم بعدما آتوهم الهمم العلية فان العائد في هبته كالعائد في قيئه ﴿الاان يخافا ان لايقيما حدود الله﴾ في رعاية حقوق الصحبة ﴿فان خفتم ان لايقيما حدود الله﴾ بان تؤدي الى مداهنة اواهمال في حق حقوق الدين ﴿فلاجناح عليهما فيما افتدت به﴾ من الحظوظ لرعاية الحقوق ﴿تلك حدود الله﴾ من الحظوظ والحقوق ﴿فلا تعتدوها﴾ بترك الحقوق لنيل الحظوظ كذا في التأويلات النجمية قدس الله تعالى نفسه الزاكية القدسية ﴿فان طلقها﴾ اى بعد الطلقتين السابقتين ﴿فلاتحل﴾ تلك المرأة ﴿له﴾ لزوجها ﴿من بعد﴾ اى من بعد الطلقة الثالثة لابطريق الرجعة ولابتجديد العقد ﴿حتى تنكح﴾ تتزوج تلك المرأة ﴿زوجا غيره﴾ اى غير المطلق ويسمى الاجنبي زوجا لانه بالعقد يصير زوجا فسماه باسم العاقبة والنكاح هنا العقد دون الوطئ وبه اخذ سعيد بن المسيب واللفظ يشهد له لايقال حتى تطأ المرأة الزوج فان المرأة موطوءة لاواطئة فالآية وان كانت مطلقة لانها انما تدل على ان عدم حلها له يمتد الى ان تتزوج بزوج آخر وينعقد بينهما عقد النكاح من غير تقييد ذلك العقد بكونه مؤديا الى جماع الزوج الثاني لكنها مقيدة بالسنة فالاجماع على اشتراط الاصابة لماروى ان امرأة رفاعة جاءت النبي عليه الصلاة والسلام فقالت ان رفاعة طلقني فبت طلاقي اى قطعه حيث طلقني ثلاثا وان عبدالرحمن بن الزبير تزوجني وان مامعه اى ذكره ليس باغنى عنى من هذه اى الهدبة واخذت من جلبابها فتبسم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال (أتريدين ان ترجعي الى رفاعة) قالت نعم فقال (لاحتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك) والمراد بالعسيلة الجماع شبه لذة الجماع بالعسل ﴿فان طلقها﴾ اى الزوج الثاني بعد الدخول بها ﴿فلاجناح عليهما﴾ اى لااثم على الزوج الاول والمرأة ﴿ان يتراجعا﴾ اى يرجع كل منهما الى صاحبه بعقد جديد ﴿ان ظنا ان يقيما حدود الله﴾ اى ان كان في ظنهما انهما يقيمان حدود الله اى ماحده الله وشرعه من حقوق الزوجية ولم يقل ان علما لان العواقب غير معلومة والانسان لايعلم مافي الغد وانما يظن ظنا ﴿وتلك﴾ اشارة الى الاحكام المذكورة

الى هذا ﴿ حدود الله ﴾ اى احكامه المعينة المحمية من التعرض لها بالتغيير والمخالفة ﴿ يبينها ﴾ بهذا البيان ﴿ لقوم يعلمون ﴾ اى يفهمون ويعملون بمقتضى العلم وتخصيصهم بالذكر مع عموم الدعوة والتبليغ لما انهم المنتفعون بالبيان والجاهل اذا بين له لا يحفظ ولا يتعاهد

نكته كفتن بيش كز فهمان زحكمت بيكمان * جوهرى چند از جواهر ريختن بيش خرست

ثم ان الحكمة فى اشتراط اصابة الزوج الثانى فى التحليل وعدم كفاية مجرد العقد فيه الردع عن المسارعة الى الطلاق فان الغالب ان يستكر الزوج ان يستفرش زوجته رجل آخر وهذا الردع انما يحصل بتوقف الحل على الدخول واما مجرد العقد فليس منه زيادة نفرة وتهييج غيرة فلا يصلح توقف الحل عليه رادعا وزاجرا عن التسرع الى الطلاق والنكاح المعقود بشرط التحليل وهو ان يشترط فى النكاح ان يقتصر على قدر التحليل ولا يستديم زوجيتها فاسد عند الاكثر وجائز عند ابى حنيفة مع الكراهة وعنه انهما ان اضمرا التحليل ولم يصرحا به فلا كراهة * وفى شرح الزيلعى لو خافت المرأة المطلقة ثلاثا ان لا يطلقها المحلل فقالت زوجتك نفسى على ان امرى بيدى اطلق نفسى كلما اردت فقبل جاز النكاح وصار الامر بيدها * وفيه ايضا ومن لطائف الحيل فيه ان تزوج المطلقة من عبد صغير تحرك آلته ثم تملكه بسبب من الاسباب بعد وطئها فيفسخ النكاح بينهما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (لعن الله المحلل والمحلل له) المحلل بكسر اللام والمراد به الزوج الثانى والمحلل له بفتح اللام والمراد به الزوج الاول * فان قلت ما معنى لعنهما * قلت معنى اللعن على المحلل لانه نكح على قصد الفراق والنكاح شرع للدوام وصار كالتيس المستعار والتيس هو الذكر من الغنم وقد يستعيره الناس لاستيلاد الغنم واللعن على المحلل له لانه صار سببا لمثل هذا النكاح والمتسبب شريك المباشر فى الاثم والثواب . او المراد من اللعن اظهار خساستهما اما خساسة المحلل فلمباشرته مثل هذا النكاح بدليل قوله عليه السلام (الا انبئكم بالتيس المستعار) واما خساسة المحلل له فلمباشرة ما ينفر عنه الطبع السليم من عودها اليه بعد مضاجعة غيره اياها واستمتاعه بها لا حقيقة اللعن اذ هو لا يليق بمنصب الرسالة فى حق الامة لانه عليه الصلاة والسلام لم يبعث لعانا ﷺ والاشارة فى الآية ان اهل الصحبة لما تجاوزوا عن زلة الاخوان مرة ومرتين ثم فى الثالثة ان سلكوا طريق الهجران وخرجوا عن مصاحبة الاخوان فلا يحل للاخوان ان يواصلوا الخوان حتى يصاحب الخائن صديقا مثله فان ندم بعد ذلك على افعاله وسئم من ذلك الصديق وامثاله وترك صحبته وخرج عن خصاله ورجع الى صحبة اخوانه واشكاله (فلا جناح عليهم ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما) شرائط العبودية والصحبة فى الله وتلك طرق قربات الله والسائرين الى الله يبينها بالتصريح والتعريض والعبارات والاشارات ﴿ لقوم يعلمون ﴾ المعاريض ويفهمون الاشارات كذا فى التأويلات النجمية * قال احمد بن حضرويه الطريق واضح والدليل لائح والداعى قد اسمع فما التحير بعد هذا الا من العمى : قال الحافظ

وصف رخسارهٔ خورشيد زخفاش مپرس * كه درين آينه صاحب نظران حيرانند

﴿ واذا طلقتم النساء ﴾ اى نساءكم ﴿ فبلغن اجلهن ﴾ اى آخر عدتهن وشارفن منتهاها

ولم يرد حقيقة انقضاء العدة لان العدة اذا انقضت لم يكن للزوج امساكها بالمعروف * نزلت فى رجل من الانصار يدعى ثابت بن يسار طلق امرأته حتى اذا قرب انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها بقصد مضارتها ﴿ فامسكوهن بمعروف ﴾ اى راجعوهن من غير طلب اضرار لهن بالرجعة . والمعروف ما الفته العقول واستحسنته النفوس شرعا وعرفا وعادة والمراد به هنا حسن المعاشر ﴿ اوسرحوهن بمعروف ﴾ اوخلوهن حتى تنقضى عدتهن من غير تطويل ﴿ ولا تمسكوهن ضرارا ﴾ اى ولا تراجعوهن ارادة الاضرار بهن بتطويل العدة والحبس على ان يكون انتصاب ضرارا على العلة او مضارين على الحال * فان قلت لا فرق بين قوله (امسكوهن بمعروف) وبين قوله (لاتمسكوهن ضرارا) لان الامر بالشئ نهى عن ضده فما الفائدة فى التكرار * قلت ان الامر لا يفيد التكرار ولا يدل على كون امتثال المأمور به مطلوبا فى كل الاوقات فدل لاتمسكوهن على المبالغة فى التوصية بالامساك بالمعروف لدلالته على ان الامساك المذكور مطلوب منه فى جميع الاوقات ﴿ لتعتدوا ﴾ متعلق بضرارا اذ المراد تقييده اى لتظلموهن بالالجاء الى الافتداء ﴿ ومن يفعل ذلك ﴾ اى ماذكر من الامساك المؤدى الى الظلم ﴿ فقد ظلم نفسه ﴾ فى ضمن ظلمه لهن بتعريضها للعقاب ﴿ ولا تتخذوا آيات الله ﴾ المنطوية على الاحكام المذكورة اوجميع آياته وهى داخلة فيها دخولا اوليا ﴿ هزوا ﴾ اى مهزوا بها بالاعراض عنها والتهاون فى العمل بما فيها والنهى كناية عن الامر بضده لان المخاطبين مؤمنون ليس من شأنهم الهزؤ بآيات الله اى جدوا فى الاخذ بها والعمل بما فيها وارعوها حق رعايتها : قال الحكيم السنائى قدس سره

دانشت هست وكاربستن كو * خنجرت هست وصف شكستن كو

ولما رغبهم فى رعاية التكاليف والعمل بها بالتهديد على التهاون بها اكد ذلك الامر بذكر نعم الله عليهم بان يشكروها ويقوموا بحقوقها فقال ﴿ واذكروا نعمت الله ﴾ كائنة ﴿ عليكم ﴾ حيث هداكم الى ما فيه سعادتكم الدينية والدنيوية اى قابلوها بالشكر والقيام بحقوقها وقيل واذكروا انعام الله عليكم بان خلقكم رجالا وجعل لكم ازواجا تسكنون اليها وجعل النكاح والطلاق والرجعة بايديكم ولم يضيق عليكم كما ضيق على الاولين حين احل لهم امرأة واحدة ولم يجوز لهم بعد موت المرأة نكاح اخرى ﴿ وما انزل عليكم ﴾ عطف على نعمة الله اى وما انزله الله عليكم ﴿ من الكتاب والحكمة ﴾ اى القرآن والسنة افردهما بالذكر اظهارا لشرفهما ﴿ يعظكم به ﴾ اى بما انزل عليكم حال من فاعل انزل وهو ضمير انزل اى اذكروا نعمة الله وما انزله عليكم واعظا به لكم ومخوفا ﴿ واتقوا الله ﴾ فى شأن المحافظة عليه والقيام بحقوقه الواجبة ﴿ واعلموا ان الله بكل شئ عليم ﴾ فلا يخفى عليه شئ مما تأتون وما تذرون فيؤاخذكم بافانين العذاب ❀ والاشارة فى الآية ان الاذية والمضارة ليست من الاسلام ولا من آثار الايمان ولا من شعار المسلمين عموما كما قال عليه السلام (المؤمن من امنه الناس) وقال (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده) ويتضمن حسن المعاشرة مع الخلق جميعا . فاما الزوجان ففيهما خصوصية بالامر بحسن المعاشرة معهن وترك اذيتهن والمغايظة معهن على وجه اللجاج فاما

تخلية سبيل من غير جفاء اوقيام بحق الصحبة على شرائط الوفاء بلا اعتداء ﴿ومن يفعل ذلك﴾ اى من الاذية والمضارة والاعتداء بالجفاء ﴿فقد ظلم نفسه﴾ لان الله تعالى يجازى الظالم والمظلوم يوم القيامة بان يكافئ المظلوم من حسنات الظالم ويجازى الظالم من سيآت المظلوم والظالم اذا اساء الى غيره صارت نفسه مسيئة واذا احسن صارت نفسه محسنة فترجع اساءة الظالم الى نفسه لا الى نفس غيره حقيقة فانه ظلم نفسه لا غيره ولهذا قال تعالى ﴿ان احسنتم احسنتم لانفسكم وان اسأتم فلها﴾ : قال السعدى قدس سره

مكن تا توانى دل خلق ريش * وكر ميكنى ميكنى بيخ خويش

﴿ ولا تتخذوا آيات الله هزوا ﴾ اى بتلاوة ظاهرها من غير تدبر معانيها وتفهم اشاراتها وتحقق اسرارها وتتبع حقائقها والتنور بانوارها والاتعاظ بمواعظها وحكمها. يقال ان الوعظ كالشاهين فانما يقع على الحى لا على الميت فمن مات قلبه ونعوذ بالله من ذلك لم يتأثر بالمواعظ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (انتم اليوم على بينة من ربكم) يعنى على بيان قد بين لكم طريقكم (ما لم تظهر فيكم السكرتان سكرة العيش وسكرة الجهل) ـ روى ـ انه ضلت راحلة الحسن البصرى فى طريق الحج فلقيه صبى فسأله فعرفها فلما وجد الراحلة سأله الصبى ياشيخ ما تأكل وما تلبس قال آكل خبز الشعير والبس الصوف لاكسر شهوتى بهما قال الصبى كل ماشئت والبس كذلك بعد ان يكونا حلالين قال واين تبيت قال فى الخص وهو بيت من القصب قال لا تظلم وبت حيث شئت فقال الحسن لولا صباك لكسبت منك ما تكلمت به فتبسم الصبى وقال اراك غافلا اخبرتك بالدنيا فقبلت واخبرك بالدين فتأنف من كلامى ارجع الى منزلك فلا حج لك : قال السعدى قدس سره

مرد بايد كه كيرد اندر كوش * ور نوشته است پند بر ديوار

﴿ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن ﴾ اى استوفين عدتهن فالبلوغ هنا عبارة عن حقيقة الانتهاء لان المذكور بعده النكاح ولا يكون ذلك الا بعد الانقضاء العدة ﴿ فلا تعضلوهن ﴾ العضل المنع والحبس والتضييق. والمخاطب بالخطاب الاول هو الازواج. وبالثانى هو الاولياء لما روى ان الآية نزلت فى معقل ابن يسار حين منع اخته جميلة ان ترجع الى زوجها الاول البداح عبيد الله بن عاصم فانه جاء يخطبها بعد انقضاء العدة وارادت المرأة الرجوع فلما سمع معقل الآية قال ارغم انفى وازوج اختى واطيع ربى فالمعنى اذا طلقتم النساء ايها الازواج فلا تعضلوهن ايها الاولياء وهذا وان كان مما لا يخفى ركاكته الا ان جملة الخلائق من حيث حضورهم فى علمه تعالى لما كانت بمثابة جماعة واحدة صح توجيه احد الخطابين الواقعين فى كلام واحد الى بعض وتوجيه الخطاب الآخر الى البعض الآخر ولعل التعريض لبلوغ الاجل مع جواز تزوج الاول قبله ايضا لدفع العضل المذكور حينئذ وليس فيه دلالة على ان ليس للمرأة ان تزوج نفسها والا لا احتيج الى نهى الاولياء عن العضل لما ان النهى لدفع الضرر عنهن فانهن وان قدرن على تزويج انفسهن لكنهن يحترزن عن ذلك مخافة اللوم والقطيعة. وقيل الخطابان للازواج حيث كانوا يعضلون مطلقاتهم ولا يدعونهن يتزوجن من شئن من الازواج

ظلما وقسرا واتباعا لحمية الجاهلية ﴿ ان ينكحن ﴾ اى لا تمنعوهن من ان يتزوجن وفيه دلالة على صحة النكاح بعبارتهن ﴿ ازواجهن ﴾ ان اريد بهم المطلقون فالزوجية اما باعتبار ما كان واما باعتبار مايكون والا فبالاعتبار الاخير على معنى ان ينكحن انفسهن ممن شئن ان يكونوا ازواجالهن ﴿ اذا تراضوا ﴾ اى الخطاب والنساء ظرف لقوله ان ينكحن اى ان ينكحن وقت التراضى ﴿ بينهم ﴾ ظرف للتراضى مفيد لرسوخه واستحكامه ﴿ بالمعروف ﴾ حال من فاعل تراضوا اى اذا تراضوا ملتبسين بالمعروف من العقد الصحيح والمهر الجائز والتزام حسن المعاشرة وشهود عدول. والمعروف مايعرفه الشرع وتستحسنه المروءة وفيه اشعار بان المنع من التزوج بغير كفؤ و بمادون مهر المثل ليس من باب العضل ﴿ ذلك ﴾ اشارة الى مامضى ذكره اى الامر الذى تلى عليكم من ترك العضل ايها الاولياء او الازواج وتوحيد كاف الخطاب مع كون المخاطب جمعا اما على تأويل القبيل او كل واحد اولكون الكاف لمجرد توجيه الكلام الى الحاضر مع قطع النظر عن كونه واحدا اوجمعا ﴿ يوعظ به ﴾ اى ينهى ويؤمر به ﴿ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر ﴾ لانه المتعظ به والمنتفع ﴿ ذلكم ﴾ اى الاتعاظ به والعمل بمقتضاه ﴿ ازكى لكم ﴾ انمى لكم وانفع من زكا الزرع اذا نما فيكون اشارة الى استحقاق الثواب ﴿ واطهر ﴾ من ادناس الآثام واوضار الذنوب والمفضل عليه محذوف للعلم اى من العضل ﴿ والله يعلم ﴾ مافيه من النفع والصلاح والتفصيل ﴿ وانتم لاتعلمون ﴾ لقصور علمكم فان المكلف وان كان يعلم وجه الصلاح فى هذه التكاليف على سبيل الاجمال الا ان التفصيل غير معلوم له واما الله تعالى فانه العالم بتفاصيل الحكم فى كل ماامر به ونهى عنه وبينه لعبـاده

برو علم يك ذره پوشـيده نيست * كه پنهان و پيدا بنزدش يكيست

فدعوا رأيكم وامتثلوا امره تعالى ونهيه فى كل ما تأتون وماتذرون وذلك كما ان الوالد يحمى ولده عن بعض الاطعمة صوناله عن انحراف مزاجه فذلك محض اصلاح له لما انه يعلم مالايعلمه فقد وعظنا الله تعالى فى الكتاب بكل ماهو خير وصواب ونهانا عن كل مايؤدى الى هلاك وتباب ولكن سماع النصيحة لايتيسر الا لاولى الالبـاب كما قال الامام الغزالى قدس سره العالى النصيحة سهل والمشكل قبولهـا لانها فى مذاق متبع الهوى مر اذ المناهى محبوبة فى قلوبهم فالواعظ انما ينفع المؤمن الحقيقى وهو ماوصفه الله فى كتابه فقـال ﴿ انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم ﴾ وعن ابن مسعود رضى الله عنه السعيد من وعظ بغيره ومثالكم فى استماعكم ماقيل ان رجلا اصطاد طيرا فقـال له لا تذبحنى فأى فائدة لك بل خلنى واعلمك ثلاث حكم تنفعك كلها . الاولى لا تترك الفائدة المعلومة بالمظنونة . والثانية لاتصدق الشئ المستحيل. والثالثة لاتمدن يدك الى مالم تبلغه فلما خلاه وطار قال ان فى حوصلتى جوهرة كبيرة لواستخرجتها لفزت فأخذ يدنومنه والطير يتباعد عنه فقال يا احمق ماسرع مانسيت الحكم تركت الفائدة المعلومة بالمظنونة حيث خليتنى والآن تمد يدك الى مالم تنل وصدقتنى فى المستحيل فان حوصلتى لاتسع الاحبـة اوحبتين فكيف يحتمل فيهـا الجوهرة الكبيرة فكذلك انتم

فى استماعكم — روى — ان شقيق البلخى قدس سره كان تاجرا فى اول امره يتجر فى بلاد النصارى فقال له امير النصارى فى أى مدة تجئ وتذهب فقال اجئ فى ثلاثة اشهر واشترى السلع فى ثلاثة واذهب فى ثلاثة وابيع السلع فى ثلاثة فقال الملك فهذه الشهور السنة فما تعبد ربك فتأثر قلبه من هذا الكلام فقام عن التجارة واشتغل بالعبادة فان كان التوفيق رفيق عبد لايزال يقطع المسافات وان مسه الآفات الى ان يصل الى المقصود واذا وكل الى نفسه لايفيده ملام ولايؤثر فيه كلام . ومن النصائح التى نصح بها رسول الله صلى الله عليه وسلم امته قوله عليه الصلاة والسلام (علامة اعراض الله عن العبد اشتغاله بما لايعنيه وان امرأ ذهبت ساعة من عمره فى غير ما خلق له لجدير ان تطول عليه حسرته ومن جاوز الاربعين ولم يغلب خيره شره فليتجهز الى النار) وفى هذه النصيحة كفاية لاهل العلم : قال السعدى قدس سره

بكوى آنچه دانى سخن سودمند * وكر هيچ كس را نيايد پسند
كه فردا پشيمان بر آرد خروش * كه آوخ چرا حق نكردم بكوش

اللهم اجعلنا من المتعظين بمواعظ كلك ﴿ والوالدات ﴾ اى جميع الوالدات مطلقات كن اومزوجات لان اللفظ عام وماقام دليل التخصيص فوجب تركه على عمومه ﴿ يرضعن ﴾ خبر فى معنى الامر اى ليرضعن وارضع مص الثدى للبن ﴿ اولادهن ﴾ جمع ولد وهو المولود ذكرا كان اوانثى ومعنى الامر الندب ووجه الندب ان تربية الطفل بلبن الام اصلح له من سائر الالبان وان شفقة الام اتم من شفقة غيرها ثم ان حكم الندب انما هو على تقدير ان لايتضرر الولد بلبن امه اما اذا بلغ حالة الاضطرار بان لايوجد غير الام اولايرضع الطفل الامنها وعجز الوالد عن الاستئجار فحينئذ يجب عليها الارضاع عند ذلك كما يجب على كل احد مواساة المضطر فى الطعام * واعلم ان حق الارضاع لهن الى ان يتزوجن بغير آباء الاولاد ان كانت مطلقات لانهن يشتغلن بخدمة الازواج فلا يتفرغن لحضانتهم على الوجه الاليق ولان الربيب يتضرر بالراب فانه ينظر اليه شزرا وينفق عليه نزرا ﴿ حولين ﴾ سنتين اصله من حال الشئ يحول اذا انقلب والحول منقلب من الوقت الاول الى الثانى ﴿ كاملين ﴾ تامين اكده بصفة الكمال لانه مما يتسامح فيه فيقال اقمت عند فلان حولين بمكان كذا وانما اقام فيه حولا وبعض الحول ﴿ لمن اراد ان يتم الرضاعة ﴾ بيان للذى توجه اليه حكم الارضاع كأنه قيل هذا الحكم لمن فقيل لمن اراد ان يتم الرضاعة ومن يحتمل ان يراد بها الوالدات فقط اوهن والآباء معا * واعلم ان مدة الرضاع عند ابى حنيفة حولان ونصف وعندهما حولان فقط استدلالا بهذه الآية ولايباح ارضاعه بعد هذا الوقت المخصوص على الخلاف لان اباحته ضرورية لانه جزء الآدمى فيتقدر بقدر الضرورة وقال ابو حنيفة هذه الآية محمولة على مدة استحقاق الاجرة فان الاجماع على ان مدة الرضاع فى استحقاق اجر الرضاع على الاب مقدرة بحولين حتى ان الاب لايجبر على اعطاء اجرة بعد الحولين قال تعالى فان (ارادا فصالا عن تراض) الآية ولو حرم الرضاع بعد الحولين لم يكن لقوله (عن تراض منهما وتشاور) فائدة فالرضاع الذى تثبت به الحرمة هو ما يكون فى ثلاثين شهرا عنده ولا يحرم ما يكون بعدها وعندهما هو ما يكون فى الحولين ولا تحرم ما يكون بعد الحولين وهو مذهب الشافعى

ايضا ثم ان اتمام الحولين غير مشروط عند ابى حنيفة للآية اى لان فى قوله تعالى ﴿لمن اراد ان يتم الرضاعة﴾ دلالة على جواز النقص ولو ارادت التكميل لها مطالبة النفقة واذا نقصت من غير اضرار لا تجبر على الكمال يعنى اذا فطم قبل مضى العدة واستغنى بالطعام لم تكن رضاعا وان لم يستغن يثبت به الحرمة وهو رواية عن ابى حنيفة وعليه الفتوى ذكره الزيلعى ثم انه تعالى كما وصى الام برعاية جانب الطفل فى قوله والولدات الخ وصى الاب برعاية جانب الام حتى تتقوى على رعاية مصلحة الطفل فامره بان يرزقها ويكسوها بالمعروف سواء كان ذلك المعروف محدودا بشرط وعقد ام لا وقد يكون غير محدود الا من جهة العرف لانه اذا قام بما يكفيها من طعامها وكسوتها فقد استغنى عن تقدير الاجرة فقال ﴿وعلى المولود له﴾ اى وعلى الذى يولد له وهو الوالد وانما لم يقل على الوالد ليعلم ان الاولاد للآباء لان الزوجة انما تلد الولد للزوج ولذلك ينسبون اليهم لا الى الامهات ـ روى ـ ان المأمون بن الرشيد لما طلب الخلافة عابه حشام ابن على فقال بلغنى انك تريد الخلافة وكيف تصلح لها وانت ابن امة فقال كان اسماعيل عليه السلام ابن امة واسحق ابن حرة فاخرج الله من صلب اسماعيل خير ولد آدم صلى الله عليه وسلم وانشد

لاتزرين بفتى من ان يكون له * ام من الروم اوسوداء دعجاء
فانما امهات الناس اوعية * مستودعات وللابناء آباء

مكن زنهار اصل عود جو بست * به بين دود ش چو مستى و خو بست

﴿رزقهن وكسوتهن﴾ اى رزق الامهات اذا ارضعن اولادهم ولباسهن وكذا اجر الرضاع للاظئار لانهن يحتجن الى ما يقمن به ابدانهن لان الولد انما يغتذى باللبن وانما يحصل لها ذلك بالاغتذاء وتحتاج هى الى التستر فكان هذا من الحوائج الضرورية ﴿بالمعروف﴾ حسبما يراه الحاكم ويفى به وسعه * فان قيل اذا كانت الزوجية باقية فهى مستحقة للنفقة والكسوة بسبب النكاح سواء ارضعت الولد أو لم ترضعه فما وجه تعلق هذا الاستحقاق بالارضاع * قلنا النفقة والكسوة تجبان فى مقابلة التمكين فاذا اشتغلت بالحضانة والارضاع لم تتفرغ لخدمة الزوج فربما يتوهم متوهم ان نفقتها وكسوتها تسقطان بالخلل الواقع فى خدمة الزوج فقطع الله ذلك الوهم بايجاب الرزق والكسوة وان اشتغلت المرأة بالارضاع هذا ما قال الواحدى فى البسيط ﴿لاتكلف نفس الا وسعها﴾ التكليف الالزام ومعنى تكلف الامر اظهار اثره وقوله وسعها مفعول ثان لان كلف يتعدى الى اثنين كأنه قيل لم لم تجب مؤونة الامهات على انفسهن ولم قيدت تلك المؤون بكونها بالمعروف فاجيب بانهن غير قادرات على الكسب لضعف بنيتهن واحتباسهن لمنفعة الازواج فلو اوجب مؤنهن على انفسهن لزم تكليف العاجز وكذا لو اوجب تلك المؤن على الازواج على خلاف المعروف ﴿لاتضار والدة بولدها﴾ نهى اصله لا تضارر بكسر الراء الاولى فتكون المرأة هى الفاعلة اوبفتح الراء الاولى فتكون المرأة هى المفعول بها الضرار وعلى الاول يكون المعنى لا تفعل المرأة الضرار بالاب بولدها اى بسبب ايصال الضرر الى الولد وذلك بان تمتنع المرأة من ارضاعه مع ان الاب يوسع عليها فى النفقة والكسوة فتلقى

الولد عليه ﴿ ولامولود له بولده ﴾ اى لايفعل الاب الضرار بالام بان ينزع الولد منها مع رغبتها فى امساكه وشدة محبتها له وعلى الوجه الثانى لايفعل الاب الضرار بالام بان ينزع الولد منها ولامولود له بولده اى ولا تفعل الام الضرار بالاب بان تلقى الولد عليه والمعنيان يرجعان الى شئ واحد وهو ان يغيظ احدهما صاحبه بسبب الولد واضافة الولد الى كل منهما الاستعطافهما اليه لانه ليس باجنبى من كل واحد منهما فالحق ان يشفق عليه كل منهما وللتنبيه على انه جدير بان يتفقا على استصلاحه ولاينبغى ان يضرا به اويتضارا بسببه ﴿ وعلى الوارث ﴾ وهو الذى لومات الصبى ورثه اى وارث الصبى عند عدم الاب ممن كان ذا رحم محرم منه بحيث لايجوز النكاح على تقدير ان يكون احدهما ذكرا والآخر انثى لا كل وارث سوآء كان ذا رحم محرم منه اولم يكن وسوآء كان من الرجال اوالنساء ﴿ مثل ذلك ﴾ اى مثل ماوجب على الاب من الرزق والكسوة واجر الرضاع ونفقة المحارم تجب عندنا بهذه الآية ﴿ فان ارادا ﴾ اى الولدان ﴿ فصالا ﴾ وهو الفطام سمى فصالا لانه انما يكون بفصل الطفل عن الاغتذاء بلبن امه الى غيره من الاقوات اى فطاما للصغير عن الرضاع قبل تمام الحولين صادرا ﴿ عن تراض منهما ﴾ اى من الوالدين لا من احدهما فقط لاحتمال اقدامه على مايضر بالولد بان تمل المرأة الارضاع ويبخل الاب باعطاء الاجرة وربما يضر الفطام بجسمه بقطع غذائه قبل وقت فصاله ﴿ وتشاور ﴾ فى شأن الولد وتفحص عن احواله واجماع منهما على استحقاقه للفطام . والتشاور من المشورة وهى استخراج الرأى من المستشار وانما اعتبر اتفاق الوالدين لمافى الاب من الولاية وفى الام من الشفقة وهى اعلم بحال الصبى ﴿ فلا جناح عليهما ﴾ فى ذلك ولاحرج لما ان تراضيهما انما يكون بعد استقرار رأيهما واجتهادهما فى ان صلاح الولد فى الفطام وقلما يتفقان على الخطأ فالحاصل سواء زادا على الحولين الى ثلاثين شهرا اونقصا فلا جناح عليهما فى ذلك بعد استقرار رأيهما الى ماهو خير للصبى ﴿ وان اردتم ﴾ ايها الآباء ﴿ ان تسترضعوا ﴾ المراضع ﴿ اولادكم ﴾ فالمفعول الاول محذوف واسترضع يتعدى الى اثنين بنفسه يقال رضع الولد امه وارضعت المرأة ولدها واسترضعتها الولد وقيل يتعدى الى الثانى بحرف الجر والتقدير لاولادكم اى اذا طلبتم ان تأخذوا ظئرا الارضاع اولادكم ﴿ فلاجناح عليكم ﴾ اى لا اثم عليكم فى الاسترضاع . وفيه دلالة على ان للاب ان يسترضع الولد ويمنع الام من الارضاع ﴿ اذا سلمتم ﴾ اى الى المراضع ﴿ ماآتيتم ﴾ اى ما اردتم ايتاءه كما فى قوله تعالى (فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله) ﴿ بالمعروف ﴾ متعلق بسلمتم اى بالوجه المتعارف المستحسن شرعا وليس التسليم بشرط للصحة والجواز بل هو ندب الى ماهو الاليق والاولى فان المراضع اذا اعطين ماقدر لهن ناجزا يدا بيد كان ذلك ادخل فى اصلاح شؤون الاطفال . وقيل المراد من المعروف ان يكون الاجر من الحلال لان المرضع اذا اكلت الحلال كان اللبن انفع للصبى واقرب الى صلاحه قالوا العادة جارية ان من ارتضع امرأة فالغالب عليه اخلاقها من خير و شر ولذا قيل انه ترضعه امرأة صالحة كريمة الاصل فان لبن المرأة الحمقاء يسرى واثر حمقها يظهر يوماما وفى الحديث (الرضاع يغير الطباع)

ومن ثمه لما دخل الشيخ ابن محمد الجوينى بيته ووجد ابنه الامام ابا المعالى يرتضع ثدى غير امه اختطفه منها ثم نكس رأسه ومسح بطنه وادخل اصبعه فى فيه ولم يزل يفعل ذلك حتى خرج ذلك اللبن قائلا يسهل على موته ولا تفسد طباعه بشرب لبن غير امه ثم لما كبر الامام كان اذا حصلت له كبوة فى المناظرة يقول هذه من بقايا تلك الرضعة ﴿ واتقوا الله ﴾ فى شأن مراعاة الاحكام المذكورة فى امر الاطفال والمراضع ﴿ واعلموا ان الله بما تعملون بصير ﴾ فيجازيكم بذلك. وفيه من الوعيد والتهديد ما لايخفى : قال الحسين الكاشى

كر برهنه بره برون آيى * زود در تهمت جنون آيى
جامهٔ ظاهرى كه نيست ببر * توفضيحت شوى ميان بشر
فكر آن كن كه بى لباس ورع * چه كنى درمقام هول وفزع
خويشتن درلباس تقوى دار * تاشوى دردوكون برخوردار

والآية مشتملة على تمهيد قواعد الصحبة وتعظيم محاسن الاخلاق فى احكام العشرة بل انها اشتملت على شيوع الرحمة والشفقة على البرية فان من لايرحم لايرحم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لمن ذكر انه لمن يقبل اولاده (ان الله لا ينزع الرحمة الا من قلب شقى وفى الحديث (حب الاولاد ستر من النار وكراماتهم جواز على الصراط والا كل معهم برآءة من النار) وفى الحديث (اربع نفقات لايحسب العبد بهن يوم القيامة نفقة على ابويه ونفقة على افطاره ونفقة على سحوره ونفقة على عياله) واللطف والمرحمة ممدوح جدا عموما وخصوصا وفى الحديث (ان امرأة بغيا رأت كلبا فى يوم حار يطيف ببئر قد ادلع لسانه من العطش فنزعت له فغفرلها) قال البخارى فنزعت خفها فاوثقته اى احكمته بخمارها فنزعت له من الماء فغفرلها بذلك والحديث يدل على غفران الكبيرة من غير توبة وهو مذهب اهل السنة وعلى ان من اطعم محتاجا الى الغذاء يستحق المثوبة والجزاء . فعلى العاقل العمل بالكتاب والسنة ﴿ والذين يتوفون منكم ﴾ اى يموتون ويقبض ارواحهم بالموت . وقرئ بفتح الياء اى يستوفون آجالهم واعمارهم. واصل التوفى اخذ الشئ وافيا كاملا يقال توفى الشئ واستوفاء فمن مات فقد اخذ عمره وافيا كاملا واستوفاء ﴿ ويذرون ازواجا ﴾ اى يتركون نساء من بعدهم وهو جمع زوج والمنكوحة تسمى زوجا وزوجة والتذكير اغلب قال تعالى ﴿اسكن انت وزوجك الجنة﴾ ويجمع ازواجا على لغة التذكير وزوجات على لغة التأنيث ﴿يتربصن بانفسهن﴾ الباء للتعدية اى يجعلنها متربصة منتظرة بعد موتهم لئلا يبقى المبتدأ بلا عائد ﴿ اربعة اشهر وعشرا ﴾ اى فى تلك المدة فلا يتزوجن الى انقضاء العدة قوله عشرا اى عشرة ايام وتأنيث العشر باعتبار الليالى لان التاريخ عند العرب بالليلة بناء على انها اول الشهر واليوم تبع لها ولعل الحكمة فى تقدير عدة الوفاة باربعة اشهر وعشر ان الجنين اذا كان ذكرا يتحرك غالبا لثلاثة اشهر وان كان انثى يتحرك لاربعة فاعتبر اقصى الاجلين وزيد عليه العشر استظهارا اى استعانة بتلك الزيادة على العلم بفراغ الرحم اذ ربما تضعف الحركة فى المبادى فلايحس بها وكانت عدة الوفاة فى اول الاسلام سنة فنسخت بهذه الاالحوامل فان عدتها بوضع الحمل قال تعالى ﴿ واولات الاحمال اجلهن ان

يضعن حملهن) والا الاماء فان عدة المتوفى عنها زوجها اذا كانت امة شهران وخمسة ايام نصف عدة الحرة باجماع السلف وقوله تعالى (والذين يتوفون منكم) خطاب مع المؤمنين فدل على ان الخطاب بهذه الفروع مختص بالمؤمنين فقط فلاوجه لايجاب العدة المذكورة على الكتابية ﴿ فاذا بلغن اجلهن ﴾ اى انقضت عدتهن ﴿ فلاجناح عليكم ﴾ الخطاب للحكام وصلحاء المسلمين لانهن ان تزوجن فى مدة العدة وجب على كل واحد منعهن عن ذلك ان قدر عليه وان عجز وجب عليه ان يستعين بالسلطان ﴿ فيما فعلن فى انفسهن ﴾ من التزين والتعرض للخطاب وسائر ماحرم على المعتدة ﴿ بالمعروف ﴾ حال من فاعل فعلن اى فعلن ملتبسات بالوجه الذى لاينكره الشرع ﴿ والله بما تعملون خبير ﴾ فيجازيكم عليه فلاتعملون خلاف ما امرتم به

هركه عاصى شود بامر خدا * بيخ اورا بكند قهر خدا *

* واعلم ان المراد بالتربص هنا الامتناع عن النكاح والامتناع عن الخروج من المنزل الذى توفى عنها زوجها فيه والامتناع عن التزين وهذا اللفظ كالمجمل لانه ليس فيه بيان انها تتربص فى أى شئ الا انا نقول الامتناع عن النكاح مجمع عليه واما الامتناع عن الخروج من المنزل فواجب الا عند الضرورة والحاجة واما ترك التزين فهو واجب لما روى عن عائشة وحفصة رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال (لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحد على ميت فوق ثلاث ليال الا على زوجها اربعة اشهر وعشرا) وانما وجب الحداد لانه لما حرم عليها النكاح فى العدة امرت بتجنب الزينة حتى لاتكون بصفة الملتمسة للازواج ولاظهار التأسف على فوت نعمة النكاح الذى كان سبب مؤونتها وكفايتها من النفقة والسكنى وغير ذلك . والحداد على الميت ثلاثة ايام وتمس المرأة الطيب فى الثالث لئلا تزيد الحداد على ثلاثة ايام فانها لو مسته فى الرابع لازداد الحداد من اليوم الرابع . وهو حرام ومن السنة ان يتوقى رسوم الجاهلية من شق الجيوب وضرب الخدود وحلق الشعر كما كان عادة العرب وكذا قطعه كما كان عادة العجم وكذا رفع الصوت بالبكاء والنوح وقد برئ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ممن يفعل شيأ من ذلك لانها عادات الجاهلية واكثر اهالى هذا الزمان فى اكثر البلدان مبتلون بامثال هذه العادات لاسيما النساء فانهن يلبسن الالبسة السود الى ان تمضى ايام بل شهور كثيرة وربما ترى رجلا لايلبس لباس الجمع والاعياد فلو سئل فيه لاجاب بقوله مات ابى اوامى او غيرهما وذلك بعد مامضى من زمان الوفاة شهور. وكذا الرافضة قد تغالت فى الحزن لمصيبة الحسين رضى الله عنه واحدت عليها حيث اتخذوا يوم عاشوراء مأتما لقتله رضى الله عنه فيقيمون فى مثل هذا اليوم العزاء ويطيلون النوح والبكاء ويظهرون الحزن والكآبة ويفعلون فعل غير اهل الاصابة ويتعدون الى سب بعض الصحابة وهذا عمل اهل الضلال المستوجبين من الله الخزى والنكال كأنهم لم يسمعوا ماورد فى النهى عن الحداد ومن الله الرشاد * والاشارة فى الآية ان موت المسلم لم يكن فراقا اختياريا للزوج فكانت مدة وفاته اطول فكذا العبد الطالب فان حال الموت بينه وبين مطلوبه من غير اختياره فالوفاء بحصول مطلوبه فى مدة كرم محبوبه كما قال تعالى (ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله) فى هذا تسلية قلوب

المؤمنين لئلا يقطع عليهم طريق الطلب وساوس الشيطان وهو رجس النفس بان طلب الحق امر عظيم وشأن خطير وانت ضعيف والعمر قصير فان منادى الكرم من سرادقات الفضل ينادى ألا من طلبنى وجدنى فان الطلاب فى طلبى كذا فى التأويلات النجمية قدس الله تعالى نفسه الزاكية القدسية المرضية ﴿ ولاجناح عليكم ﴾ علم الله تعالى ان المرأة اذا مات زوجها قد يكون لها مال اوجمال اومعنى يرغب الناس فيها فاطلق للراغب ان يعرض بالخطبة فى العدة فقال تعالى ولاجناح عليكم ﴿فيما عرضتم به﴾ التعريض افهام المعنى بالشئ المحتمل له ولغيره ﴿ من خطبة النساء ﴾ الخطبة بالكسر التماس النكاح وبالضم الكلام المشتمل على الوعظ والزجر من الخطاب الذى هو الكلام يقال خطب المرأة اى خاطبها فى امر النكاح والمراد بالنساء المعتدات للوفاة واما النساء اللاتى لاتكون منكوحة الغير ولامعتدته من طلاق رجعى فان خطبتهن جائزة تصريحا وتعريضا الا ان يخطبها رجل فيجاب بالرضى صريحا فههنا لايجوز لغيره ان يخطبها لقوله عليه السلام (لايخطبن احدكم على خطبة اخيه) وان اجيب بالرد صريحا فههنا يحل لغيره ان يخطبها وان لم يوجد صريح الاجابة ولاصريح الرد ففيه خلاف والتى هى معتدة عن الطلاق الثلاث والبائن باللعان والرضاع ففى جواز التعريض بخطبتها خلاف واما البائن التى يحل لزوجها نكاحها فى عدتها كالمختلعة والتى انفسخ نكاحها بعيب اوعنة او اعسار نفقة فههنا يجوز لزوجها التعريض والتصريح واما غير الزوج فلايحل له التصريح والتعريض لانها معتدة يحل للزوج ان يستبيحها فى عدتها فلايحل له التعريض بخطبتها كالرجعية ثم التعريض بالخطبة ان يقول لها فى العدة انك لجميلة صالحة ومن غرضى ان اتزوج اواشتهى امرأة مثلك اوانا محتاج الى امرأة صفتها كذا أو يقول انى حسن الخلق كثير الانفاق جميل العشرة محسن الى النساء فيصف نفسه ليرغب فيه او يقول رب راغب فيك وحريص عليك ونحو ذلك مما يوهم انه يريد نكاحها حتى تحبس نفسها عليه ان رغبت فيه ولايصرح بالنكاح بان يقول انى اريد ان انكحك اواتزوجك اواخطبك اوغير ذلك فانه كما لايجوز ان ينكحها فى عدتها لايجوز له ان يخطبها صريحا فيها ﴿او اكننتم فى انفسكم﴾ مفعول اكننتم محذوف وهو الضمير الراجع الى ما الموصولة فى قوله فيما عرضتم اى اواكننتموه فى انفسكم اى اضمرتم فى قلوبكم من نكاحهن فلم تذكروه صريحا ولاتعريضا . الآية الاولى لاباحة التعريض فى الحال وتحريم التصريح فى الحال وهذه الآية اباحة لان يعقد قلبه على انه سيصرح بذلك بعد انقضاء زمان العدة ثم انه تعالى ذكر الوجه الذى لاجله اباح ذلك فقال ﴿ علم الله انكم ستذكرونهن ﴾ لامحالة ولا تنفكون عن النطق برغبتكم فيهن فالمقصود بيان وجه اباحة الخطبة بطريق التعريض ﴿ ولكن لا تواعدوهن سرا ﴾ نصب على انه مفعول ثان لتواعدوهن وهو استدراك عن محذوف دل عليه ستذكرونهن اى فاذكروهن واظهروا لهن رغبتكم ولكن لاتواعدوهن نكاحا بل اكتفوا بما رخص لكم من التعريض والتعبير عن النكاح بالسر لان مسببه الذى هو الوطئ مما يسر به ﴿ الا ان تقولوا قولا معروفا ﴾ استثناء مفرغ مما يدل عليه النهى اى لاتواعدوهن مواعدة ما الا مواعدة معروفة غير منكرة

شرعا وهى ماتكون بطريق التعريض والتلويح ﴿ ولاتعزموا ﴾ العزم عبارة عن عقد القلب على فعل من الافعال يتعدى بنفسه وبعلى * قال الراغب ودواعى الانسان الى الفعل على مراتب السانح ثم الخاطر ثم التفكر فيه ثم الارادة ثم الهمة ثم العزم فالهمة اجماع من النفس على الامر والعزم هو العقد على امضائه ﴿ عقدة النكاح ﴾ اى لاتعزموا عقد عقدة النكاح لان العزم عبارة عن عقد القلب على فعل فلايتعلق الا بالفعل والاضافة فى قوله عقدة النكاح بيانية فلاتكون العقدة بمعنى ربط المكلف اجراء التصرف بل المراد به الحاصل بالمصدر وهو الارتباط الشرعى الحاصل بعقد العاقدين والمقصود النهى عن تزوج المعتدة فى زمان عدتها الا انه نهى عن العزم على عقد النكاح للمبالغة فى النهى عن النكاح فى زمان العدة فان العزم على الشئ متقدم عليه والنهى عن مقدمات الشئ يستلزم النهى عن ذلك الشئ بطريق الاولى ﴿ حتى يبلغ الكتاب اجله ﴾ الكتاب بمعنى المكتوب وهو المفروض والمعنى حتى تبلغ العدة المفروضة آخرها ﴿ واعلموا ان الله يعلم ما فى انفسكم ﴾ من العزم على مالايجوز ﴿ فاحذروه ﴾ بالاجتناب عن العزم ابتداء واقلاعا عنه بعد تحققه ﴿ واعلموا ان الله غفور ﴾ لمن عزم ولم يفعل خشية من الله تعالى ﴿ حليم ﴾ لايعاجلكم بالعقوبة فلاتستدلوا بتأخيرها على ان مانهيتم عنه من العزم ليس مما يستتبع المؤاخذة فاجتنبوا اسباب العقوبة واعملوا بما أمركم به ربكم واغتنموا زمان الحياة حتى لاتتأسفوا كما قال المفرطون المتحسرون

چون توانستم ندانستم چه سود * چون بدانستم توانستم نبود

وقد وبخ الله تعالى من مال الى شهواته وهوى نفسه فى هذه الآيات من غير ان يكون له رخصة شرعية فلابد للعاقل ان يختار رضى الله تعالى على رضى نفسه ولايكون له مطلب اعلى من مال اوامرأة اوغيرهما الا الله تعالى قال عليه الصلاة والسلام (من كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها اوامرأة يتزوجها فهجرته الى ماهاجر اليه) فتأمل كيف جعل جزاء كل مؤمل ماامله وثواب كل قاصد ماقصده واعتبر كيف لم يكرر ذكر الدنيا اشعارا بعدم اعتبارها لخساستها ولان وجودها لعب ولهو فكأنه كلا وجود وانظر الى قوله عليه السلام (فهجرته الى ماهاجر اليه) وماتضمن من ابعاد ماسواه تعالى وتدبر هذا الامراد ذكر الدنيا والمرأة مع انها منها يشعر بان المراد كل شئ فى الدنيا من شهوة اومال وان المراد بالحديث الخروج عن الدنيا بل وعن كل شئ لله * قال ابو سليمان الدارانى قدس سره ثلاث من طلبهن فقد ركن الى الدنيا طلب معاش اوتزوج امرأة اوكتب الحديث * واعلم انه ينبغى لطالب الحق ان يحصل من العلوم الشرعية مايفرق به بين الحق والباطل ويشتغل بالعلوم الرسمية والقوانين المتداولة قدر مايقدر على استخراج الحديث والتفسير من غير تعمق فى الفلسفيات وغوامض العلوم فانه زائد على قدر الكفاية منهى عنه على اصول اهل الشريعة والطريقة فهذا اول الامر فى هذا الباب . واما امر النهاية وهو مابعد التحصيل والتكميل فان السالك بقدر اشتغاله بالعلوم الظاهرة زاد بعدا عن درك الحق لان السلوك يبتنى على التخلى والانقطاع وترك الكلام والاستماع وتفريغ الباطن من العلائق ولوكانت علوما وطرح المشاغل

الخارجية والداخلية من البين خصوصا وعموما فقول بعضهم بنفى الاشتغال لاهل السلوك يبتنى على هذا المعنى لاعلى الترك من الاصل كما يزعمه جهلة الصوفية نعوذ بالله من هذا فان العلم مطلقا هو النور وبه يهتدى السالك الى مسالكه . واما ارباب النهاية من اهل السلوك فلا يمكن حصر احوالهم فانهم لا يحتجبون لا بالكثرة عن الوحدة ولا بعكسها اذهم تجاوزوا عن مقام الاغيار بل شاهدوا أي ما قلبوا الاحداق الانوار بل حققوا بالحقيقة فلا اغيار عندهم لا حقيقة ولا اعتبارا ولذا حبب الى النبى عليه السلام النساء وذلك لان محبته عليه السلام ليست كما يعرفها الناس بل سرها مستور لايطلع عليه الا من فاز بالوراثة الكبرى * يقول الفقير جامع هذه المجالس النفيسة انما بسطت الكلام فى هذا المقام لئلا يظن احد ان قوله فيما سبق او كتب من خرافات الصوفية بل له محمل على ما اشرت اليه ومن لم يسلك هذا الطريق لم يعرف قدر خطوات اهل التحقيق والتدقيق ﴿ لاجناح عليكم ﴾ المراد من الجناح فى هذه الآية وجوب المهر اى لاتبعة من مهر ﴿ ان طلقتم النساء مالم تمسوهن ﴾ اى غير ماسين لهن ومجامعين * قال ابن الشيخ الظاهر ان كلة ما مصدرية ظرفية والزمان محذوف تقديره مدة عدم المسيس ﴿ أو تفرضوا لهن فريضة ﴾ كلة او بمعنى الاان كقولك لالزمنك اوتعطينى حقى اى الا ان تفرضوا لهن عند العقد مهرا والمعنى انه لاتبعة على المطلق بمطالبة المهر اصلا اذا كان الطلاق قبل المسيس على كل حال الا فى تسمية المهر فان عليه حينئذ نصف المسمى وفى حال عدم تسميته عليه المتعة لانصف مثل المهر واما اذا كان بعد المساس فعليه فى صورة التسمية تمام المسمى وفى صورة عدمها تمام مهر المثل ﴿ ومتعوهن ﴾ عطف على مقدر اى فطلقوهن ومتعوهن اى اعطوهن مايتبلغن وينتفعن به والحكمة فى ايجاب المتعة جبر لما اوحشها الزوج بالطلاق وهو درع وهو مايستر البدن وملحفة وهو مايستر المرأة عند خروجها من البيت وخمار وهو مايستر الرأس على حسب الحال كما يفصح عنه قوله تعالى ﴿ على الموسع ﴾ يقال اوسع الرجل اذا اتسع حاله فصار ذا سعة وغنى اى الذى له سعة ﴿ قدره ﴾ امكانه وطاقته ﴿ وعلى المقتر ﴾ يقال اقتر الرجل اذا افتقر وصار ذا قترة . والقترة الغبار وهو قليل من التراب اى على المقل الضيق الحال ﴿ قدره ﴾ فالمتعة معتبرة بحاله لا بحالها لا تنقص عن خمسة دراهم ولا تزاد على نصف مهر المثل لان المسمى اقوى من مهر المثل والمتعة لا تزاد على نصف المسمى فلان لا تزيد على نصف مهر المثل اولى . والقدر والقدر لغتان وذهب جماعة الى ان الساكن مصدر والمتحرك اسم كالعد والعدد والمد والمدد والقدر بالتسكين الوسع يقال هو ينفق على قدره اى على وسعه وبالتحريك المقدار ﴿ متاعا ﴾ اسم لمصدر الفعل المذكور من قبيل قوله تعالى (انبتكم من الارض نباتا) اى تمتيعا ملتبسا ﴿ بالمعروف ﴾ اى بالوجه الذى يستحسنه الشرع والمروءة ﴿ حقا ﴾ صفة متاعا اى متاعا واجبا ﴿ على المحسنين ﴾ اى الذين يحسنون الى انفسهم بالمسارعة الى الامتثال * قال ابن التمجيد اعلم ان للمطلقة اربع حالات . الاولى ان تكون غير ممسوسة ولم يسم لها مهر . والثانية ان تكون ممسوسة وسمى لها . والثالثة ان تكون ممسوسة ولم يسم لها . والرابعة ان تكون غير

(ممسوسة)

ممسوسة وسمى لها ورفع الجناح بمعنى نفى المهر انما هو فى الصورة الاولى لا فى البواقى من الصور الثلاث فان فيها وجوب المهر ولم يجب فى الصورة الاولى مهر لا بعضا ولا كلا اما عدم وجوب البعض فلان مهر المثل لا ينصف واما عدم وجوب الكل فلكونها غير مدخول بها ولكن لها المتعة لقوله تعالى ﴿ومتعوهن﴾ فانه فى حق من جرى ذكرهن وهى المطلقات الغير الممسوسة التى لم يفرض لهن فريضة اذ لو فرضت لكان لهن تمام المهر لا المتعة ﴿وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة﴾ اى وان طلقتموهن من قبل المسيس حال كونكم مسمين لهن عند النكاح مهرا ﴿فنصف ما فرضتم﴾ اى فلهن نصف ما سميتم لهن من المهر وان مات احدهما قبل الدخول فيجب عليه كله لان الموت كالدخول فى تقرير المسمى كذلك فى ايجاب مهر المثل اذا لم يكن فى العقد مسمى ﴿الا ان يعفون﴾ استثناء من اعم الاحوال اى فلهن نصف المفروض معينا فى كل حال الا فى حال عفوهن اى المطلقات فانه يسقط ذلك حينئذ بعد وجوبه ﴿أو يعفو الذى بيده عقدة النكاح﴾ اى يترك الزوج المالك لعقده وحله ما يعود اليه من نصف المهر الذى ساقه اليها كملا على ما هو المعتاد تكرما فان ترك حقه عليها عفو بلا شبهة فالمراد بقوله الذى بيده عقدة النكاح الزوج لا الولى والمراد بعفوه ان يعطيها الصداق كاملا النصف الواجب عليه والنصف الساقط العائد اليه بالتنصيف وتسمية الزيادة على الحق عفوا لما كان الغالب عندهم ان يسوق الزوج اليها كل المهر عند التزوج فاذا طلقها قبل الدخول فقد استحق ان يطالبها بنصف ما ساق اليها فاذا ترك المطالبة فقد عفا عنها ﴿وان تعفوا اقرب للتقوى﴾ واللام فى التقوى تدل على علة قرب العفو تقديره العفو اقرب من اجل التقوى اذ الاخذ كأنه عوض من غير معوض عنه او ترك المروءة عند ذلك ترك للتقوى وفى الحديث (كفى بالمرء من الشح ان يقول آخذ حقى لا اترك منه شيأ) وفى حديث الاصمعى اتى اعرابى قوما فقال لهم هذا فى الحق اوفيما هو خير منه قالوا وما خير من الحق قال التفضل والتغافل افضل من اخذ الحق كله كذا فى المقاصد الحسنة للسخاوى ﴿ولا تنسوا الفضل بينكم﴾ ليس المراد منه النهى عن النسيان لان ذلك ليس فى الوسع بل المراد منه الترك والمعنى لا تتركوا الفضل والافضال فيما بينكم باعطاء الرجل تمام الصداق وترك المرأة نصيبها حثهما جميعا على الاحسان والافضال وقوله بينكم منصوب بلا تنسوا : قال السعدى قدس سره

کسی نیك بیند بهر دوسرای * که نیکی رساند بخلق خدای

﴿ان الله بما تعملون بصير﴾ فلا يكاد يضيع ما عملتم من التفضل والاحسان. والبصر فى حقه تعالى عبارة عن الوصف الذى به ينكشف كمال نعوت المبصرات وذلك اوضح واجلى مما يفهم من ادراك البصر القاصر على ظواهر المرئيات. والحظ الدينى للعبد من البصر امران . احدهما ان يعلم انه خلق له البصر لينظر الى الآيات وعجائب الملكوت والسموات فلا يكون نظره الا عبرة قيل لعيسى عليه السلام هل احد من الخلق مثلك فقال من كان نظره عبرة وصمته فكرة وكلامه ذكرا فهو مثلى. والثانى ان يعلم انه بمرأى من الله ومسمع فلا يستهين بنظره اليه واطلاعه عليه ومن اخفى عن غير الله ما لا يخفيه عن الله فقد استهان بنظر الله والمراقبة احدى ثمرات الايمان

بهذه الصفة فمن قارف معصية وهو يعلم ان الله يراه فما اجسره واخسره ومن ظن انه لايراه فما اكفره كذا فى شرح الاسماء الحسنى للامام الغزالى ﴿ ثم الاشارة فى الآيات ان مفارقة الاشكال من الاصدقاء والعيال لمصلحة دنيوية ﴿ لاجناح عليكم ﴾ فيها فكيف يكون جناح ان فارقتموهم لمصلحة دينية بل انتم مأمورون بمفارقتهم لزيارة بيت الله فكيف لزيارة الله فان الواجب فى زيارة بيت الله مفارقة الاهالى والاوطان وفى زيارة الله مفارقة الارواح والابدان دع نفسك وتعال قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون وقوله تعالى ﴿ ومتعوهن ﴾ اشارة الى ان من له من الطلاب واهل الارادة مال فليمتع به اقرباءه واحباءه حين فارقهم فى طلب الحق سبحانه ليزيل عنهم بحلاوة المال مرارة الفراق فان الفطام عن المألوف شديد ولا ينفق المال عليهم بقدر قربهم فى القرابة وبعدهم بل يقسم بينهم على فرائض الله كالميراث فانه قدمات عنهم بالحقيقة وفى قوله تعالى ﴿ وان تعفوا اقرب للتقوى ﴾ اشارة الى ان الوصول الى تقوى الله حق تقاته انما هو بترك ماسوى الله والتجاوز عنه فان المواصلة الى الخالق على قدر المفارقة عن المخلوق والتقرب الى الله بقدر التبعد عما سواه وفى قوله تعالى ﴿ ولا تنسوا الفضل بينكم ﴾ ههنا فى الدنيا فان حلول الجنة ودخولها هنالك لايكون الا من فضله كقوله تعالى ﴿ الذى احلنا دار المقامة من فضله ان الله بما تعملون ﴾ فى وجدان الفضل وفقدانه ﴿ بصير ﴾ كذا فى التأويلات النجمية وانما يوجب للعبد الالتفات للخلائق فقدان النور الكاشف للخلائق والا فلو اشرق نور اليقين الهادى الى العلم بان الآخرة خير من الدنيا وان ماعند الله خير وابقى لرأيت الآخرة اقرب من ان يرحل اليها ولرأيت محاسن الدنيا وقد ظهرت كسفة الفناء عليها لان الآتى قطعا كالموجود فى الحال لاسيما ومباديه ظاهرة من تغير الاحوال وانتقال الاهلين والاموال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان النور اذا دخل القلب انفسح وانشرح) قيل يارسول الله وهل له من علامة يعرف بها قال (التجافى عن دار الغرور والانابة الى دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله) انتهى اللهم اجعلنا ممن استعد للقائك وتهيأ لنوال وصالك ﴿ حافظوا على الصلوات ﴾ بالاداء لوقتها والمداومة عليها والمراد بالصلوات المكتوبات الخمس فى كل يوم وليلة ثبت عددها بغيرها من الآيات والاحاديث المتواترة وباشارة فى هذه الآية وهو ذكر الوسطى وهى ما اكتنفه عددان متساويان واقل ذلك خمسة لايقال ان الثلاث بهذه الصفة لانا نقول الثلاث لايكتنفها عددان فان الذى قبلها واحد والذى بعدها واحد وهو ليس بعدد فان العدد ما اذا اجتمع طرفاه صارا ضعفه وليس له طرفا فانه ليس قبله شئ ﴿ و ﴾ حافظوا على ﴿ الصلوة الوسطى ﴾ اى المتوسطة بينها على ان تكون الوسطى صفة مشبهة او الفضلى منها على ان تكون افعل تفضيل تأنيث الاوسط واوسط الشئ خيره واعدله وهى صلاة العصر لانها بين صلاتى ليل وصلاتى نهار (ولقوله عليه الصلاة والسلام يوم الاحزاب (شغلونا عن الصلاة الوسطى صلاة العصر ملأ الله قبورهم وبيوتهم نارا) وفضلها لكثرة اشتغال الناس فى وقتها بتجاراتهم ومكاسبهم واجتماع ملائكة الليل وملائكة النهار قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من فاتته صلاة العصر فكأنما وتر اهله وماله) اى ليكن من فوتها حذرا كما يحذر من ذهاب اهله وماله ثم فى حديث يوم الاحزاب

حجة على من قال الصلاة الوسطى غير العصر وعلى من قال انها مبهمة ابهمها الله تعالى تحريضا للخلق على محافظتها كساعة الاجابة يوم الجمعة * فان قيل ماروت عائشة رضى الله عنها انه عليه الصلاة والسلام قال (حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى وصلاة العصر) يدل على ان الوسطى غير العصر * قلت يحتمل ان يكون الوسطى لقبا والعصر اسما فذكرها باسمها كذا فى شرح المشارق لابن الملك ﴿ وقوموا لله ﴾ اى فى الصلاة ﴿ قانتين ﴾ حال من فاعل قوموا اى ذاكرين له فى القيام لان القنوت هو الذكر فيه او خاشعين ـ روى ـ انهم كانوا اذا قام احدهم الى الصلاة هاب الرحمن ان يمد بصره او يلتفت او يقلب الحصى او يحدث نفسه بشئ من امور الدنيا الا ناسيا حتى ينصرف ﴿ فان خفتم ﴾ اى ان كان بكم خوف من عدو اوغيره ﴿ فرجالا ﴾ منصوب على الحال وعامله محذوف تقديره فصلوا راجلين والرجال جمع راجل مثل صحاب وصاحب ﴿ اوركبانا ﴾ اى راكبين وهو جمع راكب مثل فرسان وفارس. ومذهب ابى حنيفة انهم لايصلون فى حال المشى والمسايفة مالم يمكن الوقوف وعند امكان الوقوف يصلى واتفاق الدليل عليه قوله تعالى (فان خفتم) الآية ﴿فاذا امنتم﴾ وزال خوفكم ﴿فاذكروا الله ﴾ اى فصلوا صلاة الامن عبر عنها بالذكر لانه معظم اركانها ﴿ كما علمكم ﴾ اى ذكرا كائنا كتعليمه اياكم ﴿ مالم تكونوا تعلمون ﴾ من كيفية الصلاة والمراد بالتشبيه ان تكون الصلاة المؤداة موافقة لما علمه الله وايرادها بذلك العنوان لتذكير النعمة او اشكروا لله شكرا يوازى تعليمه اياكم مالم تكونوا تعلمونه من الشرائع والاحكام التى من جملتها كيفية اقامة الصلاة حالتى الخوف والامن * واعلم ان الصلاة بمنزلة الضيافة قد هيأها الله للموحدين فى كل يوم خمس مرات فكما فى الضيافة تجتمع الألوان من الاطعمة ولكل طعام لذة ولون فكذلك فيها اركان وافعال مختلفة لكل فعل لذة وتكفير للذنوب * وعن كعب الاحبار انه قال قال الله لموسى فى مناجاته [ياموسى اربع ركعات يصليها احمد وامته وهى صلاة الظهر اعطيهم فى اول ركعة منها المغفرة وفى الثانية اثقل موازينهم وفى الثالثة اوكل بهم الملائكة يسبحون ويستغفرون لهم لايبقى ملك فى السماء ولا فى الارض الا ويستغفر لهم ومن استغفرت له الملائكة لم اعذبه ابدا وفى الرابعة افتح لهم ابواب السماء وتنظر اليهم الحور العين. ياموسى اربع ركعات يصليها احمد وامته وهى صلاة العصر مايسألون منى حاجة الا قضيت لهم. ياموسى ثلاث ركعات يصليها احمد وامته وهى صلاة المغرب افتح لهم ابواب السماء. ياموسى اربع ركعات يصليها احمد وامته وهى صلاة العشاء خير لهم من الدنيا ومافيها ويخرجون من الدنيا كيوم ولدتهم امهاتهم] * ثم اعلم انه لايرخص لمن سمع الاذان ترك الجماعة فانها سنة مؤكدة غاية التأكيد بحيث لو تركها اهل ناحية وجب قتالهم بالسلاح لانها من شعائر الاسلام ولو تركها احد منهم بغير عذر شرعى يجب عليه التعزير ولاتقبل شهادته ويأثم الجيران والامام والمؤذن بالسكوت عنه * وفى غنية الفتاوى من حضر المسجد الجامع لكثرة جماعة فى الصلاة فمسجد محلته افضل لان اهل مسجده اوكثر لان لمسجده حقا عليه لايعارضه كثرة الجماعة ولا زيادة تقوى غيره اوعلمه ويبادر الصف الاول على محاذاة الامام وروى عن النبى عليه السلام انه قال (يكتب للذى خلف

الامام بحذائه مائة صلاة وللذى فى الجانب الايمن خمس وسبعون صلاة وللذى فى جانب الايسر خمسون صلاة وللذى فى سائر الصفوف خمس وعشرون صلاة) كذا فى القنية ولايتخطى رقاب الناس الى الصف الاول اذا وجد فيه فرجة ويتلاصقون بحيث يكونون محاذين بالاعناق والمناكب قال عليه السلام (رصوا صفوفكم وقاربوا بينها تقارب اشباحكم وحاذوا بالاعناق، فوالذى نفسى بيده انى لأرى الشيطان يدخل من خلل الصف كانه الحذف) الخلل بفتح الخاء المعجمة الفرجة والحذف بفتحتى الحاء المهملة والذال المعجمة الغنم السود الصغار الحجازية كذا فى التنوير . والكلام فى اداء الصلاة بالحضور والتوجه التام : قال بعضهم

محراب ابروى تواكر قبله ام نبود * كى برفلك برند ملائك نماز من

يحكى ان الشيخ اباالعباس الجوالقى كان فى بداية حاله يعمل الجوالق ويبيع فباع يوما جوالقا بنسيئة ونسى المشترى فلماقام الى الصلاة تفكر فى ذلك ثم لماسلم قال لتلميذه وقعت لى خاطرة فى الصلاة انى الى أى شخص بعت الجوالق الفلانى فقال تلميذه يااستاذ انت فى اداء الصلاة اوفى تحصيل الجوالق فأثر هذا القول فى الشيخ فلبس جوالقا وترك الدنيا واشتغل بالرياضة الى ان وصل الى ماوصل

مردان بسعى ورنج بجايى رسيده اند * توبى هنر كجارسى از نفس پرورى

❁ والاشارة ان الله تعالى اشار فى حفظ الصلاة بصيغة المبالغة التى بين الاثنين وقال (حافظوا على الصلوات) يعنى محافظة الصلاة بينى وبينكم كما قال (قسمت الصلاة بينى وبين عبدى نصفين فنصفها لى ونصفها لعبدى ولعبدى ماسأل) فمعناه انى حافظكم بقدرة التوفيق والاجابة والقبول والانابة عليها فحفظوا انتم على الصلاة بالصدق والاخلاص والحضور والخضوع والمناجاة بالتذلل والانكسار والاستعانة والاستهداء والسكون والوقار والهيبة والتعظيم وحفظ القلوب بدوام الشهود فانما هى الصلاة الوسطى لان القلب الذى فى وسط الانسان هو واسطة بين الروح والجسد ولهذا يسمى القلب فالاشارة فى تخصيص المحافظة على الصلاة هى صلاة القلب بدوام الشهود فان البدن ساعة يحفظ صورة اركان الصلاة وهيئتها وساعة يخرج منها فلاسبيل الى حفظ صورتها بنعت الدوام ولاالى حفظ معانيها بوصف الحضور والشهود وانما هو من شأن القلب كقوله تعالى (ان فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب اوالقى السمع وهو شهيد) وانه من نعت ارباب القلوب انهم فى صلاتهم دائمون كذا فى التأويلات النجمية * فليسارع السالكون الى حرم الحضور قبل الموت والقبور فان الصلاة بالفتور غير مقبولة عندالله الغيور ولابد من الاعراض عن الكائنات ليتجلى نور الذات والافمن يستحضر عمرا وينادى زيدا فلااجابة له ابدا : قال الشيخ سعدى الشيرازى قدس سره

آنكه چون پسته ديدمش همه مغز * پوست بر پوست بود همچو پياز

پارسايان روى در مخلوق * پشت بر قبله ميكنند نماز

ومن الله التوفيق ﴿ والذين يتوفون منكم ﴾ اى يموتون يسمى المشارف الى الوفاة متوفيا تسمية للشئ باسم مايؤول اليه وقرينة المجاز امتناع الوصية بعد الوفاة ﴿ ويذرون ازواجا ﴾

اى يدعون نساء من بعدهم ﴿ وصية لازواجهم ﴾ اى يوصون وصية لهن والجملة خبر الذين ﴿ متاعا ﴾ اى يوصون متاعا ﴿ الى الحول ﴾ اومتعوهن تمتيعا الى الحول ﴿ غير اخراج ﴾ بدل من قوله متاعا بدل اشتمال لتحقق الملابسة بين تمتيعهن حولا وبين عدم اخراجهن من بيوتهن كأنه قيل يوصون لازواجهم متاعا اى لايخرجن من مساكنهن حولا اوحال من ازواجهم اى غير مخرجات والمعنى يجب على الذين يتوفون ان يوصوا قبل الاحتضار لازواجهم بان يمتعن بعدهم حولا بالنفقة والسكنى * نزلت الآية فى رجل من الطائف يقال له حكيم بن الحارث هاجر الى المدينة وله اولاد ومعه ابواه وامرأته ومات فانزل الله هذه الآية فاعطى النبى عليه السلام والديه واولاده من ميراثه ولم يعط امرأته شيأ وامرهم ان ينفقوا عليها من تركة زوجها حولا وكان عدة الوفاة فى ابتداء الاسلام حولا وكان يحرم على الوارث اخراجها من البيت قبل تمام الحلول وكان نفقتها وسكناها واجبة فى مال زوجها مالم تخرج ولم يكن لها الميراث فان خرجت من بيت زوجها سقطت نفقتها وكان على الرجل ان يوصى بها فكان كذلك حتى نزلت آية الميراث فنسخ الله تعالى نفقة الحول بالربع عند عدم الولد وولد الابن والثمن عند وجودهما وسقطت السكنى ايضا عند ابى حنيفة ونسخ عدة الحول باربعة اشهر وعشر فانه وان كان متقدما فى التلاوة متأخر فى النزول ﴿ فان خرجن ﴾ من منزل الازواج باختيارهن ﴿ فلا جناح عليكم ﴾ ايها الائمة والحكام ﴿ فيما فعلن فى انفسهن من معروف ﴾ لاينكره الشرع كالتزين والتطيب وترك الحداد والتعرض للخطاب وهذا يدل على انه لم يكن يجب عليها ملازمة مسكن الزوج والحداد عليه وانما كانت مخيرة بين الملازمة واخذ النفقة وبين الخروج وتركه ﴿ والله عزيز ﴾ غالب على امره يعاقب من خالفه ﴿ حكيم ﴾ يراعى فى احكامه مصالح عباده ﴿ وللمطلقات ﴾ سواء كن مدخولا بهن اولا ﴿ متاع ﴾ اى مطلق المتعة الشاملة للمستحبة والواجبة فان كانت المطلقة مفوضة غير مدخول بها وجبت لها المتعة وان كانت غيرها يستحب لها فلفظ التمتع المدلول عليه بمتعوهن فى الآية السالفة يحمل على الواجب فلا منافاة بين الآيتين ﴿ بالمعروف ﴾ اى متاع ملتبس بالمعروف شرعا وعادة ﴿ حقا على المتقين ﴾ اى مما ينبغى على من كان متقيا فليس بواجب ولكن من شروط التقوى التبرع بهذا تطييبا لقلبها وازالة للضغن ﴿ كذلك ﴾ اشارة الى ماسبق من احكام الطلاق والعدة اى مثل ذلك البيان الواضح ﴿ يبين الله لكم آياته ﴾ الدالة على احكامه التى شرعها لعباده * قال القاضى وعد بانه سيبين لعباده من الدلائل والاحكام ما يحتاجون اليه معاشا ومعادا ﴿ لعلكم تعقلون ﴾ لكى تفهموا مافيها فتستعملوا العقل فيها وتعملوا بموجبها : وفى المثنوى

كشتئ بى لنكر آمد مرد شر * كه زباد كژ نيابد اوحذر
لنكر عقلست عاقل را امان * لنكرى در يوزه كن ازعاقلان

❀ والاشارة ان المطلقة لما ابتليت بالفراق جبراً لله تعالى كسر قلبها بالمتعة يشير بهذا الى ان المريد الصادق لو ابتلى فى اوان طلبه بفراق الاعزة والاقرباء وهجران الاحبة والاصدقاء والخروج

در اواخر دفتر سوم در بيان مثل زدن در رميدن الخ

من مال الدنيا وجاهها والهجرة من الاوطان وسكانها والتنقل فى البلاد لصحبة خواص العباد ومقاساة الشدائد فى طلب الفوائد فالله تعالى يبذل له احسانه ويزيل عنه احزانه ويجبر كسر قلبه بتعة (انا عند المنكسرة قلوبهم من اجلى) فيكون للطالب الملهوف متاع بالمعروف من نيل المعروف كذلك يظهر الله لكم آياته اصناف الطافه واوصاف اعطافه لعلكم تعقلون بانوار الطافه كمالات اوصافه كذا فى التأويلات النجمية * فالعاقل لا ينظر الى الدنيا واعراضها بل يعبر عن منافعها واغراضها ويقاسى الشدائد فى طريق الحق الى ان يصل الى الذات المطلق — يحكى — عن شقيق البلخى انه لم يجد طعاما ثلاثة ايام وكان مشتغلا بالعبادة فلما ضعف عن العبادة رفع يده الى السماء وقال يارب اطعمنى فلما فرغ من الدعاء التفت فرأى شخصا ينظر اليه فلما التفت اليه سلم عليه وقال ياشيخ تعال معى فقام شقيق وذهب معه فادخله ذلك الرجل فى بيت فرأى فيه الواحا موضوعة عليها الوان الاطعمة وعند الخوان غلمان وجوارى فاكل والرجل قائم فلما فرغ اراد ان يخرج شقيق من ذلك البيت فقال له الرجل الى اين ياشيخ فقال الى المسجد فقال ما اسمك قال شقيق فقال ياشقيق اعلم ان هذه الدار دارك والعبيد عبيدك وانا عبدك كنت عبدا لابيك بعثنى الى التجارة فرجعت الآن وقد توفى ابوك فالدار ومافيها لك قال شقيق ان كان العبيد لى فهم احرار لوجه الله وان كانت الاموال لى وهبتها لكم فاقتسموها بينكم فانى لا اريد شيأ يمنعنى عن العبادة : قال السعدى

تعلق حجابست وبى حاصلى * چو پيوندها بكسلى واصلى

والدنيا علاقة خصوصا هذا الزمان زمان الفتنة والشرور فالراقد فيه خير من اليقظان — حكى — ان سليمان عليه السلام اتى بشراب الجنة فقيل له لو شربت هذا لا تموت فتشاور مع حشمه الا القنفذ قالوا باجمعهم اشرب ثم ارسل الفرس والبازى الى القنفذ يدعوانه فلم يجبهما ثم ارسل اليه الكلب فاجابه فقال له سليمان لم تجب الفرس والبازى قال انهما جافيان لان الفرس يعدو بالعدو كما يعدو بصاحبه والبازى يطيع غير صاحبه كما يطيع صاحبه واما الكلب فانه ذو وفاء حتى انه لو طرده صاحبه من الدار يرجع اليه ثانيا فقال له أشرب هذا الشراب قال لا تشرب لانه يطول عمرك فى السجن فالموت فى العز خير من العيش فى السجن

بهمه حال اسيرى كه زبندى برهد * بهترش دان زاميريكه كرفتار آيد

فقال له سليمان احسنت وامر باهراقة فى البحر فعذب ماء ذلك البحر

تزود من الدنيا فانك راحل * وبادر فان الموت لاشك نازل

وان امرأ قد عاش سبعين حجة * ولم يتزود للمعاد لجاهل

ودنياك ظل فاترك الحرص بعدما * علمت فان الظل لابد زائل

قال السعدى قدس سره

كه اندر نعمتى مغرور غافل * كهى ازتنكدستى خسته وريش

چو در سرا وضرا حالتاينست * ندانم كى بحق پردازى ازخويش

اللهم احفظنا من الموانع ﴿ الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم ﴾ جمع دار اى منازلهم وهذا

الخطاب وان كان بحسب الظاهر متوجها الى النبي عليه السلام الا انه من حيث المعنى متوجه الى جميع من سمع بقصتهم من اهل الكتاب وارباب التواريخ فمقتضى الظاهر ان يقال ألم تسمع قصتهم الا انه نزل سماعهم اياها منزلة رؤيتهم تنبيها على ظهورها واشتهارها عندهم فخوطبوا بألم تر وهو تعجيب من حال هؤلاء وتقرير اى حمل على الاقرار بما دخله النفي * قال الامام الواحدى ومعنى الرؤية ههنا رؤية القلب وهى بمعنى العلم انتهى فتعدية الرؤية بالى مع انها ادراك قلبي لتضمين معنى الوصول والانتهاء على معنى ألم ينته علمك اليهم * وللعلماء كل ماوقع فى القرآن ألم تر ولم يعاينه النبي عليه السلام فهو بهذا المعنى * وفى التيسير وتحقيقه اعلم ذلك * وفى الكواشى معناه الوجوب لان همزة الاستفهام اذا دخلت على النفى او على الاستفهام صار تقريرا او ايجابا والمعنى قد علمت خبر الذين خرجوا الآية * قال ابن التمجيد فى حواشيه لفظ ألم تر قد يخاطب به من تقدم علمه بالقصة وقد يخاطب به من لم يتقدم علمه بها فانه قد يقول الرجل لآخر ألم تر الى فلان أى شئ قال يريد تعريفه ابتداء فيخاطبون به ههنا اما من سمعها وعلمها قبل الخطاب به من اهل التواريخ فذكرهم وتعجبهم واما من لم يسمعها فعرفهم وعجبهم وقيل الخطاب عام لكل من يتأتى منه الرؤية دلالة على شيوع القصة وشهرتها بحيث ينبغى لكل احد ان يعلمها او يبصرها ويتعجب منها ﴿ وهم الوف ﴾ جمع الف الذى هو من جملة اسماء العدد واختلفوا فى عدد مبلغهم والوجه من حيث اللفظ ان يكون عددهم ازيد من عشرة آلاف لان الالوف جمع الكثرة فلا يقال فى عشرة آلاف فما دونها الوف ﴿ حذر الموت ﴾ مفعول له اى خرجوا من ديارهم خوفا من الموت ﴿ فقال لهم الله ﴾ على لسان ملك وانما اسند اليه تعالى تخويفا وتهويلا لان قول القادر القهار والملك الجبار له شأن ﴿ موتوا ﴾ التقدير فماتوا لاقتضاء قوله ثم احياهم ذلك التقدير لان الاحياء يستدعى سبق الموت ﴿ ثم احياهم ﴾ اى ندعهم احياء ليستوفوا بقية اعمارهم وليعلموا ان لا فرار من القدر * قال ابن العربى عقوبة لهم ثم احياهم وميتة العقوبة بعدها حياة لا لاعتبار وميتة الاجل لا حياة بعدها * وعن الحسن ايضا اماتهم الله قبل آجالهم عقوبة لهم ثم بعثهم الى بقية آجالهم ﴿ وقصة هؤلاء ماذكره اكثر اهل التفسير انهم كانوا قوما من بنى اسرائيل بقرية من قرى واسط يقال لها داوردان وقع بها الطاعون فذهب اشرافهم واغنياؤهم واقام سفلتهم وفقراؤهم فهلك اكثر من بقى فى القرية وسلم الذين خرجوا فلما ارتفع الطاعون رجعوا سالمين فقال الذين بقوا اصحابنا كانوا احزم منا لو صنعنا كما صنعوا لبقينا كما بقوا ولئن وقع الطاعون ثانية لنخرجن الى ارض لاوباء بها فوقع الطاعون من العام القابل فهرب عامة اهلها فخرجوا حتى نزلوا واديا افيح بين جبلين فلما نزلوا المكان الذى يبتغون فيه النجاة ناداهم ملك من اسفل الوادى وملك آخر من اعلاه ان موتوا فماتوا جميعا من غير علة بامر الله ومشيئته وماتت دوابهم كموت رجل واحد فأتت عليهم ثمانية ايام حتى انتفخوا واروحت اجسادهم اى انتنت فخرج اليهم الناس فعجزوا عن دفنهم فاحدقوا حولهم حظيرة دون السباع وتركوهم فيها فأتت على ذلك مدة وقد بليت اجسادهم وعريت عظامهم فمر عليهم نبى يقال له حزقيل بن بوزى ثالث خلفاء بنى اسرائيل بعد موسى عليه السلام وذلك

ان القيم بعد موسى بامر بني اسرائيل كان يوشع بن نون ثم كالب بن يوحنا ثم حزقيل وكان يقال له ابن العجوز لان امه كانت عجوزا فسألت الله الولد بعدما كبرت وعقمت فوهبه الله لها * وقال الحسن هو ذوالكفل وسمي حزقيل ذا الكفل لانه كفل سبعين نبيا وانجاهم من القتل وقال لهم اذهبوا فاني ان قتلت كان خيرا لكم من ان تقتلوا جميعا فلما جاء اليهود وسألوا ذا الكفل عن الانبياء السبعين قال انهم ذهبوا ولا ادرى اين هم ومنع الله تعالى ذا الكفل من اليهود بفضله وكرمه فلما مر حزقيل على اولئك الموتى وقف عليهم لكثرة ما يرى فجعل يتفكر فيهم متعجبا فاوحى الله اليه أتريد ان اريك آية قال نعم فقال الله ناد ايتها العظام ان الله يأمرك ان تجتمعي فاجتمعت من اعلى الوادي وادناه حتى التزق بعضها ببعض فصارت اجسادا من عظام لا لحم ولا دم ثم اوحى الله اليه ناد ايتها الارواح ان الله يأمرك ان تقومي فقاموا وبعثوا احياء يقولون سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت فبقيت فيهم بقايا من ريح النتن حتى انه بقي في اولاد ذلك السبط من اليهود الى اليوم ثم انهم رجعوا الى بلادهم وقومهم وعاشوا دهرا سحنة الموت على وجوههم لا يلبسون ثوبا الا عاد دسما مثل الكفن حتى ماتوا لآجالهم التي ثبتت لهم وفائدة القصة تشجيع المسلمين على الجهاد والتعرض لاسباب الشهادة وحثهم على التوكل والاستسلام وان الموت حيث لم يكن منه بد ولم ينفع منه المفر فاولى ان يكون في سبيل الله ﴿ ان الله لذو فضل ﴾ عظيم ﴿ على الناس ﴾ قاطبة اما اولئك فقد احياهم ليعتبروا بما جرى عليهم فيفوزوا بالسعادة العظمى واما الذين سمعوا قصتهم فقد هداهم الى مسلك الاعتبار والاستبصار ﴿ ولكن اكثر الناس لا يشكرون ﴾ فضله كما ينبغي لعجز بعضهم وكفر بعضهم ﴿ وقاتلوا ﴾ الخطاب لهذه الامة وهو معطوف على مقدر تقديره فاطيعوا وقاتلوا ﴿ في سبيل الله ﴾ لاعلاء دينه متيقنين ان الفرار من الموت غير مخلص وان القدر واقع فلا تحرموا من احد الحظين اما النصر والثواب واما الموت في سبيل الله الملك الوهاب ﴿ واعلموا ان الله سميع ﴾ يسمع مقالة السابقين الى الجهاد من ترغيب الغير فيه ومقالة المتخلفين عنه من تنفير الغير ﴿ عليم ﴾ بما يضمرونه في انفسهم يعلم ان خلف المتخلف لأي غرض وان جهاد المجاهد لأي سبب وانه لاجل الدين اوالدنيا وهو من وراء الجزاء ثم ان قوله تعالى ﴿ألم تروا﴾ رد لتقبيح حال هؤلاء الذين خرجوا وقد جعل الله جزاء خروجهم الموت والخيبة في رجائهم الخلاص وكل ذلك يدل على كراهية الفرار فثبت بهذه الآية فضيلة القرار وفائدته وفي الحديث (الفار من الطاعون كالفار من الزحف) وهذا الحديث يدل على ان النهي عن الخروج للتحريم وانه من الكبائر * قيل ان عبد الملك هرب من الطاعون فركب ليلا واخرج غلاما معه فكان ينام على دابته فقال للغلام حدثني فقال من انا حتى احدثك فقال على كل حال حدث حديثا سمعته فقال بلغني ان ثعلبا كان يخدم اسدا ليحميه ويمنعه مما يريده فكان يحميه فرأى الثعلب عقابا فلجأ الى الاسد فاقعده على ظهره فانقض العقاب واختلسه فصاح الثعلب يا ابا الحارث اغثني واذكر عهدك لي فقال انما اقدر على منعك من اهل الارض فاما اهل السماء فلا سبيل اليهم فقال عبد الملك وعظتني واحسنت وانصرف ورضي بالقضاء

قال السعدى قدس سره

قضا كشتى آنجا كه خواهد برد * وگر نا خدا جامه بر تن درد
در آبى كه پيدا نباشد كنار * غرور شناور نيايد بكار

* واعلم ان ماكان من القضاء حتما مقضيا لاينفعه شئ كما قال عليه السلام (الحذر لاينفع من القدر) واما المعلق فتنفعه الصدقة و امثالها كاقال عليه السلام (الصدقة والصلة تعمران الديار وتزيدان فى الاعمار) قال بعض المحققين ان المقدرات على ضربين ضرب يختص بالكليات وضرب يختص بالجزئيات التفصيلية فالكليات المختصة بالانسان مااخبر النبى عليه الصلاة والسلام انها محصورة فى اربعة اشياء العمر والرزق والاجل والسعادة او الشقاوة وهى لا تقبل التغير فالدعاء فيها لايفيد كصلة الرحم الا بطريق الفرض بمعنى ان لصلة الرحم مثلا من الاثر فى الخير مالو امكن ان يبسط فى رزق الواصل و يؤخر فى اجله بها لكان ذلك و يجوز فرض المحال اذا تعلق بذلك حكمة قال تعالى ﴿قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين﴾ واما الجزئيات ولوازمها التفصيلية فقد يكون ظهور بعضها وحصوله للانسان متوقفا على اسباب وشروط ربما كان الدعاء او الكسب والسعى والتعمد من جملتها بمعنى انه لم يقدر حصوله بدون ذلك الشرط ـ حكى ـ ان قصارا مر على عيسى عليه السلام مع جماعة من الحواريين فقال لهم عيسى احضروا جنازة هذا الرجل وقت الظهر فلم يمت فنزل جبريل فقال ألم تخبرنى بموت هذا القصار فقال نعم ولكن تصدق بعد ذلك بثلاثة ارغفة فنجا من الموت وقد سبق منا فى الجزء الاول عند قوله تعالى ﴿فانزلنا على الذين ظلموا رجزا من السماء بما كانوا يفسقون﴾ مايتعلق بالطاعون والفرار منه فليرجع اليه * قال الامام القشيرى فى قوله تعالى ﴿وقاتلوا فى سبيل الله﴾ الآية يعنى ان مسكم ألم فتصاعد منكم أنين فاعلموا ان الله سميع بأنينكم عليم باحوالكم والآية توجب عليهم تسهيل مايقاسونه من الالم قال قائلهم

اذا ما تمنى الناس روحا وراحة * تمنيت ان اشكو اليك وتسمع

انتهى كلامه قدس سره اللهم اجعلنا من الذين يفرون الى جنابك ويميلون ﴿من﴾ استفهام للتحريض على التصدق مبتدأ ﴿ذا﴾ اشارة الى المقرض خبر المبتدأ اى من هذا ﴿الذى﴾ صفة ذا او بدل منه ﴿يقرض الله﴾ اصل القرض القطع سمى به لان المعطى يقرضه اى يقطعه من ماله فيدفعه اليه ليرجع اليه مثله من الثواب واقراض الله مثل لتقديم العمل الذى يطلب به ثوابه ﴿قرضا﴾ مصدر ليقرض بمعنى اقراض كقوله تعالى ﴿انبتكم من الارض نباتا﴾ اى اقراضا ﴿حسنا﴾ اى مقرونا بالاخلاص وطيب النفس و يجوز ان يكون القرض بمعنى المقرض اى بمعنى المفعول على انه مفعول ثان ليقرض وحسنه ان يكون حلالا صافيا عن شوب حق الغير به * وقيل القرض الحسن المجاهدة والانفاق فى سبيل الله ومن انواع القرض قول الرجل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ﴿فيضاعفه له﴾ منصوب باضمار ان عطفا على المصدر المفهوم من يقرض الله فى المعنى فيكون مصدرا معطوفا على مصدر تقديره من ذا الذى يكون منه اقراض فمضاعفة من الله اومنصوب على جواب الاستفهام فى المعنى لان الاستفهام

وان وقع عن المقرض لفظا فهو عن الاقراض معنى كأنه قال أيقرض الله احد فيضاعفه واصل التضعيف ان يزاد على الشئ مثله اوامثاله ﴿ اضعافا ﴾ جمع ضعف حال من الهاء في يضاعفه ﴿ كثيرة ﴾ هذا قطع للاوهام عن مبلغ الحساب اى لايعلم قدرها الاالله * وقيل الواحد سبعمائة وحكمة تضعيف الحسنات لئلايفلس العبد اذا اجتمع الخصماء فمظالم العباد توفى من التضعيفات لامن اصل حسناته لان التضعيف فضل من الله تعالى واصل الحسنة الواحدة عدل منه واحدة بواحدة * وذكر الامام البيهقي ان التضعيفات فضل من الله تعالى لايتعلق بها العباد كمالايتعلق بالصوم بل يدخرها الحق للعبد فضلامنه سبحانه فاذا دخل الجنة اثابه بها : قال السعدى

نكوكارى از مردم نيك رأى * يكى را بده مى نويسد خداى

كرم كن كه فردا كه ديوان نهند * منازل بمقدار احسان نهند

و لما حثهم على الاخراج سهل عليهم الاقراض واخبر انهم لايمكنهم ذلك الا بتوفيقه فقال ﴿ والله يقبض ﴾ يقتر على بعض ﴿ و يبسط ﴾ يوسع على بعض او يقتر تارة و يوسع اخرى حسبما تقتضيه مشيئته المبنية على الحكم والمصالح واذا علم العبد ذلك هان عليه الاعطاء لان الله تعالى هو الرزاق وهو الذى وسع عليه فهو يسأل منه ماعطاه ولانه يخلفه عليه في الدنيا ويثيبه عليه في العقبى فكأن الله تعالى يقول اذا علمتم ان الله هو القابض والباسط وان ماعندكم انما هو من بسطه واعطائه فلاتبخلوا عليه فاقرضوه وانفقوا مماوسع عليكم واعطاكم ولاتعكسوا بان تبخلوا لئلايعاملكم مثل معاملتكم في التعكيس بان يقبض بعدمابسط . ولعل تأخير البسط عن القبض في الذكر للايماء الى انه يعقبه في الوجود تسلية للفقراء * قال الامام الغزالى في شرح الاسماء الحسنى القابض الباسط هو الذى يقبض الارواح من الاشباح عند الممات و يبسط الارواح في الاجساد عند الحياة و يقبض الصدقات من الاغنياء و يبسط الارزاق للضعفاء يبسط الرزق على الاغنياء حتى لاتبقى فاقة ويقبضه من الفقراء حتى لاتبقى طاقة و يقبض القلوب فيضيقها بما يكشف لها من قلة مبالاته وتعاليه وجلاله و يبسطها لمايقرب اليها من بره ولطفه وجماله والقابض الباسط من العباد من ألهم بدائع الحكم واوتى جوامع الكلم فتارة يبسط قلوب العباد بمايذكرهم من آلاء الله ونعمائه وتارة يقبضها بماينذرهم به من جلال الله وكبريائه وفنون عذابه و بلائه وانتقامه من اعدائه كما فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حيث قبض قلوب الصحابة عن الحرص على العبادة حيث ذكرهم ان الله يقول لآدم يوم القيامة ابعث بعث النار فيقول كم فيقول من كل الف تسعمائة وتسعة وتسعين فانكسرت قلوبهم حتى فتروا عن العبادة فلما اصبح وراءهم على ماهم عليه من القبض والفتور روح قلوبهم وبسطها فذكر انهم في سائر الامم كشامة سوداء في مسك ثور ابيض انتهى * قال القشيرى في رسالته القبض والبسط حالتان بقدر ترقى العبد عن حال الخوف والرجاء والقبض للعارف بمنزلة الخوف للمستأنف والبسط للعارف بمنزلة الرجاء للمستأنف ﴿ واليه ترجعون ﴾ فيجازيكم على ماقدمتم من الاعمال خيرا وشرا على الجود بالجنة وعلى البخل بالنار وهو وعد ووعيد اوهو تنبيه على ان الغنى لمفارق ماله بالموت فليبادر الى الانفاق قبل الفوت * واجتمع جماعة من الاغنياء والفقراء فقال غنى ان الله تعالى

رفع درجاتنا حتى استقرض منا و قال فقير بل رفع درجاتنا حتى استقرض لنا والواحد قديستقرض من غير الحبيب ولك ان لاتستقرض الا لاجل الحبيب وقبض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ودرعه عنديهوى بشعير اخذه لقوت عياله . انظر ممن استدان ولمن استدان وفى الحديث (يقول الله تعالى يوم القيامة ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنى قال رب كيف اطعمك وانت رب العزة قال استطعمك عبدى فلان فلم تطعمه أما علمت انك لواطعمته لوجدت ذلك عندى) فالقرض لايقع عند المحتاج فكأنه ذكر نفسه ونزل وصفه منزلة المحتاج كقوله مرضت فلم تعدنى جعت فلم تطعمنى شفقة وتلطيفا للفقير والمريض وهذا من باب التنزلات الرحمانية عند المحققين لتكميل محبة العبد وجذبه الى حظرة اهل الشهود من عباده اذجذبة من جذبات الحق توازى عمل الثقلين وذلك اذا شاهد العبد الفقير جلوة جمال الرحمن فى اطوار تنزلاته فى المشاهد الاعيانية : وفى المثنوى

روى خوبان زانيه زيبا شود * روى احسان از كدا پيدا شود
چون كدا آينهٔ جودست هان * دم بود بر روى آينه زيان
پس ازين فرمود حق در والضحى * بانك كم زن اى محمد بر كدا

فالله تعالى من كمال فضله وكرمه مع عباده خلق انفسهم وملكهم الاموال ثم اشترى منهم انفسهم واموالهم ثم ردها اليهم بالعارية ثم اكرمهم فيها بالاستقراض منهم ثم بشر باضعاف كثيرة عليها فالعبد الصادق لايطلب الا على قدر همته ولايريد العوض مما اعطاه الا ذاته تعالى فيعطيه الله ماهو مطلوبه على قدر همته و يضاعف له مع مطلوبه مااخفى لهم من قرة اعين اضعافا كثيرة على قدر كرمه فمن يكون له متاع الدنيا باسره قليلا ونظر مايكون له كثيرا اللهم متعنا بما الهمت قلوب اوليائك واجعلنا من الذين قصروا اعينهم على استطلاع انوار لقائك ﴿ ألم تر ﴾ اى ألم ينته علمك ﴿ الى ﴾ قصة ﴿ الملأ ﴾ اى قد علمت خبرهم باعلامى اياك فتعجب . الملأ جماعة يجتمعون للتشاور سموا بذلك لانهم اشراف يملأون العيون مهابة والمجالس بهاءة لاواحد له من لفظه كالقوم ﴿ من بنى اسرائيل ﴾ من للتبعيض حال من الملأ اى كائنين بعض بنى اسرائيل وهم اولاد يعقوب ﴿ من ﴾ ابتدائية متعلقة بما تعلق به الجار الاول ﴿ بعد ﴾ وفاة ﴿ موسى اذ قالوا ﴾ منصوب بالمضاف المقدر فى الملأ اى ألم تر الى قصة الملأ اوحديثهم حين قالوا لان الذوات لايتعجب منها وانما يتعجب من احوالها ﴿ لنبى لهم ﴾ اشمويل وهو الاشهر الاظهر ﴿ ابعث لنا ملكا ﴾ اى اقم وانصب لنا سلطانا يتقدمنا ويحكم علينا فى تدبير الحرب ونطيع لامره ﴿ نقاتل ﴾ معه وهو بالجزم على الجواب ﴿ فى سبيل الله ﴾ طلبوا من نبيهم ما كان يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم من التأمير على الجيوش التى كان يجهزها ومن امرهم بطاعته وامتثال اوامره — وروى — انه امر الناس اذا سافروا ان يجعلوا احدهم اميرا عليهم ﴿ قال ﴾ كأنه قيل فماذا قال لهم النبى حينئذ فقيل قال ﴿ هل عسيتم ﴾ قاربتم ﴿ ان كتب عليكم القتال ﴾ مع الملك شرط معترض بين عسى وخبره وهو قوله ﴿ ان لاتقاتلوا ﴾ معه * قال فى الكشاف والمعنى هل قاربتم ان لا تقاتلوا يعنى هل الامر كما اتوقعه انكم لاتقاتلون اراد ان يقول

در اواسط دفتر پنجم در بيان آنكه چنانكه كدا عاشق كرم است كريم هم عاشق كدا است

عسيتم ان لاتقاتلوا بمعنى أتوقع جبنكم عن القتال فادخل هل مستفهما عما هو متوقع عنده وانه صائب فى توقعه كقوله تعالى ﴿هل اتى على الانسان﴾ معناه التقرير ﴿ قالوا وما ﴾ مبتدأ وهو استفهام انكارى خبره قوله ﴿ لنا ﴾ فى ﴿ ان لانقاتل فى سبيل الله ﴾ اى أى سبب وغرض لنا فى ترك القتال ﴿ وقد اخرجنا من ديارنا وابنائنا ﴾ اى والحال انه قد عرض لنا مايوجب القتال ايجابا قويا من الاخراج من الديار والاوطان والاغتراب عن الاهل والاولاد وافراد الابناء بالذكر لمزيد تقوية اسباب القتال قال بعضهم وقد اخرجنا من ديارنا وابنائنا جلاء واسرا ومثله يذكر اتباعا نحو

وزججن الحواجب والعيونا

وكان سبب مسألتهم نبيهم ذلك انه لما مات موسى عليه السلام خلف بعده فى بنى اسرائيل يوشع يقيم فيهم التوراة وامر الله حتى قبضه الله ثم خلف فيهم كالب كذلك حتى قبضه الله ثم عظمت الاحداث فى بنى اسرائيل ونسوا عهد الله حتى عبدوا الاوثان فبعث الله اليهم ألياس نبيا فدعاهم الى الله وكانت الانبياء من بنى اسرائيل بعد موسى يبعثون اليهم بتجديد مانسوا من التوراة ثم خلف بعد ألياس أليسع وكان فيهم ماشاء الله حتى قبضه الله وخلف فيهم الخلوف وعظمت الخطايا وظهر لهم عدو يقال له البلناناوهم قوم جالوت كانوا يسكنون ساحل بحر الروم بين مصر وفلسطين وهم العمالقة اولاد عمليق بن عاد فظهروا على بنى اسرائيل وغلبوا على كثير من ارضهم وسبوا كثيرا من ذراريهم واسروا من ابناء ملوكهم اربعمائة واربعين غلاما وضربوا عليهم الجزية واخذوا توراتهم ولقى بنوا اسرائيل منهم بلاء شديدا ولم يكن لهم نبى يدبر أمرهم وكان سبط النبوة قد هلكوا فلم يبق منهم الا امرأة حبلى فحبسوها فى بيت رهبة ان تلد جارية فتبدلها بغلام لما ترى من رغبة بنى اسرائيل فى ولدها وجعلت المرأة تدعو الله ان يرزقها غلاما فولدت غلاما فسمته اشمويل تقول سمع الله دعائى وهو بالعبرانية اسمعيل والسين تصير شينا فى لغة عبران فكبر الغلام فاسلموه لتعلم التوراة فى بيت المقدس وكفله شيخ من علمائهم وتبناه فلما بلغ الغلام اتاه جبريل عليه السلام وهو نائم الى جنب الشيخ وكان لا يأتمن عليه احدا فدعاه بلحن الشيخ يا اشمويل فقام الغلام مسرعا الى الشيخ فقال يا ابتاه دعوتنى فكره الشيخ ان يقول لا لئلا يتفزع الغلام فقال يابنى ارجع فنم فرجع الغلام فنام ثم دعاه الثانية فقال الغلام دعوتنى فقال ارجع فنم فان دعوتك الثالثة فلا تجبنى فلما كانت الثالثة ظهر له جبريل فقال له اذهب الى قومك فبلغهم رسالة ربك فان الله قد بعثك فيهم نبيا فلما اتاهم كذبوه وقالوا له استعجلت بالنبوة ولم تأن لك وقالوا ان كنت صادقا فابعث لنا ملكا نقاتل فى سبيل الله آية نبوتك وانما كان قوام امر بنى اسرائيل بالاجتماع على الملوك وطاعة الملوك لانبيائهم فكان الملك هو الذى يسير بالجموع والنبى يقيم امره ويشير عليه برشده ويأتيه بالخبر من عند ربه ﴿ فلما كتب عليهم القتال ﴾ بعد سؤال النبى ذلك وبعث الملك ﴿ تولوا ﴾ اى اعرضوا وتخلفوا عن الجهاد وضيعوا امر الله ولكن لا فى ابتداء الامر بل بعد مشاهدة كثرة العدو وشوكته وانما ذكر الله ههنا مآل امرهم اجمالا اظهارا لما بين قولهم وفعلهم من التنافى والتباين ﴿ الا قليلا منهم ﴾ وهم الذين عبروا النهر مع طالوت واقتصروا على الغرفة وهم ثلاثمائة وثلاثة عشر بعدد اهل بدر ﴿ والله عليم بالظالمين ﴾ وعيد لهم على ظلمهم بالتولى عن القتال وترك الجهاد وتنافى اقوالهم

وافعالهم ۞ والاشارة ان القوم لما اظهروا خلاف ما اضمروا وزعموا غير ما كتموا عرض نقد دعواهم على محك معناهم فما افلحوا عند الامتحان اذ عجزوا عن البرهان وعند الامتحان يكرم الرجل اويهان : قال الحافظ

خوش بود كر محك تجربه آمد بميان * تا سيه روى شود هر كه درو غش باشد

وهذه حال المدعين من اهل السلوك وغيرهم * قال اهل الحقيقة عللوا القتال بما يرجع الى حظوظهم فخذلوا ولو قالوا كيف لا نقاتل وقد عدوا الله وخربوا بلاد الله وقهروا عباد الله واطفأوا نور الله لنصروا. وافادت الآية ان خواص الله فيهم قليلة قال تعالى ﴿وقليل من عبادى الشكور﴾ وهذا فى كل زمان لكن الشئ العزيز القليل اعلى بهاء من الكثير الذليل : قال السعدى قدس سره

خاك مشرق شنيده ام كه كنند * بچهل سال كاسهٔ چينى

صد بروزى كنند در بغداد * لاجرم قيمتش همى بينى

وانما كان اهل الحق اقل مع ان الجن والانس انما خلقوا لاجل العبادة كما قال تعالى ﴿وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون﴾ لان المقصود الاعظم هو الانسان الكامل وقد حصل اولان المهديين وان قلوا بالعدد لكنهم كثيرون بالفضل والشرف كما قيل قليل اذا عدوا كثير اذا شدوا اى اظهروا الشدة. وقد روى عن ابن مسعود رضى الله عنه السواد الاعظم هو الواحد على الحق والحكمة لا تقتضى اتفاق الكل على الاخلاص والاقبال الكلى على الله فان ذلك مما يخل بامر المعاش ولذلك قيل لولا الحمقى لخربت الدنيا بل تقتضى ظهور ما اضيف اليه كل من اليدين فللواحدة المضاف اليها عموم السعداء الرحمة والجنان وللاخرى القهر والغضب ولوازمهما فلا بد من الغضب لتكميل مرتبة قبضة الشمال فانه وان كان كلتا يديه يمينا مباركة لكن حكم كل واحدة يخالف الاخرى * فعلى العاقل ان يحترز من اسباب الغضب ويجتهد فى نيل كرم الرب قال على كرم الله وجهه [من ظن انه بدون الجهد يصل فهو متمن ومن ظن انه ببذل الجهد فهو متعن] اللهم افض علينا من سجال فضلك وكرمك واوصلنا اليك بك يا ارحم الراحمين ﴿وقال لهم نبيهم﴾ وذلك ان اشمويل لما سأل الله تعالى ان يبعث لهم ملكا اتى بعصا وقرن فيه دهن القدس وقيل له ان صاحبكم الذى يكون ملكا طوله طول هذه العصا وانظر القرن الذى فيه الدهن فاذا دخل عليك رجل ونش الدهن الذى فى القرن فهو ملك بنى اسرائيل فدهن به رأسه وملك عليهم. قال وهب ضلت حمر لابى طالوت فارسله وغلاما له فى طلبها فمرا ببيت اشمويل فقال الغلام لو دخلنا على هذا النبى فسألنا عن الحمر ليرشدنا ويدعو لنا بحاجتنا فدخلا عليه فبينما هما عنده يذكران له شأن الحمر اذ نش الدهن الذى فى القرن فقام اشمويل فقاس طالوت بالعصا فكان على طولها فقال لطالوت قرب رأسك فقربه فدهنه بدهن القدس ثم قال له انت ملك بنى اسرائيل الذى امرنى الله ان املكه عليهم قال بأى آية قال بآية انك ترجع وقد وجد ابوك حمره فكان كذلك ثم قال اشمويل لبنى اسرائيل ﴿ان الله قد بعث لكم طالوت﴾ اسم اعجمى ممتنع من الصرف لتعريفه وعجمته ﴿ملكا﴾ حال منه اى فاطيعوه وقاتلوا عدوكم معه ﴿قالوا﴾ متعجبين من ذلك ومنكرين قيل انهم كفروا بتكذيبهم نبيهم وقيل كانوا مؤمنين لكن تعجبوا وتعرفوا وجه الحكمة

فى تملكه كما قال الملائكة ﴿ أتجعل فيها من يفسد فيها ﴾ ﴿ أنى يكون له الملك علينا ﴾ من أين يكون له ذلك ويستأهل ﴿ ونحن احق بالملك منه ﴾ اولى بالرياسة عليه منه بالرياسة علينا ﴿ ولم يؤت سعة من المال ﴾ اى لم يعط ثروة وكثرة من المال فيشرف بالمال اذا فاته الحسب يعنى كيف يتملك علينا والحال انه لايستحق التملك لوجود من هو احق منه ولعدم مايتوقف عليه الملك من المال ولابد للملك من مال يقتصد به . وسبب هذا الاستبعاد ان النبوة كانت مخصوصة بسبط معين من اسباط بنى اسرائيل وهو سبط لاوى بن يعقوب ومنه كان موسى وهارون وسبط المملكة سبط يهودا بن يعقوب ومنه كان داود وسليمان ولم يكن طالوت من احد هذين السبطين بل هو من ولد بنيامين بن يعقوب وكانوا عملوا ذنبا عظيما ينكحون النساء على ظهر الطريق نهارا فغضب الله عليهم ونزع الملك والثروة منهم وكانوا يسمونه سبط الاثم وكان طالوت يحرف بحرفة دنية كان رجلا دباغا يعمل الادم فقيرا اوسقاء اومكاريا ﴿قال﴾ لهم نبيهم رداعليهم ﴿ ان الله اصطفاه عليكم ﴾ اى اختاره فان لم يكن له نسب ومال فله فضيلة اخرى وهو قوله ﴿ وزاده بسطة ﴾ اى سعة وامتدادا ﴿ فى العلم ﴾ المتعلق بالملك اوبه وبالديانات ايضا ﴿ والجسم ﴾ بطول القامة وعظم التركيب لان الانسان يكون اعظم فى النفوس بالعلم واهيب فى القلوب بالجسم وكان اطول من غيره برأسه ومنكبيه حتى ان الرجل القائم كان يمديده فينال رأسه لما استبعدوا تملكه بسقوط نسبه وبفقره رد عليهم ذلك اولا بان ملاك الامر هو اصطفاء الله وقد اختاره عليكم وهو اعلم بالمصالح منكم وثانيا بان العمدة فيه وفور العلم ليتمكن به من معرفة امور السياسة وجسامة البدن ليعظم خطره فى القلوب ويقدر على مقاومة الاعداء ومكابدة الحروب وقد خصه الله تعالى منهما بحظ وافر ﴿ والله يؤتى ملكه من يشاء ﴾ لما انه مالك الملك والملكوت فعال لما يريد فله ان يؤتيه من يشاء من عباده ﴿ والله واسع ﴾ يوسع على الفقير ويغنيه ﴿ عليم ﴾ بمن يليق بالملك ممن لايليق به * وفى التأويلات النجمية انما حرم بنوا اسرائيل من الملك لانهم كانوا معجبين بانفسهم متكبرين على طالوت ناظرين اليه بنظر الحقارة من عجبهم قالوا ونحن احق بالملك منه ومن تكبرهم عليه قالوا أنى يكون له الملك علينا ومن تحقيرهم اياه قالوا ولم يؤت سعة من المال فلما تكبروا وضعهم الله وحرموا من الملك : قال السعدى قدس سره

يكى قطره باران زابرى چكيد * خجل شد چو پهناى دريا بديد
كه جايى كه درياست من كيستم * كر اوهست حقا كه من نيستم
چو خودرا بچشم حقارت بديد * صدف دركنارش بجان پروريد
سپهرش بجايى رسانيد كار * كه شد نامور لؤلوى شاهوار
بلندى ازان يافت كوپست شد * درنيستى كوفت تاهست شد

ومن بلاغات الزمخشرى كم يحدث بين الخبيثين ابن لا يعابن والفرث والدم يخرج من بينهما اللبن يعنى حدوثا كثيرا يحدث بين الزوجين الخبيثين ابن طيب لايعاب بين الناس ولايذكر بقبيح وهذا غير مستبعد لان اللبن يخرج من بين السرجين والدم وهما مع كونهما مستقذرين لايؤثران فى اللبن بشئ من طعمهما ولونهما بل يحدث اللبن من بينهما لطيفا نظيفا سائغا

للشاربين . قالوا يخلق الله اللبن وسيطا بين الفرث والدم يكتنفانه وبينه وبينهما برزخ من قدرة الله لايبغى احدهما عليه بلون ولا طعم ولارائحة بل هو خالص من ذلك كله . قيل اذا اكلت البهيمة العلف فاستقر فى كرشها وهو من الحيوان بمنزلة المعدة من الانسان طبخته فكان اسفله فرثا واوسطه مادة اللبن واعلاه مادة الدم والكبد مسلطة على هذه الاصناف الثلاثة تقسمها فتجرى الدم فى العروق واللبن فى الضروع وتبقى الفرث فى الكرش فسبحان الله ماعظم قدرته والطف حكمته لمن تأمل والانسان له استعداد الصلاح والفساد فتارة يظهر فى الاولاد الصلاح المبطون فى الآباء وتارة يكون الامر بالعكس وامر الايجاد يدور على الاظهار والابطان فانظر الى آدم وابنيه قابيل وهابيل ثم وثم الى انتهاء الزمان . والحاصل ان طالوت ولو كان اخس الناس عند بنى اسرائيل لكنه عظيم شريف عند الله لما ان النظر الالهى اذا تعلق بحجر يجعله جوهرا وبشوك يجعله وردا وريحانا فلا معترض لحكمه ولاراد لقضائه فلو ضيع من وضعه الله وان كان قد رفعه الناس والرفيع من رفعه الله وان كان قد وضعه الناس . والعاقل اذا تأمل امثال هذا يجد من نفسه الانصاف والسكوت وتفويض الامر الى الحى الذى لايموت والله يقول الحق وهو يهدى السبيل ﴿ وقال لهم نبيهم ﴾ طلبوا علامة من نبيهم على كون طالوت ملكا عليهم فقالوا ماآية ملكه فقال ﴿ ان آية ملكه ﴾ اى علامة سلطنته ﴿ ان يأتيكم التابوت ﴾ من التوب وهو الرجوع وسمى تابوتا لانه ظرف توضع فيه الاشياء وتودع فلايزال يرجع اليه مايخرج منه وصاحبه يرجع اليه فيما يحتاج اليه من مودعاته والمراد به صندوق التوراة وكان قد رفعه الله بعد وفاة موسى عليه السلام سخطا على بنى اسرائيل لما عصوا واعتدوا فلما طلب القوم من نبيهم آية تدله على ملك طالوت قال لهم ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت من السماء والملائكة يحفظونه فاتاهم كما وصف والقوم ينظرون اليه حتى نزل عند طالوت وهذا قول ابن عباس رضى الله عنهما . وقال ارباب الاخبار ان الله تعالى انزل على آدم عليه السلام تابوتا فيه تماثيل الانبياء عليهم السلام من اولاده وكان من عود الشمشار ونحوا من ثلاثة اذرع فى ذراعين فكان عند آدم عليه السلام الى ان توفى فتوارثه اولاده واحد بعد واحد الى ان وصل الى يعقوب عليه السلام ثم بقى فى ايدى بنى اسرائيل الى ان وصل الى موسى عليه السلام فكان يضع فيه التوراة ومتاعا من متاعه وكان اذا قاتل قدمه فكانت تسكن اليه نفوس بنى اسرائيل وكان عنده الى ان توفى ثم تداولته ايدى بنى اسرائيل وكانوا اذا اختلفوا فى شئ تحاكموا اليه فيكلمهم ويحكم بينهم وكانوا اذا حضروا القتال يقدمونه بين ايديهم ويستفتحون به على عدوهم وكانت الملائكة تحمله فوق العسكر ثم يقاتلون العدو فاذا سمعوا فى التابوت صيحة استيقنوا النصر فلما عصوا وفسدوا سلط الله عليهم العمالقة فغلبوهم على التابوت وسلبوه وجعلوه فى موضع البول والغائط فلما اراد الله ان يملك طالوت سلط الله عليهم البلاء حتى ان كل من بال عنده ابتلى بالبواسير وهلكت من بلادهم خمس مدائن فعلم الكفار ان ذلك سبب استهانتهم بالتابوت فاخرجوه وجعلوه على عجلة وعقلوها على ثورين فاقبل الثوران يسيران وقد وكل الله بهما اربعة من الملائكة يسوقونهما حتى اتيا

منزل طالوت فلما سألوا نبيهم البينة على ملك طالوت قال لهم النبي ان آية ملكه انكم تجدون التابوت فى داره فلما وجدوه عنده ايقنوا بملكه فالاتيان على هذا مجاز لانه اتى به ولم يأت هو بنفسه فنسب الاتيان اليه توسعا كما يقال ربحت التجارة وعلى الوجه الاول حقيقة ﴿ فيه ﴾ اى فى اتيان التابوت ﴿ سكينة من ربكم ﴾ اى سكون لكم وطمأنينة كائنة من ربكم او الضمير للتابوت * قال بعض المحققين السكينة تطلق على ثلاثة اشياء بالاشتراك اللفظى . اولها مااعطى بنوا اسرائيل فى التابوت كما قال تعالى ﴿ ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم ﴾ قال المفسرون هى ريح ساكنة طيبة تخلع قلب العدو بصوتها رعبا اذا التقى الصفان وهى معجزة لانبيائهم وكرامة لملوكهم . والثانية شئ من لطائف صنع الحق يلقى على لسان المحدث الحكمة كما يلقى الملك الوحى على قلوب الانبياء مع ترويح الاسرار وكشف السر . والثالثة هى التى انزلت على قلب النبي عليه السلام وقلوب المؤمنين وهى شئ يجمع نورا وقوة وروحا يسكن اليه الخائف ويتسلى به الحزين كما قال تعالى ﴿ فانزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين ﴾ وقال بعضهم التابوت هو القلب والسكينة مافيه من العلم والاخلاص وذكر الله الذى تطمئن اليه القلوب واتيانه تصيير قلبه مقر العلم والوقار بعد ان لم يكن كذلك ﴿ وبقية ﴾ كائنة ﴿ مما ﴾ من للتبعيض ﴿ ترك آل موسى وآل هرون ﴾ هما رضاض الالواح وعصا موسى من آس الجنة وثيابه ونعلاه وعمامة هارون وشئ من التوارة وخاتم سليمان وقفيز من المن وهو الترنجبين الذى كان ينزل على بنى اسرائيل ويأكلونه فى ارض التيه . وآلهما انفسهما والآل مقحم او انباؤهما او اتباعهما ﴿ تحمله الملائكة ﴾ حال من التابوت اى ان آية ملكه اتيانه حال كونه محمولا للملائكة او استئناف كأنه قيل كيف يأتى فقيل تحمله الملائكة ثم ان التابوت لم تحمله الملائكة فى الروايتين بل نزل من السماء الى الارض بنفسه والملائكة كانوا يحفظونه فى الرواية الاولى واتى به على العجلة وعلى الثورين بسوق الملائكة على الرواية الاخيرة وانما اضيف الحمل فى القولين جميعا الى الملائكة لان من حفظ شيأ فى الطريق جاز ان يوصف بانه حمل ذلك الشئ وان لم يحمله بل كان الحامل غيره كما يقول القائل حملت الامتعة الى زيد اذا حفظها فى الطريق وان كان الحامل غيره ﴿ ان فى ذلك ﴾ يحتمل ان يكون من تمام كلام النبي وان يكون ابتداء خطاب من الله اى فى رد التابوت ايها الفريق ﴿ لآية ﴾ عظيمة ﴿ لكم ﴾ دالة على ملك طالوت وصدق قول نبيكم فى ان الله جعله ملكا فانه امر مناقض للعادة ﴿ ان كنتم مؤمنين ﴾ مصدقين بالله فصدقوا بتمليكه عليكم * وفى الآية اشارة الى ان آية ملك الخلافة للعبد ان يظفر بتابوت قلب فيه سكينة من ربه وهى الطمأنينة بالايمان والانس مع الله وبقية مما ترك آل موسى وآل هرون وهى عصا الذكر كلمة لا اله الا الله وهى كلمة التقوى وهى الحية التى اذا فتحت فاها تلقف سحرة صفات فرعون النفس فعصا ذكر الله فى تابوت القلوب وقد اودعها الله بين اصبعى جماله وجلاله كما قال عليه السلام (قلب المؤمن بين اصبعين من اصابع الرحمن) فبصفة الجلال يلهمها فجورها وبصفة الاكرام يلهمها تقواها كما قال تعالى ﴿ فالهمها فجورها وتقواها ﴾ ولم يستودعها ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا فشتان بين امة سكينتهم فيما للاعداء عليه تسلط وبين امة

سكينتهم فمااليس للاولياء ولاللانبياء عليه ولاية وان كان فى ذلك التابوت بعض التوراة موضوعا ففى تابوت قلوب هذه الامة جميع القرآن محفوظ وان كان فى تابوتهم بيوت فيها صور الانبياء ففى تابوت قلوبهم خلوات ليس فيها معهم غير الله كما قال (لايسعنى ارضى ولاسمائى ولكن يسعنى قلب عبدى المؤمن) فاذا تيسر لطالوت روح الانسان ان يؤتى تابوت القلب الربانى فسلم ملك الخلافة وسرير السلطنة واستوثق عليه جميع اسباط الصفات الانسانى فلا يركن الى الدنيا الغدارة المكارة بل يتهجر منها ويتبرز لقتال جالوت النفس الامارة وهذا لايتيسر الا بفضل الله واخذ الطريقة والتمسك بالحقيقة

ره اينست روى از طريقت متاب * بنه كام وكامى كه خواهى بياب

ومن اراد ان يزداد سكينة فليصل الى المعرفة فان المعرفة الالهية توجب السكينة فى القلب كما ان القلب يوجب السكون * وسئل ابو يزيد عن المعرفة فقال (ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة) اى غيروا حالها عما هى عليه وكذلك اذا وردت الواردات الربانية على القلوب الممتلئة اخرجت منها كل صفة رديئة . وقيل لابى يزيد بم وجدت هذه المعرفة فقال ببطن جائع وبدن عار : قال السعدى قدس سره

باندازه خور زاد اكر مردمى * چنين پرشكم آدمى يا خمى

ندارند تن پروران آكهى * كه پر معده باشد ز حكمت تهى

اللهم احفظنا من الموانع فى طريق الوصول اليك آمين آمين ﴿ فلما فصل طالوت بالجنود ﴾ الاصل فصل نفسه ولما اتحد فاعله ومفعوله شاع استعماله محذوف المفعول حتى نزل منزلة اللازم كانفصل والمعنى انفصل عن بلده مصاحبا لهم لقتال العمالقة . والجنود جمع جند وهو الجيش الاشداء مأخوذ من الجند وهى الارض الشديدة وكل صنف من الخلق جند على حدة - روى - انهم لما رأوا التابوت لم يشكوا فى النصر فتسارعوا الى الجهاد فقال طالوت لايخرج معى شيخ ولا مريض ولارجل بنى بناء لم يفرغ منه ولا صاحب تجارة مشتغل بها ولا رجل عليه دين ولارجل تزوج امرأة ولم يبن بها ولا ابتغى الا الشاب النشيط الفارغ فاجتمع اليه ممن اختاره ثمانون الفا وكان الوقت قيظا اى شديد الحر وسلكوا مفازة فشكوا قلة الماء وسألوا ان يجرى الله لهم نهرا ﴿ قال ﴾ اى طالوت باخبار من النبى اشمويل ﴿ ان الله مبتليكم بنهر ﴾ اى معاملكم معاملة المختبر بما اقترحتموه وذلك الاختبار ليظهر عند طالوت من كان مخلصا فى نيته من غيره ليميزهم من العسكر لان من لايريد القتال اذا خالط عسكرا يدخل الضعف فى العسكر فينهزمون بشؤمه

آنكه جنك آرد بخون خويش بازى ميكند * روز ميدان آنكه بكريزد بخون لشكرى

فيميز بينهما كالذهب والفضة فيهما الخبث فيميز الخالص من غيره بالنار ﴿ فمن شرب منه ﴾ اى ابتدأ شربه من ماء النهر بان كرع وهو تناول الماء بفيه من موضعه من غير ان يشرب بكفيه ولا بآناء ﴿ فليس منى ﴾ اى من جملتى واشياعى المؤمنين فمن للتبعيض دخلت على نفس المتكلم للاشعار بان اصحابه لقوة اختصاصهم واتصالهم به كأنهم بعضه اوليس

يتحد معى فمن اتصالية كما فى قوله تعالى ﴿ المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض ﴾ اى بعضهم متصل بالبعض الآخر ومتحد معه ﴿ ومن لم يطعمه ﴾ الطعم هنا بمعنى الذوق وهو التناول من الشئ تناولا قليلا يقال طعم الشئ اذا ذاقه مأكولا اومشروبا ﴿ فانه منى ﴾ اى من اهل دينى ﴿ الا من اغترف غرفة بيده ﴾ استثناء من قوله فمن شرب منه واعتراض الجملة الثانية وهو ومن لم يطعمه للعناية بها لان عدم الذوق منه رأسا عزيمة والاغتراف رخصة وبيان حال الاخذ بالعزيمة اهم من بيان الاخذ بالرخصة. والغرفة بالضم اسم للقدر الحاصل فى الكف بالاغتراف والغرف اخذ ماء بآلة كالكف وهو فى الاصل القطع والغرفة التى هى العلية قطعة من البناء والباء متعلقة باغترف * قال ابن عباس رضى الله عنهما كانت الغرفة الواحدة يشرب منها هو ودوابه وخدمه ويحمل منها * قال الامام وهذا يحتمل وجهين. احدهما انه كان مأذونا له ان يأخذ من الماء ماشاء مرة واحدة بقربة اوجرة بحيث كان المأخوذ فى المرة الواحدة يكفيه ودوابه وخدمه ويحمل باقيه . وثانيهما انه كان يأخذ القليل فيجعل الله فيه البركة حتى يكفى كل هؤلاء فيكون معجزة لنبى ذلك الزمان كما انه تعالى يروى الخلق الكثير من الماء القليل فى زمن محمد صلى الله عليه وسلم ﴿ فشربوا منه ﴾ اى فانتهوا الى النهر وابتلوابه وكرعوا فيه كروعا مثل الدواب ولم يقنعوا بالاغتراف فضلا عن ان لايذوقوا منه شيأ ﴿ الا قليلا منهم ﴾ وهم ثلاثمائة وثلاثة عشر رجلا على عدد اهل بدر فانهم اعترفوا فشربوا بالاكف ورووا واما الذين خالفوا فشربوا كرعا فازدادوا عطشا واسودت شفاههم وبقوا على شط النهر فعرف طالوت الموافق من المخالف فخلف الاشداء

نه بى حكم شرع آب خوردن خطاست * وكر خون بفتوى بريزى رواست

ولماردوا بالخلاف فى صفة شرب ماء اصله حلال لكن على صفة مخصوصة وهلكوا بعد الرد فما حال من تناول الحرام المحض فى الطعام والشراب كيف يقبل ويسلم . ثم انه لا خلاف بين المفسرين فى ان الذين عصوا رجعوا الى بلدهم والصحيح انهم لم يجاوزوا النهر وانما رجعوا قبل المجاوزة لقوله تعالى ﴿ فلما جاوزه ﴾ اى النهر ﴿ هو ﴾ اى طالوت ﴿ والذين آمنوا ﴾ وهم القليل الذين اطاعوه ولم يخالفوه فيما ندبهم اليه . وفيه اشارة الى ان من عداهم بمعزل من الايمان ﴿ معه ﴾ اى مع طالوت متعلق بجاوز لا بآمنوا ﴿ قالوا ﴾ اى بعض من معه من المؤمنين القليلين لبعض آخر منهم وهم الذين يظنون الآية فالمؤمنون الذين جاوزالنهر صاروا فريقين فريقا يحب الحياة ويكره الموت وكان الخوف والجزع غالبا على طبعه وفريقا كان شجاعا قوى القلب لايبالى بالموت فى طاعة الله تعالى . والقسم الاول هم الذين قالوا ﴿ لا طاقة ﴾ قوة ﴿ لنا اليوم بجالوت وجنوده ﴾ اى بمحاربتهم ومقاومتهم فضلا عن ان يكون لنا غلبة عليهم وذلك لما شاهدوا منهم من الكثرة والقوة وكانوا مائة الف مقاتل شاكى السلاح . والقسم الثانى هم الذين اجابوهم بقولهم كم من فئة الآية ﴿ قال ﴾ كأنه قيل فماذا قال لهم مخاطبهم فقيل قال ﴿ الذين يظنون انهم ملاقوا ﴾ نصر ﴿ الله ﴾ العزيز وتأييده ﴿ كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة ﴾ اى كثير من

(الفئات)

الفئات القليلة غلبت الفئات الكثيرة . والفئة اسم للجماعة من الناس قلت اوكثرت ﴿باذن الله﴾ اى بحكمه وتيسيره فان دوران كافة الامور على مشيئته تعالى فلا يذل من نصره وان قل عدده ولا يعز من خذله وان كثر اسبابه وعدده فنحن ايضا نغلب جالوت وجنوده ﴿ والله مع الصابرين ﴾ بالنصرة على العدو وبتوفيق الصبر عند الملاقاة * قال الراغب فى القصة ايماء ومثال للدنيا وابنائها وان من يتناول قدر ما يتبلغ به اكتفى واستغنى وسلم منها ونجا ومن تناول منها فوق ذلك ازداد عطشا ولهذا قيل الدنيا كالملح من ازداد منها عطش وفى الحديث (لو ان لابن آدم واديين من ذهب لابتغى اليهما ثالثا فلا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ويتوب الله على من تاب) يعنى لايزال حريصا على الدنيا حتى يموت ويتلئ جوفه من تراب قبره الا من تاب فان الله يقبل التوبة من التائب عن حرصه المذموم وعن غيره من المذمات وههنا نكتة وهى ان فى ذكر ابن آدم دون الانسان تلويحا الى انه مخلوق من تراب و من طبيعته القبض واليبس وازالته ممكنة بان يمطر الله عليه من غمام توفيقه فللعاقل ان لا يتعب نفسه فى جمع حطام الدنيا فان الرزق مقسوم * اوحى الله الى داود [ياداود تريد واريد فان رضيت بما اريد كفيتك ماتريد وان لم ترض بما اريد اتعبك ثم لايكون الا مااريد] فالناس مبتلون بنهر هو منهل الطبيعة الجسمانية فمن شرب منه مفرطا فى الرى منه بالحرص فليس من اهل الحقيقة لانه من اهل الطبيعة وعبدة الشهوات المشتغل بها عن الله الا من قنع من متاع الدنيا على مالابد منه من المأكول والمشروب والملبوس والمسكن ومحبة الخلق على الاضطرار بمقدار القوام فانه من اولياء الله . والحاصل ان النهر هو الدنيا وزينتها ومن بقى على شطها واطمأن بها كثير ممن جاوزها ولم يلتفت اليها فان اهل الله اقل من القليل واهل الدنيا لا يحصى عددهم رزقنا الله واياكم القوة والقناعة ولم يفصلنا عن اهل السنة والجماعة ـ روى ـ انه عليه السلام قال فى وصيته لابى هريرة رضى الله عنه (عليك يا ابا هريرة بطريق اقوام اذا فزع الناس لم يفزعوا واذا طلب الناس الامان من النار لم يخافوا) قال ابو هريرة من هم يارسول الله قال (قوم من امتى فى آخر الزمان يحشرون يوم القيامة محشر الانبياء اذا نظر اليهم الناس ظنوهم انبياء مما يرون من حالهم حتى اعرفهم انا فاقول امتى امتى فيعرف الخلائق انهم ليسوا انبياء فيمرون مثل البرق او الريح تغشى ابصار اهل الجمع من انوارهم) فقلت يارسول الله مرنى بمثل عملهم لعلى الحق بهم فقال (يا ابا هريرة ركب القوم طريقا صعبا آثروا الجوع بعدما اشبعهم الله والعرى بعدما كساهم الله والعطش بعدما ارواهم الله تركوا ذلك رجاء ما عند الله تركوا الحلال مخافة حسابه صحبوا الدنيا بابدانهم ولم يشتغلوا بشئ منها عجبت الملائكة والانبياء من طاعتهم لربهم طوبى لهم وددت ان الله جمع بينى وبينهم) ثم بكى رسول الله صلى الله عليه وسلم شوقا اليهم ثم قال عليه السلام (اذا اراد الله باهل الارض عذابا فنظر اليهم صرف العذاب عنهم فعليك يا اباهريرة بطريقهم) : قال الشيخ العطار قدس سره

درراه تومردانند ازخويش نهان مانده * بى جسم وجهت كشته بى نام ونشان مانده
تمشان بشريعت هم دلشان بحقيقت هم * هم دل شده وهم جان نه اين ونه آن مانده

عليهم سلام الله ورحمته وبركاته اللهم اجعلنا من اللاحقين بهم آمين آمين ﴿ ولما برزوا ﴾ اى ظهر طالوت ومن معه من المؤمنين وصاروا الى براز اى فضاء من الارض فى موطن الحرب ﴿ لجالوت وجنوده ﴾ وشاهدوا ماعليهم من العدد والعدد وايقنوا انهم غير مطيقين لهم عادة ﴿ قالوا ﴾ اى جميعا عند تقوى قلوب الفريق الاول منهم بقول الفريق الثانى متضرعين الى الله تعالى مستعينين به ﴿ ربنا ﴾ فى ندائهم بقولهم ربنا اعتراف منهم بالعبودية وطلب لاصلاحهم لان لفظ الرب يشعر بذلك دون غيره ﴿ أفرغ علينا ﴾ افراغ الاناء اخلاؤه مما فيه اى صب علينا وهو استعارة عن الاكمال والاكثار أتوا بلفظة على طلبا لان يكون الصبر مستعليا عليهم وشاملا لهم كالظرف للمظروف ﴿ صبرا ﴾ على مقاساة شدائد الحرب واقتحام موارده الضيقة ﴿ وثبت اقدامنا ﴾ وهب لنا ماتثبت به فى مداحض القتال ومزال النزال من قوة القلوب والقاء الرعب فى قلوب العدو ونحو ذلك من الاسباب فالمراد بثبات القدم كمال القوة والرسوخ عند المقارنة وعدم التزلزل وقت المقاومة لامجرد التقرر فى حيز واحد ﴿ وانصرنا على القوم الكافرين ﴾ بقهرهم وهزمهم ولقد راعوا فى الدعاء ترتيبا بليغا حيث قدموا سؤال افراغ الصبر على قلوبهم الذى هو ملاك الامر ثم سؤال تثبيت القدم المتفرع عليه ثم سؤال النصر على العدو الذى هو الغاية القصوى ﴿ فهزموهم ﴾ اى كسروهم بلامكث ﴿ باذن الله ﴾ اى بنصره وتأييده اجابة لدعائهم ﴿ وقتل داود جالوت ﴾ كان جالوت الجبار رأس العمالقة وملكهم وكان من اولاد عمليق بن عاد وكان من اشد الناس واقواهم وكان يهزم الجيوش وحده وكان له بيضة فيها ثلاثمائة رطل حديد وكان ظله ميلا لطول قامته وكان ايشى ابو داود عليه السلام فى جملة من عبر النهر مع طالوت وكان معه سبعة من ابنائه وكان داود اصغرهم يرعى الغنم فاوحى الى نبى العسكر وهو اشمويل ان داود بن ايشى هو الذى يقتل جالوت فطلبه من الله فجاء به فقال النبى اشمويل لقد جعل الله تعالى قتل جالوت على يدك فاخرج معنا الى محاربته فخرج معهم فمر داود عليه السلام فى الطريق بحجر فناداه ياداود احملنى فانى حجر هارون الذى قتل بى ملك كذا فحمله فى مخلاته ثم مر بحجر آخر فقال له احملنى فانى حجر موسى الذى قتل بى كذا وكذا فحمله فى مخلاته ثم مر بحجر آخر فقال له احملنى فانى حجر الذى تقتل بى جالوت فوضعه فى مخلاته وكان من عادته رمى القذافة وكان لايرمى بقذافته شيأ من الذئب والاسد والنمر الاصرعه واهلكه فلما تصاف العسكران للقتال برز جالوت الجبار الى البراز وسأل من يخرج اليه فلم يخرج اليه احد فقال يابنى اسرائيل لو كنتم على حق لبارزنى بعضكم فقال داود لاخوته من يخرج الى هذا الاقلف فسكتوا فالتمس منه طالوت ان يخرج اليه ووعده ان يزوجه ابنته ويعطيه نصف ملكه ويجرى له خاتمه فيه فلما توجه داود نحوه اعطاه طالوت فرسا ودرعا وسلاحا فلبس السلاح وركب الفرس فسار قريبا ثم انصرف الى الملك فقال من حوله جبن الغلام فجاء فوقف على الملك فقال ماشأنك فقال ان الله تعالى ان لم ينصرنى لم يغن عنى هذا السلاح شيأ فدعنى اقاتل كما اريد قال نعم فاخذ داود مخلاته فتقلدها واخذ المقلاع ومضى نحو جالوت — روى — انه لما نظر جالوت الى داود قذف فى قلبه الرعب فقال يافتى ارجع فانى ارحمك ان اقتلك قال داود بل

انا اقتلك قال اتأتني بالمقلاع والحجر كما يؤتى الكلب قال نعم انت شر من الكلب قال جالوت لاجرم لاقسمن لحمك بين سباع الارض وطير السماء قال داود بل يقسم الله لحمك فقال باسم اله ابراهيم واخرج حجرا ثم اخرج الآخر وقال باسم اله اسحق ثم اخرج الثالث وقال باسم اله يعقوب فوضع الاحجار الثلاثة فى مقلاعه فصارت كلها حجرا واحدا ودور المقلاع ورمى به فسخر الله له الريح حتى اصاب الحجر انف البيضة وخالط دماغه وخرج من قفاه وقتل من ورائه ثلاثين رجلا وهزم الله الجيش وخر جالوت قتيلا فاخذ داود يجره حتى القاه بين يدى طالوت ففرح المسلمون فرحا شديدا وانصرفوا الى المدينة سالمين فزوجه طالوت ابنته واجرى خاتمه فى نصف مملكته فمال الناس الى داود واحبوه واكثروا ذكره فحسده طالوت واراد قتله فتنبه له داود وهرب منه فسلط طالوت عليه العيون وطلبه اشد الطلب فلم يقدر عليه وانطلق داود الى الجبل مع المتعبدين فتعبد فيه دهرا طويلا فاخذ العلماء والعباد ينهون طالوت فى شأن داود فجعل طالوت لاينهاه احد عن قتل داود الا قتله فاكثر فى قتل العلماء الناصحين فلم يكن يقدر على عالم فى بنى اسرائيل يطيق قتله الا قتله ثم ندم على مافعله من المعاصى والمنكرات واقبل على البكاء ليلا ونهارا حتى رحمه الناس وكان كل ليلة يخرج الى القبور فيبكى و ينادى رحم الله عبدا يعلم ان لى توبة الا اخبرنى بها فلما اكثر التضرع والالحاح عليهم رق له بعض خواصه فقال له ان دللتك ايها الملك لعلك ان تقتله فقال لا والله بل اكرمه اتم الاكرام وانقاد الى حكمه واخذ مواثيق الملك وعهوده على ذلك فذهب به الى باب امرأة تعلم اسم الله الاعظم فلما لقيها قبل الارض بين يديها وسألها هل له من توبة فقالت لا والله لااعلم لك توبة ولكن هل تعلم مكان قبر نبى فانطلق بها الى قبر اشمويل فصلت ودعت ثم نادت صاحب القبر فخرج اشمويل من القبر ينفض رأسه من التراب فلما نظر اليهم سألهم وقال مالكم أقامت القيامة قالت لا ولكن طالوت يسأل هل له من توبة قال اشمويل ياطالوت مافعلت بعدى قال لم ادع من الشر شيأ الا فعلته وجئت لطلب التوبة قال كم لك من الولد قال عشرة رجال قال لااعلم لك من التوبة الا ان تتخلى من ملكك وتخرج انت وولدك فى سبيل الله ثم تقدم ولدك حتى يقتلوا بين يديك ثم تقاتل انت فتقتل آخرهم ثم رجع اشمويل الى القبر وسقط ميتا ورجع طالوت ففعل ماامر به حتى قتل فجاء قاتله الى داود ليبشره وقال قتلت عدوك فقال داود ما انت بالذى تحيى بعده فضرب عنقه فكان ملك طالوت الى ان قتل اربعين سنة واتى بنوا اسرائيل بداود واعطوه خزائن طالوت وملكوه على انفسهم وملك داود بعد قتل طالوت سبعين سنة ﴿ وآتاه الله الملك ﴾ اى ملك بنى اسرائيل فى مشارق الارض المقدسة ومغاربها ولم يجتمعوا قبل داود على ملك ﴿ والحكمة ﴾ اى النبوة ولم يجتمع فى بنى اسرائيل الملك والنبوة قبله الا له بل كان الملك فى سبط والنبوة فى سبط آخر وانزل عليه الزبور اربعمائة وعشرين سورة وهو اول من تكلم باما بعد وهو فصل الخطاب الذى اوتيه داود عليه السلام ﴿ وعلمه مما يشاء ﴾ اى مما يشاء الله تعليمه اياه من صنعة الدروع بألانة الحديد وكان يصنعها و يبيعها وكان لايأكل الا من عمل يده ومنطق الطير وتسبيح الجبال وكلام الحكل والنمل والصوت الطيب والالحان

الطيبة فلم يعط الله احدا مثل صوته وكان اذا قرأ الزبور تدنو الوحوش حتى يؤخذ باعناقها وتطلبه الطير مصيخة له ويركد الماء الجارى وتسكن الريح ﴿ ولولا دفع الله ﴾ المصدر مضاف الى فاعله اى صرفه ﴿ الناس ﴾ مفعول الدفع ﴿ بعضهم ﴾ الذين يباشرون الشر والفساد وهو بدل من الناس بدل بعض من كل ﴿ ببعض ﴾ آخر منهم بردهم عماهم عليه بما قدر الله من القتل كما فى القصة المحكية وغيره وهو متعلق بالمصدر ﴿ لفسدت الارض ﴾ وبطلت منافعها وتعطلت مصالحها من الحرث والنسل وسائر مايعمر الارض ويصلحها * وقيل لولا دفع الله بالمؤمنين والابرار عن الكفار والفجار لهلكت الارض ومن فيها ولكن الله يدفع بالمؤمن عن الكافر وبالصالح عن الفاجر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان الله ليدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بيت جيرانه البلاء) ثم قرأ (ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض) ثم ان فيه تنبيها على فضيلة الملك وانه لولاه لما انتظم امر العالم . ولهذا قيل الدين والملك توأمان فى ارتفاع احدهما ارتفاع الآخر لان الدين اساس والملك حارس ومالا اس له فمهدوم ومالا حارس له فضائع والناس قد لا ينقادون للرسل تحت الرياسة مع ظهور الحجج فاحتيج الى المجاهدة باللسان والسيف وذلك يكون من الانبياء ومن يتابعهم ثم لهم آجال مضروبة عندها فوجب ان يكون لهم خلفاء بعدهم من كل عصر فى اقامة الدين والجهاد فهذا دفع الله الناس بعضهم ببعض . وتفصيله ان دفع الله الناس بعضهم ببعض على وجهين دفع ظاهر ودفع خفى . فالظاهر ماكان بالسواس الاربعة الانبياء والملوك والحكماء المعنيين بقوله (ومن يؤت الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا) والوعاظ . فسلطان الانبياء عليه السلام على الكافة خاصهم وعامهم ظاهرهم وباطنهم وسلطان الملوك على ظواهر الكافة دون البواطن كما قيل نحن ملوك ابدانهم لاملوك اديانهم وسلطان الحكماء على الخاصة دون العامة وسلطان الوعاظ بواطن العامة . واما الدفع الخفى فسلطان العقل يدفع عن كثير من القبائح وهو السبب فى التزام سلطان الظاهر ﴿ ولكن الله ذو فضل ﴾ عظيم لايقادر قدره ﴿ على العالمين ﴾ كافة يعنى لكنه تعالى يدفع فساد بعضهم ببعض فلا تفسد الارض وتنتظم به مصالح العالم وتنصلح احوال الامم . ففضله تعالى يعم العوالم كلها اما فى عالم الدنيا فبهداية طريق الرشد والصلاح واما فى الآخرة فبالجنات والدرجات والنجاة والفلاح ومن جملة فضله تعالى على العالمين دفع البليات عن بعض عباده بلاواسطة كالانبياء وكمل الاولياء ومن اقتفى اثرهم من اهل اليقين ﴿ تلك ﴾ اشارة الى ماسلف من حديث الالوف وتمليك طالوت واتيان التابوت وانهزام الجبابرة وقتل داود جالوت ﴿ آيات الله ﴾ المنزلة من عنده ﴿ نتلوها عليك ﴾ اى بواسطة جبريل ﴿ بالحق ﴾ حال من مفعول نتلوها اى ملتبسة بالوجه المطابق الذى لايشك فيه اهل الكتاب وارباب التواريخ لما يجدونها موافقة لما فى كتبهم ﴿ وانك لمن المرسلين ﴾ اى من جملة الذين ارسلوا الى الامم لتبليغ رسالتنا واجراء اوامرنا واحكامنا عليهم والا لما اخبرت بتلك الآيات من غير تعرف ولا استماع والتأكيد لرد قول الكفار لست رسولا قال بعضهم

ألا اى احمد مرسل شود هر مشكل از تو حل * كنم وصف ترا مجمل تو يى سلطان هر مولى

شریعت از نور روشن شد طریقت هم مبرهن شد * حقیقت خود معین شد زهی سلطان بی همتا

﴿ والاشارة ان المجاهد مع جالوت النفس الامارة لايقوم بحوله وقوته حتى يرجع الى ربه مستعينا (ربنا افرغ علينا صبرا) على الائتمار بطاعتك والانزجار عن معاصيك (وثبت اقدامنا) فى التسليم عند الشدة والرخاء وهجوم احكام القضاء فى السراء والضراء (وانصرنا على القوم الكافرين) وهم اعداؤنا فى الدين عموما والنفس الامارة التى هى اعدى عدونا بين جنبينا خصوصا اذا كان الالتجاء عن صدق الرجاء برب الارض والسماء يكون مقرونا باجابة الدعاء والظفر على الاعداء (فهزموهم باذن الله) بنصرة الله فانه الذى صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده (وقتل داود) القلب (جالوت) النفس اذ اخذ حجر الحرص على الدنيا وحجر الركون الى العقبى وحجر تعلقه الى نفسه بالهوى حتى صارت الثلاثة حجرا واحدا وهو الالتفات الى غير المولى فوضعه فى مقلاع التسليم والرضى فرمى به جالوت النفس وسخر الله له ريح العناية حتى اصاب انف بيضة هواها فاخرج منه الفضول وخرج من قفاها وقتل من ورائها ثلاثين من صفاتها واخلاقها وهزم الله باقى جيشها وهو الشياطين واحزابها (وآتيه الله الملك والحكمة) يعنى آتى داود القلب ملك الخلافة وحكمة الالهامات الربانية (وعلمه مما يشاء) من حقائق القرآن واسراره واشاراته (ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض) يعنى ارباب الطلب بالمشايخ الواصلين (لفسدت الارض) ارض استعدادهم المخلوقة فى احسن التقويم لتشمير كمالات الدين القويم عن استيلاء جالوت النفس وجنود صفاتها فى تخريب بلاد الارواح بتبديل اخلاقها وتكدير صفاء ذواتها وترديدها الى جحيم صفات البهائم والانعام واسفل دركاتها (ولكن الله ذو فضل على العالمين) يعنى من كمال فضله ورحمته يحرك سلسلة طلب الطالبين ويلهم اسرارهم بارادة المشايخ الكاملين ويوفقهم للتمسك بذيول تربيتهم والتسليم تحت تصرفاتهم فى تنقيتهم ويثبتهم بالصبر والسكون على الرياضات والمجاهدات فى حال تزكيتهم ويشير الى المشايخ بقبولهم والاقبال عليهم ويقويهم على شدائد المخالفات فلو لم تكن هذه الالطاف من الله ماتيسر لهم تزكية نفوسهم ابدا فهذه اشارة لاتحقق الا لاهل الخير ولهذا خص الله حبيبه بتحقيقها وتحققها بقوله (تلك آيات الله) يعنى فى ضمن هذه الآيات حقائق ودقائق (نتلوها عليك) اى نجلوها لديك (بالحق) اى بالحقيقة كما هى (وانك لمن المرسلين) الذين عبروا على هذه المقامات وشاهدوا هذه الاحوال والكرامات كذا فى التأويلات النجمية

— تمت الجزء الثانى —

الجزء الثالث

من

الاجزاء الثلاثين

﴿ تلك الرسل ﴾ اشارة الى الجماعة الذين من جملتهم النبى عليه الصلاة والسلام فاللام فى الرسل للاستغراق ﴿ فضلنا بعضهم على بعض ﴾ بان خصصناه بمنقبة ليست لغيره * واعلم ان الانبياء

كلهم متساوون فى النبوة لان النبوة شئ واحد لا تفاضل فيها وانما التفاضل باعتبار الدرجات . بلغ بعضهم منصب الخلة كابراهيم عليه الصلاة والسلام ولم يحصل ذلك لغيره . وجمع لداود بين الملك والنبوة وطيب النغمة ولم يحصل هذا لغيره . وسخر لسليمان الجن والانس والطير والريح ولم يحصل هذا لابيه داود . وخص محمدا عليه وعليهم السلام بكونه مبعوثا الى الجن والانس وبكون شرعه ناسخا لجميع الشرائع المتقدمة . ومنهم من دعا امته بالفعل الى توحيد الافعال وبالقوة الى الصفات والذات . ومنهم من دعا بالفعل الى الصفات ايضا وبالقوة الى الذات . ومنهم من دعا الى الذات ايضا بالفعل وهو ابراهيم عليه السلام فانه قطب التوحيد اذ الانبياء كانوا يدعون الى المبدأ والمعاد والى الذات الاحدية الموصوفة ببعض الصفات الالٓهية الا ابراهيم عليه السلام فانه دعا الى الذات الالٓهية الاحدية ولذا امر الله نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم باتباعه بقوله ﴿ ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا ﴾ فهو من اتباع ابراهيم باعتبار الجمع دون التفصيل اذ لا متمم لتفاصيل الصفات الا هو ولذلك لم يكن غيره خاتما فالانبياء وان كانوا متفاوتين فى درجات الدعوة بحسب مشارب الامم الا ان كلهم واصلون فانون فى الله باقون بالله لان الولاية قبل النبوة حيث ان آخر درجات الولاية اول مقامات النبوة فهى تبتنى على الولاية ومعنى الولاية الفناء فى الله والبقاء بالله فالنبى لا يكون الا واصلا محرزا جميع مراتب التوحيد من الافعال والصفات والذات ﴿ منهم من كلم الله ﴾ اى فضله الله بان كلمه بغير واسطة وهو موسى عليه الصلاة والسلام فهو كليمه بمعنى مكالمه * واختلفوا فى الكلام الذى سمعه موسى وغيره من الله تعالى هل هو الكلام القديم الازلى الذى ليس من جنس الحروف والاصوات . قال الاشعرى واتباعه المسموع هو ذلك الكلام الازلى قالوا كما انه لم تمتنع رؤية ما ليس بمكيف فكذا لا يستبعد سماع ما ليس بمكيف . وقيل سماع ذلك الكلام محال وانما المسموع هو الحروف والصوت ﴿ ورفع بعضهم درجات ﴾ اى على درجات فانتصابه على نزع الخافض وذلك بان فضله على غيره من وجوه متعددة او بمراتب متباعدة والظاهر انه اراد محمدا صلى الله عليه وسلم لانه هو المفضل عليهم حيث اوتى ما لم يؤته احد من الآيات المتكاثرة المرتقية الى ثلاثة آلاف آية واكثر ولو لم يؤت الا القرآن وحده لكفى به فضلا منيفا على سائر ما اوتى الانبياء لانه المعجزة الباقية على وجه الدهر دون سائر المعجزات . وفى الحديث (فضلت على الانبياء بست اوتيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لى الغنائم وجعلت لى الارض مسجدا وطهورا وارسلت الى الخلق كافة وختم بى النبيون) قال فى التأويلات النجمية اعلم ان فضل كل صاحب فضل يكون على قدر استعلاء ضوء نوره لان الرفعة فى الدرجات على قدر رفعة الاستعلاء كما قال تعالى ﴿ والذين اوتوا العلم درجات ﴾ فالعلم هو الضوء من نور الوحدانية فكلما ازداد العلم زادت الدرجة فناهيك عن هذا المعنى قول النبى عليه السلام فيما يخبر عن المعراج انه رأى آدم فى السماء الدنيا ويحيى وعيسى فى السماء الثانية ويوسف فى السماء الثالثة وادريس فى السماء الرابعة وهارون فى السماء الخامسة وموسى فى السماء السادسة وابراهيم فى السماء السابعة وعبر النبى عليه السلام حتى رفع الى سدرة المنتهى ومن ثم الى قاب قوسين او ادنى فهذه الرفعة فى الدرجة فى القرب الى الحضرة كانت له

(على)

على قدر قوة ذلك النور فى استعلاء ضوئه وعلى قدر غلبات انوار التوحيد على ظلمات الوجود كانت مراتب الانبياء بعضهم فوق بعض فلما غلب نور الوحدانية على ظلمة انسانية النبى عليه السلام اضمحلت وتلاشت وفنيت ظلمة وجوده بسطوات تجلى صفات الجمال والجلال فكل نبى بقدر بقية ظلمة وجوده بقى فى مكان من اماكن السموات فانه صلى الله تعالى عليه وسلم مابقى فى مكان ولا فى الامكان لانه كان فانيا عن ظلمة وجوده باقيا بنور وجوده ولهذا سماه الله نورا وقال ﴿قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين﴾ فالنور هو محمد عليه السلام والكتاب هو القرآن فافهم واغتنم فانك لاتجد هذه المعانى الاههنا انتهى كلام التأويلات النجمية ﴿ وآتينا عيسى ابن مريم البينات ﴾ الآيات الباهرة والمعجزات الظاهرة من احياء الموتى وشفاء المرضى وابراء الاكمه والابرص وخلق الطير من الطين والاخبار بالمغيبات والانجيل وجعل معجزاته سبب تفضيله مع ان ايتاء البينات غير مختص بعيسى عليه الصلاة والسلام لانها آيات واضحة ومعجزات عظيمة لم يستجمعها غيره وخص عيسى عليه السلام بالتعين مع انه غير مختص بايتاء البينات تقبيحا لافراط اليهود فى تحقيره حيث انكروا نبوته مع ماظهر على يده من البينات القاطعة الدالة عليها ولافراط النصارى فى تعظيمه حيث اخرجوه عن مرتبة الرسالة ﴿ وايدناه ﴾ اى قويناه ﴿ بروح القدس ﴾ اى الروح المطهرة التى نفخها الله فيه فأبانه بها من غيره ممن خلق من اجتماع نطفتى الذكر والانثى لانه عليه السلام لم تضمه اصلاب الفحول ولم يشتمل عليه ارحام الطوامث . فالقدس بمعنى المقدس من قبيل رجل صدق او القدس هو الله وروحه جبريل والاضافة للتشريف والمعنى اعانه بجبريل فى اول امره وفى وسطه وفى آخره امافى الاول من امره فلقوله ﴿فنفخنا فيه من روحنا﴾ واما فى وسطه فلان جبريل عليه السلام علمه العلوم وحفظه من الاعداء واما فى آخر الامر فحين ارادت اليهود قتله اعانه جبريل ورفعه الى السماء ﴿ ولو شاء الله ماقتتل الذين من بعدهم ﴾ اى من بعد الرسل من الامم المختلفة اى لو شاء الله عدم اقتتالهم مااقتتلوا بان جعلهم متفقين على اتباع الرسل المتفقة على كلمة الحق ﴿ من ﴾ متعلقة باقتتل ﴿ بعد ماجاءتهم ﴾ من جهة اولئك الرسل ﴿ البينات ﴾ المعجزات الواضحة والآيات الظاهرة الدالة على حقيقة الحق الموجبة لاتباعهم الزاجرة عن الاعراض عن سننهم المؤدى الى القتال ﴿ ولكن اختلفوا ﴾ اى لكن لم يشأ عدم اقتتالهم لانهم اختلفوا اختلافا فاحشا ﴿ فمنهم من آمن ﴾ اى بماجاءت به اولئك الرسل من البينات وعملوا به ﴿ ومنهم من كفر ﴾ بذلك كفرا لاارعواء له عنه فاقتضت الحكمة عدم مشيئته تعالى لعدم اقتتالهم فاقتتلوا بموجب اقتضاء احوالهم ﴿ ولو شاء الله ﴾ عدم اقتتالهم بعد هذه المرة ايضا من الاختلاف والشقاق المستتبعين للاقتتال بحسب العادة ﴿ مااقتتلوا ﴾ ومانبض منهم عرق التطاول والتعاون لما ان الكل تحت ملكوته ﴿ ولكن الله يفعل مايريد ﴾ اى من الامور الوجودية والعدمية التى من جملتها عدم مشيئته عدم اقتتالهم فان الترك ايضا من جملة الافعال اى يفعل مايريد حسبما يريد من غير ان يوجبه عليه موجب اويمنعه منه مانع . وفيه دليل بين على ان الحوادث تابعة لمشيئته تعالى خيرا كان اوشرا ايمانا كان اوكفرا وهذا نذير على المعتزلة * قال الامام الغزالى

قدس سره المتعالى فى شرح اسمى الضار والنافع هوالذى يصدر منه الخير والشر والنفع والضر وكل ذلك منسوب الى الله تعالى امابواسطة الملائكة والانس والجمادات اوبغير واسطة فلاتظنن ان السم يقتل ويضر بنفسه وان الطعام يشبع وينفع بنفسه وان الملك اوالانسان اوالشيطان اوشيأ من المخلوقات من فلك الكواكب اوغيرها يقدر على خيراوشر بنفسه اونفع اوضر بل كل ذلك اسباب مسخرة لايصدر منها الا ماسخرت له وجملة ذلك بالاضافة الى القدرة الازلية كالقلم بالاضافة الى الكاتب فى اعتقاد العامى وكما ان السلطان اذا وقع لكرامة اوعقوبة لم يضر ذلك ولانفعه من القلم بل من الذى القلم مسخر له فكذلك سائر الوسائط والاسباب وانما قلنا فى اعتقاد العامى لان الجاهل هو الذى يرى القلم مسخرا للكاتب والعارف يعلم انه مسخر فى يده لله تعالى وهوالذى الكاتب مسخر له فانه مهما خلق الكاتب وخلق له القدرة وسلط عليه الداعية الجازمة التى لا تردد فيها صدر منه حركة الاصبع والقلم لامحالة شاء ام ابى بل لايمكنه ان لايشاء فاذا الكاتب بقلم الانسان ويده هو الله تعالى واذا عرفت هذا فى الحيوان المختار فهو فى الجمادات اظهر * قال صاحب روضة الاخيار المؤثر هو الله تعالى والكواكب اسباب عادية الشمس مظهر اسم الحى والزهرة للمريد وعطارد للمسقط والقمر للقابل ولذا كان بيت العزة فى ملكه والمريخ للقادر والمشترى للعليم وزحل للجواد واصول الاسماء اربعة هى الحياة والعلم والقدرة والارادة واسرافيل مظهر الحياة والاقساط مندرج فيها وجبريل مظهر العلم والقول وباعتبار الاول هو روح القدس وبالثانى الروح الامين ولذا كان حامل الوحى وميكائيل مظهر الارادة والجود مندرج فيها ولذا كان ملك الارزاق وعزرائيل مظهر القدرة ولذا يقهر الجبابرة ويذلهم بالموت والفناء ﴿ ياايها الذين آمنوا انفقوا مما رزقناكم ﴾ من تبعيضية اى شيأ مما رزقناكموه والتعرض لوصوله منه تعالى للحث على الانفاق والمراد به الانفاق الواجب اى الزكاة بدلالة مابعده من الوعيد والاكثر على ان الامر يتناول الواجب والمندوب ﴿ من ﴾ لابتداء الغاية ﴿ قبل ان يأتى يوم ﴾ يوم الحساب والجزاء ﴿ لابيع فيه ﴾ يتدارك به المقصر تقصيره وهو فى التقدير جواب هل فيه بيع ولهذا رفع . والبيع استبدال المال بالثمن ﴿ ولاخلة ﴾ حتى يسامحكم اخلاؤكم بما تصنعون . والخلة المودة والصداقة فكأنها تخلل الاعضاء اى تدخل خلالها ووسطها والخليل الصديق لمداخلته اياك والخلة تنقطع يوم القيامة بين الاخلاء الا بين المتقين لقوله تعالى ﴿ الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين ﴾ ﴿ ولا شفاعة ﴾ حتى تتكلوا على شفعاء تشفع لكم فى حط ما فى ذمكم والشفاعة المنفية يوم القيامة هى التى يستقل فيها الشفيع ويأتى بها وان لم يؤذن له فيها فان الدلائل قائمة على ثبوت الشفاعة للمؤمنين بعد ان يؤذن لهم فيها وهى لمن مات لا يشرك بالله شيأ ﴿ والكافرون ﴾ اى والتاركون للزكاة وايثاره عليه للتغليط والتهديد كما قال فى آخر آية الحج ﴿ ومن كفر ﴾ مكان ومن لم يحج وللايذان بان ترك الزكاة من صفات الكفار قال تعالى ﴿ فويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكوة ﴾ ﴿ هم الظالمون ﴾ اى الذين ظلموا انفسهم بتعريضها للعقاب ووضعوا المال فى غير موضعه وصرفوه الى غير وجهه

زكات اكر ندهى ازززت زدادۀ وى * علاج كى كنمت كاخر الدواء الكى

* قال الراغب حث المؤمنين على الانفاق مما رزقهم من النعماء النفسية والبدنية الجارحية وان كان الظاهر فى التعارف انفاق المال ولكن قد يراد به بذل النفس والبدن فى مجاهدة العدو والهوى وسائر العبادات ولما كانت الدنيا دار اكتساب وابتلاء والآخرة دار ثواب وجزاء بين ان لاسبيل للانسان الى تحصيل ماينتفع به فى الآخرة فابتلى بذكر هذه الثلاثة لانها اسباب اجتلاب المنافع المفضية اليها . احدها المعاوضة واعظمها المبايعة. والثانى ماتناوله بالمودة وهو المسمى بالصلات والهدايا . والثالث مايصل اليه بمعاونة الغير وذلك هو الشفاعة . ولما كانت العدالة بالقول المجمل ثلاثا عدالة بين الانسان ونفسه وعدالة بينه وبين الناس وعدالة بينه وبين الله . فكذلك الظلم له مراتب ثلاث واعظم العدالة مابين العبد وبين الله وهو الايمان واعظم الظلم مايقابله وهو الكفر ولذلك قال ﴿والكافرون هم الظالمون﴾ اى هم المستحقون لاطلاق هذا الوصف عليهم بلا مشوبة . فليسارع العبد الى تقوية الايمان بالانفاق والاحسان ـ حكى ـ انه كان عابد من الشيوخ اراده الشيطان فلم يستطع منه شيأ فقال له الشيطان ألا تسألنى عما اضل به بنى آدم قال بلى قال فاخبرنى ما اوثق شئ فى نفسك ان تضلهم به قال الشيخ والحدة والسكر فان الرجل اذا كان شحيحا قللنا ماله فى عينيه ورغبناه فى اموال الناس وان كان حديدا ادرناه بيننا كما تداور الصبيان الكرة فلو كان يحيى الموتى بدعائه لم نيأس منه واذا سكر اقتدناه الى كل شهوة كما تقاد العنز باذنها كذا فى آكام المرجان * وعن محمد بن اسماعيل البخارى يقول بلغنا ان الله اوحى الى جبريل عليه الصلاة والسلام فقال يا جبريل لو انا بعثت الى الدنيا وجعلتك من اهلها ماالذى عملت من الطاعات فيها فقال جبريل انت اعلم بشأنى منى ولكنى كنت اعمل ثلاثة اشياء . اولها كنت اعين صاحب العيال فى النفقة على عياله . والثانى كنت استر عيوب الخلق وذنوبهم حتى لايعلم احد من خلقك عيوب عبادك و ذنوبهم غيرك . والثالث اسقى العطشان وارويه من الماء كذا فى روضة العلماء : قال السعدى قدس سره

چو خودرا قوى حال بينى وخوش * بشكرانه بار ضعيفان بكش

اكر خود همين صورتى چون طلسم * بميرى واسمت بميرد چوجسم

اكر پرورانى درخت كرم * برنيك نامى خورى لاجرم

اللهم اجعلنا من المنفقين والمستغفرين ﴿ الله ﴾ هذا الاسم اعظم الاسماء التسعة والتسعين لانه دال على الذات الجامعة لصفات الالهية كلها حتى لا يشذ منها شئ وسائر الاسماء لا تدل آحادها الا على آحاد المعانى من علم اوقدرة اوفعل وغيره ولانه اخص الاسماء اذ لا يطلقه احد على غيره لا حقيقة ولا مجازا وسائر الاسماء قد يسمى بها غيره كالقادر والعليم والرحيم وغيرها وينبغى ان يكون حظ العبد من هذا الاسم التأله واعنى به ان يكون مستغرق القلب والهمة فى الله تعالى لايرى غيره ولا يلتفت الى سواه ولايرجو ولايخاف الااياه وكيف لايكون كذلك وقد فهم من هذا الاسم انه الموجود الحقيقى الحق وكل ماسواه فان وهالك وباطل الا به فيرى نفسه اول هالك وباطل كما رآه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حث قال (أصدق بيت

قالته العرب قول لبيد ألا كل شئ ماخلاالله باطل وهذه الكلمة فوائد ليست في غيرها فان كل كلمة اذا اسقطت منها حرفا يختل المعنى بخلاف هذه فانك ان حذفت الالف يصير لله قال تعالى ﴿ لله ما في السموات والارض ﴾ وان حذفت اللام الاولى ايضا يبقى له قال تعالى ﴿ له ملك السموات والارض ﴾ وان حذفت اللام الثانية ايضا يبقى الهاء وهو ضمير راجع الى الله تعالى قال تعالى ﴿ هو الله الذى لا اله الا هو ﴾ وللاسماء تأثير بليغ خصوصا للفظة الجلالة * قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده افندى قدس سره لما جاء المولى علاء الدين الخلوتي ببروسة صعد المنبر في الجامع الكبير للوعظ وقد اجتمع جمع كثير منتظرين لكلامه فقال مرة واحدة « يا الله » فحصل للجماعة حالة رقصوا وكادوا لا يرجعون عن البكاء والفزع ـ وحكي ـ انه لما مات سلطان العصر عزم جماعة الرجال على قتل الوزير فجاء بيت الشيخ وفاء في القسطنطنية واستغاث منه فادخله الشيخ الى بيته فهجموا جميعا الى بيت الشيخ فخرج الشيخ وقال مرة واحدة « يا الله » فهربوا جميعا فانظر انهم اذا ذكروا الله تظهر آثار عجيبة ونحن اذا ذكرنا ذلك الاسم بعينه لا يظهر له اثر وذلك لانهم زكوا انفسهم وبدلوا اخلاقهم واما نحن فليس فينا هذا ولا القابلية لذلك وانما الفيض من الله تعالى : قال الحافظ

فيض روح القدس ار باز مدد فرمايد * ديكران هم بكنند انجه مسيحا ميكند

﴿ لا اله الا هو ﴾ الجملة خبر للمبتدأ وهو الجلالة والمعنى انه المستحق للعبادة لا غير ـ وحكي ـ ان تسبيح قطب الاقطاب « ياهو ويامن هو هو ويامن لا اله الا هو » فاذا قال ذلك بطريق الحال يقدر على التصرفات * وللتوحيد ثلاث مراتب . توحيد المبتدئين لا اله الا الله . وتوحيد المتوسطين لا اله الا انت لانهم في مقام الشهود فمقتضاه الخطاب . واما الكمل فيسمعون التوحيد من الموحد وهو لا اله الا انا لانهم في مقام الفناء الكلي فلا يصدر منهم شئ اصلا * قال ابن الشيخ في حواشي سورة الاخلاص لفظ هو اشارة الى مقام المقربين وهم الذين نظروا الى ماهيات الاشياء وحقائقها من حيث هي هي فلاجرم ما رأوا موجودا سوى الله لان الحق هو الذى لذاته يجب وجوده واما ماعداه فممكن والممكن اذا نظر اليه من حيث هو هو كان معدوما فهؤلاء لم يروا موجودا سوى الحق سبحانه وكلمة هو وان كانت للاشارة المطلقة ومفتقرة في تعين المراد بها الى سبق الذكر باحد الوجوه او الى ان يعقبها ما يفسرها الا انهم يشيرون الى الحق سبحانه ولا يفتقرون في تلك الاشارة الى مايميز الذات المرادة عن غيرها لان الافتقار الى المميز انما يحصل حيث وقع الابهام بان يتعدد مايصلح لان يشار اليه وقد بينا انهم لا يشاهدون بعيون عقولهم الا الواحد فقط فلهذا السبب كانه لفظة هو كافية في حصول العرفان التام لهؤلاء انتهى كلامه وانما ذكرته ههنا ليكون حجة على من انكر على جماعة الصوفية في كلمة هو ذاهبا الى انها ضمير ولا فائدة في الذكر به وقد سبق مني عند قوله تعالى ﴿ والهكم اله واحد لا اله الا هو ﴾ ماينفك في هذا المقام قال شيخي وسندي الذى بمنزلة روحي في جسدي الذكر بـ « لا اله الا الله » افضل من الذكر بكلمة « الله الله » و « هو هو » عند العلماء بالله لانها جامعة بين النفي والاثبات وحاوية لزيادة العلم والمعرفة فمن نفى بلا اله عين الخلق حكما لا علما فقد اثبت كون الحق

(حكما)

حكما وعلما وافادنى ايضا اذا قلت لااله الاالله فشاهد بالشهود الحقانى فناء افعال الخلق وصفاتهم وذواتهم فى افعال الحق وصفاته وذاته وهذا مقتضى الجمع والاحدية. وتلك الكلمة فى الحقيقة اشارة الى هذه المرتبة واذا قلت محمد رسول الله فشاهد بالشهود الحقانى ايضا بقاء افعالهم وصفاتهم وذواتهم بافعاله تعالى وصفاته وذاته وهذا مقتضى الفرق والواحدية. وتلك الكلمة ايضا اشارة الى هذه المرتبة فاذا كان توحيد العبد على هذه المشاهدة فلا جرم ان توحيده يكون توحيدا حقيقا حقانيا لارسميا نفسانيا : قال المولى الجامى قدس سره

گرچه «لا» داشت تيرگئ عدم * دارد « الا » فروغ نور قدم
گرچه «لا» بودكان كفروجحود * هست « الا » كليد گنج شهود
چون كند «لا» بساط كثرت طى * دهد « الا » زجام وحدت مى
آن رهاند زنقش بيش وكمت * وين رساند بوحدت قدمت
تانسازى حجاب كثرت دور * ندهد افتاب وحدت نور
دائم آن آفتاب تابانست * ازحجاب تو ازتو پنهانست
گر برون آيى ازحجاب توبى * مرتفع گردد ازميانه دوبى
در زمين زمان وكون مكان * همه او بينى آشكار ونهان

اللهم او صلنا الى الجمع والعين واليقين ﴿ الحى ﴾ خبرثان . وهو فى اللغة من له الحياة وهى صفة تخالف الموت والجمادية وتقتضى الحس والحركة الارادية واشرف مايوصف به الانسان الحياة الابدية فى دارالكرامة واذا وصف البارى عزشأنه بها وقيل انه حى كان معناه الدائم الباقى الذى لاسبيل عليه للموت والفناء فهو الموصوف بالحياة الازلية الابدية * قال الامام الغزالى فى شرح الاسماء الحسنى « الحى » هوالفعال الدراك حتى ان من لافعل له اصلا ولاادراك فهو ميت واقل درجات الادراك ان يشعر المدرك بنفسه فمالايشعر بنفسه فهو الجماد والميت فالحى الكامل المطلق هوالذى تندرج جميع المدركات تحت ادراكه وجميع الموجودات تحت فعله حتى لايشذ عن علمه مدرك ولاعن فعله مفعول وذلك هوالله تعالى فهوالحى المطلق وكل حى سواه فحياته بقدر ادراكه وفعله وكل ذلك محصور فى قوله ﴿ القيوم ﴾ قام بالامر اذا دبره مبالغة القائم فانه تعالى دائم القيام على كل شئ بتدبير امره فى انشائه وترزيقه وتبليغه الى كماله اللائق به وحفظه * قال الامام الغزالى اعلم ان الاشياء تنقسم الى مايفتقر الى محل كالاعراض والاوصاف فيقال فيها انها ليست قائمة بنفسها والى مايحتاج الى محل فيقال انه قائم بنفسه كالجواهر الا ان الجوهر وان قام بنفسه مستغنيا عن محل يقوم به فليس مستغنيا عن امور لابدمنها لوجوده وتكون شرطا فى وجوده فلايكون قائما بنفسه لانه محتاج فى قوامه الى وجود غيره وان لم يحتج الى محل فان كان فى الوجود موجود يكفى ذاته بذاته ولاقوام له بغيره ولاشرط فى دوام وجوده وجود غيره فهو القائم بنفسه مطلقا فان كان مع ذلك يقوم به كل موجود حتى لايتصور للاشياء وجود ولادوام وجودالابه فهو القيوم لان قوامه بذاته وقوام كل شئ به وليس ذلك الاالله تعالى ومدخل العبد فى هذا الوصف بقدر استغنائه عماسوى الله تعالى انتهى كلام الغزالى * قيل الحى

القيوم اسم الله الاعظم . وكان عيسى عليه الصلاة والسلام اذا اراد ان يحيى الموتى يدعو بهذا الدعاء ياحى ياقيوم ويقال دعاء اهل البحر اذا خافوا الغرق ياحى ياقيوم وعن على بن ابى طالب رضى الله عنه لما كان يوم بدر جئت انظر مايصنع النبى صلى الله عليه وسلم فاذا هو ساجد يقول ياحى ياقيوم فترددت مرات وهو على حاله لايزيد على ذلك الى ان فتح الله له وهذا يدل على عظمة هذا الاسم * وفى التأويلات النجمية انما اشير فى معنى الاسم الاعظم الى هذين الاسمين وهما الحى والقيوم لان اسمه الحى مشتمل على جميع اسمائه وصفاته فان من لوازم الحى ان يكون قادرا عالما سميعا بصيرا متكلما مريدا باقيا . واسمه القيوم مشتمل على افتقار جميع المخلوقات اليه فاذا تجلى الله لعبد بهاتين الصفتين فالعبد يكاشف عند تجلى صفة الحى معانى جميع اسمائه وصفاته ويشاهد عند تجلى صفة القيوم فناء جميع المخلوقات اذ اكان قيامها بقيومية الحق لابانفسهم فلما جاء الحق زهق الباطل فلايرى فى الوجود الا الحى القيوم اذا سلب الحى جميع اسماء الله وسلب القيوم قيام المخلوقات فترتفع الاثنينية بينهما واذا فنى التعدد وبقيت الوحدة فيصير ان اسما اعظم للمتجلى له فيذكره عند شهود عظمة الوحدانية بلسان عيان الفردانية لابلسان بيان الانسانية فقد ذكره باسمه الاعظم الذى اذا دعى به اجاب واذا سئل به اعطى فاما الذاكر عند غيبه فكل اسم دعاه لايكون الاسم الاعظم بالنسبة الى حال غيبه وعند شهود العظمة فكل اسم دعاه يكون الاسم الاعظم كما سئل ابو يزيد البسطامى قدس سره عن الاسم الاعظم فقال الاسم ليس له حد محدود ولكن فرغ قلبك لوحدانيته فاذا كنت كذلك فاذكره بأى اسم شئت انتهى ما فى التأويلات * واعلم ان الاسم الاعظم عبارة عن الحقيقة المحمدية فمن عرفها عرفه وهى صورة الاسم الجامع الالهى وهو ربها ومنه الفيض فاعرف تفز بالحظ الاوفى ﴿ لاتأخذه سنة ولانوم ﴾ السنة ثقلة من النعاس وفتور يعترى المزاج قبل النوم وليست بداخلة فى حد النوم والنعاس اول النوم والنوم حالة تعرض للحيوان من استرخاء اعصاب الدماغ من رطوبات الابخرة المتصاعدة بحيث تقف الحواس الظاهرة عن الاحساس رأسا وتقديم السنة عليه مع ان قياس المبالغة عكسه على ترتيب الوجود الخارجى فان الموجود منهما اولا هو السنة ثم يعترى بعدها النوم وتوسيط كلمة لا للتنصيص على شمول النفى لكل منهما والمراد بيان انتفاء اعتراء شئ منهما له سبحانه لعدم كونهما من شأنه وانما عبر عن عدم الاعتراء والعروض بعدم الاخذ لمراعاة الواقع اذ عروض السنة والنوم لمعروضهما انما يكون بطريق الاخذ والاستيلاء والجملة نفى للتشبيه وتأكيد لكونه حيا قيوما فان من اخذه نعاس اونوم كان مؤوف الحياة قاصرا فى الحفظ والتدبير والمعنى لايعتريه مايعترى المخلوقين من السهو والغفلة والملال والفترة فى حفظ ماهو قائم بحفظه ولايعرض له عوارض التعب المحوجة الى الاستراحة فيستريح بالنوم والسنة لان النوم اخو الموت والموت ضد الحياة وهو الحى الحقيقى فلايلحقه ضد الحياة فكماانه موصوف بصفات الكمال فهو منزه عن جميع صفات النقصان ـ روى ـ ان موسى عليه السلام سأل الملائكة وكان ذلك فى نومه أينام ربنا فاوحى الله تعالى اليهم ان يوقظوه ثلاثا ولايتركوه ينام ثم قال خذ بيدك قارورتين مملوءتين فاخذها فاخذه النوم فزالتا وانكسرتا ثم اوحى الله اليه انى امسك السموات والارض بقدرتى فلو اخذنى

نوم او نعاس لزال التأكد في الكشاف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان الله لا ينام ولا ينبغي له ان ينام) قال ابن الملك هذا بيان لاستحالة وقوع النوم منه لانه عجز والله تعالى يتعالى عنه انتهى وحظ العبد من هذا الوصف ان يترك النوم فان الله تعالى وان رخص للعباد في المنام بل هو فضل منه تعالى لكن كثرة المنام بطالة وان الله تعالى لا يحب البطال * قال ابو يزيد البسطامي قدس سره لم يفتح لي شيء الا بعد ان جعلت الليالي اياما : قال السعدي قدس سره

سر آنكه ببالين نهد هوشمند * كه خوابش بقهر آورد در كمند

قيل كان رجل له تلميذان اختلفا فيما بينهما فقال احدهما النوم خير لان الانسان لا يعصي في تلك الحالة وقال الآخر اليقظة خير لانه يعرف الله في تلك الحالة فتحاكما الى ذلك الشيخ فقال الشيخ اما انت الذي قلت بتفضيل اليقظة فالحياة خير لك وقيل اشترى رجل مملوكة فلما دخل الليل قال افرشي الفراش فقالت المملوكة يا مولاي ألك مولى قال نعم قالت ينام مولاك قال لا فقالت ألا تستحي ان تنام ومولاك لم ينم : ومن الابيات التي كان يذكرها بلال الحبشي رضي الله عنه وقت السحر

يا ذا الذي استغرق في نومه * مانوم عبد ربه لا ينام

أهل تقول انى مذنب * مشتغل الليل بطيب المنام

﴿ له ما في السموات وما في الارض ﴾ تقرير لقيوميته تعالى واحتجاج به على تفرده في الالوهية لانه تعالى خلقهما بما فيهما والمشاركة انما تقع فيما فيهما ومن يكن له ما فيهما فمحال مشاركته فكل من فيهما او ما فيهما ملكه ليس لاحد معه فيه شركة ولا لاحد عليه سلطان فلا يجوز ان يعبد غيره كما ليس لعبد احدكم ان يخدم غيره الا باذنه والمراد بما فيهما ما هو اعم من اجزائهما الداخلة فيهما ومن الامور الخارجة عنهما المتمكنة فيهما من العقلاء وغيرهم فهو ابلغ من ان يقال له السموات والارض وما فيهن لان قوله وما فيهن بعد ذكر السموات والارض انما يتناول الامور الخارجة المتمكنة فيهن اذ لو اريد به ما يعم الامور الداخلة فيهما والخارجة عنهما لاغنى ذكره عن ذكرهما ﴿ من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه ﴾ من مبتدأ وذا خبره. والذي صفة ذا او بدل منه ولفظ من وان كان استفهاما فمعناه النفي ولذلك دخلت الا في قوله (الا باذنه) و(عنده) فيه وجهان. احدهما انه متعلق بيشفع. والثاني انه متعلق بمحذوف في موضع الحال من الضمير في يشفع اي لا احد يشفع مستقرا عنده الا باذنه وقوى هذا الوجه بانه اذا لم يشفع عنده من هو عنده وقريب منه فشفاعة غيره ابعد والا باذنه متعلق بمحذوف لانه حال من فاعل يشفع فهو استثناء مفرغ والباء للمصاحبة والمعنى لا احد يشفع عنده في حال من الاحوال الا في حال كونه مأذونا له اولا احد يشفع عنده بامر من الامور الا باذنه والباء للاستعانة كما في ضرب بسيفه فيكون الجار والمجرور في موضع المفعول به وكان المشركون يقولون اصنامنا شركاء الله تعالى وهم شفعاؤنا عنده فوحد الله نفسه بالنفي والاثبات ليكون المعنى في ثبوت التوحيد ونفي الشرك اي ليس لاحد ان يشفع لاحد عنده الا باذنه وقد اخبر انه لا يأذن في الشفاعة للكفار وهو رد على المعتزلة في انهم لا يرون الشفاعة اصلا والله تعالى اثبتها للبعض بقوله (الا باذنه) * وفي التأويلات النجمية هذا الاستثناء راجع الى

النبي عليه الصلاة والسلام لان الله قد وعده المقام المحمود وهو الشفاعة فالمعنى من ذا الذى يشفع عنده يوم القيامة الا عبده محمد فانه مأذون موعود ويعنه الانبياء بالشفاعة انتهى

غم نخورد آنكه شفيعش توبى * پايه ده قدر رفيعش توبى
حاصلى ارنيست زطاعت مرا * هست اميدى بشفاعت مرا

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (اتانى آت من عند ربى فخيرنى بين ان يدخل نصف امتى الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة) — روى — ان الانبياء عليهم السلام يعنون نبينا صلى الله عليه وسلم يوم القيامة للشفاعة فيأتى الناس اليه فيقول انالها وهو المقام المحمود الذى وعده الله به يوم القيامة فيأتى ويسجد ويحمد الله بمحامد يلهمه الله تعالى اياها فى ذلك الوقت لم يكن يعلمها قبل ذلك ثم يشفع الى ربه ان يفتح باب الشفاعة للخلق فيفتح الله ذلك الباب فيأذن فى الشفاعة للملائكة والرسل والانبياء والمؤمنين فهذا يكون سيد الناس يوم القيامة فانه شفع عند الله ان يشفع الملائكة والرسل ومع هذا تأدب صلى الله عليه وسلم وقال (انا سيد الناس) ولم يقل سيد الخلائق فيدخل الملائكة فى ذلك مع ظهور سلطانه فى ذلك اليوم على الجميع وذلك انه صلى الله تعالى عليه وسلم جمع له بين مقامات الانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم ولم يكن ظهر له على الملائكة ما ظهر لآدم عليهم من اختصاصه بعلم الاسماء كلها فاذا كان فى ذلك اليوم افتقر اليه الجميع من الملائكة والناس من آدم فمن دونه فى فتح باب الشفاعة واظهار ماله من الجاه عند الله اذ كان القهر الآلهى والجبروت الاعظم قد اخرس الجميع فدل على عظيم قدره عليه السلام حيث اقدم مع هذه الصفة الغضبية الآلهية على مناجاة الحق فيما سأله فيه فاجابه الحق سبحانه كذا فى تفسير الفاتحة للمولى الفنارى عليه رحمة البارى * واعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو اول من يفتح باب الشفاعة فيشفع فى الخلق ثم الانبياء ثم الاولياء ثم المؤمنون وآخر من يشفع هو ارحم الراحمين فان الرحمن ما شفع عند المنتقم فى اهل البلاء الابعد شفاعة الشافعين الذين لم تظهر شفاعتهم الابعد شفاعة خاتم الرسل اياهم ليشفعوا ومعنى شفاعة الله سبحانه هو انه اذا لم يبق فى النار مؤمن شرعى اصلا يخرج الله منها قوما علموا التوحيد بالادلة العقلية ولم يشركوا بالله شيأ ولا آمنوا ايمانا شرعيا ولم يعملوا خيرا قط من حيث ما تبعوا فيه نبيا من الانبياء فلم يكن عندهم ذرة من ايمان فيخرجهم ارحم الراحمين فاعرف هذا فانه من الغرائب افاده لى شيخى العلامة افادة كشفية وصادفته ايضا فى تفسير الفاتحة للمولى الفنارى اللهم اغفر وارحم وانت ارحم الراحمين ﴿ يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم ﴾ استئناف آخر لبيان احاطة علمه باحوال خلقه المستلزم لعلمه بمن يستحق الشفاعة ومن لا يستحقها اى يعلم ما كان قبلهم من امور الدنيا وما يكون بعدهم من امر الآخرة او ما بين ايديهم يعنى الآخرة لانهم يقدمون عليها وما خلفهم الدنيا لانهم يخلفونها وراء ظهورهم او ما بين ايديهم من السماء الى الارض وما خلفهم يريد ما فى السموات او ما بين ايديهم بعد انقضاء آجالهم وما خلفهم اى ما كان قبل ان يخلقهم او ما فعلوه من خير وشر وقدموه وما يفعلونه بعد ذلك والمقصود بهذا الكلام بيان انه عالم باحوال الشافع والمشفوع له فيما يتعلق باستحقاق الثواب والعقاب . والضمير لما فى السموات وما فى الارض لان فيهم العقلاء فغلب

من يعقل على غيره اولمادل عليه من ذا من الملائكة والانبياء فيكون للعقلاء خاصة ﴿ ولايحيطون ﴾ اى لايدركون يعنى من الملائكة والانبياء وغيرهم ﴿ بشئ من علمه ﴾ اى من معلوماته ﴿ الا بماشاء ﴾ ان يعلموه وان يطلعهم عليه كاخبار الرسل فلايظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول وانما فسرنا العلم بالمعلوم لان علمه تعالى الذى هو صفة قائمة بذاته المقدسة لايتبعض فجعلناه بمعنى المعلوم ليصح دخول التبعيض والاستثناء عليه ﷺ وفى التأويلات النجمية (يعلم) محمد عليه السلام (مابين ايديهم) من الامور الاوليات قبل خلق الله الخلائق كقوله (اول ماخلق الله نورى) (وماخلفهم) من اهوال القيامة وفزع الخلق وغضب الرب وطلب الشفاعة من الانبياء وقولهم نفسى نفسى وحوالة الخلق بعضهم الى بعض حتى بالاضطرار يرجعون الى النبي عليه السلام لاختصاصه بالشفاعة (ولايحيطون بشئ من علمه) يحتمل ان تكون الهاء كناية عنه عليه السلام يعنى هو شاهد على احوالهم يعلم مابين ايديهم من سيرهم ومعاملاتهم وقصصهم وماخلفهم من امور الآخرة واحوال اهل الجنة والنار وهم لايعلمون شيأ من معلوماته (الا بماشاء) ان يخبرهم عن ذلك انتهى * قال شيخنا العلامة ابقاه الله بالسلامة فى الرسالة الرحمانية فى بيان الكلمة العرفانية علم الاولياء من علم الانبياء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبياء من علم نبينا محمد عليه الصلاة والسلام بهذه المنزلة وعلم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة انتهى وفى القصيدة البردية

وكلهم من رسول الله ملتمس * غرفا من البحر اورشفا من الديم
وواقفون لديه عند حدهم * من نقطة العلم اومن شكلة الحكم

حاصله ان علوم الكائنات وان كثرت بالنسبة الى علم الله عزوجل بمنزلة نقطة او شكلة ومشربها بحر روحانية محمد صلى الله عليه وسلم فكل رسول ونبى وولى أخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لاحد ان يعدوه اويتقدم عليه . قوله النقطة فعلة من نقطت الكتاب نقطا ومعناها الحاصل . والشكلة بالفتح فعلة من شكلت الكتاب قيدته بالاعراب ﴿ وسع كرسيه السموات والارض ﴾ الكرسى مايجلس عليه من الشئ المركب من خشبات موضوعة بعضها فوق بعض ولايفضل على مقعد القاعد وكأنه منسوب الى الكرس الذى هو الملبد وهو مايحتمل فيه ابدة اى لم يضق كرسيه عن السموات والارض لبسطته وسعته وماهو الاتصوير لعظمته وتمثيل مجرد ولا كرسى فى الحقيقة ولاقاعد . وتقريره انه تعالى خاطب الخلق فى تعريف ذاته وصفاته بما اعتادوه فى ملوكهم وعظمائهم كما جعل الكعبة بيتا له يطوف الناس به كما يطوفون ببيوت ملوكهم وامر الناس بزيارته كما يزور الناس بيوت ملوكهم وذكر فى الحجر الاسود انه يمين الله تعالى فى ارضه ثم جعله موضعا للتقبيل كما يقبل الناس ايدى ملوكهم وكذلك ماذكر فى محاسبة العباد يوم القيامة من حضور الملائكة والنبيين والشهداء فوضع الميزان وعلى هذا القياس اثبت لنفسه عرشا فقال (الرحمن على العرش استوى) ثم اثبت لنفسه كرسيا فقال (وسع كرسيه السموات والارض) والحاصل ان كل ماجاء من الالفاظ الموهمة للتشبيه فى العرش والكرسى فقد ورد مثلها بل اقوى منها فى الكعبة والطواف وتقبيل الحجر ولما توافقت

الامة ههنا على ان المقصود تعريف عظمةالله وكبريائه مع القطع بانه تعالى منزه عن انيكون فى الكعبة مايوهمه تلك الالفاظ فكذا الكلام فى العرش والكرسى . والمعتمد كما قال الامام ان الكرسى جسم بين يدى العرش محيط بالسموات السبع لان الارض كرة والسماء الدنيا محيطة بها احاطة قشر البيضة بالبيضة من جميع الجوانب والثانية محيطة بالدنيا وهكذا الى ان يكون العرش محيطا بالكل قال صلى الله عليه وسلم (ماالسموات السبع والارضون السبع من الكرسى الا كحلقة فى فلاة وفضل العرش على الكرسى كفضل تلك الفلاة على تلك الحلقة) ولعله الفلك الثامن وهوالمشهور بفلك البروج * قال مقاتل كل قائمة من الكرسى طولها مثل السموات السبع والارضين السبع وهو بين يدى العرش ويحمل الكرسى اربعة املاك لكل ملك اربعة وجوه واقدامهم فى الصخرة التى تحت الارض السابعة السفلى مسيرة خمسمائة عام . ملك على صورة سيدالبشر آدم عليه الصلاة والسلام وهو يسأل للآدميين الرزق والمطر من السنة الى السنة . وملك على صورة سيدالانعام وهو الثور وهو يسأل للانعام الرزق من السنة الى السنة وعلى وجهه غضاضة منذ عبدالعجل . وملك على صورة سيدالسباع وهو الاسد يسأل للسباع الرزق من السنة الى السنة . وملك على صورة سيدالطير وهوالنسر يسأل للطير الرزق من السنة الى السنة ❀ وفي التأويلات النجمية اما القول فى معنى الكرسى فاعلم ان مقتضى الدين والديانة ان لايؤول المسلم شيأ من الاعيان مما نطق به القرآن والاحاديث بالمعانى الابصورها كما جاء وفسرها النبى عليه الصلاة والسلام والصحابة وعلماء السلف الصالح اللهم الا ان يكون محققا خصهالله بكشف الحقائق والمعانى والاسرار واشارات التنزيل وتحقيق التأويل فاذا كوشف بمعنى خاص او اشارة وتحقيق يقدر ذلك المعنى من غير أن يبطل صورة الاعيان مثل الجنة والنار والميزان والصراط و فى الجنة من الحور والقصور والانهار والاشجار والثمار وغيرها من العرش والكرسى والشمس والقمر والليل والنهار ولايؤول شيأ منها على مجرد المعنى ويبطل صورته بل يثبت تلك الاعيان كما جاء ويفهم منها حقائق معانيها فان الله تعالى ماخلق شيأ فى عالم الصورة الا وله نظير فى عالم المعنى وماخلق شيأ فى عالم المعنى وهو الآخرة الا وله حقيقة فى عالم الحق وهو غيب الغيب فافهم جدا وماخلق فى العالمين شيأ الا وله مثال وانموذج فى عالم الانسان فاذا عرفت هذا فاعلم ان مثال العرش فى عالم الانسان قلبه اذ هو محل استواء الروح عليه ومثال الكرسى سر الانسان والعجب كل العجب ان العرش مع نسبته الى استواء الرحمانية قيل هو كحلقة ملقاة بين السماء والارض بالنسبة الى وسعة قلب المؤمن انتهى مافى التأويلات : وفى المثنوى

كفت بيغمبر كه حق فرموده است • من نكنجم هيچ در بالا وبست
در زمين و آسمان و عرش نيز • من نكنجم اين يقين دان اى عزيز
دردل مؤمن بكنجم اى عجب • كرمرا جويى دران دلها طلب
خود بزركى عرش باشد بس مديد • ليك صورت كيست چون معنى رسيد

در اواخر دفتر يكم در بيان دل نهادن عرب بر التماس دلبر خويش الخ

﴿ ولا يؤده ﴾ يقال آده الشئ يؤده اذا اثقله ولحقه منه مشقة مأخوذ من الاود بفتح الواو وهو العوج ويعرض ذلك بالثقل اى لا يثقله ولا يشق عليه تعالى ﴿ حفظهما ﴾ اى حفظ السموات والارض اذ القريب والبعيد عنده سواء والقليل والكثير سواء وكيف يتعب فى خلق الذرة وكل الكون عنده سواء فلا من القليل له تيسر ولا من الكثير عليه تعسر انما امره اذا اراد شيأ ان يقول له كن فيكون وانما لم يتعرض لذكر ما فيهما لان حفظهما مستتبع لحفظه ﴿ وهو العلى ﴾ اى المتعالى بذاته عن الاشباه والانداد ﴿ العظيم ﴾ الذى يستحقر بالنسبة اليه كل ما سواه . فالمراد بالعلو علو القدر والمنزلة لا علو المكان لانه تعالى منزه عن التحيز وكذا عظمته انما هى بالمهابة والقهر والكبرياء ويمتنع ان يكون بحسب المقدار والحجم لتعالى شأنه من ان يكون من جنس الجواهر والاجسام . والعظيم من عباد الله الانبياء والاولياء والعلماء الذين اذا عرف العاقل شيأ من صفاتهم امتلأ بالهيبة صدره وصار مستوفيا بالهيبة قلبه حتى لا يبقى فيه متسع فالنبى عليه السلام عظيم فى حق امته والشيخ عظيم فى حق مريده والاستاذ فى حق تلميذه اذ يقصر عقله عن الاحاطة بكنه صفاته فان ساواه وجاوزه لم يكن عظيما بالاضافة اليه . وهذه الآية الكريمة منطوية كما ترى على امهات المسائل الالهية المتعلقة بالذات العلية والصفات الجلية فانها ناطقة بانه تعالى موجود متفرد بالالوهية متصف بالحياة واجب الوجود لذاته موجد لغيره لما ان القيوم هو القائم بذاته المقيم لغيره منزه عن التحيز والحلول مبرأ من التغير والفتور لا مناسبة بينه وبين الاشباح ولا يعتريه ما يعترى النفوس والارواح مالك الملك والملكوت ومبدع الاصول والفروع ذو البطش الشديد لا يشفع عنده الا من اذن له فهو العالم وحده بجميع الاشياء جليها وخفيها كليها وجزئيها واسع الملك والقدرة لكل ما من شأنه ان يملك ويقدر عليه ولا يشق عليه شاق ولا يشغله شأن عن شأن متعال عما تناله الاوهام عظيم لا تحدق به الافهام ولذلك قال عليه السلام (ان اعظم آية فى القرآن آية الكرسى من قرأها بعث الله ملكا يكتب من حسناته ويمحو من سيآته الى الغد من تلك الساعة) وانما صارت آية الكرسى اعظم الآيات لعظم مقتضاها فان الشئ انما يشرف بشرف ذاته ومقتضاه ومتعلقاته وآية الكرسى اقتضت التوحيد فى خمسين حرفا وسورة الاخلاص فى خمسة عشر حرفا * قال الامام فى الاتقان اشتملت آية الكرسى على ما لم تشتمل عليه آية فى اسماء الله تعالى وذلك انها مشتملة على سبعة عشر موضعا فيها اسم الله تعالى ظاهرا فى بعضها ومستكنا فى بعض وهى الله هو الحى القيوم وضمير لا تأخذه وله وعنده وباذنه ويعلم وعلمه وشاء وكرسيه ويؤده وضمير حفظهما المستتر الذى هو فاعل المصدر وهو العلى العظيم ويكفى فى استحقاقها السيادة ان فيها الحى القيوم وهو الاسم الاعظم كما ورد به الخبر عن سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم وتذاكر الصحابة فضائل القرآن فقال لهم على اين انتم عن آية الكرسى ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (يا على سيد البشر آدم وسيد العرب محمد ولا فخر وسيد الفرس سلمان وسيد الروم صهيب وسيد الحبشة بلال وسيد الجبال الطور وسيد الايام يوم الجمعة وسيد الكلام القرآن وسيد القرآن البقرة وسيد البقرة آية الكرسى) وعن على

كرم الله وجهه عن النبي عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ماقرئت هذه الآية فى دار الا اهتجرتها الشياطين ثلاثين يوما ولا يدخلها ساحر ولا ساحرة اربعين ليلة ياعلى علمها ولدك واهلك وجيرانك فما نزلت آية اعظم منها) وعن على ايضا سمعت نبيكم على اعواد المنبر وهو يقول (من قرأ آية الكرسى فى دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت ولا يواظب عليها الا صديق اوعابد ومن قرأها اذا اخذ مضجعه آمنه الله على نفسه وجاره وجار جاره والابيات حوله) عن محمد بن ابى بن كعب عن ابيه ان اباه اخبره انه كان له جرن فيه خضر فكان يتعاهده فوجده ينقص فحرسه ذات ليلة فاذا هو بدابة تشبه الغلام المحتلم قال فسلمت فرددت عليها السلام وقلت من انت جن ام انس قالت جن قلت ناولينى يدك فناولتنى يدها فاذا يد كلب وشعر كلب فقلت هكذا خلقة الجن قالت لقد علمت الجن مافيهم اشد منى قلت ماحملك على ماصنعت قالت بلغنى انك رجل تحب الصدقة فاحببنا ان نصيب من طعامك فقال لها ابى فما الذى يجيرنا منكم قالت هذه الآية التى فى سورة البقرة الله لا اله الا هو الحى القيوم من قالها حين يصبح اجيرنا حتى يمسى ومن قالها حين يمسى اجيرنا حتى يصبح فلما اصبح أتى النبي عليه السلام فاخبره فقال النبي عليه السلام (صدق الخبيث) وروى ان رجلا أتى شجرة اونخلة فسمع فيها حركة فتكلم فلم يجب فقرأ آية الكرسى فنزل اليه شيطان فقال ان لنا مريضا فبم نداويه قال بالذى انزلتى به من الشجرة * وخرج زيد بن ثابت الى حائط له فسمع فيه جلبة فقال ماهذا قال رجل من الجان اصابتنا السنة فاردنا ان نصيب من ثماركم أفتطيبونها قال نعم فقال له زيد بن ثابت ألا تخبرنى ماالذى يعيذنا منكم قال آية الكرسى * وبالجملة ان آية الكرسى من اعظم ماينتصر به على الجن فقد جرب المجربون الذين لايحصون كثرة ان لها تأثيرا عظيما فى طرد الشياطين عن نفس الانسان وعن المصروع وعمن تعينه الشياطين مثل اهل الشهوة والطرب وارباب سماع المكاء والتصدية واهل الظلم والغضب اذا قرئت عليهم بصدق كما فى آكام المرجان فى احكام الجان

دل بر دردرا دوا قرآن * جان مجروح را شفا قرآن
هرچه جويى زنص قرآن جو * كه بود كنج علمها قرآن

وانما قال اذا قرئت عليهم بصدق لانه هو العمدة والصادق يبيض وجهه والكاذب يسود ألا ترى الى الصبح الصادق والكاذب كيف اعقب الاول شمس منير دون الثانى : قال فى المثنوى

هست تسبيحت بخار آب وكل * مرغ جنت شد زنفخ صدق دل

وكل ماوقع بطريق الحال وجد عنده التأثير بخلاف ماوقع بطريق القال فقط ولذا ترى اكثر الناس محرومين وان دعوا بالاسم الاعظم اللهم آت نفسى تقواها وزكها انت خير من زكاها آمين ﴿ لا اكراه فى الدين ﴾ قال بعضهم نزلت هذه الآية فى المجوس واهل الكتاب من اليهود والنصارى انه تقبل منهم الجزية ولايكرهون على الاسلام ليس كمشركى العرب فانه لايقبل منهم الا السيف اوالاسلام ولاتقبل منهم الجزية ان اسلموا فيها والاقتلوا قال الله

در اوائل دفتر دوم دربيان قصه هلاك كردن باد قوم هود عليه السلام را

(تعالى)

تعالى (تقاتلونهم او يسلمون) والمعنى لا اجبار فى الدين لان من حق العاقل ان لا يحتاج الى التكليف والالزام بل يختار الدين الحق من غير تردد وتلعثم لوضوح الحجة ﴿ قد تبين الرشد ﴾ هو لفظ جامع لكل خير والمراد ههنا الايمان الذى هو الرشد الموصل الى السعادة الابدية لتقدم ذكر الدين ﴿ من الغى ﴾ اى من الكفر الذى هو المؤدى الى الشقاوة السرمدية * قال الراغب الغى كالجهل يقال اعتبارا بالاعتقاد والغى اعتبارا بالافعال ولهذا قيل زوال الجهل بالعلم وزوال الغى بالرشد ﴿ فمن يكفر بالطاغوت ﴾ هو كل ماعبد من دون الله مما هو مذموم فى نفسه ومتمرد كالانس والجن والشياطين وغيرهم فلا يرد عيسى عليه الصلاة والسلام والكفر به عبارة عن الكفر باستحقاقه العبادة ﴿ ويؤمن بالله ﴾ بالتوحيد وتصديق الرسل لان الكفر بالانبياء والكتب يمنع حقيقة الايمان بالله لان الايمان بالله حقيقة يستلزم الايمان باوامره ونواهيه وشرائعه المعلومة بالدلائل التى اقامها الله لعباده وتقديم الكفر بالطاغوت على الايمان به تعالى لتوقفه عليه فان التخلية بالمعجمة متقدمة على التحلية بالمهملة ﴿ فقد استمسك بالعروة الوثقى ﴾ اى بالغ فى التمسك بالحلقة الوكيدة. وعروة الجسم الكبير الثقيل الموضع الذى يتعلق به من يأخذ ذلك الجسم ويحمله . والوثقى فعلى للتفضيل تأنيث الاوثق كفضلى تأنيث الافضل ﴿ لا انفصام لها ﴾ اى لا انقطاع وهو استئناف لبيان قوة دلائل الحق بحيث لا يعتريها شئ من الشبه والشكوك فان العروة الوثقى استعارة المحسوس للمعقول لان من اراد امساك هذا الدين تعلق بالدلائل الدالة عليه ولما كانت دلائل الاسلام اقوى الدلائل واوضحها وصفها الله بانها العروة الوثقى * قال المولى ابو السعود الكلام تمثيل مبنى على تشبيه الهيئة المنتزعة من ملازمة الاعتقاد الحق الذى لا يحتمل النقيض اصلا لثبوته بالبراهين النيرة القطعية بالهيئة الحسية المنتزعة من التمسك بالحبل المحكم المأمون انقطاعه فلا استعارة فى المفردات ﴿ والله سميع ﴾ بالاقوال ﴿ عليم ﴾ بالعزائم والعقائد يعلم غيها ورشدها وباطلها وحقها ويجرى كلا على وفق عمله وقوله وعقده وهو ابلغ وعد ووعيد * واعلم ان حقيقة الايمان كونه متعلقا بالله على وجه الشهود والعيان ومجازه كونه متعلقا به على وجه الرسم والبيان اوبالطاغوت وحقيقة الكفر كونه متعلقا بالطاغوت ومجازه كونه متعلقا بوحدة الله اوبنعمته فان الكفر ثلاثة اقسام كفر النعمة وكفر الوحدة وكفر الطاغوت وافراد الانسان ثلاثة اقسام ايضا اصحاب الميمنة وهم ارباب الجمال ومظاهره واصحاب المشأمة وهم ارباب الجلال ومظاهره والمقربون وهم اصحاب الكمال ومظاهره وقلوب الفريق الاول فى ايدى سدنة الجمال الالهى من الملائكة المقربين وقلوب الفريق الثانى فى ايدى سدنة الجلال الالهى من الشياطين المتمردين يستعملونها فى سبيل الشرور وقلوب الفريق الثالث فى يد الله الملك المتعال يد الله فوق ايدى سدنة الجمال والجلال يقلبها كيف يشاء بين التجليات العاليات والعلوم والمعارف الالهيات ولما تعلق ايمان هذه الفرق بالله على وجه الشهود والعيان وتعلق كفرهم بالطاغوت جليا اوخفيا كان ايمانهم وكفرهم حقيقيين وجاوزوا من عالم المجاز الى عالم الحقيقة واما الفريق الثانى فقد تعلق ايمانهم بالطاغوت مطلقا جليا اوخفيا وكفرهم بالوحدة والنعمة فكان ايمانهم وكفرهم مجازيين لكن ايمانهم

مردود ككفرهم لانه لم يتعلق بالله اصلا بل كان كله مقصورا على الطاغوت ولذا لم يجاوزوا من عالم المجاز اصلا ولم يصلوا الى قرب عالم الحقيقة جدا فضلا عن وصولهم الى عالم الحقيقة قطعا واما الفريق الاول فلما تعلق ايمانهم بالله على وجه الرسم والبيان لا بالطاغوت الجلى جدا ولم يتعلق ايمانهم به على وجه الشهود ولم يتعلق ايمانهم به على الاخلاص حين تعلق به على وجه الرسم والبيان لتعلقه ايضا بالطاغوت الخفى وتعلق كفرهم بالطاغوت الجلى فقط لا بالطاغوت الخفى كان ايمانهم وكفرهم مجازيين ايضا لكن ايمانهم لم يكن ككفرهم مردودا بل كان مقبولا من وجه لعدم تعلقه بالطاغوت الجلى اصلا فان غلب تعلقه بالله على تعلقه بالطاغوت الخفى عند خاتمته فيدخل فى الفلاح ثم فى الآخرة ان تداركه الفضل الالهى فبها ونعمت فيغفر والا فيدخل الجحيم ويعذب بكفره الخفى ثم يخرج لعدم كفره بالله جليا ويدخل النعيم لايمانه بالله جليا وكفره بالطاغوت وهم ايضا لم يصلوا الى عالم الحقيقة بل انما وصلوا الى قربه ولذا جاوزوا الجحيم ودخلوا النعيم فى قرب عالم الحقيقة ولذا كانوا بالنسبة الى نفس الحقيقة موطنين فى عالم المجاز والفرقة لا فى عالم الحقيقة والوصلة واما الفريق الثانى فهم مخلدون فى النار ابدا لايمانهم بالطاغوت مطلقا وكفرهم بالله كذلك ثم سعادة الفريق الثالث على ما هو المنصوص فى القرآن قطعية الثبوت فى آخر النفس وشقاوة الفريق الثانى وسعادة الفريق الاول ليست قطعية الثبوت بل محتملة الثبوت فى آخر النفس بالنظر الى الافراد لجواز التبدل والتغير فى عاقبة الامر الدنيوى بالنظر الى افرادهم هذا ما التقطته من الكتاب المسمى باللائحات البرقيات لشيخى العلامة ابقاه الله بالسلامة ﴿ الله ولى الذين آمنوا ﴾ اى محبهم ومعينهم او متولى امورهم لا يكلهم الى غيره . فالولى قد يكون باعتبار المحبة والنصرة فيقال للمحب ولى لانه يقرب من حبيبه بالنصرة والمعونة لا يفارقه وقد يكون باعتبار التدبير والامر والنهى فيقال لاصحاب الولاية ولى لانهم يقربون القوم بان يدبروا امورهم ويراعوا مصالحهم ومهماتهم والمعنى الله ولى الذين اراد ايمانهم وثبت فى علمه انهم يؤمنون فى الجملة مآلا او حالا وانما اخرج عن ظاهره لان اخراج المؤمن بالفعل من الظلمات تحصيل الحاصل ﴿ يخرجهم من الظلمات ﴾ التى هى اعم من ظلمات الكفر والمعاصى وظلمات الشبه والشكوك بل مما فى بعض مراتب العلوم الاستدلالية من نوع ضعف وخفاء بالقياس الى مراتبها القوية الجلية بل مما فى جميع مراتبها بالنظر الى مرتبة العيان ﴿ الى النور ﴾ الذى يعم نور الايمان ونور الايقان بمراتبه ونور العيان اى يخرج بهدايته وتوفيقه كل واحد منهم من الظلمة التى وقع فيها الى ما يقابلها من النور . وجمع الظلمات لان فنون الضلالة متعددة والكفر ملل وافرد النور لان الاسلام دين واحد ويسمى الكفر ظلمة لالتباس طريقه ويسمى الاسلام نورا لوضوح طريقه ﴿ والذين كفروا ﴾ اى الذين ثبت فى علمه كفرهم ﴿ اولياؤهم الطاغوت ﴾ اى الشياطين وسائر المضلين عن طريق الحق من الكهنة وقادة الشر وان حمل على الاصنام التى هى جمادات فالمعنى لا يكون على الموالاة الحقيقية التى هى المصادقة وتولى الامر بل يكون على ان الكفار يتولونهم اى يعتقدونهم ويتوجهون اليهم . والطاغوت تذكر وتؤنث وتوحد وتجمع

(يخرجونهم)

﴿ يخرجونهم ﴾ بالوساوس وغيرها من طريق الاضلال والاغواء ﴿ من النور ﴾ اى الايمان الفطرى الذى جبلوا عليه كافة ﴿ الى الظلمات ﴾ اى ظلمات الكفر وفساد الاستعداد والانهماك فى الشهوات او من نور اليقينيات الى ظلمات الشكوك والشبهات واسناد الاخراج الى الطاغوت مجاز لكونها سببا له وذلك لا ينافى كون المخرج حقيقة هو الله تعالى فالآية لا تصلح ان تكون متمسكا للمعتزلة فيما ذهبوا اليه من ان الكفر ونحوه مما لايكون اصلح للعبد ليس من الله تعالى بناء على انه اضاف الكفر الى الطاغوت لا الى نفسه ﴿ اولئك ﴾ اشارة الى الموصول باعتبار اتصافه بما فى حيز الصلة وما يتبعه من القبائح ﴿ اصحاب النار ﴾ اى ملابسوها وملازموها بسبب مالهم من الجرائم ﴿ هم فيها خالدون ﴾ ماكثون ابدا ولم يقل بعد قوله (يخرجهم من الظلمات الى النور) اولئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون تعظيما لشأن المؤمنين لان البيان اللفظى لا يفى بما اعدلهم فى دار الثواب * واعلم ان مراتب المؤمنين فى الايمان متفاوتة وهم ثلاث طوائف . عوام المؤمنين . وخواصهم . وخواص الخواص * فالعوام يخرجهم الله من ظلمات الكفر والضلالة الى نور الايمان والهداية كقوله تعالى (والذين اهتدوا زادهم هدى) * والخواص يخرجهم من ظلمات الصفات النفسانية والجسمانية الى نور الروحانية الربانية كقوله تعالى (الذين آمنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله) واطمئنان القلب بالذكر لم يكن الا بعد تصفيته عن الصفات النفسانية وتحليته بالصفات الروحانية * وخواص الخواص يخرجهم من ظلمات حدوث الخلقة الروحانية بافنائهم عن وجودهم الى نور تجلى صفة القدم لهم ليبقيهم به كقوله تعالى (انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى) الآية نسبهم الى الفتوة لما خاطروا بارواحهم فى طلب الحق وآمنوا بالله وكفروا بطاغوت دقيانوس فلما تقربوا الى الله بقدم الفتوة تقرب اليهم بمزيد العناية فاخرجهم من ظلمات النفسانية الى نور الروحانية فلما تنورت انفسهم بانوار ارواحهم اطمأنت الى ذكر الله وآنست به واستوحشت عن محبة اهل الدنيا ومافيها فاحبوا الخلاء كما كان حال النبى عليه الصلاة والسلام فى بدء الامر قالت عائشة رضى الله عنها اول مابدئ به عليه الصلاة والسلام كان حبب اليه الخلاء ولعمرى هذا دأب كل طالب محق مريد صادق كذا فى التأويلات النجمية * قال الفخر الرازى بطريق الاعتراض ان جمعا من الصوفية يقولون الاشتغال بغير الله حجاب عن معرفة الله والانبياء عليهم الصلاة والسلام لايدعون الخلق الا الى الطاعات والتكاليف فهم يشغلون الخلق بغير الله ويمنعونهم عن الاشتغال بالله فوجب ان لايكون ذلك حقا وصدقا انتهى كلامه * يقول الفقير جامع هذه المجالس النفيسة هذا الاعتراض ليس بشئ فان الطاعات والتكاليف وسائل الى معرفة الله الملك اللطيف فالدعوة ليست الا الى معرفة الله حقيقة ألا يرى الى تفسير ابن عباس رضى الله عنهما عند قوله تعالى (وماخلقت الجن والانس الاليعبدون) بقوله ليعرفون وانما عدل عنه الى ليعبدون مع انه خلاف مقتضى الظاهر حينئذ اشعارا بان المعرفة المقبولة هى التى تحصل بطريق العبادة فالاشتغال بغير الله وبغير عبادته حجاب أى حجاب ولذلك

كان بدء حال السلف الخلاء والانقطاع عن الناس اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم واهتماما في رفع الحجاب الحاصل بالاختلاط : وفي المثنوى

آدمى راهست درهر كار دست * ليك ازو مقصود اين خدمت بدست [١]

ما خلقت الجن والانس اين بخوان * جز عبادت نيست مقصود ازجهان

تاجلا باشد مران آينه را * كه صفا آيد زطاعت سينه را [٢]

﴿ ألم تر ﴾ اى ألم ينته علمك الذى يضاهى العيان فى الايقان وحقيقته اعلم باخبارنا فانه مفيد لليقين ﴿ الى الذى ﴾ اى الى قصة الملك الذى ﴿ حاج ﴾ اى جادل وخاصم وقابل بالحجة ﴿ ابراهيم ﴾ فى معارضة ربوبيته ﴿ فى ربه ﴾ وفى التعرض لعنوان الربوبية مع ان الاضافة الى ضميره عليه الصلاة والسلام تشريف له وايذان بتأييده فى المحاجة والذى حاج هو نمرود ابن كنعان بن سام بن نوح وهو اول من وضع التاج على رأسه وتجبر وادعى الربوبية ﴿ ان آتيه الله الملك ﴾ اى لان آتاه فهو مفعول له لقوله حاج . وله معنيان . احدهما انه من باب العكس فى الكلام بمعنى انه وضع المحاجة موضع الشكر اذ كان من حقه ان يشكر فى مقابلة ايتاء الملك ولكنه عكس ما هو الحق الواجب عليه كما تقول عادانى فلان لانى احسنت اليه تريد انه عكس ما كان يجب عليه من الموالاة لاجل الاحسان . والثانى ان ايتاء الملك حمله على ذلك لانه اورثه الكبر والبطر فنشأ عنهما المحاجة والمعنى اعطاه كثرة المال واتساع الحال وملك جميع الدنيا على الكمال * قال مجاهد لم يملك الدنيا باسرها الاربعة مسلمان وكافران فالمسلمان سليمان وذو القرنين والكافران نمرود وبخت نصر وهو شداد بن عاد الذى بنى ارم فى بعض صحارى عدن . ثم هو حجة على من منع ايتاء الله الملك للكافر وهم المعتزلة لان مذهبهم وجوب رعاية الاصلح للعبد على الله وايتاء الله الملك للكافر تسليط له على المؤمنين وذلك ليس باصلح لحال المؤمن قلنا انما ملكه امتحانا له ولعباده ﴿ اذ قال ابراهيم ﴾ ظرف لحاج ﴿ ربى الذى يحيى ويميت ﴾ روى انه عليه السلام لما كسر الاصنام سجنه ثم اخرجه ليحرقه فقال من ربك الذى تدعونا اليه قال (ربى الذى يحيى ويميت) اى يخلق الحياة والممات فى الاجساد وجواب ابراهيم فى غاية الصحة لانه لا سبيل الى معرفة الله الا بمعرفة صفاته وافعاله التى لا يشاركه فيها احد من القادرين والاحياء والاماتة من هذا القبيل ﴿ قال ﴾ كأنه قيل كيف حاجه فى هذه المقالة القوية الحقة فقيل قال ﴿ انا احيى واميت ﴾ روى انه دعا برجلين قد حبسهما فقتل احدهما واطلق الآخر فقال قد احييت هذا وامت هذا فجعل ترك القتل احياء وكان هذا تلبيسا منه ﴿ قال ابراهيم ﴾ كأنه قيل فماذا قال ابراهيم لمن فى هذه الرتبة فى المحاجة وماذا الحجة فقيل قال ﴿ فان الله ﴾ جواب شرط مقدر تقديره قال ابراهيم اذا ادعيت الاحياء والاماتة واتيت بمعارضة مموهة ولم تعلم معنى الاحياء فالحجة ان الله ﴿ يأتى بالشمس من المشرق ﴾ تحريكا قسريا حسبما تقتضيه مشيئته والباء للتعدية ﴿ فأت بها من المغرب ﴾ تسييرا طبيعيا فانه اهون ان كنت قادرا على مثل مقدوراته تعالى ولم يلتفت عليه السلام الى ابطاله مقالته تعين ايذانا بان بطلانه من الجلاء والظهور بحيث لا يكاد يخفى على احد وان التصدى

[١] در اواسط دفتر سوم در بيان حكمت در آفريدن دوزخ آن جهان الخ

[٢] در اوائل دفتر چهارم در بيان آنكه لطفها در ضمن قهرها درطفيانها الخ

(فهو)

بابطالها من قبيل السعى فى تحصيل الحاصل واتى بمثال لايجد اللعين فيه مجالا للتمويه والتلبيس فهو عدول عن مثال الى مثال آخر لايضاح كلامه وليس انتقالا من دليل الى دليل آخر لان ذلك غير محمود فى باب المناظرة ﴿ فبهت الذى كفر ﴾ اى صار مبهوتا ومتحيرا مدهوشا وايراد الكفر فى حيز الصلة للاشعار بعلة الحكم والتنصيص على كون المحاجة كفرا * قال فى اسئلة الحكم الحكمة فى طلوع شمس قرب القيامة من مغربها ان ابراهيم عليه الصلاة والسلام قال لنمرود (ان الله يأتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب فبهت الذى كفر) وان السحرة والمنجمة عن آخرهم ينكرون ذلك وانه غير كائن فيطلعها الحق يوما من المغرب ليرى المنكرين قدرته وان الشمس فى ملكه ان شاء اطلعها من المشرق او المغرب ﴿ والله لايهدى القوم الظالمين ﴾ اى الذين ظلموا انفسهم بتعريضها للعذاب المخلد بسبب اعراضهم عن قبول الهداية الى مناهج الاستدلال اى عن قبول الدلائل القطعية الدالة على الحق دلالة واضحة بالغة فى الوضوح والقوة الى حيث جعل الخصم مبهوتا متحيرا فمن ظلم نفسه بالامتناع عن قبول مثل هذه الدلائل لايجعله الله مهتديا بها لان المعتبر فى دار التكليف ان يهتدى وقت اختيارهم الكفر والظلم اى لايخلق فيهم فعل الهداية وهم يختارون فعل الضلال ويحتمل انه لايهدى طريق الجنة فى الآخرة من كفر بالله فى الدنيا ـ روى ـ ان النمرود لما عتا عتوا كبيرا والقى ابراهيم فى النار بعد هذه المحاجة سلط الله على قومه البعوض فاكلت لحومهم وشربت دماءهم فلم يبق الا العظام والنمرود كما هو لم يصبه شئ فبعث الله بعوضة فدخلت فى منخره فمكث اربعمائة سنة تضرب رأسه بالمطارق فعذبه الله اربعمائة سنة كما ملك اربعمائة سنة وهو الذى بنى صرحا الى السماء ببابل فاتى الله بنياهم من القواعد فخر عليهم السقف من فوقهم : قال الشيخ العطار قدس سره

سوى او خصمى كه تير انداخته * پشهٔ كارش كفايت ساخته

❀ والاشارة ان الله تعالى اعطى النمرود ملكا ما اعطى لاحد قبله ادعى الربوبية ما ادعى بها احد قبله وذلك ان الله اعطى الانسان حسن استعداد لطلب الكمال فمن حسن استعداده فى الطلب وغاية لطافته فى الجوهر دائم الحركة فى طلب الكمال فحيثما توجه الكمال اخذ فى السير فيها الى اقصى مراتبها فى العلوى والسفلى فان وكل الى نفسه فى طلب الكمال فينظر بنظر الحواس الخمس الى المحسوسات وهى الدنيا فلايتصور الا الدنيا فلايتصور الكمال الا فيها فيأخذ فى السير لطلب الكمال وهذا السير موافق لسيره الطبيعى لانه خلق من تراب والتراب سفلى الطبع فيميل الى السفليات طبعا والدنيا هى السفل فيسير فيها بقدمى الطبع وطلب الكمال ففى البداية يرى الكمال فى جمع المال فيجمعه ثم يرى الكمال فى الجاه فيصرف المال فى طلب الجاه ثم يرى الكمال فى المناصب والحكم ثم يرى فى الامارة والسلطنة فيسير فيهما مالم يكن مانع الى ان يملك الدنيا باسرها كما كان حال النمرود ثم لايسكن جوهر الانسان فى طلب الكمال بل كلما ازداد استغناؤه ازداد حرصه وكلما ازداد حرصه ازداد طلبه الى ان لايبقى شئ من السفليات دون ان يملكه ثم يقصد العلويات والى الآن كان ينازع ملوك الارض والآن ينازع ملك الملوك ومالك الملك فى السموات والارض فيدعى الربوبية كالنمرود فانه كان سبب

طغيانه استغناؤه قال تعالى ﴿ ان الانسان ليطغى ان رآه استغنى ﴾ فاذا كمل استغناؤه كمل طغيانه حتى يكفر بالنعمة فهذا كله عند فساد جوهره لما وكل الى نفسه واذا اصلح جوهره بالتربية ولم يكله الى نفسه هدى الى جهة الكمال المستعد له كقوله ﴿ اهدكم سبيل الرشاد ﴾ فصاحب التربية وهو النبي او خليفته وهو الشيخ المرشد يربيه وتربيته في تبرئته مما سوى الله الى ان بلغ حد كماله في طلب الكمال وهو افناء الوجود في وجود الموجود ليكون مفقودا عن وجوده موجودا بموجده فلما كان يقول عند فساد الجوهر وابطال حسن الاستعداد بالكمال انا احيي واميت فيقول عند صلاح الجوهر وصرف حسن الاستعداد في طلب الكمال ما في الوجود سوى الله فالمجد يدق بمطرقة لا اله الا الله دماغ نمرود النفس الى ان يؤمن بالله ويكفر بطاغوت وجوده ووجود كل موجود سوى الله والله لا يهدي القوم المشركين الى عالم التوحيد والشرك ظلم عظيم فبالشرك ضل من ضل فزل عن الصراط المستقيم كذا في التأويلات النجمية * فعلى العاقل ان يتخلص من الشرك الخفي ويزكي نفسه عن سفساف الاخلاق ولا يغتر بالمال والمنال بل يرجع الى الله الملك المتعال * وقد وجدت صخرة عظيمة وعليها اسطر قديمة . فرحك بشيء من الدنيا دليل على بعدك من الله . وسكونك الى ما في يدك دليل على قلة ثقتك بالله . ورجوعك الى الناس في حال الشدة دليل على انك لم تعرف الله انتهى : قال السعدي قدس سره

شنيدم كه جمشيد فرخ سرشت * بسر چشمه بر بسنكى نوشت
برين چشمه چون ما بسى دم زدند * برفتند چون چشم برهم زدند
كرفتيم عالم بمردى وزور * وليكن نبرديم باخود بكور
برفتند وهر كس درود آنچه كشت * نماند بجز نام نيكو وزشت

اللهم اجعلنا من الذين طال عمرهم وحسن عملهم وقصر املهم وكمل عقلهم ﴿ أو كالذي مر على قرية ﴾ عطف على قوله ألم تر وتقديره اورأيت مثل الذي فعل كذا اى مارأيت مثله فتعجب منه وتخصيصه بحرف التشبيه لان المنكر للاحياء كثير والجاهل بكيفيته اكثر من ان يحصى بخلاف مدعي الربوبية . والمار هو عزير بن شرخيا والقرية بيت المقدس على الاشهر الاظهر واشتقاقها من القرى وهو الجمع ـ روى ـ ان بني اسرائيل لما بالغوا في تعاطي الشر والفساد سلط الله عليهم بخت نصر البابلي فسار اليهم في ستمائة الف راية حتى وطئ الشام وخرب بيت المقدس وجعل بني اسرائيل اثلاثا ثلثا منهم قتلهم وثلثا منهم اقرهم بالشام وثلثا منهم سباهم وكانوا مائة الف غلام يافع وغير يافع فقسمهم بين الملوك الذين كانوا معه فاصاب كل ملك منهم اربعة غلمة وكان عزير من جملتهم فلما نجاه الله منهم بعد حين مر بحماره على بيت المقدس فرآه على افظع مرأى واوحش منظر وذلك قوله تعالى ﴿ وهي خاوية على عروشها ﴾ اى خالية عن اهلها وساقطة على سقوفها بان سقطت العروش ثم الحيطان سقطت عليها من خوت المرأة وخويت خوى اى خلا جوفها عند الولادة وخوت الدار خواء بالمد وخوى البيت خوى بالقصر اى سقط والعرش سقف البيت ويستعمل في كل ما هيئ ليستظل به ﴿ قال أنى يحيي هذه الله بعد موتها ﴾ اى يعمر الله تعالى هذه القرية بعد خرابها على هذا

الوجه اذليس المراد بالقرية اهلها بل نفسها بدليل قوله ﴿ وهى خاوية على عروشها ﴾ لم يقله على سبيل الشك فى القدرة بل على سبيل الاستبعاد بحسب العادة ﴿ فاماته الله ﴾ اى جعله ميتا ﴿ مائة عام ﴾ ـ روى ـ انه لما دخل القرية نزل تحت ظل شجرة وهو على حمار فربط حماره وطاف فى القرية ولم ير بها احدا فقال ماقال وكانت اشجارها قد اثمرت فتناول من فواكهها التين والعنب وشرب من عصير العنب ونام فاماته الله فى منامه وهو شاب وكان معه شئ من التين والعنب والعصير وكانت هذه الاماتة عبرة لانقضاء مدة كاماتة الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف وامات حماره ايضا ثم اعمى الله عن جسده وجسد حماره ابصار الانس والسباع والطير فلما مضى من موته سبعون سنة وجه الله ملكا عظيما من ملوك فارس يقال له يوشك الى بيت المقدس ليعمره ومعه الف قهرمان مع كل قهرمان ثلاثمائة الف عامل فجعلوا يعمرون واهلك الله بخت نصر ببعوضة دخلت دماغه ونجى الله من بقى من بنى اسرائيل وردهم الى بيت المقدس وتراجع اليه من تفرق منهم فى الاكناف فعمروه ثلاثين سنة وكثروا وكانوا كاحسن ما كانوا فلما تمت المائة من موت العزير احياه الله تعالى وذلك قوله تعالى ﴿ ثم بعثه ﴾ من بعث الناقة اذا اقمتها من مكانها ويوم القيامة يسمى يوم البعث لانهم يبعثون من قبورهم وانما قال ثم بعثه ولم يقل ثم احياه لان قوله ثم بعثه يدل على انه عاد كما كان اولا حيا عاقلا فاهما مستعدا للنظر والاستدلال فى المعارف الالهية ولو قال ثم احياه لم تحصل هذه الفوائد ﴿ قال ﴾ كأنه قيل فماذا قال بعد بعثه فقيل قال الله تعالى اوملك مأمور من قبله تعالى ﴿ كم ﴾ يوما اووقتا ﴿ لبثت ﴾ ياعزير ليظهر له عجزه عن الاحاطة بشئونه تعالى وان احياءه ليس بعد مدة يسيرة ربما يتوهم انه هين فى الجملة بل مدة طويلة وتحسم به مادة استبعاده بالمرة ويطلع فى تضاعيفه على امر آخر من بدائع آثار قدرته تعالى وهو ابقاء الغذاء المتسارع الى الفساد بالطبع على ما كان عليه دهرا طويلا من غير تغيرما ﴿ قال لبثت يوما اوبعض يوم ﴾ كقول الظان قاله بناء على التقريب والتخمين اواستقصار المدة لبثه ﴿ قال ﴾ مالبثت ذلك المقدار ﴿ بل لبثت مائة عام ﴾ يعنى كنت ميتا هذه المدة ﴿ فانظر ﴾ لتعاين امرا آخر من دلائل قدرتنا ﴿ الى طعامك وشرابك لم يتسنه ﴾ اى لم يتغير فى هذه المدة المتطاولة مع تداعيه الى الفساد ـ روى ـ انه وجد تينه وعنبه كما جنى وعصيره كما عصر والجملة المنفية حال بغير واو من الطعام والشراب لان المضارع المنفى اذا وقع حالا يجوز ان يكون بالواو وبدونها وافراد الضمير مع ان الظاهر ان يقال لم يتسنها اولم يتسنيا لان المذكور قبله شيآن الطعام والشراب لجريانهما مجرى الواحد كالغذاء. والهاء فى لم يتسنه ان كانت اصلية فهو من السنة التى اصلها سنهة وان كانت هاء سكت فهو من السنة التى اصلها سنوة واستعمال لم يتسنه فى معنى لم يتغير من قبيل استعمال اللفظ فى لازم معناه لان المعنى الاصلى لقولنا تسنه اوتسنى مرت عليه السنون والاعوام ويلزمه التغير ﴿ وانظر الى حمارك ﴾ كيف نخرت عظامه وتفرقت وتقطعت اوصاله وتمزقت ليتبين لك ماذكر من لبثك المديد وتطمئن به نفسك ﴿ ولنجعلك آية ﴾ كائنة ﴿ للناس ﴾ الواو استئنافية واللام متعلقة بمحذوف والتقدير فعلنا ذلك اى احياءك واحياء حمارك وحفظ مامعك من الطعام والشراب لنجعلك آية للناس

الموجودين فى هذا القرن بان يشاهدوك وانت من اهل القرون الخالية ويأخذوا منك ماطوى عنهم منذ احقاب من علم التوراة ﴿ وانظر الى العظام ﴾ تكرير الامر مع ان المراد عظام الحمار ايضا لما ان المأمور به اولا هو النظر اليها من حيث دلالتها على ماذكر من اللبث المديد وثانيا هو النظر اليها من حيث تعتريها الحياة ومباديها اى وانظر الى عظام الحمار لتشاهد كيفية الاحياء فى غيرك بعد ماشاهدت نفسه فى نفسك ﴿ كيف ننشزها ﴾ يقال انشزته فنشز اى رفعته فارتفع اى نرفع بعضها من الارض الى بعض ونردها الى اماكنها من الجسد فتركبها تركيبا لائقا بها . والجملة حال من العظام والعامل فيها انظر تقديره انظر الى العظام محياة اوبدل من العظام على حذف المضاف والتقدير انظر الى حال العظام ﴿ ثم نكسوها لحما ﴾ اى نسترها به كما يستر الجسد باللباس وانما وحد اللحم مع جمع العظام لان العظام متفرقة متعددة صورة واللحم متصل متحد مشاهدة ولعل عدم التعرض لكيفية نفخ الروح لما انها مما لاتقتضى الحكمة بيانه ـ روى ـ انه سمع صوتا من السماء أيتها العظام البالية المتفرقة ان الله يأمرك ان ينضم بعضك الى بعض كما كان وتكتسى لحما وجلدا فالتصق كل عظم بآخر على الوجه الذى كان عليه اولا وارتبط بعضها ببعض بالاعصاب والعروق ثم انبسط اللحم عليه ثم انبسط الجلد عليه ثم خرجت الشعور من الجلد ثم نفخ فيه الروح فاذا هو قائم ينهق ﴿ فلما تبين له ﴾ اى ظهر له احياء الميت عيانا ﴿ قال أعلم ان الله على كل شئ ﴾ من الاشياء التى من جملتها ماشاهده فى نفسه وفى غيره من تعاجيب الآثار ﴿ قدير ﴾ لايستعصى عليه امر من الامور ـ روى ـ انه ركب حماره واتى محلته وانكره الناس وانكر الناس وانكر المنازل فانطلق على وهم منه حتى اتى منزله فاذا هو بعجوز عمياء مقعدة قد ادركت زمن عزير فقال لها عزير ياهذه هذا منزل عزير قالت نعم واين ذكرى عزير وقد فقدناه منذ كذا وكذا فبكت بكاء شديدا قال فانى عزير قالت سبحان الله أنى يكون ذلك قال قد أماتنى الله مائة عام ثم بعثنى قالت ان عزيرا كان رجلا مستجاب الدعوة فادع الله لى برد بصرى حتى اراك فدعا ربه ومسح بين عينيها فصحتا فاخذ بيدها فقال قومى باذن الله فقامت صحيحة كأنها نشطت من عقال فنظرت اليه فقالت اشهد انك عزير فانطلقت الى محلة بنى اسرائيل وهم فى انديتهم وكان فى المجلس ابن العزير قد بلغ مائة وثمانى عشرة سنة وبنوا بنيه شيوخ فنادت هذا عزير قدجاءكم فكذبوها فقالت انظروا فانى بدعائه رجعت الى هذه الحالة فنهض الناس فاقبلوا اليه فقال ابنه كان لابى شامة سوداء بين كتفيه مثل الهلال فكشف فاذاهو كذلك وقد كان قتل بخت نصر ببيت المقدس من قراء التوراة اربعين الف رجل ولم يكن يومئذ بينهم نسخة من التوراة ولااحد يعرف التوراة فقرأها عليهم عن ظهر قلبه من غير ان يخرم منها حرفا اى ينقص ويقطع فقال رجل من اولاد المسبيين ممن ورد بيت المقدس بعد مهلك بخت نصر حدثنى ابى عن جدى انه دفن التوراة يوم سبينا فى خابية فى كرم فان أريتمونى كرم جدى اخرجتها لكم فذهبوا الى كرم جده ففتشوه فوجدوها فعارضوها بما املى عليهم عزير عليه السلام عن ظهر القلب فما اختلفا فى حرف

واحد فعند ذلك قالوا عزير ابن الله تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا * وفى القصة تنبيه على ان الداعى اذا راعى آداب الدعاء اجيب سريعا من غير مشقة تلحقه واذا ترك الادب لحقته المشقة وابطأت الاجابة فان ابراهيم عليه السلام لما قال ﴿ رب ارنى كيف تحيي الموتى ﴾ وبدأ بالثناء ثم سأل احياء الموتى اراه الله ذلك فى غيره فانه اراه فى طيره وعجل له ذلك على فوره وعزير قال ﴿ أنى يحيي هذه الله بعد موتها ﴾ فأرى ذلك فى نفسه بعد مائة عام مضت على موته : قال السعدى

نبايد سخن مفت ناساخته * نشايد بريدن نينداخته

❁ والاشارة فى تحقيق الآية ان قوما انكروا حشر الاجساد مع انهم اعتقدوا واقروا بحشر الارواح وقالوا الارواح كان تعلقها بالاجساد لاستكمالها فى عالم المحسوس كالصبى يبعث الى المكتب ليتعلم الادب فلما حصل مقصوده من التعلم بقدر استعداده وخرج من المكتب ودخل محفل اهل الفضل وصاحبهم سنين كثيرة واستفاد منهم انواع العلوم التى لم توجد فى المكتب الا انه استفاد العلوم من الفضلاء بقوة ادبه الذى تعلمه فى المكتب وصار فاضلا فى العلوم فما حاجته بعد ان كبر شأنه وعظم قدره الى ان يرجع الى المكتب وحالة صباه فكذا الارواح لما خرجت من سجن الاشباح واتصلت بالارواح المقدسة بقوة علوم الجزئيات التى حصلتها من عالم الحس واستفادت من الارواح العلوية علم الكليات التى لم توجد فى عالم الحس فما حاجتها الى ان ترجع الى سجن الاجساد فكانت نفوسهم تسول لهم هذه التسويلات والشيطان يوسوسهم بمثل هذه الشبهات فالله سبحانه من كمال فضله ورحمته على عباده المخلصين امات عزيرا مائة سنة وحماره معه ثم احياهما جميعا ليستدل به العقلاء على ان الله مهما يحيي عزير الروح يحيي معه حمار جسده فلا يشك العاقل بتسويل النفس ووسوسة الشيطان وشبهات الفلسفى فى حشر الاجساد فكما ان عزير الروح يكون فى مقعد صدق عند مليك مقتدر يكون حمار جسده فى الجنة فلعزير الروح مشرب من كؤوس تجلى صفحات الجمال والجلال عن ساق وسقاهم ربهم شرابا طهورا ولحمار الجسد مشرب من انهار الجنات وحياض رياض ولكم فيها ماتشتهيه الانفس وتلذ الاعين وقد علم كل اناس مشربهم

شربنا واهرقنا على الارض جرعة * وللارض من كأس الكرام نصيب

كذا فى التأويلات النجمية ﴿ واذ قال ابراهيم ﴾ اى اذكر وقت قوله وذكر الوقت يوجب ذكر ماوقع فى ذلك الوقت من الحوادث بالطريق البرهانى ﴿ رب ﴾ كلمة استعطاف قدمت بين الدعاء مبالغة فى استدعاء الاجابة ﴿ ارنى كيف تحيي الموتى ﴾ اى بصرنى كيفية احيائك للموتى بان تحييها وانا انظر اليها انما سأل ذلك ليصير علمه عيانا وقد شرفه الله بعين اليقين بل بحق اليقين الذى هو اعلى المقامات . والفرق ان علم اليقين هو المستفاد من الاخبار . وعين اليقين هو المعاينة لامرية فيه قال تعالى فى حق الكفار ﴿ ثم لترونها عين اليقين ﴾ فلما دخلوا النار وباشروا عذابها قال تعالى ﴿ فنزل من حميم وتصلية جحيم ان هذا لهو حق اليقين ﴾ ﴿ قال ﴾ ربه ﴿ أولم تؤمن ﴾ اى ألم تعلم يقينا ولم تؤمن بانى قادر على الاحياء باعادة التركيب والحياة قاله

عز وعلا مع علمه بانه اعرف الناس بالايمان ليظهر ايمانه لكل سامع بقوله بلى فيعلم السامعون غرضه من هذا القول وهو الوصول الى العيان ﴿ قال ﴾ ابراهيم ﴿ بلى ﴾ علمت وآمنت بذلك ﴿ ولكن ﴾ سألت ماسألت ﴿ ليطمئن قلبي ﴾ اى ليسكن ويحصل طمأنينته بالمعاينة فان عين اليقين يوجب الطمأنينة لاعلمه * فان قلت مامعنى قول على رضى الله عنه لوكشف الغطاء ماازددت يقينا * قلت ماازددت يقينا بالايمان بها وكان اذرأى الآخرة ابصر بها من الفضائل والهيآت مالم يخطر به قبل ذلك وكذلك ابراهيم لمارأى كيفية الاحياء وقف على مالم يقف عليه قبل ﴿ قال ﴾ ربه ان اردت ذلك ﴿ فخذ اربعة من الطير ﴾ طاووسا وديكا وغرابا وحمامة ومنهم من ذكر النسر بدل الحمام وانما خص الطير لانه اقرب الى الانسان واجمع لخواص الحيوان ﴿ فصرهن ﴾ من صاره يصوره وبكسر الصاد من صاره يصيره والمعنى واحد اى املهن واضممهن واجمعهن ﴿ اليك ﴾ لتتأملها وتعرف اشكالها مفصلة حتى تعلم بعد الاحياء ان جزأ من اجزائها لم ينتقل من موضعه الاول اصلا — روى — انه امر بان يذبحها وينتف ريشها ويقطعها ويفرق اجزاءها ولحومها ويمسك رؤسها ثم امر بان يجعل اجزاءها على الجبال وذلك قوله تعالى ﴿ ثم اجعل على كل جبل ﴾ من الجبال التى بحضرتك وكانت سبعة اواربعة فجزأها اربعة اجزاء فقال تعالى ضع على كل جبل ﴿ منهن ﴾ اى من كل الطيور ﴿ جزأ ثم ادعهن ﴾ قل لهن تعالين باذن الله تعالى ﴿ يأتينك سعيا ﴾ اى ساعيات مسرعات طيرانا اومشيا ففعل كما امره فجعل كل جزء يطير الى آخر حتى صارت جثثا ثم اقبلن فنضمت كل جثة الى رأسها فعادت كل واحدة الى ما كانت عليه من الهيئة وجعل ابراهيم ينظر ويتعجب ﴿ واعلم ان الله عزيز ﴾ غالب على امره لايعجزه شئ عما يريده ﴿ حكيم ﴾ ذو حكمة بالغة فى افاعيله فليس بناء افعاله على الاسباب العادية لعجزه عن ايجادها بطريق آخر خارق للعادات بل لكونه متضمنا للحكم والمصالح * قال القشيرى طاب ابراهيم عليه السلام بهذه حياة قلبه فاشير اليه بذبح الطيور * وفى الطيور الاربعة اربعة معان هى فى النفس فى الطاووس زينة . وفى الغراب امل . وفى الديك شهوة . والبط حرص فاشار الى انه مالم يذبح نفسه بالمجاهدة لم يحى قلبه بالمشاهدة : وفى المثنوى

[١] حرص بط يكتاست اين پنجاه تاست * حرص شهوت مار ومنصب اژدهاست

حرص بط از شهوت حلقست وفرج * در رياست بيست چندانست درج

صد خورنده كنجد اندر كرد خوان * دو رياست درنكنجد درجهان

[٢] كاغ كاغ ونعرهٔ زاغ سياه * دائما باشد بدنيا عمر خواه

همچو ابليس از خداى پاك فرد * تا قيامت عمر تن درخواست كرد

عمر ومرك اين هردو باحق خوش بود * بى خدا آبحيات آتش بود

عمر خوش در قرب جان پروردنست * عمر زاغ از بهر سركين خوردنست

* قال فى التأويلات النجمية الطيور الاربعة هى الصفات الاربع التى تولدت من العناصر الاربعة التى خمرت طينة الانسان منها وهى التراب والماء والنار والهواء فتولدت من ازدواج

[١] در اوائل دفتر پنجم در بيان آنكه خلق ... آدمى واجزاى ازان ندارد كه ...
[٢] در اوائل دفتر پنجم در بيان سبب كشتن ابراهيم على نبينا وعليه الصلاة والسلام زاغ را كه اشا ...

كل عنصر مع قرينه صفتان فمن التراب وقرينه الماء تولد الحرص والبخل وهما قرينان حيث وجد احدهما وجد قرينه ومن النار وقرينها الهواء تولد الغضب والشهوة وهما قرينان يوجدان معا ولكل واحدة من هذه الصفات زوج خلق منها ليسكن اليها كحواء وآدم ويتولد منها صفات اخرى فالحرص زوجه الحسد والبخل زوجه الحقد والغضب زوجه الكبر وليس للشهوة اختصاص بزوج معين بل هى كالمعشوقة بين الصفات فيتعلق بها كل صفة ولها منها متولدات يطول شرحها فهى الابواب السبعة للدركات السبع من جهنم منها يدخل الخلق جهنم التى لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم يعنى من الخلق فمن كان الغالب عليه صفة منها فيدخل النار من ذلك الباب فامر الله خليله بذبح هذه الصفات وهى الطيور الاربعة طاووس البخل فلو لم يزين المال فى نظر البخيل كما زين الطاووس بألوانه مابخل به وغراب الحرص وهو من حرصه اكثر فى الطلب وديك الشهوة وهو بها معروف ونسر الغضب ونسبته اليه لتصريفه فى الطيران فوق الطيور وهذه صفة المغضب فلما ذبح الخليل بسكين الصدق هذه الطيور وانقطعت منه متولداتها مابقى له باب يدخل منه النار فلما القى فيها بالمجنيق قهرا صارت النار عليه بردا وسلاما * والاشارة بتقطيعها بالمبالغة ونتف ريشها وتفريق اجزائها وتخليط ريشها ودمائها ولحومها بعضها ببعض اشارة الى محو آثار الصفات الاربع المذكورة وهدم قواعدها على يدى ابراهيم الروح بامر الشرع ونائب الحق وهو الشيخ * والامر بتقسيم اجزائها وجعلها على كل جبل جزأ فالجبال الاربعة هى النفوس التى جبل الانسان عليها . اولها النفس النامية وتسمى النفس النباتية . وثانيها النفس الامارة وتسمى الروح الحيوانى . وثالثها قوة الشيطنة وتسمى الروح الطبيعى . ورابعها قوة الملكية وهو الروح الانسانى فطيور الصفات لما ذبحت وقطعت وخلطت اجزاء بعضها ببعض ووضع على كل جبل روح ونفس وقوة منها جزء بامر الشرع تكون بمثابة اشجار وزروع تجعل عليها الترب المخلوطة بالزبل والقاذورات باستصواب دهقان ذى بصارة فى الدهقنة بمقدار معلوم ووقت معلوم ثم يسقيها بالماء ليتقوى الزرع بقوة الترب والزبل وتتصرف النفس النامية النباتية فى الترب المخلوطة الميتة فتحييها باذن الله تعالى كقوله تعالى ﴿ فانظر الى آثار رحمة الله كيف يحيى الارض بعد موتها ﴾ فكذلك الصفات الاربع وهى الحرص والبخل والشهوة والغضب مهما كانت كل واحدة منها على حالها غالبة على الجوهر الروحانى تكدر صفاءه وتمنعه من الرجوع الى مقامه الاصلى ووطنه الحقيقى فاذا كسرت سطوتها ووهنت قوتها واميتت شعلتها ومحيت آثار طباعها بامر الشرع وخلطت اجزاؤها المتفرقة بعضها ببعض ثم قسمت باربعة اجزاء وجعل كل جزء منها على جبل قوة اونفس او روح فيتقوى كل واحد من هؤلاء بتقويتها ويتربى بتربيتها فيتصرف فيها الروح الانسانى فيحييها و يبدل تلك الظلمات التى هى من خصائص تلك الصفات المذمومة بنور هو من خصائص الروح الانسانى والملكى فتكون تلك الصفات ميتة عن اوصافها حية باخلاق الروحانيات انتهى كلام التأويلات ﴿ مثل ﴾ نفقات ﴿ الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله ﴾ اى فى وجوه الخيرات من الواجب كالزكاة

والنفل وقدر فى الكلام حذف لان الذين ينفقون لايشبهون الحبة لانه لايشبه الحيوان بالجماد بل نفقاتهم تشبه الحبة ﴿ كمثل حبة ﴾ لزراع زرعهـا فى ارض عامرة والحبة واحدة الحب وهومايزرع للاقتيات واكثر اطلاقه على البر ﴿ انبتت ﴾ اى اخرجت واسناد الانبات الى الحبة مجاز ﴿ سبع سنابل ﴾ اى ساقات تشعب منهـا سبع شعب لكل واحدة منها سنبلة ﴿ فى كل سنبلة مائة حبة ﴾ كما يشـاهد ذلك فى الذرة والدخن فى الاراضى المغلة بل اكثر من ذلك ﴿ والله يضاعف ﴾ تلك المضاعفة الى ماشاءالله تعالى ﴿ لمن يشاء ﴾ ان يضاعف له بفضله وعلى حسب حال المنفق من اخلاصه وتعبه ولذلك تفاوتت مراتب الاعمال فى مقادير الثواب ﴿ والله واسع ﴾ لايضيق عليه مايتفضل به من الزيادة ﴿ عليم ﴾ بنية المنفق ومقدار انفاقه وكيفية تحصيل ما انفقه . فمثل المتصدق كمثل الزارع اذا كان حاذقا فى عمله وكان البذر جيدا وكانت الارض عامرة يكون الزرع اكثر . فكذلك المتصدق اذا كان صالحا والمال طيبا ووضع فى موضعه يكون الثواب اكثر كما روى فى الحديث عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى عليه السلام (انه قال من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولايقبل الله الا الطيب فان الله يقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربى احدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل) وانما ذكر النبى عليه السـلام التربية فى الصدقة وان كان غيرها من العبـادات يزيد ايضـا بقبوله اشارة الى ان الصدقة فريضة كانت او نافلة احوج الى تربية الله لثبوت النقيصة فيها بسبب حب الطبع الاموال وفى الحديث (صدقة المؤمن تدفع عن صاحبها آفات الدنيا وفتنة القبر وعذاب يوم القيامة) وفى الحديث (السخاوة شجرة اصلها فى الجنـة واغصانها متدليات فى دار الدنيـا فمن تعلق بغصن منها يسوقه الى الجنة والبخل شجرة اصلها فى النار واغصانها متدليات فى دار الدنيا فمن تعلق بغصن منها يسوقه الى النـار) وفى الحديث (الساعى على الارملة والمسـكين كالمجاهد فى سبيل الله) اى الكاسب لتحصيل مؤنتهما كالمجاهد لان القيام بمصالحهما انما يكون بصبر عظيم وجهاد نفس لئيم فيكون ثوابه عظيما : وفى بسـتان الشيخ السعدى قدس سره

يكى از بزركـان اهل تميز * حكايت كند زابن عبدالعزيز
كه بودش نكينى در انكشترى * فرومانده از قيمتش مشـترى
بشب كفتى آنجرم كيتى‌فروز * درى بود در روشنايى چوروز
قضارا درآمد يكى خشـك سال. * كه شد بدر سيماى مردم هلال
چو درمردم آرام وقوت نديد * خودآسوده بودن مروت نديد
چو بيند كسى زهر دركام‌خلق * كيش بكذرد آب شيرين بحلق
بفرمود بفروختنـدش بسـيم * كه رحم آمدش بر فقـير ويتيم
بيك هفته نقدش بتاراج داد * بدرويش ومسكين ومحتاج داد
فتـادند دروى ملامت كنـان * كه ديكر بدستت نيايد چنـان
شـنيدم كه ميكفت باران دمع * فروميدويدش بعارض چوشمع
كه زشتست پيرايه بر شهريار * دل شهرى از ناتوانى فكار

مرا شايد انكشترى بى نكين * نشايد دل خلق اندوهكين
خنك آنكه آسايش مرد وزن * كزينند بر آسايش خويشتن
نكردند رغبت هنر پروران * بشادئ خويش از غم ديكران

* واعلم ان الاعمال بالنيات * فان قلت مامعنى قوله عليه السلام (نية المؤمن خير من عمله) * قلت مورد الحديث ان عثمان رضى الله تعالى عنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم انه وعد بثواب عظيم على حفر بئر فنوى ان يحفرها فسبق اليه كافر فحفرها فقال عليه السلام (نية المؤمن خير من عمله) اى عمل الكافر * والجواب الثانى ان النية المجردة من المؤمن خير من عمله المجرد عن النية لانه اذا فعل فعل الخير بغير نية يكون عمله مع النية خيرا من ذلك لكن قال بعضهم ليس فى بعض الاعمال اجر بغير نية كالصلاة لاتجوز بغير نية ولا يحتاج بعض الاعمال الى النية كقراءة القرآن والاذكار * ثم اعلم ان الانفاق على مراتب . انفاق العامة بالمال فاجرهم الجنة . وانفاق الخواص اصلاح الحال بتزكية النفس وتصفية القلب فاجرهم يوم القيامة النظر الى وجه الله تعالى فينبغى للمؤمن ان يزكى نفسه و يصفى قلبه من حب المال بالانفاق فى سبيل الله الملك المتعال حتى ينال الشرف فى الجنان و يحترز عن البخل حتى لايكون عند الله تعالى من الخاسرين ﴿ الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله ﴾ اى يضعونها فى مواضعها ﴿ ثم ﴾ لاظهار علو رتبه المعطوف ﴿ لايتبعون ما انفقوا ﴾ العائد محذوف اى ما انفقوه ﴿ منا ﴾ وهو ان يعتد على من احسن اليه باحسانه و يريه انه اوجب بذلك عليه حقا اى لايمنون عليهم بما تصدقوا بان يقول المتصدق المان اصطنعتك كذا خيرا واحسنت اليك كثيرا ﴿ ولا اذى ﴾ وهو ان يتطاول عليه بسبب انعامه عليه اى لايؤذيه بان يقول المتصدق المؤذى انى قد اعطيتك فما شكرت او الى كم تأتينى وتؤذينى اوكم تسأل ألا تستحى اوانت ابدا تجيئنى بالابرام فرج الله عنى منك و باعد مابينى وبينك ﴿ لهم اجرهم عند ربهم ﴾ ثوابهم فى الآخرة وتخلية الخبر عن الفاء المفيدة لسببية ماقبلها لمابعدها للايذان بان ترتب الاجر على مذكر من الانفاق وترك المن والاذى امر بين لايحتاج الى التصريح بالسببية ﴿ ولا خوف عليهم ﴾ ممايستقبلهم من العذاب ﴿ ولاهم يحزنون ﴾ على ماخلفوا من امور الدنيا - روى - ان الحسن بن على رضى الله عنهما اشتهى طعاما فباع قميص فاطمة بستة دراهم فسأله سائل فاعطاها ثم لقى رجلا يبيع ناقة فاشتراها باجل و باعها من آخر فاراد ان يدفع الثمن الى بائعها فلم يجده فحكى القضية الى النبى عليه السلام فقال اما السائل فرضوان واما البائع فميكائيل واما المشترى فجبرائيل فنزل قوله تعالى ﴿ الذين ينفقون اموالهم ﴾ الآية ، قال بعض اهل التفسير نزلت هذه الآية والتى قبلها فى عثمان وعبد الرحمن رضى الله عنهما . اما عثمان فجهز جيش العسرة فى غزوة تبوك بالف بعير باقتابها والف دينار فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده يقول (يارب رضيت عنه فارض عنه) واما عبد الرحمن بن عوف فتصدق بنصف ماله اربعة آلاف دينار فقال عندى ثمانية آلاف فامسكت منها لنفسى وعيالى اربعة آلاف واربعة آلاف اقرضتها ربى فقال عليه السلام (بارك الله لك فيما امسكت وفيما اعطيت) فهذه حال عثمان وعبد الرحمن رضى الله عنهما حيث تصدقا ولم يخطر

ببالهما شئ من المن والاذى . قال بعضهم المن يشبه بالنفاق والاذى يشبه بالرياء . ثم قال بعضهم اذا فعل ذلك فلا اجر له وعليه وزر فيما منّ وآذى على الفقير * قال وهب فلا اجر له ولا وزر له . وقال بعضهم له اجر الصدقة ولكن ذهبت مضاعفته وعليه الوزر بالمن * واعلم ان الله تعالى نهى عباده ان يمنوا على احد بالمعروف مع انه تعالى قد من على عباده كما قال ﴿ بل الله يمن عليكم ﴾ وذلك لان الله تعالى تام الملك والقدرة وملكه وقدرته ليس بغيره والعبد وان كان فيه خصال الخير فتلك خصاله من الله ولم يكن ذلك بقوة العبد فالعبد ناقص والناقص لا يجوز له ان يمن على احد او يمدح نفسه والمن ينقص قدر النعمة و يكدرها لان الفقير الآخذ منكسر القلب لاجل حاجته الى صدقة غيره معترف باليد العليا للمعطى فاذا اضاف المعطى الى ذلك اظهار ذلك الانعام زاد ذلك فى انكسار قلبه فيكون فى حكم المضر به بعد ان نفعه وفى حكم المسيئ اليه بعد ان احسن اليه : قال الحسين الكاشفى قدس سره

آنچه كه بدهى چو دهنده خداست * منت بيهوده نهادن خطاست

هرچه دهى مى‌ده ومنت منه * وآنچه پشيمان شوى آن هم مده

وقال السعدى قدس سره

چو انعام كردى مشو خود پرست * كه من سرورم ديكران زيردست

چو بينى دعا كوى دولت هزار * خداوندرا شكر نعمت كذار

كه چشم از تودارند مردم بسى * نه توچشم دارى بدست كسى

قيل ان ابراهيم عليه السلام كان له خمسة آلاف قطيع من الغنم وعليها كلاب المواشى باطواق الذهب فتمثل له ملك فى صورة البشر وهو ينظر اغنامه فى البيداء فقال الملك [سبوح قدوس رب الملائكة والروح] فقال ابراهيم عليه السلام كرر ذكر ربى ولك نصف ماترى من اموالى فكرر الملك فنادى ثانيا كرر تسبيح ربى ولك جميع ماترى من مالى فتعجب الملائكة فقالوا جدير ان يتخذك الله خليلا ويجعل لك فى الملل والنحل ذكرا جميلا : وفى المثنوى

قرض ده زين دولت اندر اقرضوا * تاكه صد دولت به بينى پيش رو

اندكى زين شرب كم كن بهر خويش * تاكه حوض كوثرى يابى به پيش

وفى نوابغ الكلم « صنوان من منح سائله ومن * ومن منع نائله وضن » * واعلم ان الناس على ثلاث طبقات . الاولى الاقوياء وهم الذين انفقوا جميع ما ملكوا و هؤلاء صدقوا فيما عاهدوا الله عليه من الحب كما فعل ابو بكر الصديق رضى الله تعالى عنه . والثانية المتوسطون وهم الذين لم يقدروا على اخلاء اليد عن المال دفعة ولكن امسكوه لا للتنعم بل للانفاق عند ظهور محتاج اليه وقنعوا فى حق انفسهم بما يقويهم على العبادة والثالثة الضعفاء وهم المقتصرون على اداء الزكاة الواجبة اللهم اجعلنا من المتجردين عن غيرك والقانعين بك عما سواك ﴿ قول معروف ﴾ رد جميل وهو ان يرد السائل بطريق جميل حسن تقبله القلوب والطباع ولا تنكره ﴿ ومغفرة ﴾ اى ستر لما وقع من السائل من الالحاف فى المسألة وغيره

در اوائل دفتر ششم در بيان تفسير آية اسفل سافلين الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات فلهم اجر غير ممنون

مما يثقل على المسئول وصفح عنه ﴿ خير من صدقة يتبعها اذى ﴾ لان من جمع بين نفع الفقير واضراره حرم الثواب فان قالوا اى خير فى الصدقة التى فيها اذى حتى يقال هذا خير منه قلنا يعنى عندكم كذلك وهو كقوله تعالى (قل ماعند الله خير من اللهو ومن التجارة) اى عندكم ذلك خير لكن اعلموا ان هذا خير لكم فى الدنيا والآخرة مما تعدونه انتم خيرا ﴿ والله غنى ﴾ عما عندكم من الصدقة لايحوج الفقراء الى تحمل مؤونة المن والاذى ويرزقهم من جهة اخرى ﴿ حليم ﴾ لايعاجل اصحاب المن والاذى بالعقوبة لانهم لايستحقونها بسببهما . وفيه من السخط والوعيد لهم مالايخفى * قال فى مجالس حضرة الهدائى قدس سره وانما كان الرد الجميل خيرا من صدقة المان والمؤذى لان القول الحسن وان كان بالرد يفرح قلب السائل ويروح روحه ونفع الصدقة لجسده وسراية السرور لقلبه بالتبعية من تصور النفع فاذا قارن ماينفع الجسد بمايؤذى الروح يكدر النفع حينئذ ولاريب انمايروح الروح خير ممايننفع الجسد لان الروحانية اوقع فى النفوس واشرف * قال الشعبى من لم ير نفسه الى ثواب الصدقة احوج من الفقير الى صدقته فقد ابطل صدقته . وبالغ السلف فى الصدقة والتحرز فيها عن الريا. فانه غالب على النفس وهو مهلك ينقلب فى القلب اذا وضع الانسان فى قبره فى صورة حية اى يؤلم ايلام الحية والبخل ينقلب فى صورة عقرب والمقصود فى كل انفاق الخلاص من رذيلة البخل فاذا امتزج به الرياء كان كانه جعل العقرب غذاء الحية فتخلص من العقرب ولكن زاد فى قوة الحية اذ كل صفة من الصفات المهلكة فى القلب انما غذاؤها وقوتها فى اجابتها الى مقتضاها . ثم ان الصدقة لاتحصر فى المال بل تجرى فى كل معروف فالكلمة الطيبة والشفاعة الحسنة والاعانة فى حاجة واحد وعيادة مريض وتشييع جنازة وتطييب قلب مسلم كل ذلك صدقة

گر خير كنى مراد يابى * در هر دوجهان كشاد يابى
احسان كن وبهر توشهٔ خويش * زادى بفرست توازين پيش

واعلم ان الدنيا وملكها لا اعتداد لها ـ حكى ـ عن بعض الملوك انه حبست الريح فى بطنه حتى قرب الى الهلاك فقال كل من يزيل عنى هذا البلاء اعطيته ملكى فسمعه شخص من اهل الله فجاء ومسح يده على بطنه فخرجت منه ريح منتنة وتعافى الملك من ساعته فقال ياسيدى اجلس على سرير المملكة انا عزلت نفسى فقال الرجل لاحاجة الى متاع قيمته ضرطة منتنة ولكن انت اتعظ من هذا فالشئ الذى اغتررت به قيمته هذا * وعن الحسن قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم على اصحابه فقال (هل منكم من يريد ان يذهب الله عنه العمى ويجعله بصيرا . ألا انه من رغب فى الدنيا وطال امله فيها اعمى الله قلبه على قدر ذلك ومن زهد فى الدنيا وقصر امله اعطاه الله تعالى علما بغير تعلم وهدى بغير هداية . ألا انه سيكون بعدكم قوم لايستقيم لهم الملك الا بالقتل والتجبر ولا الغنى الا بالفخر والبخل ولا المحبة الا باتباع الهوى . ألا فمن ادرك ذلك الزمان منكم فصبر للفقر وهو يقدر على الغنى وصبر على البغضاء وهو يقدر على المحبة وصبر على الذل وهو يقدر على العز لايريد بذلك الا وجه الله تعالى اعطاه الله تعالى ثواب خمسين صديقا) : وفى المثنوى

كوزهٔ چشم حريصان پرنشد * تاصدف قانع نشد پردر نشد

﴿ ياايها الذين آمنوا لاتبطلوا صدقاتكم بالمن والاذى ﴾ فان من فعل ذلك لااجر له فى صدقته وعليه وزر منه على الفقير ووزر ايذائه وقد سبق معنى المن والاذى والمراد بابطال الصدقة احباط اجرها لان الصدقة لماوقعت وتقدمت لم يمكن ان يراد بابطالها نفسها بل المراد احباط اجرها وثوابها لان الاجر لم يحصل بعد فيصح ابطاله بمايأتيه من المن والاذى ﴿ كالذى ﴾ المراد المنافق لان الكافر معلن كفره غير مراء والكاف فى محل النصب على انه صفة لمصدر محذوف اى لاتبطلوها ابطالا كابطال المنافق الذى ﴿ ينفق ماله رئاء الناس ﴾ اى لاجل رئائهم يعنى ليقال انه كريم ﴿ ولا يؤمن بالله واليوم الآخر ﴾ لايريد بانفاقه رضى الله ولاثواب الآخرة . ورئاء من راآى نحو قاتل قتالا ومعنى المفاعلة ههنا مبنى على ان المرائى فى الانفاق يراعى ان تراه الناس فيحمدوه ﴿ فمثله ﴾ اى حالته العجيبة ﴿ كمثل صفوان ﴾ اى حجر صاف املس وهو واحد وجمع فمن جعله جمعا فواحده صفوانة ومن جعله واحدا فجمعه صفى ﴿ عليه تراب ﴾ اى يسير منه ﴿ فأصابه وابل ﴾ اى مطر شديد الوقع كبير القطر ﴿ فتركه صلدا ﴾ املس ليس عليه شئ من الغبار ﴿ لايقدرون ﴾ كأنه قيل فماذا يكون حالهم حينئذ فقيل لايقدرون ﴿ على شئ مما كسبوا ﴾ اى لاينتفعون بمافعلوا رئاء ولايجدون له ثوابا قطعا كقوله تعالى ﴿فجعلناه هباء منثورا﴾ يقال فلان لايقدر على درهم اى لايجده ولايملكه * فان قلت كيف قال لايقدرون بعد قوله كالذى ينفق * قلت اراد بالذى ينفق الجنس اوالفريق الذى ينفق ولان من والذى يتعاقبان فكأنه قيل كمن ينفق فجمع الضمير باعتبار المعنى ولماذكر تعالى بطلان امر الصدقة بالمن والاذى ذكر لكيفية ابطال اجرها بهما مثلين فمثله اولا بمن ينفق ماله رئاء الناس وهو مع ذلك كافر بالله واليوم الآخر فان بطلان اجر ماانفقه هذا الكافر اظهر من بطلان اجر من يتبعها بالمن والاذى ثم مثله ثانيا بالصفوان الذى وقع عليه تراب وغبار ثم اصابه المطر فازال ذلك الغبار عنه حتى صار كانه ماكان عليه تراب وغبار اصلا فالكافر كالصفوان والتراب مثل ذلك الانفاق والوابل كالكفر الذى يحبط عمل الكافر وكالمن والاذى اللذين يحبطان عمل هذا المنفق فكما ان الوابل ازال التراب الذى وقع على الصفوان فكذا المن والاذى يجب ان يكونا مبطلين لاجر الانفاق بعد حصوله وذلك صريح فى القول بالاحباط والتكفير كماذهب اليه المعتزلة القائلون بان الاعمال الصالحة توجب الثواب وان الكبائر تحبط ذلك الثواب واما اصحابنا القائلون بان الثواب تفضل محض فانهم قالوا ليس المراد بقوله لاتبطلوا النهى عن ازالة هذا الثواب بعد ثبوته بل المراد النهى عن ان يأتى بهذا العمل باطلا * وبيانه ان المن والاذى يخرجانه من ان يترتب عليه الاجر الموعود لان العمل انمايؤدى الى الاجر الموعود اذا اتى به العامل تعبدا وطاعة وابتغاء لماعندالله تعالى من الاجر والرضوان وعملا بقوله تعالى ﴿وماتقدموا لانفسكم من خير تجدوه عندالله هو خيرا واعظم اجرا﴾ وبقوله تعالى ﴿ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة﴾ فمن كان حامله على العمل ابتغاء ماعندالله مماوعده للمخلصين فقدجرى على سنن المبادلة التى وقعت

بين العمل والثواب الذى وعده الله تعالى لمن اخلص عمله لله تعالى فلما كانت معاملته فى الحقيقة مع الله تعالى لم يبق وجه لان يمن على الفقير الذى تصدق عليه ولا لان يؤذيه بان يقول له مثلا خذه بارك الله لك فيه ومن من عليه او آذاه فقد اعرض عن جهة المبادلة مع الله ومال الى جهة التبرع على الفقير من غير ابتغاء وجه الله واتى بعمله من الابتداء على نعت البطلان فيكون محروما من البدل الذى وعده الله لمن اقرض الله قرضا حسنا اذ لم يقع عمله على وجه الاقراض ﴿والله لا يهدى القوم الكافرين﴾ الى الخير والرشاد . وفيه تعريض بان كلا من الرئاء والمن والاذى من خصائص الكفار ولا بد للمؤمنين ان يجتنبوها ـ روى ـ عن بعض العلماء انه قال مثل من يعمل الطاعة للرئاء والسمعة كمثل رجل خرج الى السوق وملأ كيسه حصى فيقول الناس ما املأ كيس هذا الرجل ولا منفعة له سوى مقالة الناس فلو اراد ان يشترى به شيأ لا يعطى به شيأ . وقد بالغ السلف فى اخفاء صدقتهم عن اعين الناس حتى طلب بعضهم فقيرا اعمى لئلا يعلم احد من المتصدق . وبعضهم ربط فى ثوب الفقير نائما . وبعضهم القى فى طريق الفقير ليأخذها وبذلك يتخلص من الرئاء : وفى المثنوى

كفت پيغمبر بيك صاحب ريا * صل انك لم تصل يافتى
از براى چارهٔ اين خوفها * آمد اندر هر نمازى اهدنا
كين نمازم را ميامیز اى خدا * با نماز ضالين و اهل ريا

قال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم (ان اخوف ما اخاف عليكم الشرك الاصغر) قالوا يارسول الله وما الشرك الاصغر قال (الرياء يقول الله لهم يوم يجازى العباد باعمالهم اذهبوا الى الذى كنتم تراؤون لهم فانظروا هل تجدون عندهم جزاء) وقال صلى الله عليه وسلم (ان الله تعالى اذا كان يوم القيامة ينزل الى العباد ليقضى بينهم وكل امة جاثية فاول من يدعى به رجل جمع القرآن ورجل قتل فى سبيل الله ورجل كثير المال فيقول الله للقارئ ألم اعلمك ما انزلت على رسولى قال بلى يارب قال فماذا عملت فيما علمت قال كنت اقرأ آناء الليل واطراف النهار فيقول الله تعالى كذبت وتقول له الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان قارئ فقد قيل ويؤتى بصاحب المال فيقول الله له ألم اوسع عليك حتى لم ادعك تحتاج الى احد قال بلى يارب قال فماذا عملت فيما آتيتك قال كنت اصل الرحم واتصدق فيقول الله كذبت وتقول الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جواد فقد قيل ذلك ويؤتى بالذى قتل فى سبيل الله فيقول له فيماذا قتلت فيقول يارب امرت بالجهاد فى سبيلك فقاتلت حتى قتلت فيقول الله كذبت وتقول الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جرئ فقد قيل ذلك) ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اولئك الثلاثة اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة) : قال السعدى

طريقت همينست كاهل يقين * نكوكار بودند وتقصير بين
بروى ريا خرقه سهلست دوخت * كرش باخدا در توانى فروخت
همان به كر آبستن كوهرى * كه همچون صدف سر بخود دربرى
وكر آوازه خواهى در اقليم فاش * برون حله كن كو درون حشو باش

در اواخر دفتر يكم درييان بعبادت رفتن كر بخانهٔ همسايه الخ

اكر مسك خالص نداري مكوى * وكرهست خود فاش كردد ببوى
چه زنار مغ درميانت چه دلق * كه در پوشى از بهر پندار خلق

❁ والاشارة فى الآية ان المعاملات اذا كانت مشوبة بالاغراض ففيها نوع من الاعراض ومن اعرض عن الحق فقد اقبل على الباطل ومن اقبل على الباطل فقد ابطل حقوقه فى الاعمال فماذا بعد الحق الا الضلال وقد نهينا عن ابطال اعمال البر بالاعراض عن طلب الحق والاقبال على الباطل بقوله ﴿ لاتبطلوا صدقاتكم ﴾ وهى من اعمال البر بالمن اى اذا مننت بها على الفقير فقد اعرضت عن طلب الحق لان قصدك فى الصدقة لو كان طلب الحق لما مننت على الفقير بل كنت رهين منة الفقير حيث كان سبب وصولك الى الحق ولهذا قال صلى الله عليه وسلم (لولا الفقراء لهلك الاغنياء) معناه لم يجدوا وسيلة الى الحق وقد فسر بعضهم قوله عليه السلام (اليد العليا خير من اليد السفلى) بان اليد العليا هى يد الفقير والسفلى يد الغنى تعطى السفلى وتأخذ العليا . والاذى هو الاقبال على الباطل لان كل شئ غير الحق فهو باطل فمن عمل عملا لله ثم يشوبه بغرض فى الدارين فقد ابطل عمله بان يكون لله فافهم جدا كذا فى التأويلات النجمية : وفى المثنوى

عاشقانرا شادمانى و غم اوست * دست مزد واجرت خدمت هم اوست
غير معشوق ار تماشايى بود * عشق نبود هرزه سودايى بود
عشق آن شعله است كو چون برفروخت * هرچه جز معشوق باقى جمله سوخت

فالعشق الالهى والحب الرحمانى اذا استولى على قلب العبد يقطع عنه عرق الشركة فى الاموال والاولاد والانفس . والخدمة بالاجرة لاتناسب الرجولية فان من علم ان مولاه كريم يقطع قلبه عن ملاحظة الاجرة وتجئ اجرته اليه من ذلك الكريم على الكمال : قال الحافظ

تو بندكى چو كدايان بشرط مزد مكن * كه خواجه خود روش بنده پرورى داند

اللهم اقطع رجاءنا عن غيرك واجعلنا من الذين لايطلبون منك الا ذاتك ﴿ ومثل ﴾ نفقات ﴿ الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضاة الله ﴾ اى لطلب رضاه ﴿ وتثبيتا من انفسهم ﴾ اى جعل بعض انفسهم ثابتا على الايمان والطاعة ليزول عنها رذيلة البخل وحب المال وامساكه والامتناع عن انفاقه فان النفس وان كانت مجبولة على حب المال واستثقال الطاعات البدنية الا انها ما عودتها تتعود : قال صاحب البردة

والنفس كالطفل ان تهمله شب على * حب الرضاع وان تفطمه ينفطم

فمتى اهملتها فقد تمرنت واعتادت الكسل والبطالة و البخل وامساك المال عن صرفه الى وجوه الطاعات ومقتضيات الايمان وحيث كلفتها وحملتها على مشاق العبادات البدنية والمالية تنقاد لك وتترك عن عاداتها الجبلية . فمن تبعيضية كما فى قولهم « هز من عطفه وحرك من نشاطه » * فان قلت كيف يكون المال بعضا من النفس حتى تكون الطاعة ببذله طاعة لبعض النفس وتثبيتا لها على الثمرة الايمانية * قلت ان النفس لشدة تعلقها بالمال كأنه بعض منها فالمال شقيق الروح فمن بذل ماله لوجه الله فقد ثبت بعض نفسه ومن بذل ماله وروحه فقد ثبتها كلها : وفى المثنوى

در اوائل دفتر پنجم دربيان آنكه ثواب عمل عاشق هم از حق است

(آن)

آن درم دادن سخی را لایق است * جان سپردن خود سخای عاشق است [١]
نان دهی از بهر حق نانت دهند * جان دهی از بهر حق جانت دهند

آن فتوت بخش هر بی علت است * پاکبازی خارج از هر ملت است [٢]
در شریعت مال هرکس مال اوست * در طریقت مالك ما مملوك دوست

ويجوز ان يكون التثبيت بمعنى جعل الشئ صادقا محققا ثابتا والمعنى تصديقا للاسلام ناشئا من اصل انفسهم وتحقيقا للجزاء فان الانفاق امارة ان الاسلام ناشئ من اصل النفس وصميم القلب . فمن لابتداء الغاية كما فى قوله تعالى ﴿حسدا من عند انفسهم﴾ ولعل تحقيق الجزاء عبارة عن الايقان بان العمل الصالح مما يثيب الله ويجازى عليه احسن الجزاء ﴿كمثل جنة﴾ بستان كائن ﴿بربوة﴾ مكان مرتفع مأمون من ان يصطلمه البرد اى يفسده للطافة هوائه بهبوب الرياح الملطفة له فان اشجار الربا تكون احسن منظرا وازكى ثمرا واما الاراضى المنخفضة فقلما تسلم ثمارها من البرد لكثافة هوائها بركود الرياح . وقال بعضهم ان البستان اذا وقع فى موضع مرتفع من الارض لاتنفعه الانهار وتضربه الرياح كثيرا فلا يحسن ريعه الا اذا كان على الارض المستوية التى لاتكون ربوة ولا وهدة فالمراد من الربوة حينئذ كون الارض لينة جيدة بحيث اذا نزل المطر عليها انتفخت وربت ونمت فان الارض اذا كانت بهذه الصفة يكثر ريعها وتكمل اشجارها ويؤيد هذا التأويل قوله تعالى ﴿وترى الارض هامدة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت﴾ فان المراد من ربوها ما ذكر ﴿اصابها وابل﴾ اى وصل اليها مطر كبير القطر شديد الوقع ﴿فآتت﴾ اى اعطت صاحبها اواهلها ﴿اكلها﴾ ثمرتها وغلتها وهو بضمتين الشئ المأكول . ويجوز ان يكون آتت بمعنى اخرجت فيتعدى الى مفعول واحد هو اكلها ﴿ضعفين﴾ اى مثلى ما كانت تثمر فى سائر الاوقات وذلك بسبب ما اصابها من الوابل * قال ابن عباس حملت فى سنة من الريع ما يحمل غيرها فى سنتين والمراد بالضعف المثل كما اريد بالزوج الواحد فى قوله تعالى ﴿من كل زوجين اثنين﴾ ومن فسره باربعة امثال ما كانت تثمر حمل الضعف على اصل معناه وهو مثلا الشئ فيكون ضعفين اربعة امثال ﴿فان لم يصبها وابل فطل﴾ اى فطل وهو المطر الصغير القطر يكفيها لجودتها وكرم منبتها ولطافة هوائها . والطل اذا دام عمل عمل الوابل وجاز الابتداء بالنكرة لوقوعها فى جواب الشرط وهو من جملة المسوغات للابتداء بالنكرة ومن كلامهم ان ذهب العير فعير فى الرباط والمعنى تشبيه نفقات هؤلاء الذين ينفقون بسبب ما يحملهم عليه من الابتغاء والتثبيت زاكية عند الله لاتضيع بحال وان كانت تلك النفقات تتفاوت فى زكائها بحسب تفاوت ما ينضم اليها من احوالهم التى هى الابتغاء والتثبيت الناشئ من ينبوع الصدق والاخلاص اليها بحال جنة نامية زاكية بسببى الربوة والوابل اوالطل والجامع النمو المرتب على السبب المؤدى اليه . ويجوز ان يكون التشبيه من قبيل المفرق بان يشبه زلفاهم من الله تعالى وحسن حالهم عنده بثمرة الجنة ووجه التشبيه الزيادة ويشبه نفقتهم الكثيرة والقليلة بالقوى المطر والضعيف منه من حيث ان كل واحد منهما سبب لزيادة فى الجملة لان النفقتين تزيد ان حسن حالهم كما ان المطرين يزيدان ثمرة الجنة ﴿والله بما تعملون بصير﴾ من عمل

[١] دراواسط دفتر اكم دربيان دراثاى كردن سرور ان عرب با عبد قبول افتادن [٢] (قوله آن فتوت بخش هر بى علت است) الخ اول الاجدد فى المثنوى لكن النظم المولوى قدس سره فالمراجع

الاخلاص والرياء لا يخفى عليه شئ وهو ترغيب فى الاخلاص مع تحذير عن الرياء ونحوه * فعلى العاقل ان يعبدالله تعالى على الاخلاص ويكون دائما فى رجاء الخلاص عن الطاغوت الخفى وهوالشرك الخفى فان الخلاص يبتنى على الاخلاص : قال السعدى قدس سره

همينست پندت اكر بشنوى * كه كر خاركارى سمن ندروى

يعنى من زرع الشوك لم يحصد الازهار والنبات ولا يثمر شجرة وبالكأس التى تسقى تشرب عصمنا الله واياكم من ضياع العمل وكساده واختلال الاعتقاد وفساده . وخالص الاعمال هوالذى تعمله لله لا تحب ان يحمدك عليه احد واذا قارن العمل بالاخلاص يكون كنحاس طرح فيه الاكسير وجسد نفخ فيه الروح ولذا يضاعف ثوابه * وعن على ابن ابى طالب رضى الله عنه عن النبى عليه السلام (ان الصدقة اذا خرجت من يد صاحبها قبل ان تدخل فى يد السائل تتكلم بخمس كلمات اولاها تقول كنت قليلة فكثرتنى وكنت صغيرة فكبرتنى وكنت عدوا فاحببتنى وكنت فانيا فابقيتنى وكنت محروسا الآن صرت حارسك) * وعن مكحول الشامى اذا تصدق المؤمن بصدقة رضى الله عنه ونادت جهنم يارب ائذن لى بالسجود شكرا لك قداعتقت واحدا من امة محمد من عذابى لانى استحيي من محمد ان اعذب احدا من امته ولابد لى من طاعتك * ولفظ الصدقة اربعة احرف كل منها اشارة الى معنى . اماالصاد فالصد اى الصدقة تصد وتمنع عن صاحبها مكروه الدنيا والآخرة. واما الدال فالدليل لانها تدل صاحبها الى الجنة . واما القاف فقربه الى الله تعالى . واما الهاء فهداية الله تعالى : قال بعضهم

زان پيش كه دست ساقئ دهر * در جام مرارت افكند زهر

ازسر بنه اين كلاه و دستار * جهدى بكن ودلى بدست آر

كين سرهمه سال باكله نيست * وين روى هميشه همچومه نيست

فمن ساعده المال فلينفق فى سبيل الله الملك المتعال وليشكر على غنى ومدد فلا يقطع رجاء احد وفى الحديث (من قطع رجاء من التجأ اليه قطع الله رجاءه) - روى - ان بعض العلماء لما رأى هذا الحديث بكى بكاء شديدا وتحير فى رعاية فحواه فقام وذهب الى واحد من الصلحاء ليستفسر معنى هذا الحديث ويدفع شبهته فلما دخل عليه رأى ذلك الرجل الصالح يأخذ بيده خبزا ويؤكله الكلب من يده فسلم فرد عليه السلام ولم يقم له كما كان يفعله قبل فلما اكل الكلب الخبز بالتمام قام له ولاطفه وقال معتذرا خذ العذر منى حيث لم اقم امتثالا لقول النبى عليه السلام (من قطع رجاء) الحديث وهذا الكلب رجا منى اكل الخبز ولم اقم خشية ان اقطع رجاءه فلما سمع هذا الكلام زاد تحيرا ولم يستفسر فتعجب من كرامته وقوته فى باب الولاية * واعلم ان ثمرات الاخلاص فى طلب الحق ومرضاته تكون ضعفين بالنسبة الى من ينفق ويعمل الخيرات والطاعات لاجل الثواب الاخروى ورفعة الدرجات فى الجنان فان حظه يكون من نعيم الجنة فحسب والمخلص فى طلب الحق يكون له ضعف من قربة الحق ودولة الوصال وشهود مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر وضعف من نعيم الجنة اوفى واوفر

من ضعف طالب الجنة ونعيمها باضعاف مضاعفة اللهم اهدنا اليك ﴿أيود احدكم﴾ الهمزة لانكار الوقوع كما فى قوله أاضرب ابى لا لانكار الواقع كما فى قوله أتضرب اباك اى ماكان ينبغى ان يود رجل منكم ﴿ان تكون له جنة﴾ كائنة ﴿من نخيل واعناب﴾ والجنة تطلق على الاشجار الملتفة المتكاثفة وهو الانسب بقوله تعالى ﴿تجرى من تحتها الانهار﴾ اذ على كونها بمعنى الارض المشتملة على الاشجار الملتفة لابد من تقدير مضاف اى من تحت اشجارها ﴿له فيها من كل الثمرات﴾ الظرف الاول خبر والثانى حال والثالث مبتدأ اى صفة للمبتدأ قائمة مقامه اى له رزق من كل الثمرات كما فى قوله تعالى (وما منا الا له مقام معلوم) اى وما منا احد الا له الخ وليس المراد بالثمرات العموم بل انما هو التكثير كما فى قوله تعالى (واوتيت من كل شئ) * فان قلت كيف قال (جنة من نخيل واعناب) ثم قال (له فيها من كل الثمرات) * قلت النخيل والاعناب لما كانا اكرم الشجر واكثرها نفعا خصهما بالذكر وجعل الجنة منهما وان كانت محتوية على سائر الاشجار تغليبا لهما على غيرهما ثم اردفهما ذكر كل الثمرات ﴿و﴾ الحال انه قد ﴿اصابه الكبر﴾ اى كبر السن الذى هو مظنة شدة الحاجة الى منافعها ومئنة كمال العجز عن تدارك اسباب المعاش ﴿وله ذرية ضعفاء﴾ اى اصابه الكبر والحال ان له ذرية صغارا لا يقدرون على الكسب وترتيب مبادى المعاش ﴿فاصابها﴾ اى تلك الجنة ﴿اعصار﴾ اى ريح عاصفة تستدير فى الارض ثم تنعكس منها ساطعة الى السماء على هيئة العمود ﴿فيه نار﴾ شديدة ﴿فاحترقت﴾ فصارت نعمها الى الذهاب واصلها الى الخراب فبقى الرجل متحيرا لا يجد مايعود به عليها ولا قوة له ان يغرس مثلها ولا خير فى ذريته من الاعانة لكونهم ضعفاء عاجزين عن ان يعينوه وهذا كما ترى تمثيل لحال من يفعل الافعال الحسنة ويضم اليها ما يحبطها كرياء وايذاء فى الحسرة والاسف اذا كان يوم القيامة واشتدت حاجته اليها ووجدها محبطة بحال من هذا شأنه واشبههم به من جال بسره فى عالم الملكوت وترقى بفكره الى جنات الجبروت ثم نكص على عقبيه الى عالم الزور والتفت الى ماسوى الحق وجعل سعيه هباء منثورا : قال الحافظ

زاهد ايمن مشو از بازئ غيرت زنهار * كه ره از صومعه تا دير مغان اين همه نيست

﴿كذلك﴾ اى مثل ذلك البيان الواضح الذى بين فيما مر من الجهاد والانفاق فى سبيل الله وقصة ابراهيم وعزير وغير ذلك لكم ايها الفريق ﴿يبين الله لكم الآيات﴾ اى الدلالات الواضحة فى تحقيق التوحيد وتصديق الدين ﴿لعلكم تتفكرون﴾ كى تتفكروا فيها وتعتبروا بما فيها من العبر وتعملوا بموجبها * قال القشيرى هذه آيات ذكرها الله على جهة ضرب المثل للمخلص والمنافق والمنفق فى سبيل الله والمنفق فى الباطل هؤلاء يحصل لهم الخلف والشرف وهؤلاء يحصل لهم السرف والتلف وهؤلاء ضل سعيهم وهؤلاء شكر سعيهم وهؤلاء تزكو اعمالهم وهؤلاء حبطت اعمالهم وخسرت اموالهم وختمت بالسوء احوالهم وتضاعف عليهم وبالهم وثقل ومثل هؤلاء كالذى انبت زرعا زكا اصله ونما فضله وعلا فرعه وكثر نفعه ومثل هؤلاء كالذى خسرت صفقته وسرقت بضاعته وضاقت على كبر سنه غلته

وتواترت من كل وجه محنته هل يستويان مثلا وهل يتقاربان شبها انتهى * فلابد من اخلاص الاعمال فان الثمرات تبتنى على الاصل • وعن معاذ بن جبل رضى الله عنه انه قال حين بعث الى اليمن يارسول الله اوصنى قال (اخلص دينك يكفك العمل القليل)* وعلاج الرياء على ضربين . احدهما قطع عروقه واستئصال اصوله وذلك بازالة اسبابه وتحصيل ضده واصل اسبابه حب الدنيا واللذة العاجلة وترجيحها على الآخرة . والثانى دفع مايخطر من الرياء فى الحال ودفع مايعرض منه فى اثناء العبادة فعليك فى اول كل عبادة ان تفتش قلبك وتخرج منه خواطر الرياء وتقره على الاخلاص وتعزم عليه الى ان تتم لكن الشيطان لايتركك بل يعارضك بخطرات الرياء وهى ثلاث مرتبة العلم باطلاع الخلق اورجاؤه ثم الرغبة فى حمدهم وحصول المنزلة عندهم ثم قبول النفس له والركون اليه وعقد الضمير على تحقيقه فعليك رد كل منها : قال السعدى قدس سره

قيامت كسى بينى اندر بهشت • كه معنى طلب كرد ودعوى بهشت
كنهكار انديشناك از خداى • بسى بهتر از عابد خود نماى

* وفى التاتارخانية لو افتتح الصلاة خالصا لله تعالى ثم دخل فى قلبه الرياء فهو على ما افتتح والرياء انه لوخلا عن الناس لايصلى ولو كان مع الناس يصلى فاما لوصلى مع الناس يحسنها ولوصلى وحده لايحسن فله ثواب اصل الصلاة دون الاحسان ولا يدخل الرياء فى الصوم روى عن ابى ذر الغفارى رضى الله عنه البارى انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (يا اباذر جدد السفينة فان البحر عميق واكثر الزاد فان السفر بعيد واقل من الحمولة فان الطريق مخوف واخلص العمل فان الناقد بصير) والمراد من تجديد السفينة تحقيق الايمان وتكرير التوحيد ومن البحر هو جهنم قال تعالى ﴿ثم ننجى الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا﴾ والمراد بالسفر سفر الآخرة والقيامة قال تعالى ﴿ فى يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون﴾ وزاد النعيم الطاعات وزاد الجحيم السيآت والمراد بالحمولة الذنوب والخطايا واريد باقلالها نفيها رأسا وانما كان طريق الآخرة مخوفا لان الزبانية يأخذون اصحاب الحمل الثقيل من الطريق وليس هناك احد يعين على حمل احد وينصره وان كان من اقربائه قال تعالى ﴿وان تدع مثقلة الى حملها لايحمل منه شئ ولوكان ذاقربى ﴾ والمراد بالناقد هو الله تعالى وهو طيب لايقبل الا الطيب الخالص عن الشرك والرياء قال تعالى ﴿ فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ﴾ اى خالصا لوجهه تعالى ﴿ ولا يشرك بعبادة ربه احدا ﴾ وفى الحديث قال الله تعالى (انا غنى عن الشركاء فمن عمل لى وأشرك فيه غيرى فأنى برئ منه) وذكر عن وهب بن منبه انه قال امر الله تعالى ابليس ان يأتى محمدا عليه السلام ويجيبه عن كل مايسأله فجاءه على صورة شيخ وبيده عكازة فقال له (من أنت) قال انا ابليس قال (لماذا جئت) قال امرنى ربى ان آتيك واجيبك واخبرك عن كل ماتسألنى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فكم اعداؤك من امتى) قال خمسة عشر . انت اولهم . وامام عادل . وغنى متواضع . وتاجر صدوق . وعالم متخشع . ومؤمن ناصح . ومؤمن رحيم القلب . وثابت على التوبة .

ومتورع عن الحرام . ومؤمن مديم على الطهارة . ومؤمن كثير الصدقة . ومؤمن حسن الخلق مع الناس . ومؤمن ينفع الناس . وحامل القرآن المديم عليه . وقائم الليل والناس نيام قال عليه السلام (فكم رفقاؤك من امتى) قال عشرة . سلطان جائر . وغنى متكبر . وتاجر خائن . وشارب الخمر . والقتات . وصاحب الرياء . وآكل الربا . وآكل مال اليتيم . ومانع الزكاة . والذى يطيل الامل وفى الحديث (مامنكم من احد الا سيكلمه ربه ليس بينه وبين الله ترجمان ولاحجاب يحجبه فينظر ايمن منه فلا يرى الا ماقدم وينظر اشأم منه فلا يرى الا ماقدم من عمله وينظر بين يديه فلا يرى الا النار تلقاء وجهه فاتقوا الله ولو بشق تمرة) * قال شيخى العلامة ابقاه الله بالسلامة قيل لى فى قلبى احسن اخلاق المرء فى معاملته مع الحق التسليم والرضى واحسن اخلاقه فى معاملته مع الخلق العفو والسخاء : قال السعدى

غم و شادمان نماند و ليك • جزاى عمل ماند و نام نيك
كرم پاى دارد نه ديهيم وتخت • بده كز تواين ماند اى نيكبخت
مكن تكيه برملك وجاه وحشم • كه پيش ازتو بودست وبعدازتو هم

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى امر المؤمنين بالانفاق • ليزكى به نفوسهم عن سفساف الاخلاق • وهدى العارفين الى بذل المال والروح • ليفتح لهم ابواب الفتوح • والصلاة على المتخلق باخلاق مولاه • سيدنا محمد الذى جاء بالشفاعة لمن يهواه • وعلى آله واصحابه ممن آثرالله على ماسواه • ووثق فى اجر الانفاق بربه الذى اعطاه • وبعد فان العبد العليل سمى الذبيح اسماعيل * الناصح البروسى ثم الاسكوبى * اوصله الله الى غاية المقام الحى * يقول لما ابتليت بالنصح والعظه * أهتممت فى باب الموعظه * فكنت التقط من التفاسير * وانظم فى سلك التحرير * مابه يحل عقد الآيات القرآنيه * والبينات الفرقانيه * من غير تعرض لوجوه المعانى مما يحتمله المبانى قصدا الى التكلم بقدر عقول الناس وتصديا للاختصار الحامل على الاستئناس واضم الى كل آية مايناسبها من الترغيب والترهيب وبعض من التأويل الذى لايخفى على كل لبيب حتى انتهيت من سورة البقرة الى ماهنا من آيات الانفاق بعون الله الملك الخلاق فجعلت اول هذه الآية معنونا ليكون هذا النظم مع مايضم اليه مدونا مقطوعا عماقبله من الآيات مجموعا بلطائف العظات ومن الله استمد ان يمهلنى الى ان آخذ بهذا المنوال القرآن العظيم واقضى هذا الوطر الجسيم واتضرع ان يجعله منتفعا به وذخر اليوم والمعاد ونعم المسؤل والمراد

﴿ياايها الذين آمنوا انفقوا من طيبات ماكسبتم﴾ اى من حلال ماكسبتم او جياده لقوله تعالى (لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون) وفسر صاحب الكشاف الطيبات بالجياد حيث قال من طيبات ماكسبتم من جياد مكسوباتكم * ذكر بعض الافاضل انه انما فسر الطيب بالجيد دون الحلال لان الحل استفيد من الامر فان الانفاق من الحرام لايؤمر به ولان قوله تعالى بعده (ولاتيمموا الخبيث منه تنفقون) والخبيث هو الردئ المستخبث يدل على ان المعنى انفقوا ممايستطاب من اكسابكم ﴿ومما﴾ اى ومن

طيبات ما ﴿ اخرجنا لكم من الارض ﴾ من الحبوب والثمار والمعادن ﴿ ولا تيمموا ﴾ اى لاتقصدوا ﴿ الخبيث ﴾ اى الردئ الخسيس . والخبيث نقيض الطيب ولهما جميعا ثلاثة معان الطيب الحلال والخبيث الحرام والطيب الطاهر والخبيث النجس والطيب مايستطيبه الطبع والخبيث مايستخبثه ﴿ منه تنفقون ﴾ الجار متعلق بتنفقون والضمير للخبيث والتقديم للتخصيص والجملة حال من فاعل تيمموا اى لاتقصدوا الخبيث قاصرين الانفاق عليه والتخصيص لتوبيخهم بما كانوا يتعاطونه من انفاق الخبيث خاصة لا لتسويغ انفاقه مع الطيب عن ابن عباس رضى الله عنهما انهم كانوا يتصدقون بحشف التمر وشراره فنهوا عنه ﴿ ولستم بآخذيه ﴾ حال من واو تنفقون اى تنفقون والحال انكم لاتأخذون الخبيث فى معاملاتكم فى وقت من الاوقات اوبوجه من الوجوه ﴿ الا ان تغمضوا فيه ﴾ اى الاوقت اغماضكم فيه او الا باغماضكم يعنى لو كان لكم على رجل حق فجاء بردئ ماله بدل حقكم الطيب لاتأخذونه الا فى حال الاغماض والتساهل مخافة فوت حقكم اولاحتياجكم اليه من قولك اغمض فلان عن بعض حقه اذا غض بصره ويقال للبائع اغمض اى لاتستقص كأنك لاتبصر ﴿ واعلموا ان الله غنى ﴾ عن انفاقكم وانما يأمركم به لمنفعتكم. وفى الامر بان يعلموا ذلك مع ظهور علمهم به توبيخ لهم على مايصنعون من اعطاء الخبيث وايذان بان ذلك من آثار الجهل بشأنه تعالى فان اعطاء مثله انما يكون عادة عند اعتقاد المعطى ان الآخذ محتاج الى مايعطيه بل مضطر اليه ﴿ حميد ﴾ مستحق للحمد على نعمه العظام * واعلم ان المتصدق كالزارع والزارع اذا كان له اعتقاد بحصول الثمرة يبالغ فى الزراعة وجودة البذر لتحققه ان جودة البذر مؤثرة فى جودة الثمرة وكثرتها فكذلك المتصدق اذا ازداد ايمانه بالله والبعث والثواب والعقاب يزيد فى الصدقة وجودتها لتحققه ان الله لايظلم مثقال ذرة وان تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه اجرا عظيما والعبد كما اعطى الله احب ماعنده فان الله يجازيه باحب ماعنده كما قال تعالى ﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ ودلت الآية على جواز الكسب وان احسن وجوه التعيش هو التجارة والزراعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ان اطيب ما اكله الرجل من كسبه وان ولده من كسبه) وكذلك اطيب الصدقات ما كانت من عمل اليد

بقنطار زر بخش كردن زكنج * نباشد چو قيراط از دست رنج

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لايكسب عبد مالا حراما فيتصدق منه فيقبل منه فيبارك له فيه ولا يتركه خلف ظهره الا كان زاده الى النار ان الله تعالى لايمحو السيئ بالسيئ ولكن يمحو السيئ بالحسن ان الخبيث لايمحو الخبيث) ووجوه الانفاق والصدقة كثيرة قال صلى الله عليه وسلم (مامن مسلم يغرس غرسا اويزرع زرعا فيأكل منه انسان أو طير أو بهيمة الا كانت له صدقة) — روى — ان النبى صلى الله عليه وسلم حث اصحابه على الصدقة فجعل الناس يتصدقون وكان ابو امامة الباهلى جالسا بين يدى النبى عليه السلام وهو يحرك شفتيه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (انك تحرك شفتيك فماذا تقول) قال انى ارى الناس يتصدقون وليس معى شئ اتصدق به فأقول فى نفسى سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر فقال صلى الله عليه وسلم (هؤلاء الكلمات

خيرلك من مذهبا تتصدق به على المساكين) * فعلى العاقل ان يواظب على الاذكار فى الليل والنهار ويتصدق على الفقراء والمساكين بخلوص النية واليقين فى كل حين

كرامت جوانمردى ونان دهيست * مقالات بيهوده طبل تهيست

وجلس الاسكندر يوما مجلسا عاما فلم يسأل فيه حاجة فقال والله ماعدهذا اليوم من ملكى قيل ولم ايها الملك قال لانه لاتوجد لذة الملك الا باسعاف الراغبين واغاثة الملهوفين ومكافأة المحسنين * قال السرى السقطى قدس سره فى وصف الصوفية اكلهم اكل المرضى ونومهم نوم الغرضى ومن تخليهم عن الاملاك ومفارقتهم اياها سموا فقراء فالصوفى مالم يبذل ماله وروحه فى طلب الله فهو صاحب دنيا والدنيا مانعة عن الوصول فعليك بالايثار وكال الافتقار ﴿ الشيطان يعدكم الفقر ﴾ الوعد هو الاخبار بما سيكون من جهة المخبر مترتبا على شئ من زمان اوغيره يستعمل فى الشر استعماله فى الخير قال الله تعالى ﴿ النار وعدها الله الذين كفروا ﴾ والمعنى ان الشيطان يخوفكم بالفقر ويقول للرجل امسك مالك فانك اذا تصدقت به افتقرت ﴿ ويأمركم بالفحشاء ﴾ اى بالخصلة الفحشاء اى يغريكم على البخل ومنع الصدقات اغراء الآمر المأمور على فعل المأمور به والعرب تسمى البخيل فاحشا ﴿ والله يعدكم ﴾ اى فى الانفاق ﴿ مغفرة ﴾ لذنوبكم اى مغفرة كائنة ﴿ منه ﴾ عزوجل ﴿ وفضلا ﴾ كائنا منه تعالى اى خلفا مما انفقتم زائدا عليه فى الدنيا وثوابا فى العقبى وفيه تكذيب للشيطان ﴿ والله واسع ﴾ قدرة وفضلا فيحقق ماوعدكم به من المغفرة واخلاف ماتنفقونه ﴿ عليم ﴾ مبالغ فى العلم فيعلم انفاقكم فلا يكاد يضيع اجركم ﴿ يؤتى الحكمة ﴾ اى مواعظ القرآن ومعنى ايتائها تبيينها والتوفيق للعلم والعمل بها اى يبينها ويوفق للعمل بها ﴿ من يشاء ﴾ من عباده اى يؤتيها اياه بموجب سعة فضله واحاطة علمه كما آتاكم مابينه فى ضمن الآى من الحكم البالغة التى عليها يدور فلك منافعكم فاغتنموها وسارعوا الى العمل بها . والموصول مفعول اول ليؤتى قدم عليه الثانى للعناية به ﴿ ومن يؤت الحكمة ﴾ اى يعط العلم والعمل ﴿ فقد اوتى خيرا كثيرا ﴾ اى أى خير كثير فانه قد حيزله خير الدارين ﴿ ومايذكر ﴾ اى ومايتعظ بما اوتى من الحكمة ﴿ الا اولوا الالباب ﴾ اى العقول الخالصة من شوائب الوهم والركون الى متابعة الهوى . فالمراد منهم الحكماء العلام العمال ولا يتناول كل مكلف وان كان ذا عقل لان من لايغلب عقله على هواه فلا ينتفع به فكأنه لاعقل له قيل من اعطى علم القرآن ينبغى ان لايتواضع لاهل الدنيا لاجل دنياهم لان مااعطيه خير كثير والدنيا متاع قليل ولقوله عليه السلام (القرآن غنى لاغنى بعده) * والاشارة أن الشيطان فقير يعد بالفقر ظاهرا فهو يأمر بالفحشاء حقيقة . والفحشاء اسم جامع لكل سوء لان عدته بالفقر تتضمن معانى الفحشاء وهى البخل والحرص واليأس من الحق والشك فى مواعيد الحق للخلق بالرزق والخلف للمنفق ومضاعفة الحسنات وسوء الظن بالله وترك التوكل عليه وتكذيب قول الحق ونسيان فضله وكرمه وكفران النعمة والاعراض عن الحق والاقبال على الخلق وانقطاع الرجاء من الله تعالى وتعلق القلب بغيره ومتابعة الشهوات وايثار الحظوظ الدنيوية وترك العفة والقناعة والتمسك بحب الدنيا وهو رأس كل خطيئة وبزر كل بلية فمن فتح على نفسه باب وسوسته

فسوف يبتلى بهذه الآفة ومن سد هذا الباب فان الله يكرمه بانواع الكرامات ورفعة الدرجات والله واسع عليم يؤتى من اجتنب عن وساوسه الحكمة وهى من مواهبه ترد على قلوب الانبياء والاولياء عند تجلى صفات الجلال والجمال وفناء اوصاف الخلقية بشواهد صفات الخالقية فيكاشف الاسرار بحقائق معان اورثتها تلك الانوار سرا بسر واضمارا باضمار . فحقيقة الحكمة نور من انوار صفات الحق يؤيد الله به عقل من يشاء من عباده فهذه ليست مما تدرك بالعقول والبراهين العقلية والنقلية واما المعقولات فهى مشتركة بين اهل الدين واهل الكفر فالمعقول ما يحكم الدليل عليه ببرهان عقلى وهذا ميسر لكل عاقل بالدراية وعالم بالقراءة فمن صفى عقله عن شوب الوهم والخيال فيدرك عقله المعقول بالبرهان دراية عقلية ومن لم يصف العقل عن هذه الآفة فهو يدرك المعقول قراءة بتفهيم استاذ مرشد فاما الحكمة فليست من هذا القبيل وما يذكر الا اولوا الالباب وهم الذين لم يقنعوا بقشور العقول الانسانية بل سعوا فى طلب لبها بمتابعة الانبياء عليهم السلام فاخرجوهم من ظلمات قشور العقول الانسانية الى نور لب المواهب الربانية فتحقق لهم ان من لم يجعل الله له نورا فما له من نور فانتبه ايها المغرور المفتون بدار الغرور فلا يغرنك بالله الغرور قال من قال

نكر تا قضا از كجا سير كرد * كه كورى بود تكيه بر غير كرد

فغان از بديها كه در نفس ماست * كه ترسم شود ظن ابليس راست

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (يمين الله ملأى لا يغيضها نفقة سحاب الليل والنهار أرأيتم ما انفق منذ خلق السماء والارض فانه لم يغض ما فى يمينه) قال (وعرشه على الماء وبيده الاخرى القبض يرفع ويخفض) فالمؤمن يتخلق باخلاق الله ويجود على الفقراء ويدفع ما وسوس اليه الشيطان من خوف الفقر فان الله بيده مفاتيح الارزاق وهو المعطى على الاطلاق ﴿ وما ﴾ كلمة شرط وهى للعموم ﴿ انفقتم من نفقة ﴾ اى أى نفقة كانت فى حق او باطل فى سر أو علانية قليلة او كثيرة ﴿ او نذرتم ﴾ النذر عقد الضمير على شئ والتزامه وهو فى الشرع التزام برله تغير فى الشرع ولهذا لو نذر سجدة مفردة لا يصح الا ان تكون للتلاوة عند ابى حنيفة واصحابه ﴿ من نذر ﴾ أى نذر كان فى طاعة او معصية بشرط او بغير شرط متعلق بالمال او بالافعال كالصلاة والصيام ونحوها ﴿ فان الله يعلمه ﴾ الضمير عائد الى ما اى فانه تعالى يجازيكم عليه البتة ان خيرا فخير وان شرا فشر فهو ترغيب وترهيب ووعد ووعيد ﴿ وما للظالمين ﴾ بالانفاق والنذر فى المعاصى او بمنع الصدقات وعدم الوفاء بالنذور او بانفاق الخبيث او بالرياء والمن والاذى وغير ذلك مما ينتظمه معنى الظلم الذى هو عبارة عن وضع الشئ فى غير موضعه الذى يحق ان يوضع فيه ﴿ من انصار ﴾ اى اعوان ينصرونهم من بأس الله وعقابه لا شفاعة ولا مدافعة وايراد صيغة الجمع لمقابلة الظالمين اى وما لظالم من الظالمين من نصير من الانصار ﴿ ان تبدوا الصدقات فنعما هى ﴾ اى ان تظهروا الصدقات فنعم شئ ابداؤها بعد ان لم يكن رياء وسمعة وهذا فى الصدقات المفروضة واما فى صدقة التطوع فالاخفاء افضل وهى التى اريد بقوله ﴿ وان تخفوها ﴾ اى تعطوها خفية ﴿ وتؤتوها الفقراء ﴾ ولعل التصريح بايتائها الفقراء

مع انه واجب فى الابداء ايضا لما ان الاخفاء مظنة الالتباس والاشتباه فان الغنى ربما يدعى الفقر ويقدم على قبول الصدقة سرا ولايفعل ذلك عند الناس ﴿ فهو خير لكم ﴾ اى فالاخفاء خير لكم من الابداء وكل متقبل اذا صلحت النية وهذا فى التطوع ومن لم يعرف بالمال واما فى الواجب فبالعكس ليقتدى به كالصلاة المكتوبة فى الجماعة افضل والنافلة فى البيت ولنفى التهمة وسوء الظن حتى اذا كان المزكى ممن لايعرف باليسار كان اخفاؤه افضل خوف الظلمة عن ابن عباس رضى الله عنهما صدقة السر فى التطوع تفضل علانيتها سبعين ضعفا وصدقة الفريضة علانيتها افضل من سرها بخمسة وعشرين ضعفا ﴿ و ﴾ الله ﴿ يكفر عنكم من سيآتكم ﴾ من تبعيضية اى شيأ من سيآتكم لانه يمحو بعض الذنوب بالتصدق فى السر والعلانية اوزائدة على رأى الاخفش فالمعنى يمحو عنكم جميع ذنوبكم ﴿ والله بما تعملون ﴾ من الاسرار والاعلان ﴿ خبير ﴾ فهو ترغيب فى الاسرار * ذكر الامام فى ان الاسرار والاخفاء فى صدقة التطوع افضل وجوها * الاول انها ابعد من الرياء والسمعة قال صلى الله عليه وسلم (لايقبل من مسمع ولامرائى ولامنان) والمتحدث فى صدقة لاشك انه يطلب السمعة والمعطى فى ملأ من الناس يطلب الرياء فالاخفاء والسكوت هو المخلص منهما . وقد بالغ قوم فى صدقة الاخفاء واجتهدوا ان لايعرفهم احد فكان بعضهم يلقيها فى يد اعمى وبعضهم يلقيها فى طريق الفقير فى موضع جلوسه حيث يراه ولايرى المعطى وبعضهم كان يشدها فى ثوب الفقير وهو نائم وبعضهم كان يوصل الى يد الفقير على يد غيره * وثانيها انه اذا اخفى صدقته لم يحصل له من الناس شهرة وتمدح وتعظيم فكان ذلك اشق على النفس فوجب ان يكون اكثر ثوابا * وثالثها قوله صلى الله عليه وسلم (افضل الصدقة جهد المقل الى فقير فى سر) وقال ايضا (ان العبد يعمل عملا ان فى السر فيكتبه الله تعالى سرا فان اظهره نقل من السر وكتب فى العلانية فان تحدث نقل من السر والعلانية وكتب فى الرياء) وفى الحديث (سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لاظل الاظله امام عدل وشاب نشأ فى عبادة الله تعالى ورجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتى يعود اليه ورجلان تحابا فى الله اجتمعا على ذلك وتفرقا ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه ورجل دعته امرأة ذات حسن وجمال فقال انى اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لاتعلم شماله ماتنفق يمينه) وقال صلى الله عليه وسلم (صدقة السر تطفئ غضب الرب) * واما الوجه فى جواز اظهار الصدقة فهو ان الانسان اذا علم انه اذا اظهرها صار فى ذلك سببا لاقتداء الخلق به فالاظهار افضل * قال محمد بن على الحكيم الترمذى ان الانسان اذا اتى بعمله وهو يخفيه عن الخلق وفى نفسه شهوة ان يرى الخلق منه ذلك وهو يدفع تلك الشهوة فههنا الشيطان يردد عليه رؤية الخلق والقلب ينكر ذلك ويدفعه فهذا الانسان فى محاربة الشيطان فضوعف العمل فى السر سبعين ضعفا على العلانية ثم ان تقرب العبد الى الله انما يكون بفرض اوجبه الله عليه او بنفل اوجبه العبد على نفسه * فعلى كلا التقديرين الله عليم بهما فيجازى العبد بهما كما قال فى حديث ربانى (لن يتقرب الى المتقربون بمثل ماافترضت عليهم ولايزال العبد يتقرب الىّ بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت له سمعا وبصرا ولسانا ويدا فبى يسمع وبى يبصر وبى ينطق وبى يبطش)

ولكن الشأن اخلاص العمل لله من غير شوبه بعلة دنيوية او اخروية فانها شرك والشرك ظلم عظيم فلابد من الاجتناب

چو روبى بخدمت نهى بر زمين * خدارا ثنا كوى وخودرا مبين

فاخفاء الصدقة اشارة فى الحقيقة الى تخليصها من شوب الحظوظ النفسانية لتكون خالصة لله فصاحبها يكون فى ظل الله كما قال عليه السلام (المرء يكون فى ظل صدقته يوم القيامة) يعنى ان كانت صدقته لله فيكون فى ظل الله وان كانت صدقته للجنة فيكون فى ظل الجنة وان كانت صدقته للهوى فيكون فى ظل هاوية فافهم جدا

رطب ناورد چوب خرزهره بار * چه تخم افكنى بر همان چشم دار

﴿ ليس عليك هديهم ﴾ اى لايجب عليك يامحمد ان تجعلهم مهديين الى الاتيان بما امروا به من المحاسن والانتهاء عما نهوا عنه من القبائح المعدودة وانما الواجب عليك الارشاد الى الخير والحث عليه والنهى عن الشر والردع عنه بما اوحى اليك من الآيات والذكر الحكيم والخطاب خاص والمراد عام يتناول كل اهل الاسلام ﴿ ولكن الله يهدى ﴾ هداية خاصة موصلة الى المطلوب حتما ﴿ من يشاء ﴾ هدايته الى ذلك ممن يتذكر بما ذكر ويتبع ويختار الخير فهدى التوفيق على الله وهدى البيان على النبى صلى الله عليه وسلم * وقيل لما كثر فقراء المسلمين نهى رسول الله عليه وسلم المسلمين عن التصدق على المشركين كى تحملهم الحاجة على الدخول فى الاسلام فنزلت اى ليس عليك هدى من خالفك حتى تمنعهم الصدقة لاجل دخولهم فى الاسلام وفيه ايماء الى ان الكفر لايمنع صدقة التطوع واختلف فى الواجب فجوزه ابو حنيفة واباه غيره ﴿ وماتنفقوا من خير ﴾ اى أى شئ تتصدقوا كائن من مال ﴿ فلانفسكم ﴾ اى فهو لانفسكم لاينتفع به غيركم فلا تمنوا على من اعطيتموه ولا تؤذوه ولاتنفقوا من الخبيث اوفنفعه الدينى لكم لا لغيركم من الفقراء حتى تمنعوه ممن لاينتفع به من حيث الدين من فقراء المشركين * وعن بعض العلماء لوكان شر خلق الله لكان لك ثواب نفقتك ﴿ وماتنفقون الا ابتغاء وجه الله ﴾ استثناء من اعم العلل او اعم الاحوال اى ليست نفقتكم لشئ من الاشياء الا لابتغاء وجه الله اوليست فى حال من الاحوال الاحال ابتغاء وجه الله فما بالكم تمنون بها وتنفقون الخبيث الذى لايوجه مثله الى الله ﴿ وماتنفقوا ﴾ اى أى شئ تنفقوا ﴿ من خير ﴾ فى اهل الذمة وغيرهم ﴿ يوف اليكم ﴾ اى يوفر لكم اجره وثوابه اضعافا مضاعفة فلا عذر لكم فى ان ترغبوا عن انفاقه على احسن الوجوه واجملها ﴿ وانتم لاتظلمون ﴾ اى لاتنقصون شيأ مما وعدتم من الثواب المضاعف ﴿ للفقراء ﴾ اى اجعلوا ماتنفقونه للفقراء ﴿ الذين احصروا فى سبيل الله ﴾ اى حبسوا نفوسهم فى طاعته من الغزو والجهاد ﴿ لايستطيعون ﴾ لاشتغالهم به ﴿ ضربا فى الارض ﴾ اى ذهابا فيها وسيرا فى البلاد للكسب والتجارة وقيل هم اصحاب الصفة وهم نحو من اربعمائة رجل من مهاجرى قريش لم يكن لهم مساكن فى المدينة ولاعشائر فكانوا فى صفة المسجد وهى سقيفته يتعلمون القرآن بالليل ويرضخون النوى بالنهار وكانوا يخرجون فى كل سرية بعثها رسول الله فكان من عنده فضل اتاهم به اذا امسى

وعن ابن عباس رضى الله عنهما وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما على اصحاب الصفة فرأى فقرهم وجهدهم وطيب قلوبهم فقال (ابشروا يا اصحاب الصفة فمن لقى الله من امتى على النعت الذى انتم عليه راضيا بما فيه فانه من رفقائى) ﴿ يحسبهم الجاهل ﴾ اى يظنهم الجاهل بحالهم وشأنهم ﴿ اغنياء من التعفف ﴾ اى من اجل تعففهم عن المسألة وهو ترك الطلب ومنع النفس عن المراد بالتكلف استحياء ﴿ تعرفهم ﴾ اى تعرف فقرهم واضطرارهم ﴿ بسيماهم ﴾ اى بما تعاين منهم من الضعف ورثاثة الحـال . والسيما والسيماء العلامة التى تعرف بها الشئ ﴿ لايسألون الناس الحافا ﴾ مفعول له ففيه نفى السؤال والالحاف جميعا اى لايسألون الناس اصلا فيكون الحافا والالحاف الالزام والالحاح وهو ان يلازم السـائل المسئول حتى يعطيه ويجوز السؤال عند الحاجة والاثم مرفوع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لان يأخذ احدكم حبله فيذهب فيأتى بحزمة حطب على ظهره فيكف بها وجهه خير له من ان يسأل الناس اشياءهم اعطوه او منعوه) وعن النبى صلى الله عليه وسلم (ان الله يحب الحى الحليم المتعفف ويبغض البذى السائل الملحف) ﴿ وماتنفقوا من خير فان الله به عليم ﴾ فيجازيكم بذلك احسن جزآء فهو ترغيب فى التصدق لاسيما على هؤلاء ثم زاد التحريض عليه بقوله ﴿ الذين ينفقون اموالهم بالليل والنهـار سرا وعلانية ﴾ اى يعمون الاوقات والاحوال بالخير والصدقة فكلما نزلت بهم حاجة محتاج عجلوا قضاءها ولم يؤخروه ولم يتعللوا بوقت ولاحال وقيل نزلت فى شأن الصديق رضى الله عنه حين تصدق باربعين الف دينار عشرة آلاف منها بالليل وعشرة بالنهار وعشرة سرا وعشرة علانية ﴿ فلهم اجرهم ﴾ اى ثوابهم حاضر ﴿ عند ربهم ولاخوف عليهم ﴾ من مكروه آت ﴿ ولاهم يحزنون ﴾ من محبوب فات * واعلم ان الاتفاق على سادة اختاروا الفقر على الغنى محبة لله واقتداء بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم حرفة فانه صلى الله عليه وسلم كان يقول (لى حرفتان الفقر والجهاد) وهم احق بها و اولى والعبد اذا انفق من كل معاملة فيها خير من المال او الجاه اوخدمة النفس اواعزاز اواكرام اواعظام اوارادة بالقلب حتى السلام على هؤلاء السادة استحقاقا واجلالا لااستخفافا واذلالا فان الله به عليم فان تقرب اليه فى الانفاق بشـبر يتقرب هو اليه فى المجازاة بذراع وان تقرب بذراع يتقرب اليه ببـاع فلانهاية لفضله ولاغاية لكرمه فطوبى لمن ترك الدنيا بطيب القلب واختار الله على كل شئ ومن كان لله كان الله له * روى ان حسن ستة اشياء فى ستة العلم والعدل والسخاوة والتوبة والصبر والحياء . العلم فى العمل . والعدل فى السلطان . والسخاوة فى الاغنياء . والتوبة فى الشباب . والصبر فى الفقر . والحياء فى النساء . العلم بلا عمل كبيت بلاسقف والسلطان بلاعدل كبئر بلاماء . والغنى بلاسخاوة كسحاب بلامطر . والشباب بلاتوبة كشجر بلاثمر . والفقر بلا صبر كقنديل بلا ضياء . والنساء بلاحياء كطعام بلا ملح * فعلى الغنى ان يمطر من سحاب غنى بركات الدين والدنيا ويتسبب لاحياء قلوب ماتت بالفقر والاحتياج فان الله لا يضيع اجر المحسنين

بسنديده رأيى كه بخشيد وخورد * جهان ازبى خويشتن كرد كرد

يعنى ان الذى له رأى صائب هو الذى تنعم بماله وانعم وجمع الدنيا لاجله لالغيره فان من جمع مالا ولم يأكل منه ولم يعط فهو جامع لغيره فى الحقيقة اذهو لوارثه بعده ﴿ الذين يأكلون الربوا ﴾ اى يأخذونه وعبر عنه بالاكل لانه معظم المقصود من المال ولشيوعه فى المطعومات والربا فضل فى الكيل والوزن خال عن العوض عند ابى حنيفة واصحابه ويجرى فى الاشياء الستة الذهب والفضة والحنطة والشعير والتمر والملح وكتب بالواو تنبيها على اصله لانه من ربا يربو وزيدت الالف تشبيها بواو الجمع ﴿ لايقومون ﴾ اى من قبورهم اذا بعثوا ﴿ الا كمايقوم ﴾ اى الا قياما مثل قيام ﴿ الذى يتخبطه ﴾ اى يضربه ويصرعه ﴿ الشيطان من المس ﴾ اى الجنون متعلق بلا يقومون يعنى لا يقومون من المس الذى بهم الا كقيام المصروع المختل اى فاسد العقل ويكون ذلك سيماهم يعرفون به عند اهل الموقف وقيل الذين يخرجون من الاجداث يوفضون الا اكلة الربا فانهم ينهضون ويسقطون كالمصروعين لانهم اكلوا الربا فارباه الله تعالى فى بطونهم حتى اثقلهم فلايقدرون على الايفاض ﴿ذلك﴾ اى العذاب النازل بهم ﴿ بانهم قالوا ﴾ اى بسبب قولهم ﴿ انما البيع مثل الربوا ﴾ فنظموا الربا والبيع فى سلك واحد لافضائهما الى الربح فاستحلوه استحلاله وقالوا يجوز بيع درهم بدرهمين كمايجوز بيع ماقيمته درهم بدرهمين وحق الكلام ان يقال انما الربا مثل البيع الا انه على المبالغة اى اعتقدوه حلا حتى ظنوا انه اصل او قالوا انما البيع مثل الربا فلم لايحل فان الزيادة فى اوله كماهى فى آخره ـ روى ـ ان اهل الجاهلية كان احدهم اذا حل ماله على غريمه فطالبه به يقول الغريم لصاحب الاجل زدنى شيأ فى الاجل حتى ازيدك فى المال فيفعلان ذلك ويقولان سواء علينا الزيادة فى اول البيع بالربح او عند المحل لاجل التأخير فكذبهم الله وقال ﴿ واحل الله البيع وحرم الربوا ﴾ اى كيف يتماثلان والبيع محلل بتحليل الله والربا محرم بتحريم الله تعالى ﴿ فمن جاءه موعظة ﴾ اى فمن بلغه وعظ وزجر كالنهى عن الربا ﴿ من ربه فانتهى ﴾ اى فاتعظ بلا تراخ وتبع النهى ﴿ فله ماسلف ﴾ اى مضى من ذنبه فلا يؤاخذ به لانه اخذ قبل نزول التحريم وجعل ملكاله ولايسترد منه ﴿ وامره الى الله ﴾ يجازيه على انتهائه ان كان عن قبول الموعظة وصدق النية . وقيل يحكم فى شأنه يوم القيامة وليس من امره اليكم شئ فلاتطالبوه به ﴿ومن عاد﴾ الى الربا مستحلا بعد النهى كمااستحل قبله ﴿ فاولئك ﴾ اشارة الى من باعتبار المعنى ﴿اصحاب النار ﴾ اى ملازموها ﴿ هم فيها خالدون ﴾ ماكثون ابدا ﴿ يمحق الله الربوا ﴾ المحق نقصان الشئ حالا بعد حال حتى يذهب كله كما فى محاق الشهر وهو حال آخذ الربا فان الله يذهب بركته ويهلك المال الذى يدخل فيه ولاينتفع به ولده بعده ﴿ ويربى الصدقات ﴾ يضاعف ثوابها ويبارك فيها ويزيد المال الذى اخرجت منه الصدقة ـ روى ـ عنه صلى الله عليه وسلم (ان الله يقبل الصدقة ويربيها كما يربى احدكم مهره) وعنه ايضا (مانقصت زكاة من مال قط) ﴿ والله لايحب ﴾ اى لايرضى لان الحب مختص بالتوابين ﴿ كل كفار ﴾ مصر على تحليل المحرمات ﴿ اثيم ﴾ منهمك فى ارتكابها ﴿ ان الذين آمنوا ﴾ بالله ورسوله صلى

(الله)

الله عليه وسلم وبما جاءهم به ﴿ وعملوا الصالحات ﴾ اى الطاعات ﴿ واقاموا الصلوة وآتوا الزكوة ﴾ تخصيصهما بالذكر مع اندراجهما فى الصالحات لانافتهما على سائر الاعمال الصالحة ﴿ لهم اجرهم ﴾ الموعود لهم حال كونه ﴿ عند ربهم ولا خوف عليهم ﴾ من مكروه آت ﴿ ولا هم يحزنون ﴾ من محبوب فات * واعلم ان آكل الربا لحرصه على الدنيا مثله كمثل من به جوع الكلب فيأكل ولا يشبع حتى ينتفخ بطنه ويثقل عليه فكلما يقوم يصرعه ثقل بطنه فكذا حال اهل الربا يوم القيامة : ونعم ماقيل

توان بحلق فرو بردن استخوان درشت * ولى شكم بدرد چون بگيرد اندر ناف

فالعاقل لايأكل ما لا تحمله فى الدنيا والآخرة فطوبى لمن يقتصد فى اخذ الدنيا ولا يحمله الحرص على اخذها بغير حقها فهو ينجو من وبالها وهو مثل التاجر الذى يكسب المال بطريق البيع والشراء ويؤدى حقه وان كان له حرص فى الطلب والجمع ولكن لما كان بامر الشرع وطريق الحل ولا يمنع ذا الحق حقه ماضره به كما اضر بآكل الربا ــ روى ــ ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الدم وكسب البغى ولعن آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه والواشمة والمستوشمة والمصور قال عليه السلام (الربا بضع وسبعون بابا ادناها كاتيان الرجل أمه) يعنى كالزنى بامه والعياذ بالله فمن سمع هذا القول العظيم فليبادر بالتوبة الى باب المولى الكريم ذلك لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد . ومن اقرض شيأ بشرط ان يرد عليه افضل فهو قرض جر منفعة وكل قرض جر منفعة فهو ربا وكان لابى حنيفة رحمه الله على رجل الف درهم سود فرد عليه الف درهم بيض فقال ابو حنيفة لااريد هذا الابيض بدل دراهمى فاخاف ان يكون هذا البياض ربا فرده واخذ مثل دراهمه * قال ابو بكر لقيت ابا حنيفة على باب رجل وكان يقرع الباب ثم يتنحى ويقوم فى الشمس فسألته عنه فقال انلى على صاحبه دينا وقد نهى عن قرض جر منفعة فلا انتفع بظل حائطه * ويقرب منه ماروى عن ابى يزيد البسطامى قدس سره من انه اشترى من همذان حب القرطم ففضل منه شئ فلما رجع الى بسطام رأى فيه نملتين فرجع الى همذان ووضع النملتين فهذا هو الورع وكمال التقوى ومثل هذا لا يوجد فى هذا الزمان وان وجد فقل من القليل واكثر الناس ولو كانوا صوفية لايفرقون بين الحلال والحرام والشبهات ولذا ترى امر الدين صار مهملا وعاد غريبا هدانا الله واياكم الى سواء الطريق انه ولى التوفيق : قال جلال الدين الرومى

اى زخودت بى وقوف لاف ترا يوف يوف * فضل نخشد تراجبه ودستار وصوف

﴿ يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ﴾ اى قوا انفسكم عقابه ﴿ وذروا ما بقى من الربوا ﴾ اى واتركوا تركا كليا مابقى لكم غير مقبوض من مال الربا على من عاملتموه به ﴿ ان كنتم مؤمنين ﴾ على الحقيقة فان ذلك مستلزم لامتثال ما امرتم به البتة ــ روى ــ انه كان لثقيف مال على بعض قريش فطالبوهم عند المحل بالمال والربا فنزلت ﴿ فان لم تفعلوا ﴾ اى ما امرتم به من الاتقاء وترك البقايا اما مع انكار حرمته واما مع الاعتراف بها ﴿ فأذنوا ﴾ اى فاعلموا من اذن بالامر اذا علم به ﴿ بحرب ﴾ اى بنوع من الحرب عظيم لايقادر قدره

كائن ﴿ من ﴾ عند ﴿ الله ورسوله ﴾ وحرب الله حرب ناره اى بعذاب من عنده وحرب رسوله نار حربه اى القتال والفتنة فلما نزلت قالت ثقيف لاطاقة لنا بحرب الله ورسوله ﴿ وان تبتم ﴾ من الارتباء مع الايمان بحرمته بعدما سمعتموه من الوعيد ﴿ فلكم رؤس اموالكم ﴾ تأخذونها كملا ﴿ لاتظلمون ﴾ غرماءكم بأخذ الزيادة ﴿ ولا تظلمون ﴾ انتم من قبلهم بالمطل وانتقص عن رأس المال هـذا هو الحكم اذا تاب ومن لم يتب من المؤمنين واصر على عمل الربا فان لم يكن ذا شوكة عزر وحبس الى ان يتوب وا كان ذا شوكة حاربه الامام كما يحارب الباغية كما حارب ابوبكر رضى عنه مانع الزكاة وكذا القول لو اجتمعوا على ترك الاذان او ترك دفن الموتى ﴿ وان كان ذو عسرة ﴾ اى وان وقع غريم من غرمائكم ذوعسرة وهى بالاعدام اوكساد المتاع ﴿ فنظرة ﴾ اى فالحكم نظرة وهى من الانظار والامهال ﴿ الى ميسرة ﴾ اى الى يسار ﴿ وان تصدقوا ﴾ اى وتصدقكم باسقاط الدين كله عمن اعسر من الغرماء او بالتأخير والانظار ﴿ خيرلكم ﴾ اى اكثر ثوابا ﴿ ان كنتم تعلمون ﴾ جوابه محذوف اى ان كنتم تعلمون انه خيرلكم عملتموه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لايحل دين رجل مسلم فيؤخره الا كان له بكل يوم صدقة) وقال صلى الله عليه وسلم (من انظر معسرا أو وضع له انجاه الله من كرب يوم القيامة) وفى القرض و الادانة فضائل كثيرة ـ روى ـ ان امامة الباهلى رضى الله عنه رأى فى المنام على باب الجنة مكتوبا القرض بثمانية عشر أمثاله والصدقة بعشر امثالها فقال ولم هذا فاجيب بان الصدقة ربما وقعت فى يد غنى وان صاحب القرض لايأتيك الا وهو محتاج قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ثلاث من جاء بهن يوم القيامة مع ايمان دخل من أى ابواب الجنة شاء وزوج من حور العين كم شاء من عفا عن قاتل وقرأ دبر كل صلاة مكتوبة قل هو الله احد عشر مرات ومن ادان دينا لمن يطلب منه) فقال ابوبكر الصديق اواحداهن يارسول الله قال (اواحداهن) * واعلم ان الاستدانة فى احوال ثلاث فى ضعف قوته فى سبيل الله وفى تكفين فقير مات عن قلة وفقر وفى نكاح يطلب به العفة عن فتنة العذوبة فيستدين متوكلا على الله فالله تعالى يفتح ابواب اسباب القضاء قال صلى الله عليه وسلم (من ادان دينا وهو ينوى قضاءه وكل به ملائكة يحفظونه ويدعون له حتى يقضيه) وكان جماعة السلف يستقرضون من غير حاجة لهذا الخبر ومهما قدر على قضاء الدين فليبادر اليه ولو قبل وقتـه وعن النبى صلى الله عليه وسلم عن جبريل عليه السلام (الشهادة تكفر كل شئ الا الدين يا محمد) ثلاثا * فعلى العاقل ان يقضى ماعليه من الديون و يخاف من و بال سـوء نيته يوم يبعثون وهذا حال من ادى القرض فانه يهون عليه ان يؤدى القرض . واما المرتكب وتارك الفرائض فلايبالى بالفرائض فكيف بالديون والاقراض ولذا قيل

وامش مده آنكه بى نمـازست * ور خود دهنش ز فاقه بازست
كو فرض خـدا نمى كذارد * از قرض تو نـيز غم ندارد

واحوال هذا الزمان مختلة كاخوانه فطوبى لمن تمسك بالقناعة فى زمانه . ومن شرط المؤمن الحقيقى اتقاؤه بالله فى ترك زيادات لايحتاج اليها فى امر الدين بل تكون شاغلة له عن الترقى

(فى)

فى مراتب الدين كما قال عليه السلام (من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه) ﴿ واتقوا يوما ﴾ نصب ظرفا تقديره واتقوا عذاب الله يوما او مفعولا به كقوله (فكيف تتقون ان كفرتم يوما) اى كيف تتقون هذا اليوم الذى هذا وصفه مع الكفر بالله ﴿ ترجعون فيه ﴾ على البناء للمفعول من الرجع اى تصيرون فيه ﴿ الى الله ﴾ لمحاسبة اعمالكم ﴿ ثم توفى كل نفس ﴾ من النفوس اى تعطى كملا ﴿ ما كسبت ﴾ اى جزاء ماعملت من خير اوشر ﴿ وهم لا يظلمون ﴾ اى لا ينقصون من ثوابهم ولا يزادون على عقابهم وهو حال من كل نفس تفيد ان المعاقبين وان كانت عقوباتهم مؤبدة غير مظلومين فى ذلك لما انه من قبل انفسهم وعن ابن عباس رضى الله عنهما هذه آخر آية نزلت ولقى رسول الله ربه بعدها بسبعة اوتسعة ايام اوواحد وعشرين اواحد وثمانين يوما اوثلاث ساعات وقال له جبريل عليه السلام ضعها على رأس مئتين وثمانين آية من سورة البقرة فجعلت بين آية الدين وآية الربا تأكيدا للزجر عن الربا ـ روى ـ ان رسول صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين و بعث يوم الاثنين ودخل المدينة يوم الاثنين وقبض يوم الاثنين وكان مريضا ثمانية عشر يوما يعوده الناس وكان آخر مايقول صلى الله عليه وسلم (الصلاة وما ملكت ايمانكم الصلاة فانا لله وانااليه راجعون) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من اصيب بمصيبة فليذكر مصيبته بى فانها اعظم المصائب) وقال عليه السلام (من كان له فرطان من امتى ادخله الله بهما الجنة) فقالت له عائشة رضى الله عنها فمن كان له فرط من امتك قال (ومن كان له فرط ياموفقة) قالت فمن لم يكن له فرط من امتك قال (انافرط لامتى لن يصابوا بمثلى) قال تعالى (وما ارسلناك الارحمة للعالمين) فكانت حياته ومماته رحمة قال صلى الله عليه وسلم (اذا اراد الله بامة رحمة قبض نبيها قبلها فجعله سلفا وفرطالها) ورثاه صلى الله عليه وسلم بعض الانصار فقال

الصبر يحمد فى المواطن كلها * الا عليك فانه مذموم

* واعلم ان الله تعالى جمع فى هذه الآية خلاصة ماانزله فى القرآن وجعلها خاتم الوحى والانزال كما انه جمع خلاصة ما انزل من الكتب على الانبياء فى القرآن وجعله خاتم الكتب كما ان النبى عليه السلام خاتم الانبياء عليهم السلام وقد جمع فيه اخلاق الانبياء * فاعلم ان خلاصة جميع الكتب المنزلة وفائدتها بالنسبة الى الانسان عائدة الى معنيين . احدهما نجاته من الدركات السفلى . وثانيهما فوزه بالدرجات العليا فنجاته فى خروجه عن الدركات السفلى وهى سبعة الكفر والشرك والجهل والمعاصى والاخلاق المذمومة وحجب الاوصاف وحجاب النفس وفوزه فى ترقيه على الدرجات العليا وهى ثمانية المعرفة لله والتوحيد لله والعلم والطاعات والاخلاق الحميدة وجذبات الحق والفناء عن انانيته والبقاء بهويته فهذه الآية تشير الى مجموعها اجمالا قوله تعالى (واتقوا) هى لفظة شاملة لما يتعلق بالسعى الانسانى من هذه المعانى لان حقيقة التقوى مجانبة ما يبعدك عن الله ومباشرة مايقربك اليه دليله قول النبى عليه السلام (جماع التقوى قول الله تعالى ان الله يأمر بالعدل والاحسان) الآية فيندرج تحت التقوى على هذا المعنى الخروج عن الدركات السفلى والترقى على الدرجات العليا . فتقوى العوام الخروج عن الكفر بالمعرفة وعن الشرك بالتوحيد

وعن الجهل بالعلم وعن المعاصى بالطاعات وعن الاخلاق المذمومة بالاخلاق المحمودة وههنا ينتهى سير العوام لان نهاية كسب الانسان وغاية جهد المجتهدين فى اقامة شرائط جاهدوا فينا لنهديهم سبلنا . فمن ههنا تقوى الخواص المجذوبين بجذبات لنهديهم سبلنا فتخرجهم الجذبة من حجب اوصافهم الى درجة تجلى صفات الحق فههنا ينقضى سلوك الخواص فيستظلون بظل سدرة المنتهى عندها جنة المأوى فينتفعون من مواهب اذ يغشى السدرة مايغشى . واما تقوى خواص الخواص فبجذبة رفرف العناية بجذب مازاغ البصر وماطغى من سدرة منتهى الاوصاف الى قاب قوسين نهاية حجب النفس وبداية انوار القدس فهناك من عرف نفسه فقد عرف ربه فبالتقوى الحقيقية يجد الايمان الحقيقى فمعنى ﴿واتقوا﴾ جاهدوا فينا بجهدكم وطاقتكم ﴿يوما﴾ يعنى ليوم فيه لنهدينكم بجذبات العناية ﴿ترجعون الى الله﴾ اشار بلفظ الرجوع اليه ليعلم ان الشروع كان منه هدانا الله واياكم الى مقام الجمع واليقين وشرفنا بلطائف التحقيق والتمكين انه نصير ومعين يصيب برحمته من يشاء من عباده الصالحين ﴿يا ايها الذين آمنوا اذا تداينتم بدين﴾ اى اذا داين بعضكم بعضا وعامله نسيئة معطيا او آخذا كما تقول بايعته اذا بعته او باعك وفائدة ذكر الدين دفع توهم كون التداين بمعنى المجازاة والتنبيه على تنوعه الى الحال والمؤجل وانه الباعث على الكتب وتعيين المرجع للضمير المنصوب المتصل بالامر وهو فاكتبوه ﴿الى اجل﴾ متعلق بتداينتم ﴿مسمى﴾ بالايام او الاشهر او السنة وغيرها مما يفيد العلم ويرفع الجهالة لا بالحصاد والدياس وقدوم الحاج مما لا يرفعها ﴿فاكتبوه﴾ اى الدين باجله لانه اوثق وادفع للنزاع والجمهور على استحبابه ﴿وليكتب بينكم كاتب﴾ بيان لكيفية الكتابة المأمور بها وتعيين لمن يتولاها اثر الامر بها اجمالا وقوله بينكم للايذان بان الكاتب ينبغى ان يتوسط بين المتداينين ويكتب كلامهما ولا يكتفى بكلام احدهما ﴿بالعدل﴾ اى كاتب كائن بالعدل اى وليكن المتصدى للكتابة من شأنه ان يكتب بالتسوية من غير ميل الى احد الجانبين لا يزيد ولا ينقص وهو امر للمتداينين باختيار كاتب فقيه دين يجيء كتابه موثقا به معدلا بالشرع ﴿ولا يأب كاتب﴾ اى لا يمتنع احد من الكتاب ﴿ان يكتب﴾ كتاب الدين ﴿كما علمه الله﴾ على طريقة ماعلمه الله من كتب الوثائق ﴿فليكتب﴾ تلك الكتابة المعلمة امر بها بعد النهى عن ابائها تأكيدا لها ﴿وليملل الذى عليه الحق﴾ الاملال هو الاملاء وهو القاء المعنى على الكاتب للكتابة اى ليكن المملل اى مورد المعنى على الكاتب من عليه الحق اى الدين لانه المشهود عليه فلا بد ان يكون هو المقر ﴿وليتق الله ربه﴾ جمع بين الاسم الجليل والنعت الجميل للمبالغة فى التحذير اى وليتق المملى دون الكاتب كما قيل لقوله تعالى ﴿ولا يبخس منه﴾ اى من الحق الذى يمليه على الكاتب ﴿شيأ﴾ فانه هو الذى يتوقع منه البخس خاصة . واما الكاتب فيتوقع منه الزيادة كما يتوقع منه البخس وانما شدد فى تكليف المملى حيث جمع فيه بين الامر بالاتقاء والنهى عن البخس لما فيه من الدواعى الى المنهى عنه فان الانسان مجبول على دفع الضرر عن نفسه وتخفيف مافى ذمته ﴿فان كان الذى عليه الحق سفيها﴾ ناقص العقل مبذرا مجازفا ﴿او ضعيفا﴾ صبيا او شيخا مختلا ﴿او لا يستطيع ان يمل هو﴾ اى غير مستطيع للاملاء بنفسه لخرس او عى

اوجهل اوغير ذلك من العوارض ﴿ فليملل وليه ﴾ اى الذى يلى امره ويقوم مقامه من قيم او وكيل اومترجم ﴿ بالعدل ﴾ اى من غير نقص ولازيادة ﴿ واستشهدوا شهيدين ﴾ اى اطلبوهما ليتحملا الشهادة على ماجرى بينكما من المداينة وتسميتهما شهيدين لتنزيل المشارف منزلة الكائن ﴿ من رجالكم ﴾ متعلق باستشهدوا اى من اهل دينكم يعنى من الاحرار البالغين المسلمين اذ الكلام فى معاملاتهم فان خطابات الشرع لاتنتظم العبيد بطريق العبارة واما اذا كانت المداينة بين الكفرة اوكان من عليه الحق كافرا فيجوز استشهاد الكافر عندنا ﴿ فان لم يكونا ﴾ اى الشهيدان جميعا على طريقة نفى الشمول لاشمول النفى ﴿ رجلين ﴾ اما لاعوازهما او لسبب آخر من الاسباب ﴿ فرجل وامرأتان ﴾ اى فليشهد رجل وامرأتان وشهادة النساء مع الرجال فى الاموال جائزة بالاجماع دون الحدود والقصاص فلابد فيهما من الرجال ﴿ ممن ترضون ﴾ متعلق بمحذوف وقع صفة لرجل وامرأتان اى كائنون مرضيين عندكم وتخصيصهم بالوصف المذكور مع تحقق اعتباره فى كل شهيد لقلة اتصاف النساء به ﴿ من الشهداء ﴾ متعلق بمحذوف وقع حالا من الضمير المحذوف الراجع الى الموصول اى ممن ترضونهم كائنين من بعض الشهداء لعلمكم بعدالتهم وثقتكم بهم وادراج النساء فى الشهداء بطريق التغليب ﴿ ان تضل احداهما ﴾ اى احدى المرأتين الشاهدتين ﴿ فتذكر احداهما الاخرى ﴾ وهذا تعليل لاعتبار العدد فى النساء والعلة فى الحقيقة هى التذكير ولكن الضلال لما كان سببا له نزل منزلته كما فى قولك اعددت السلاح ان يجيئ عدو فادفعه فالاعداد للدفع لاللمجيئ العدو لكن قدم عليه المجيئ لانه سببه كأنه قيل لاجل ان تذكر احداهما الاخرى ان ضلت الشهادة بأن نسيت ثم حث الشهداء على اقامة الشهادة بقوله ﴿ ولايأب الشهداء اذا مادعوا ﴾ لاداء الشهادة اولتحملها ومامزيدة ﴿ ولاتسأموا ﴾ اى لاتملوا من كثرة مداينات‌كم ﴿ ان تكتبوه ﴾ اى من ان تكتبوا الدين او الحق او الكتاب ﴿ صغيرا اوكبيرا ﴾ حال من الضمير اى حال كونه صغيرا اوكبيرا اى قليلا اوكثيرا اومجملا اومفصلا ﴿ الى اجله ﴾ متعلق بمحذوف وقع حالا من الهاء فى تكتبوه اى مستقرا فى الذمة الى وقت حلوله الذى اقر به المديون ﴿ ذلكم ﴾ اى كتب الحق الى اجله ايها المؤمنون ﴿ اقسط ﴾ اى اعدل ﴿ عندالله ﴾ اى فى حكمه تعالى ﴿ واقوم للشهادة ﴾ اى اثبت لها واعون على اقامتها ﴿ وادنى ان لاترتابوا ﴾ اى اقرب الى انتفاء ريبكم فى جنس الدين وقدره واجله وشهوده ونحو ذلك ﴿ الا ان تكون تجارة حاضرة تديرونها بينكم ﴾ استثناء منقطع من الامر بالكتابة اى لكن وقت كون تداينكم اوتجارتكم تجارة حاضرة بحضور البدلين تديرونها بينكم بتعاطيها يدا بيد ﴿ فليس عليكم جناح ان لا تكتبوها ﴾ اى فلا بأس بان لا تكتبوها لبعده عن التنازع والنسيان ﴿ واشهدوا اذا تبايعتم ﴾ اى هذا التبايع او مطلقا لانه احوط . والاوامر الواردة فى الآية الكريمة للندب عند الجمهور ﴿ ولايضار ﴾ يحتمل البناء على الفاعل وعلى المفعول ففى الاول نهى للكاتب عن ترك الاجابة الى مايطلب منه وعن التحريف والزيادة والنقصان اى لايمتنع

﴿ كاتب ﴾ عن الكتابة المقصودة ﴿ ولا شهيد ﴾ اى ولا يمتنع الشاهد عن اقامة الشهادة المعلومة وعلى الثانى النهى عن الضرار بالكاتب والشاهد اى لا يوصل احد مضرة للكاتب والشهيد اذا كانا مشغولين بما يهمهما ويوجد غيرهما فلا يضاران بابطال شغلهما وقد يكون اضرار الكاتب والشهيد بان لا يعطى حقهما من الجعل فيكون النهى عن ذلك ﴿ وان تفعلوا ﴾ مانهيتم عنه من الضرار ﴿ فانه ﴾ اى فعلكم ذلك ﴿ فسوق بكم ﴾ اى خروج عن الطاعة ملتبس بكم ﴿ واتقوا الله ﴾ فى مخالفة اوامره ونواهيه التى من جملتها نهيه عن المضارة ﴿ ويعلمكم الله ﴾ احكامه المتضمنة لمصالحكم ﴿ والله بكل شئ عليم ﴾ فلا يخفى عليه حالكم وهو مجازيكم بذلك * ثم هذه الآية اطول آية فى القرآن وابسطها شرحا وابينها وابلغها وجوها يعلم بذلك ان مراعاة حقوق الخلق واجبة والاحتياط على الاموال التى بها امور الدين والدنيا لازم فمن سعى بالحق فقد نجا والا فقد غوى

كسى را كه سعى قدم بيشتر * بدركاه حق منزلش بيشتر

والله تعالى من كمال رحمته على عباده علمهم كيفية معاملاتهم فيما بينهم لئلا يجرى من بعضهم على بعض حيف ولئلا يتخاصموا ويتنازعوا فيحقد بعضهم على بعض فامر بتحصين الحقوق بالكتابة والاشهاد وامر الشهود بالتحمل ثم بالاقامة وامر الكاتب ان يكتب كما علمه الله بالعدل وراعى فى ذلك دقائق كثيرة كما ذكرها * فيشير بهذه المعانى الى ثلاثة احوال . اولها حال الله تعالى مع عباده فيظهر من آثار الطافه معهم انه تعالى كيف يرفق بهم ويعلمهم كيفية معاملاتهم الدنيوية حتى لا يكونوا فى خسران من امر دنياهم ولا يكون فيما بينهم عداوة وخصومة تؤدى الى تنغيص عيشهم فى الدنيا وعقوبة فى الآخرة فيستدلوا بها على ان تكاليف الشرع التى امروا بها ايضا من كمال مرحمته استعملهم بها ليفيض بها عليهم سجال نعمه كقوله تعالى ﴿ مايريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم ﴾ الآية . وثانيها حال العباد مع الله ليعلموا برعاية هذه الدقائق للامور الدنيوية الفانية ان للامور الاخروية الباقية فيما بينهم وبين الله ايضا دقائق كثيرة والعباد بها محاسبون وعلى مثقال ذرة من خيرها مثابون وعلى مثقال ذرة من شرها معاقبون وانها بالرعاية اولى واحرى من امور الدنيا وان الله تعالى كما امر العباد ان يكتبوا كتاب المبايعة فيما بينهم ويستشهدوا عليهم العدول قد كتب كتاب مبايعة جرت بينه وبين عبادة فى الميثاق فان الله تعالى اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة وعلى هذا عاهدهم واشهد الملائكة الكرام عليه ثم رقم فى الكتاب ان ياقوتة من الجنة وديعة وهى الحجر الاسود . وثالثها حال العباد فيما بينهم فليعتبر كل واحد منهم من ملاطفات الحق معهم وليتخلق باخلاق الحق فى مخالقتهم وليتوسل الى الله بحسن مرافقتهم وليحفظ حدود الله فى مخالفتهم وموافقتهم وليتمسك بعروة محبتهم فى الله وجذبتهم لله ونصحهم بالله ليحرز فى رفقتهم صراطا مستقيما ويفوز من زمرتهم فوزا عظيما ففى جميع الاحوال كونوا مع الله كما قال ﴿ واتقوا الله ويعلمكم الله ﴾ اى اتقوا فى الاحوال الثلاثة كما يعلمكم الله بالعبارات والاشارات ﴿ والله بكل شئ ﴾ تعملونه فى جميع الاحوال من الاقوال والافعال

(عليم) يعلم مضمون ضمائركم ومكنون سرائركم فيجازيكم على حسن معاملتكم بقدر خلوصكم وصفاء نياتكم وصدق طوياتكم فطوبى لمن صفى قلبه عن سفساف الاخلاق وعزم الى عالم السر والاطلاق واحسن المعاملة مع الله فى جميع الحالات ووصل الى الدرجات العاليات

حقائق سرايست آراسته * هوا وهوس كرد برخاسته
نه بينى كه جايى كه برخاست كرد * نه بيند نظر كرچه بيناست مرد

يعنى ان عالم الغيب كالبيت المزين والهوى كالنقع المثار فما دام لم يترك المرء هواه لايرى مايهواه فان الحجاب اذا توسط بين الرائى والمرئى يمنع من الرؤية فارفع الموانع من البين وتشرف بوصول العين ﴿وان كنتم على سفر﴾ اى مسافرين اى متوجهين اليه ومقبلين ﴿ولم تجدوا كاتبا﴾ فى المداينة بان لايحسن الكتابة اولاتوجد الصحيفة او الدواة والقلم ولم يتعرض لحال الشاهد لما انه فى حكم الكاتب توثقا واعوازا ﴿فرهان﴾ جمع رهن اى فالتوثق رهن ﴿مقبوضة﴾ اى مسلمة الى المرتهن ولابد من القبض حتى لو رهن ولم يسلم لايجبر الراهن على التسليم وانما شرط السفر فى الارتهان مع ان الارتهان لايختص به سفر دون حضر لان السفر لما كان مظنة عدم الكتب باعواز الكاتب والشاهد امر بالارتهان ليقوم مقامهما تأكيدا وتوثيقا لحفظ المال فالكلام خرج على الاعم الاغلب لاعلى سبيل الشرط وقد رهن رسول الله صلى الله عليه وسلم درعه فى المدينة من يهودى بعشرين صاعا من شعير واخذه لاهله ﴿فان امن بعضكم بعضا﴾ اى بعض الدائنين بعض المديونين لحسن ظنه به واستغنى بامانته عن الارتهان فلم يطلب منه الرهن ﴿فليؤد الذى ائتمن﴾ وهو المديون والائتمان الوثوق بامانة الرجل وانما عبر عنه بذلك العنوان لتعينه طريقا للاعلام وحمله على الاداء ﴿امانته﴾ اى فليقض المطلوب الامين ما فى ذمته من الدين من غير رهن منه وسمى الدين امانة لتعلقه بالذمة كتعلق الامانة ﴿وليتق الله ربه﴾ فى رعاية حقوق الامانة واداء الدين من غير مطل ﴿ولا تكتموا الشهادة﴾ ايها الشهود اذا دعيتم الى الحاكم لادائها على وجهها ﴿ومن يكتمها فانه آثم قلبه﴾ فاعل آثم كأنه قيل فانه يأثم قلبه * فان قلت هلا اقتصر على قوله فانه آثم ومافائدة ذكر القلب والجملة هى الآثمة لاالقلب وحده * قلت كتمان الشهادة هو ان يضمرها ولا يتكلم بها فلماكان الاثم مقترفا بالقلب اسند اليه لان اسناد الفعل الى الجارحة التى يعمل بها ابلغ الاترى تقول اذا اردت التوكيد هذا مما ابصرته عينى ومما سمعته اذنى ومما عرفه قلبى ولان القلب هو رأس الاعضاء والمضغة التى ان صلحت صلح الجسد كله وان فسدت فسد الجسد كله فكأنه قيل فقد تمكن الاثم فى اصل نفسه وملك اشرف مكان منه ولئلا يظن ان كتمان الشهادة من الآثام المتعلقة باللسان فقط وليعلم ان القلب اصل متعلقه ومعدن اقترافه واللسان ترجمان عنه ولان افعال القلوب اعظم من افعال سائر الجوارح وهى لها كالاصول التى تتشعب منها ألاترى ان اصل الحسنات والسيآت الايمان والكفر وهما من افعال القلوب فاذا جعل كتمان الشهادة من آثام القلوب فقد شهد له بانه من معاظم الذنوب وعن ابن عباس رضى الله عنهما اكبر الكبائر الاشراك بالله لقوله تعالى فقد حرم الله عليه

الجنة وشهادة الزور وكتمان الشهادة ﴿ والله بما تعملون عليم ﴾ فيجازيكم به ان خيرا فخير وان شرا فشر وكتمان الشهادة وشهادة الزور من الاعمال التى تجر صاحبها الى النار فانهما من علامات سنخ القلب قال تعالى ﴿فانه آثم قلبه﴾ والمراد سنخ القلب ونعوذ بالله من ذلك وهما اسهل وقوعا بين الناس والحوامل عليهما كثيرة كالعداوة وغيرها * واعلم ان اهل الدين طائفتان الواقفون والسائرون . فالواقف من لزم عتبة الصورة ولم يفتح له باب الى عالم المعنى فهو كالفرخ المحبوس فى قشر البيضة فيكون مشربه من عالم المعاملات البدنية فلا سبيل له الى عالم القلب ومعاملاته فهو محبوس فى سجن الجسد وعليه موكلان من الكرام الكاتبين يكتبان عليه اعماله الظاهرة بالنقير والقطمير * والسائر من لم يقم ولم ينزل فى منزل فهو مسافر من عالم الصورة الى عالم المعنى ومن مضيق الاجساد الى متسع الارواح وهم صنفان صنف سيار وصنف طيار . فالسيار من يسير بقدم الشرع والعقل على جادة الطريقة . والطيار من يطير بجناحى العشق والهمة فى فضاء الحقيقة وفى رجله جلجلة الشريعة فالاشارة فى قوله ﴿وان كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا﴾ الى السيار الذى تخلص من سجن الجسد وقيد الحواس وزحمة التوكيل فلم يجد له كاتبا يكتب عليه كما قال بعضهم ما كتب على صاحب الشمال منذ عشرين سنة وقال بعضهم كاشف لى صاحب اليمين وقال لى أمل على شيأ من معاملات قلبك لاكتبه فانى اريد ان اتقرب به الى الله قال فقلت له حسبك الفرائض فالحبس والقيد والتوكيل لمن لم يؤد حق صاحب الحق اويكون هاربا منه فيحبس ويقيد ويوكل عليه فاما الذى آناء الليل واطراف النهار يغدو ويروح فى طلب غريمه ومابرح فى جريمه فلا يحتاج الى التوكيل والتقييد فقوله ﴿ولم تجدوا كاتبا فرهان مقبوضة﴾ اشارة الى السيار الذى له قلب فيرهنه عند الله تعالى فالرهان هى القلوب التى ليس فيها غير الله المقبوضة بين اصبعين من اصابع الرحمن فاما الطيار الذى هو عاشق مفقود القلب مسلوب العقل مجذوب السير فلا يطالب بالرهن فانه مبطوش ببطشه الشديد

مستهام ضاق مذهبه * فى هوى من عز مطلبه
كل امر فى الهوى عجب * وخلاصى منه اعجبه

فلم يوجد فى السموات والارض ولا فى الدنيا والآخرة امين يؤتمن لحمل اعباء امانته الا العاشق المسكين ﴿ لله ما فى السموات وما فى الارض ﴾ من الامور الداخلة فى حقيقتهما والخارجة عنهما المتمكنة فيهما من اولى العلم وغيره اى كلها له تعالى خلقا وملكا وتصرفا لا شركة لغيره فى شئ منها بوجه من الوجوه فلا تعبدوا احدا سواه ولا تعصوه فيما يأمركم وينهاكم ﴿ وان تبدوا ﴾ اى تظهروا ﴿ ما فى انفسكم ﴾ اى فى قلوبكم من السوء والعزم عليه وذلك بالقول اوبالفعل ﴿ اوتخفوه ﴾ اى تكتموه عن الناس ولا تظهروه باحد الوجهين ككتمان الشهادة وموالاة المشركين وغيرها من المناهى ولا يندرج فيه ما لا يخلو عنه البشر من الوساوس واحاديث النفس التى لا عقد ولا عزيمة فيها اذ التكليف بحسب الوسع ودفع ذلك مما ليس فى وسعه ﴿ يحاسبكم به الله ﴾ اى يجازيكم به يوم القيامة وهو حجة على منكرى الحساب من المعتزلة والروافض ﴿ فيغفر ﴾ اى فهو يغفر بفضله ﴿ لمن يشاء ﴾ ان يغفر له وان كان ذنبه كبيرا ﴿ ويعذب ﴾

بعدله ﴿ من يشاء ﴾ ان يعذبه وان كان ذنبه حقيرا حسبما تقتضيه مشيئته المبنية على الحكم والمصالح ويعذب الكفار لامحالة لانه لايغفر الشرك وتقديم المغفرة على التعذيب لتقدم رحمته على غضبه ﴿ والله على كل شئ قدير ﴾ فكمال قدرته تعالى على جميع الاشياء موجب لقدرته سبحانه على ماذكر من المحاسبة ومافرع عليه من المغفرة والتعذيب *قال فى التيسير دل ظاهر قوله اوتخفوه على المؤاخذة بمايكون من القلب وجملته ان عزم الكفر كفر وحضرة الذنوب من غير عزم مغفورة وعزم الذنوب اذاندم عليه ورجع عنه واستغفر منه مغفور فاماالهم بالسيئة ثم يمتنع عنه بمانع لاباختياره وهو ثابت على ذلك فانه لايعاقب على ذلك عقوبة فعله يعنى بالعزم على الزنى لايعاقب عقوبة الزنى وهل يعاقب على الخاطر عقوبة عزم الزنى قيل هو معفو عنه لقوله صلى الله عليه وسلم (ان الله عفا لامتى عما حدثت به انفسها مالم يعمل اويتكلم) واكثرهم على ان الحديث فى الحضرة دون العزمة وان المؤاخذة فى العزمة ثابتة وكذا قال الامام ابومنصور رحمه الله انتهى مافى التيسير . وربما يكون للانسان شركة فى الاثم مثل القتل والزنى وغيرها اذارضى به من عامله واشتد حرصه على فعله وفى الحديث (من حضر معصية فكرهها فكأنما غاب عنها ومن غاب عنها فرضيها كان كمن حضرها) وفى حديث آخر (من احب قوما على اعمالهم حشر فى زمرتهم) اى جماعتهم (وحوسب يوم القيامة بحسابهم وان لم يعمل باعمالهم) فعلى العاقل ان يرفع عن قلبه الخواطر الفاسدة ولايجالس الجماعة الفاسقة كيلا يحشر فى زمرتهم

كر نشيند فرشتهٔ باديو * وحشت آموزد وخيانت وريو
ازبدان نيكويى نياموزى * نه كند كرك پوستين دوزى

❀ والاشارة فى الآية ان الله يطالب العباد بالاستدامة المراقبة واستصحاب المحاسبة لئلا يغفلوا عن حفظ حركات الظاهر وضبط خطرات الباطن فيقعوا فى آفة ترك ادب من آداب العبودية فيهلكوا بسطوات الالوهية *واعلم ان الانسان مركب من عالمى الامر والخلق فله روح نورانى من عالم الامر وهو الملكوت الاعلى وله نفس ظلمانية سفلية من عالم الخلق ولكل واحدة منهما ميل الى عالمها فقصد الروح الى جوار رب العالمين وقربه وقصد النفس الى اسفل السافلين وغاية البعد عن الحق فبعث النبى صلى الله عليه وسلم ليزكى النفوس عن ظلمة اوصافها لتستحق بها جوار رب العالمين فتزكيتها فى اخفاء ظلمة اوصافها بابداء انوار اخلاق الروح عليها فى تحليتها بها فهذا مقام الاولياء مع الله يخرجهم من الظلمات الى النور وبعث الشيطان الى اوليائه وهم اعداء الله ليخرج ارواحهم من النور الروحانى الى الظلمات النفسانية باخفاء انوار اخلاقها فى ابداء ظلمات اخلاق النفس عليها لتستحق بها دركة اسفل السافلين . فمعنى الآية فى التحقيق ﴿ان تبدوا مافى انفسكم﴾ مودع من ظلمات الاوصاف النفسانية فى الظاهر بمخالفات الشريعة وفى الباطن بموافقات الطبيعة ﴿اوتخفوه﴾ بتصرفات الطريقة فى موافقات الشريعة ومخالفات الطبيعة ﴿يحاسبكم به الله ﴾ بطهارة النفس لقبول انوار الروح واخلاقه اوبتلوث الروح لقبول ظلمات النفس واخلاقها ﴿فيغفر لمن يشاء﴾ فينور نفسه بانوار الروح وروحه بانوار الحق ﴿ويعذب

من يشاء ﴾ فيعاقب نفسه بنار دركات السعير وروحه بنار فرقة العلي الكبير ﴿والله على كل شئ﴾ من اظهار اللطف والقهر على تركيب ماليى الخلق والامر ﴿قدير﴾ كذا في تأويلات الكامل نجم الدين دايه قدس سره ﴿ آمن الرسول ﴾ اى صدق النبي عليه السلام ﴿ بما انزل ﴾ اى بكل ما انزل ﴿ اليه من ربه ﴾ من آيات القرآن ايمانا تفصيليا متعلقا بجميع مافيه من الشرائع والاحكام والقصص والمواعظ واحوال الرسل والكتب وغير ذلك من حيث انه منزل منه تعالى . والايمان بحقيقة احكامه وصدق اخباره ونحو ذلك من فروع الايمان به من الحيثية المذكورة ولم يرد به حدوث الايمان فيه بعد ان لم يكن كذلك لانه كان مؤمنا بالله وبوحدانيته قبل الرسالة منه ولا يجوز ان يوصف بغير ذلك لكن اراد به الايمان بالقرآن فانه قبل انزال القرآن اليه لم يكن عليه الايمان به وهو معنى قوله ﴿ما كنت تدرى ما الكتاب ولا الايمان﴾ اى ولا الايمان بالكتاب فانه قال ﴿وما كنت ترجو ان يلقى اليك الكتاب﴾ ﴿ والمؤمنون ﴾ اى الفريق المعروفون بهذا الاسم وهو مبتدأ ﴿ كل ﴾ مبتدأ ثان ﴿ آمن ﴾ خبره والجملة خبر للمبتدأ الاول والرابط بينهما الضمير الذى ناب منابه التنوين وتوحيد الضمير فى آمن مع رجوعه الى كل المؤمنين لما ان المراد بيان ايمان كل فرد منهم من غير اعتبار الاجتماع وتغيير سبك النظم عما قبله لتأكيد الاشعار بما بين ايمانه صلى الله عليه وسلم المبنى على المشاهدة والعيان وبين ايمانهم الناشئ عن الحجة والبرهان من التفاوت البين والاختلاف الجلى كأنهما متخالفان من كل وجه حتى فى الهيئة الدالة عليهما اى كل واحد منهم آمن ﴿ بالله ﴾ وحده من غير شريك له فى الالوهية والمعبودية هذا ايمان اثبات وتوحيد ﴿ وملائكته ﴾ اى من حيث انهم عباد مكرمون له تعالى من شأنهم التوسط بينه تعالى وبين الرسل بانزال الكتب والقاء الوحى وهذا ايمان تصديق انهما من عند الله وتحليل ما احله وتحريم ما حرمه ﴿ وكتبه ورسله ﴾ اى من الحيثية المذكورة . هذا ايمان اتباع واطاعة ولم يذكر الايمان باليوم الآخر لاندراجه فى الايمان بكتبه . وهذا على ... ر ان يوقف على قوله تعالى من ربه ويجعل والمؤمنون كلاما ابتدائيا واختاره ابو السعود العمادى . ويجوز ان يكون قوله والمؤمنون معطوفا على الرسول فيوقف عليه والضمير الذى عوض عنه التنوين راجع الى المعطوفين معا كأنه قيل آمن الرسول والمؤمنون بما انزل اليه من ربه ثم فصل ذلك . وقيل كل واحد من الرسول والمؤمنون آمن بالله خلا انه قدم المؤمن به على المعطوف اعتناء بشأنه وايذانا باصالته صلى الله عليه وسلم فى الايمان به واختار الكواشى هذا الوجه حيث قال والاختيار الوقف على المؤمنون وهو حسن ليكون المؤمنون داخلين فيما دخل النبي صلى الله عليه وسلم فيه اى الايمان ﴿ لا نفرق ﴾ اى يقول الرسول والمؤمنون لانميز ﴿ بين احد من رسله ﴾ بان نؤمن ببعض ونكفر ببعض كما قال اليهود والنصارى . واحد ههنا بمعنى الجمع اى الآحاد فلذلك اضيف اليه بين لانه لا يضاف الا الى المتعدد والاحد وضع لنفى ما يذكر معه من العدد والواحد اسم لمفتتح العدد والواحد الذى لا نظير له والوحيد الذى لا نصير له ﴿ وقالوا ﴾ عطف على آمن وصيغة الجمع باعتبار المعنى وهو حكاية لامتثالهم الاوامر اثر حكاية ايمانهم ﴿ سمعنا ﴾ اى

فهمنا ماجاءنا من الحق وتيقنا بصحته ﴿ واطعنا ﴾ مافيه من الاوامر والنواهى * قيل لما نزلت هذه الآية قال جبرائيل عليه السلام للرسول صلى الله عليه وسلم ان الله قد أثنى عليك وعلى امتك فسل تعط فقال الرسول عليه السلام ﴿ غفرانك ربنا ﴾ اى اغفرلنا غفرانك كما قال ﴿ فضرب الرقاب ﴾ اى فاضربوا اونسألك غفرانك ذنوبنا المتقدمة اومالايخلو عنه البشر من التقصير فى مراعاة حقوقك وهذا الوجه اولى لئلا يتكرر الدعاء بقوله فى آخر السورة واغفرلنا وتقديم ذكر السمع والطاعة على طلب الغفران لما ان تقديم الوسيلة على المسئول ادعى الى الاجابة والقبول ﴿ واليك المصير ﴾ اى الرجوع بالموت والبعث لاالى غيرك * قال القشانى ﴿ آمن الرسول بما انزل اليه من ربه ﴾ اى صدقه بقبوله والتخلق به كما قالت عائشة رضى الله عنها كان خلقه القرآن ومجرد قراءة القرآن بغير عمل لايفيد * قال فى تفسير الحنفى مثاله ان السلطان اذا وهب لاحد من مماليكه امارة واعطاء رياسة اونيابة وكتب له توقيعا ان يصيبه اهل البلد كلهـا فاذاجاء الى البلد وقعد على المملكة واطاعه الخلق ثم ان السلطان كتب له كتابا وامر له فيه ان يبنى له قصرا اودارا واسعة حتى لوحضر السلطان وجاء الى تلك المدينة ينزل فى تلك الدار اوالقصر فوصل الكتاب اليه وهو لايبنى ماامر به فى الكتاب لكنه يقرأه كل يوم فلو حضر السلطان ولم يجد ماامره به حاضرا هل يستحق ذلك الامير خلعة من السلطان اوثناء اولا بل ظاهره انه يستحق الضرب والشتم والحبس وكذلك القرآن انما هو مثل هو ذلك المنشور قدامر الله فيه لعبيده ان يعمروا أركان الدين كما قال لداود عليه السلام [فرغ الى بيتا اسكنه] وبين لهم بما يكون عمارة الدين فقال الله تعالى ﴿ اقيموا الصلوة وآتوا الزكوة . كتب عليكم الصيام . ولله على الناس حج البيت ﴾ فصارت قراءة القرآن كقراءة منشور السلطان ولا تحصل الجنة بمجرد القرآن لانه قال ﴿ جزاء بما كانوا يعملون ﴾ : كما قيل

« مراد از نزول قرآن تحصيل سيرت خوبست نه ترتيل سورة مكتوب بتجويد »

ثم فى قوله ﴿ غفرانك ربنا ﴾ اشارة الى ان من نتائج الايمان وآثار العبودية ان يرى العبد نفسه اهلا لكل شر ومولاه اهلا لكل خير . فينسب كل مايستحسنه لسيده مستعملا حسن الادب معه فى كل اوقاته وذلك بان يحمده على مادق وجل ويستغفره من تقصيره فى شكره له عليه ويتبرأ من حوله وقوته له فى ذلك كله وبحسب هذا يكون شعاره الحمد لله استغفر الله لاحول ولاقوة الا بالله فى جميع اوقاته وهو الذكر المنجى من عذاب الله فى الدنيا والآخرة المقرب للفتح لمن لازمه * واعلم انك لا تصل الى التحقيق الا بمراقبة الاوقات باحكامها من التوبة والاستغفار عند العصيان وشهود المنة فى الطاعة ووجود الرضى فى النية ووجود الشكر فى النعمة ولن تصل الى ذلك الا بتعلق قلبك بصلاح قلبك واتهام نفسك حتى فى خروج نفسك وتصل الى هذا باحد أربعة اوجه . نور يقذفه الله فى قلبك بلا واسطة . أو علم متسع فى عقل كامل . او فكرة سالمة من الشواغل . اوصحبة شيخ اواخ هذه حاله * وقد قال الشيخ ابو مدين قدس سره الشيخ من هذبك باخلاقه وادبك باطراقه وانار باطنك باشراقه الشيخ من جمعك فى حضوره

وحفظك فى مغيبه فاعمل ايها العبد على تخليص نفسك من عالم جسمك حتى تخرج عن دائرة رسمك وتصل الى تحقيق فهمك وعلمك

از هستئ خويش تاتو غافل مشوى * هرگز بمراد خويش واصل نشوى
از بحر ظهور تا بساحل نشوى * در مذهب اهل عشق كامل نشوى

﴿ لايكلف الله نفسا الا وسعها ﴾ اخبار من الله تعالى وليس من كلام المؤمنين ـ روى ـ انه لما نزل قوله تعالى ﴿وان تبدوا مافى انفسكم اوتخفوه يحاسبكم به الله﴾ الآية اشتد ذلك على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضى عنهم فاتوه عليه السلام ثم بركوا على الركب فقالوا اى رسول الله كلفنا من الاعمال مانطيق الصلاة والصيام والحج والجهاد وقد انزل اليك هذه الآية ولا نطيقها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اتريدون ان تقولوا كما قال اهل الكتابين من قبلكم سمعنا وعصينا) قالوا بل سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير فقرأها القوم فانزل الله تعالى ﴿آمن الرسول بما انزل اليه من ربه﴾ الى قوله تعالى ﴿غفرانك ربنا واليك المصير﴾ فسئولهم الغفران المعلق بمشيئته تعالى فى قوله تعالى ﴿فيغفر لمن يشاء﴾ ثم انزل الله تعالى ﴿لايكلف الله نفسا الا وسعها﴾ تهوينا للخطب عليهم ببيان ان المراد بما فى انفسهم ماعزموا عليه من السوء خاصة لا مايعم الخواطر التى لايستطاع الاحتراز عنها والتكليف الزام مافيه كلفة ومشقة والوسع مايسع الانسان ولايضيق عليه اى سنته ان لايكلف نفسا من النفوس الامايتسع فيه طوقها ويتيسر عليها دون مدى الطاقة والمجهود فضلا منه تعالى ورحمة لهذه الامة كقوله تعالى ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ وهذا يدل على عدم وقوع التكليف بالمحال لا على امتناعه . اما الاول فلانه لو كان وقع لزم الكذب فى كلامه تعالى تعالى عن ذلك علوا كبيرا . واما الثانى فلانه تعالى نفى مطلقا ولا يلزم منه نفى مقيد الذى هو الامتناع لان العام من حيث هو عام لايدل على الخاص بوجه من الدلالات ﴿ لها ﴾ اى للنفس ثواب ﴿ ما كسبت ﴾ من الخير الذى كلفت فعله لا لغيرها استقلالا او اشتراكا ضرورة شمول كلمة مالكل جزء من اجزاء مكسوبها ﴿ وعليها ﴾ لاعلى غيرها باحد الطريقين المذكورين عقاب ﴿ ما اكتسبت ﴾ من الشر الذى كلفت تركه وايراد الاكتساب فى جانب الشر لان الشر فيه اعتمال اى اجتهاد فى العمل فانه لما كان مشتهى النفس كان فيه جد وسعى بخلاف الخير وصيغة الافتعال للتكلف ﴿ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا ﴾ شروع فى حكاية بقية دعواتهم اثر بيان سر التكليف اى يقولون ربنا لا تؤاخذنا بما صدر عنا من الامور المؤدية الى النسيان او الخطأ من تفريط وقلة مبالاة ونحوهما مما يدخل تحت التكليف ودل هذا على جواز المؤاخذة فى النسيان والخطأ فان التحرز عنهما فى الجملة ممكن ولولا جواز المؤاخذة فى النسيان والخطأ لم يكن للسؤال معنى وخفف الله عن هذه الامة فرفع عنها المؤاخذة وقال النبى صلى الله عليه وسلم (رفع عن امتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه) فدل انهم مخصوصون بهما وامم السالفة كانوا مؤاخذين فيهما ﴿ ربنا ولا تحمل علينا اصرا ﴾ عطف على ماقبله وتوسيط النداء بينهما لابراز مزيد الضراعة . والاصر العبئ الثقيل الذى يأصر صاحبه اى يحبسه مكانه والمراد به التكاليف

الشاقة ﴿ كما حملته على الذين من قبلنا ﴾ اى حملا مثل حملك اياه على من قبلنا وهو ماكلفه بنوا اسرائيل من قتل النفس فى توبة وقطع الاعضاء الخاطئة وقطع موضع النجاسة وعدم التطهير بغير الماء وخمسين صلاة فى يوم وليلة وعدم جواز صلاتهم فى غير المسجد وحرمة اكل الصائم بعد النوم ومنع بعض الطيبات عنهم بالذنوب وكون الزكاة ربع مالهم وكتابة ذنب الليل على الباب بالصبح وغير ذلك من التشديدات وقد عصم الله عز وجل ورحم هذه الامة من امثال ذلك وانزل فى شأنهم ﴿ويضع عنهم اصرهم والاغلال التى كانت عليهم﴾ وقال صلى الله عليه وسلم (بعثت بالحنيفة السهلة السمحة) وعن العقوبات التى عوقب بها الاولون من المسخ والخسف وغير ذلك قال صلى الله عليه وسلم (رفع عن امتى الخسف والمسخ والغرق) ﴿ ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به ﴾ عطف على ماقبله واستعفاء من العقوبات التى لاتطاق بعد الاستعفاء مما يؤدى اليها من التكاليف الشاقة التى لايكاد من كلفها يخلو عن التفريط فيها كأنه قيل لاتكلفنا تلك التكاليف ولا تعاقبنا بتفريطنا فى المحافظة عليها فيكون التعبير عن انزال العقوبات بالتحميل باعتبار مايؤدى اليها * قال فى التيسير اى لا تكلفنا مايشق علينا الدوام عليه ولم يرد به عدم الطاقة اصلا فانه لايكون فلا يسأل ﴿ واعف عنا ﴾ اى آثار ذنوبنا ﴿ واغفر لنا ﴾ واسترعيوبنا ولا تفضحنا على رؤس الاشهاد* قال فى التيسير وليس بتكرار. فان الاول تركه حتى لايؤاخذ به ومحوه حتى لايبقى . والثانى ستره حتى لايظهر وقد يتجاوز عن الشئ فلا يؤاخذ بجزائه لكن يذكر ذلك ويظهر والمؤمنون امروا ان يسألوا التجاوز عنها واخفاءها حتى لا يظهر حالهم لاحد فلا يفتضحوا به ﴿ وارحمنا ﴾ وتعطف بنا وتفضل علينا وتقديم طلب العفو والمغفرة على طلب الرحمة لما ان التخلية سابقة على التحلية ﴿ أنت مولانا ﴾ سيدنا ونحن عبيدك اوناصرنا او متولى امورنا ﴿ فانصرنا على القوم الكافرين ﴾ اى اعنا عليهم وادفع عنا شرهم فان من حق المولى ان ينصر عبيده ومن يتولى امره على الاعداء والنصرة على الكفار تكون بالظفر وتكون بالحجة وتكون بالدفع وهو سؤال العصمة من الشياطين ايضا لانهم منهم ـ روى ـ انه لما اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى به الى سدرة المنتهى وهى فى السماء السادسة اليها ينتهى مايعرج به من الارض فيقبض منها واليها ينتهى مايهبط به من فوقها فيقبض منها قال اذ يغشى السدرة مايغشى قال فراش من ذهب قال فاعطى رسول الله عليه السلام ثلاثا اعطى الصلوات الخمس واعطى خواتيم سورة البقرة وغفر لمن لا يشرك بالله شيأ من امته قال صلى الله عليه وسلم فى خبر المعراج قربنى الله وادنانى الى سند العرش ثم الهمنى الله ان قلت آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لانفرق بين احد من رسله كما فرقت اليهود والنصارى قال فما قالوا قلت قالوا سمعنا وعصينا والمؤمنون قالوا سمعنا واطعنا فقال صدقت فسل تعط فقلت ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا قال قد رفعت عنك وعن امتك الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه فقلت ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا يعنى اليهود قال لك ذلك ولامتك قلت ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به قال قد فعلت قلت واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا

LIBRARY
JAN 10 1975
UNIVERSITY OF TORONTO

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

BP 130 .4 H34 1911a v.1
Hakki, Isma'il, Brusevi
Tafsir ruh al-bayan

BP
130
.4
H34
1911a
v.1

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

BP 130 .4 H34 1911a v.1

Hakki, Isma'il, Brusevi
Tafsir ruh al-bayan

BP
130
.4
H34
1911a
v.1